چوتھا حصہ

تاریخ تبت خورد (بلتستان)

دیباچہ

تبت خورد یعنی بلتستان کی بنیادی تاریخ مجھے کوئی دستیاب نہیں ہوئی لہذا مجبوراً اُس کی بنیاد قومی گیتوں۔ عام روایات قومی اور آثار قدیمہ کے نتائج پر رکھنی پڑی۔ اس کے ساتھ بیرونی ممالک کی تاریخ میں جس حد تک اس ملک کے حوالے پائے گئے۔ ان سے میں نے روایات قومی کی تصدیق کر کے انھیں واقعات کے ساتھ مطابق کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر ایسے حوالوں کی سالم نقل شامل کتاب کر دی ہے۔ جس سے مزید وضاحت ان واقعات کی ہو گئی ہے۔

اس حصہ کے سات باب ہیں۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور اسکردو کے خاندان مقپون کی تاریخ ہے۔ روندو اور استور کے خاندان بھی اسی خاندان کی شاخ ہیں۔ مگر چونکہ اُن کا کوئی علیحدہ کارنامہ مجھے نہیں ملا۔ لہذا محض اُن کے شجرہ نسب کے شامل کر دینے پر اکتفا کی ہے اسی طرح سے کرتخشہ کا خاندان بھی اسی خاندان مقپون اسکردو کی شاخ ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اُس حصہ ملک کی تاریخ علیحدہ ہے میں نے اسے دوسرے باب میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اور طولتی چونکہ کرتخشہ کی شاخ ہے۔ اس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے بیان میں شامل کر دیا ہے

آدم خاں،۔ شاہ مراد۔ شیر شاہ در فیع خاں کے زمانے کے کارنامے مجھے ایک منظوم فارسی کتاب موسومہ شغرنامہ میں مل گئے۔ گو کہ یہ شاہنامہ اور سکندرنامہ کے طرز پر شاعرانہ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اور واقعات کے سلسلہ کا بھی چنداں لحاظ ان میں نہیں رکھا گیا ہے۔ تاہم بلحاظ معلومات کے نفس مضمون تاریخی نکتہ نظر سے بہت قیمتی ہے۔ اس لیے میں نے اس کتاب کے خلاصہ کو اپنی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ جس سے اس زمانے کے جنگی کارناموں کی کیفیت بصراحت معلوم ہوگی۔ اس کتاب میں دو دستی تصویریں بھی مجھے ملیں اُن کا عکس موقع مناسب پر میں نے شامل کر دیا ہے جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مختلف راجگان کے عہد کا تعین بیرونی ممالک کی تاریخ میں اس ملک کے جو حوالے پائے گئے ان کی مدد سے کیا گیا ہے۔ لیکن غوطہ چو سنگے سے اور محض حسابی طور پر ۳۰ سال فی پشت کے حساب سے ابراہیم مقپوں تک زمانہ کا تعین کردیا گیا ہے۔ یہ پیمانہ اس ملک کے واقعات پر غور کرنے کے بعد اس بناپر اختیار کیا گیا ہے۔ کہ مجموعی طور پر اوسطاً تاریخ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اسی طرح راجگان کرتخشہ کے زمانہ کا تعین بھی دوسرے باب میں حسابی طور پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں کہیں کوئی حوالہ مل گیا اُس کے ساتھ اس کی مطابقت کردی گئی ہے۔

تیسرے باب میں خاندان عماچہ شغر کا بیان ہے۔ اس کے ابتدائی حالات بھی محض قومی روایات پر مبنی ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب بھی ۱۸ پشت تک مجھے قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر انیسویں پشت سے نیچے تصدیق شدہ ہے۔ غازی تھم تک راجگان کے زمانہ کا تعین بلتستان کے دوسرے خاندانوں کی تاریخ سے کیا گیا ہے۔ غازی تھم سے اوپر میں نے اسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

اس خاندان میں امام قلی خاں اول بڑا زبردست راجہ گذرا ہے جیسے کارنامے کتاب شغرنامہ سے خلاصہ کرکے اسکردو کے حالات میں بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اُسی خاندان سے تھا۔ اس سلسلہ میں امام قلی خاں کے دربار شاہی کی تصویر بھی دی گئی ہے۔

چوتھا باب تاریخ خاندان یبگو کھپلو کے متعلق ہے۔ اس کی بھی کوئی تحریری تاریخ دستیاب نہیں ہوئی اور تمام بیان کا انحصار قومی روایات اور آثار قدیمہ پر ہے جس کے لیے میں نے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔

شجرہ نسب جو اس خاندان کے راجگان سے مجھے ملا ہے اُس کے رو سے موجودہ راجہ کھپلو کا سلسلہ نسب سترویں پشت پر سکندر اعظم کے ساتھ مل جاتا ہے یہ مجھے ایسا ہی خیالی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ راجگان ہونزہ کا شجرہ نسب ہے انھوں نے بھی اپنا سلسلہ نسب سکندر اعظم تک پہونچا دیا ہے چونکہ اس کا پایۂ بنی

حصہ مصدقہ واقعات تاریخی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ اس لیئے میں نے تحقیقات کر کے ایک علیحدہ شجرہ نسب اس خاندان کا مرتب کیا ہے۔ گو کہ اس کی تحقیق میں۔ میں نے پوری احتیاط ملحوظ رکھی ہے تاہم ابتدا سے اٹھائیسویں پشت تک میں اسے زیادہ قابل اعتبار نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کے آگے تحقیق شدہ اور تاریخ کے مطابق ہے۔

مختلف راجگان کے عہد کا تعین دیگر خاندانوں کی تاریخ کی مطابقت سے کیا گیا ہے اور بیرونی تاریخ سے بھی جہاں کہیں کوئی حوالہ دستیاب ہوا اُس کی تصدیق کی گئی ہے۔ آثار قدیمہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ حاتم خان وال اس خاندان کا سب سے بڑا راجہ گذرا ہے جس نے سر لنگ و کھتور سے کھر کی دونوں حکومتوں کو متحد کر کے ریاست کی بنیاد قائم کی اور بڑے بڑے کارنامے دکھلائے۔

پانچواں۔ چھٹا۔ اور ساتواں باب از قسم متفرقات ہیں۔ جن کے ساتھ دلچسپی صرف خاص مذاق رکھنے والے ناظرین ہی کو ہو سکتی ہے۔ ملکی انتظام میں گذشتہ اور موجودہ حکومتوں کے حالات کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کا انحصار واقف کار لوگوں کے زبانی بیانات پر ہے۔ کوئی تحریری ثبوت مجھے نہیں ملا۔ حاکمان بلتستان کے حالات میں صرف ان کی ترقیوں سے بحث کی گئی ہے۔ اشاعت اسلام چونکہ اس ملک کے لیے ایک اہم مسئلہ ہے لہذا تاریخ کے منتشر واقعات کو میں نے اس باب میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور گلگت کو بھی اسی میں شامل کر دیا ہے۔ کیونکہ اس پہلو سے وہ ملک ایک حد تک بلتستان کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس علاقہ کی مردم شماری کی جدول بھی اُس کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

اس تحقیقات میں میرے کئی سال صرف ہوئے ہر ایک علاقہ میں اور اکثر دیہاتوں میں مجھے جانا پڑا۔ متعدد اصحاب میری امداد میں میرے ساتھ شامل رہے مگر مرزا محمد خان رئیس پشکم اور مولوی محمد حسین ساکن جہلم نے نہایت بیش قیمت امداد اس بارہ میں مجھے دی ہے۔ یہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ میں قومی گیتوں اور قومی روایات کی تہہ تک پہونچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اور میں ان کی جانسوزی کا شکریہ دل سے

ادا کرتا ہوں۔ منشی محمد یعقوب خان متوطن جموں نے بھی مفید معلومات محنت کے ساتھ دریافت کرکے بہم پہونچائی ہیں۔ جس کے لیے میں ان کا بھی شکر گذار ہوں۔

ان معلومات کے علاوہ اس حصہ کی تکمیل میں میں نے حسب ذیل تصانیف بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ جن کے مصنفین کا میں شکر گذار ہوں۔

۱۔ تاریخ ہندوستان مصنفہٗ ذکاء اللہ۔
۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہٗ محمد الدین فوق
۳۔ تاریخ اعظمی فارسی۔
۴۔ تحفتہ الاحباب فارسی۔
۵۔ تاریخ رشیدی فارسی مصنفہ مرزا حیدر گورگان (قلمی)
۶۔ شغر نامہ منظوم فارسی (قلمی)
۷۔ رسالہ فارسی مصنفہ راجہ علی شیر خاں کرتخشہ (قلمی)
۸۔ رسالہ فارسی مصنفہ مولوی سید محمد عباس ساکن چھورکا (قلمی)
۹۔ متعدد انگریزی تصانیف

گولہ گنج لکھنؤ
۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

شجرۂ نسب مقپون راجگان اسکردو

۱- ابراہیم (مقپون) ۱۱۹۰/۱۲۲۰ء
۲- استک سنگے ۱۲۲۰/۱۲۵۰ء
۳- زک سنگے ۱۲۵۰/۱۲۸۰ء
۴- بردک سنگے ۱۲۸۰/۱۳۱۰ء
۵- سیک سنگے ۱۳۱۰/۱۳۴۰ء
۶- تم گوری تھم ۱۳۴۰/۱۳۷۰ء
۷- ساگوری تھم ۱۳۷۰/۱۴۰۰ء
۸- کھوکھور سنگے ۱۴۰۰/۱۴۳۷ء
۹- غوطہ چو سنگے ۱۴۳۷/۱۴۶۴ء
۱۰- بہرام چو ۱۴۶۴/۱۴۹۰ء
۱۱- بوخا ۱۴۹۰/۱۵۱۵ء
۱۲- شیر شاہ ۱۵۱۵/۱۵۴۰ء
۱۳- علی خاں ۱۵۴۰/۱۵۶۵ء
۱۴- غازی میر ۱۵۶۵/۱۵۹۵ء
۱۵- علی شیر خاں انچن (یعنی اعظم) ۱۵۹۵/۱۶۳۳ء

۱۶- عبدال خاں (می زوس یعنی آدم خور) ۱۶۳۳ لغایت ۱۶۳۴ء
۱۷- آدم خاں ۱۶۳۵/۱۶۶ — دختر (زوجہ شاہ مراد)
بہ نیابت زنانمان ۱۶۲۵/۱۶۰۱ء — بہ نیابت مراد خاں ۱۶۵۱-۱۶۶۰ء
احمد خاں

۱- شاہ مراد (آدم خاں کا متبنی) جو وکیل عبدال خاں — بار اول ۱۶۳۴ء — بار دوم بطور نائب مراد خاں ۱۶۵۱-۱۶۶۰ء — بار سوم بطور راجہ ۶۶۰-۱۶۸۰ء
علی شاہ (روندو)
شیر شاہ (کرتخشہ) — راجہ اسکردو بزمانہ خانہ جنگی ۱۶۸۰-۱۷۱۰ء تقریباً
شاہ سلطان (استور)
امام قلی — بہرام

شاہ مراد

محمد رفیع خاں تقریباً ۱۷۱۰ - ۱۷۴۵ — رضی خاں — دولت خان

فخر نساء زوجہ اعظم خاں راجہ شغر

۲۱- سلطان مراد ۱۷۴۵/۱۷۸۰ء — حکومت اعظم خان شغر ۱۷۸۰/۱۷۸۵

۲۲- محمد ظفر خاں ۱۷۸۵/۱۷۸۷ء

۲۳- علی شیر خاں (ثانی) ۱۷۸۷/۱۸۰۰ء

زوجۂ اول — زوجۂ دوئم — زوجہ سوئم

زوجۂ دوئم: دولت نصیر
محمد خاں
غلام رضا — سلطان رضا — عظیم خاں
غلام رضا: محمد علی خاں — علی مردان خاں
(دیگر اسکردو میں رہتے ہیں)
عظیم خاں: حسن خاں

زوجہ سوئم: عظیم خاں
امیر خاں — مردان خاں
جبن خاں — احمد خاں
(شندل میں رہتے ہیں)

زوجۂ اول:
۲۴ احمد شاہ ۱۸۰۰/۱۸۴۰ء — غلام شاہ (پرکوتہ)

علیل خاں شاہ رخ (دکھپو میں مارا گیا) — سلطان محمد خاں — محمد علی خاں — محمد مراد — شاہ محمد

سلطان محمد خاں: شاہ سلطان — محمد علی خان
(اسکردو میں رہتے ہیں)

محمد علی خاں: عباس خاں
(سکہ میدان میں قتل ہوئے)

محمد مراد: شاہ محمد — محمد شاہ — رفیع خاں — محمد خاں — ظفر خاں
(شغری بالا میں رہتے ہیں)

زوجۂ اول دختر دولت علی خاں
استور

زوجہ دوئم خواہر حیدر خاں
شغر

(بقیہ سلسلہ صفحہ
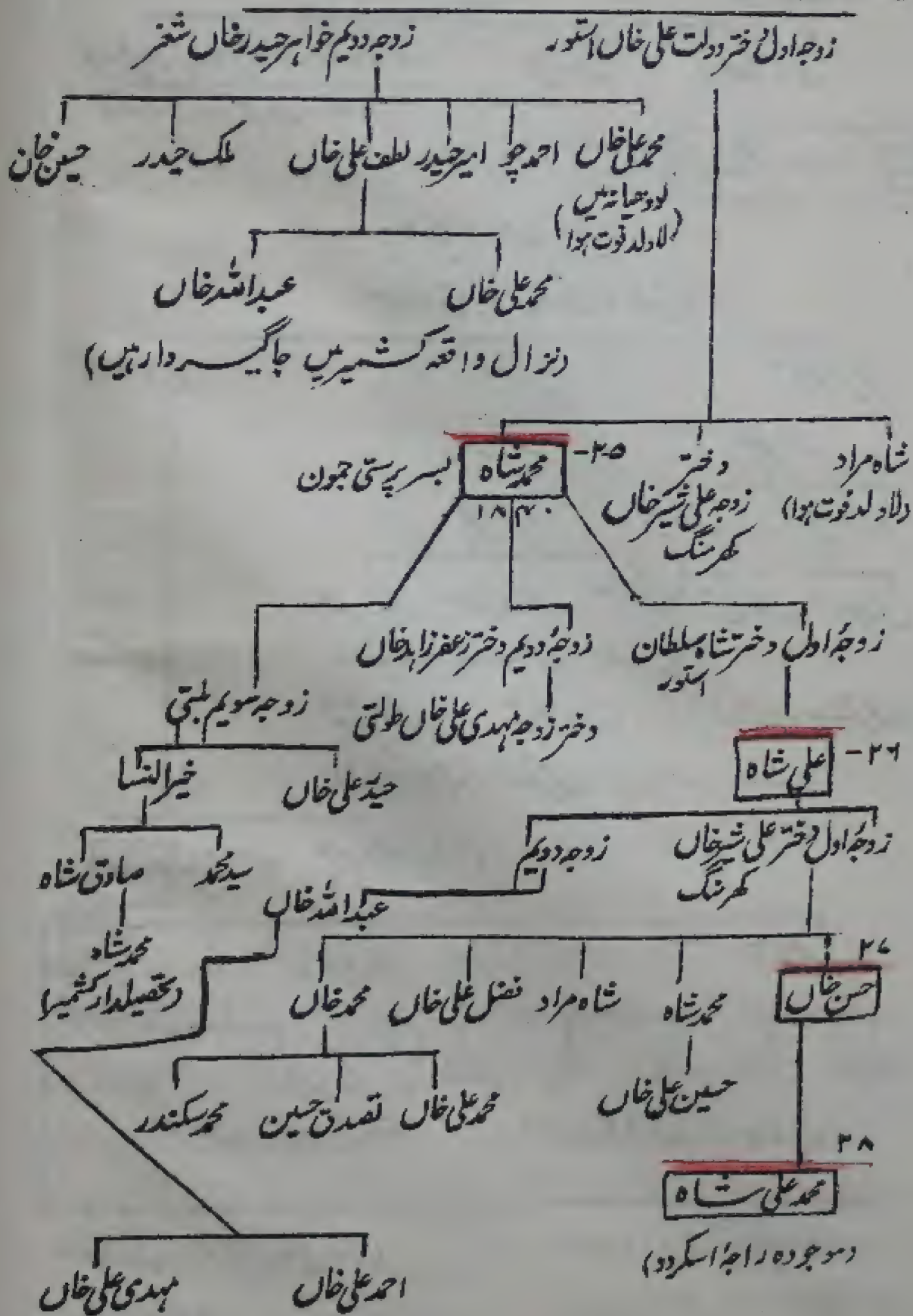
شجرۂ نسب راجگان روندو

احمد خاں

شاہ سلطان (استور) | شیر شاہ | علی شاہ روندو | شاہ مراد اسکردو

علی شاہ روندو
احمد خان
دولت شمشیر
اسد اللہ قلی خان
محمد علی خان
مرزا خان
عباس خان

علی خاں راجہ بوقت فتح | شیر شاہ

علی خاں
حسین خاں

عبداللہ خاں | شاہ سلطان

عبداللہ خاں: محمد علی خاں، جعفر علیخاں، فضل علیخاں، لطف علیخاں
محمد علی خاں: عبداللہ خاں (موجودہ راجہ)
جعفر علیخاں: امیر حیدر

شاہ سلطان: علی جبار خاں، علی شیر خاں، حسن خاں، غلام شاہ

شجرۂ نسب راجگان استور

شاہ سلطان ← علی جبار ← محمد رضا خاں ← احمد علی خاں ← شاہ قلی خاں ← مراد علی خاں ← دولت علی خاں ← شاہ سلطان

شاہ سلطان: جبار خاں راجہ بوقت حملہ وزیر لکھپت | بہادر خاں

جبار خاں
محمد خاں (کشمیر میں فوت ہوا)

بہادر خاں: شاہ سلطان، غلام رضا
شاہ سلطان
حسن خاں (موجودہ راجہ)

(۲) پوریگ

(الف) وادی دریائے سورو از ابتدائے سرحد زانسکار تا سرحد حکومت پشکم واقعہ حکومت سورو وکرتسے۔

(ب) وادی دریائے دراس۔ واقعہ حکومت دراس } اقوام درد
وادی دریائے شگھو و شغر۔ واقعہ حکومت شگھو و شغر

(ج) وادی نالہ واکھا بشمول پائینی قلیل حصہ وادی دریائے سورو۔ واقعہ حکومت پشکم

(د) ایک طرف دریائے سورو اور دوسری طرف سرحد پشکم۔ اور تیسری طرف وادی سندھ تا سرحد لداخ۔ واقعہ حکومت سوت

علاقہ پوریگ کی تاریخ ایک جداگانہ حصہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس حصہ میں محض بلتستان سے بحث کی جائے گی۔

بلتستان میں آبادی کا آغاز وسط ایشیا کی اُن اقوام نے کیا ہے جو گلگت کی طرف سے براہ وادی دریائے سندھ ملک اسکردو میں یا براہ ہونزہ و نگر و یاسین گلگت اور کاشغر کی طرف سے ملک شغر و کھپلو میں یا لداخ کی طرف سے ملک کھپلو میں وقتاً فوقتاً وارد ہوئیں۔ اس فصل میں وادی دریائے سندھ واقعہ حکومت اسکردو کے متعلق بحث ہوگی۔

ابتدائی زمانہ آبادی کی تاریخ کا ٹھیک طور پر پتہ چلانا بہت مشکل ہے۔ قومی گیتوں۔ قومی روایات۔ اور آثار قدیمہ سے جہاں تک انکشاف ہوا حسب ذیل ہے

زمانۂ سلف میں گلگت کی طرف سے حسب ذیل اشخاص مع اپنے ہمراہیوں کے وقتاً فوقتاً اس علاقہ میں وارد ہوئے اور انھوں نے آبادی شروع کی۔

۱۔ گیالو شال بو نے گیول آباد کیا۔

۲۔ شگر گیالپو نے شگری کلاں۔ چونداہ۔ بیاما نقپو آباد کیے۔

۳۔ کوردآسون چو نے کھربو آباد کیا۔

۴۔ برق مایور چو نے برق نق میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔

۵۔ لون چھے نے کچورہ کے نیچے وادی دریائے سندھ میں آبادی شروع کی۔

ان کی معاشرت قبائلی وضع کی تھی جو حصہ جس شخص نے آباد کیا۔ اس کے اوپر اسکی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اُن کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ جاری رہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ کے اُتار چڑھاؤ سے شگرگیالپو کے خاندان کا اقتدار لون چھے یعنی روندو کے سوا دیگر تمام خاندانوں کے اوپر قائم ہوگیا۔ اور اُس نے ان سب سے خراج وصول کرنا شروع کردیا۔ اس خاندان کا صدر مقام شگری کلاں تھا۔ رفتہ رفتہ اس گانوں کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی اور موضع شگری کلاں اس خاندان کا باقاعدہ دارالحکومت بن گیا

زمانہ آغاز آبادی کے قریب قریب کہا جاتا ہے کہ بنارددو اور کچورا کے درمیان اسکردو سے نیچے کی طرف چند میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے تمام شکم دریا کو پُر کرکے ہر دو طرف کے پہاڑوں کے برابر کردیا جس سے دریا کا پانی رُک گیا۔ اور اوپر کی طرف کھلسی اور کرگل تک ایک جھیل بن گئی۔ اسکردو سے گھاٹ کی کشتی موضع چونداہ کے اوپر چڑھ گئی جہاں اسے ایک چٹان کیساتھ باندھا جاتا تھا جو اب تک چین اردو ا یعنی کشتی باندھنے کے پتھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور موضع چونداہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی بتلائی جاتی ہے۔ اُس جھیل کے نشانات اب تک کنارہ دریا کی سلامی میں جابجا نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں اس سے آبادی میں خلل پیدا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب آہستہ آہستہ پانی اُتر گیا تو دوبارہ آبادی شروع ہوئی۔ یہ حالات عرصہ دراز تک جاری رہے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خاندان شگرگیالپو میں وارث حکومت صرف ایک لڑکی مسماۃ شگری رہ گئی۔ اس زمانہ میں اس دربار میں چار آدمیوں کا رسوخ تھا یعنی ستانولوک ٹوک۔ ستانو نے ستے۔ ستانوکنائی۔ ستانو بالپور۔ ان کے درمیان شگری کی شادی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ اپنے خاندان میں شگری کی شادی کرے۔ اس اثنا میں ایک نوجوان ابراہیم نامی کشمیر سے وارد شگری ہوا۔ اسکا زمانہ از روئے حساب سنہ ۱۱۹۰ء و سنہ ۱۲۲۰ء کے قریب قریب ہوتا ہے۔ تاریخی ثبوت اس کا موجود نہیں ہے۔ یہ لڑکا قابل اور ہوشیار تھا۔ چند روز میں اُس کی شہرت اس ملک میں پھیل گئی۔ اب ان چاروں وزیروں نے مصلحت کی کہ شگری کے بیاہ کے متعلق

آپس میں جھگڑا کرنا بیکار ہے۔ اس نووارد شخص کے ساتھ اس کی شادی کردی جائے ان حالات میں یہ مسافر برسر حکومت پہونچا اور مغپوں یعنی سالار قوم کے لقب سے مشہور ہوا۔

اس زمانے میں گیالو شالبو کے خاندان کی حکومت بھی بوجہ آخری حکمران کے لاولد ہونے کے مغپوں شگری کو مل گئی۔ اسی طرح سے کوروہ آسوں کے خاندان کی حکومت برق مایور کے خاندان میں چلی گئی اور رندو سے لے کر شگری تک تین خاندانوں کی حکومت باقی رہی اور عرصہ دراز تک امن وامان کے ساتھ یہ انتظام جاری رہا۔

ابراہیم کے بعد کھوکھر وسنگے تک سات پشتوں کے حالات دریافت نہیں ہوئے ازروے حساب یہ زمانہ ۱۲۲۰ء سے ۱۴۳۷ء تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد غوطہ چوسنگے راجہ ہوا۔

غوطہ چوسنگے کے عہد حکومت میں (۱۴۳۷ء لغایت ۱۴۶۷ء) ایک عظیم انقلاب ملک بلتستان میں واقع ہوا۔ کشمیر میں آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمان فقرا کے ذریعے مذہب اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی تھی جسے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے بہت ترقی دی۔

ان کے بعد حضرت سید محمد نوربخش جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہرزادے اور شاگرد خاص تھے۔ بطور ان کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُنکے ہاتھ سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں انکا ذکر ہے مگر ماہ وسال ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی اُن کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس ہے کہ وہ ۸۴۰ھ و ۸۵۰ھ ہجری کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چوسنگے۔

شغر میں غازی تھم۔

کھپلو میں شاہ اعظم

حکمران تھے۔ سید محمد نوربخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی اور حضرت امیر کبیر

سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ چنانچہ تمام اہل ملک نے یکے بعد دیگرے مذہب اسلام اختیار کیا۔ غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا نام غازی میر رکھا۔ سید صاحب نے شغر میں مسجد امبوڑک کی بنیاد ڈالی۔ کھپلو میں شاہ اعظم نے بھی حضرت سید محمد نوربخش کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور چھچن کی جامع کی بنیاد سید صاحب نے اپنے ہاتھ سے قائم کی۔ یہ مسجد اُس وضع کی ہے جس میں سکونتی کمرے بھی ہوتے ہیں اور جسے اس ملک میں خانقاہ کہا جاتا ہے۔ غوطہ چونگے کی بابت دریافت نہیں ہوا کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا یا نہیں۔ مگر اسکردو میں مذہب اسلام سید محمد نوربخش کی کوشش سے جاری ہو گیا۔

چونکہ پوریگ میں بھی اس وقت تک زیادہ تعداد آبادی اسی مذہب پر قائم ہے۔ قیاس یہی ہے کہ پوریگ میں بھی اشاعت اسلام کی ابتدا سید محمد نوربخش کے ہاتھ سے ہوئی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ کھپلو میں زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اور براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔

بہرام کے زمانے میں (سنہ ۱۶۶۴ء لغایت سنہ ۱۶۹۰ء) لون اچھے ادت چو نے روندو سے شگری پر حملہ کر کے کچھ حصہ اس حکومت کا فتح کر لیا۔ بہرام کا وزیر چندن گیری تھا۔ اس نے بہرام کو صلاح دی کہ لڑائی میں ادت چو کو شکست دینا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اُسکے چالاکی سے زیر کرنا چاہئے۔ سندوس میں اس نے ایک خندق تیار کی۔ جس کے منہ کو خس و خاشاک سے ڈھانپ کر چوطرفہ کی زمین کے ساتھ برابر کر دیا۔ بوقت جنگ مقپوں کی فوج پیچھے ہٹتی ہوئی اُس خندق کی طرف آئی اور خندق سے بچکر اس کے دوسری طرف نکل آئی۔ اور منتشر ہو گئی۔ لون چھے ادت چو نے ان کے تعاقب میں گھوڑا ڈالا اور سیدھا خندق میں گرا۔ اس موقع پر ایک شخص شاپو محمد علی موجود تھا اُس نے سونٹے سے ادت چو کا کام تمام کر دیا۔ لون چھے کے مارے جانے پر اُس کے بھائی چٹرا نے جو میدان جنگ میں موجود تھا بجائے اسکے کہ خود مقابلہ کرتا فوج کو لیکر فرار ہو گیا۔ مقپوں فوج نے بشوتک اسکا تعاقب کیے مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ تاہم بشوتک علاقہ اُس کی حکومت سے لیکر شگری کی حکومت میں شامل کر لیا

بہرام کا بیٹا بوخا تھا۔ اس کی شیر خوری کے زمانے میں سایۂ پدری اُس کے سر پر سے اُٹھ گیا۔ اس واقعہ سے برق ماپور کے خاندان نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ حکومت شگری پر قابض ہو گئے اور مقپوں کے خاندان کے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ بوخا کو اس کے شیر پدر نے جو لاتم زیر پا کے لقب سے مشہور ہے کچھ عرصہ بوخا یعنی گونگا ظاہر کر کے اپنے گھر میں رکھا۔ بعد میں کھرپوکھر کے راجہ کو جس نے مقپوں خاندان کو ختم کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی اس گونگے وارث حکومت کا بھی زندہ رہنا گوارا نہ ہوا اور اُس نے اس کو اپنے دربار میں سزائے موت دینے کی غرض سے طلب کیا۔ اس سے ایک غلطی یہ سرزد ہوئی تھی کہ بہرام کے وزیر گچا کو اُس نے عہدۂ وزارت پر قائم رکھا تھا۔ گچا نے جب دیکھا کہ ایک معصوم لڑکا جس سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہو سکتا بیگناہ مارا جاتا ہے۔ اُس نے ترس کھا کر راجہ کو یہ صلاح دی کہ اس گونگے کو زندہ رہنے دیا جائے۔ یہ کیا نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اس طرح بوخا کی جان بخشی ہوئی۔ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے آپ کو گونگا ظاہر کر کے چرواہے کا کام اپنے شیر پدر کے گھر با کرتا رہا۔ اس زمانے میں ایک روز وہ حسب معمول بھیڑ بکری چرانے گیا تھا کہ اپنے باپ کے محل کے سامنے ایک بڑے پتھر پر جو بڑونیس کے نام سے مشہور ہے سو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے اس روز بوخا اپنا کھانا ساتھ لانا بھول گیا تھا اُس کی رضاعی ماں اس کے لیے کھانا لیکر اُس کی تلاش میں باہر نکلی۔ جب اس پتھر کے پاس پہونچی تو اس نے بوخا کو دیکھا کہ پتھر پر پڑا سو رہا ہے اور ایک سانپ اُس کے چوگرد کنڈل مارے اپنے سر سے بوخا کے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ یہ عورت اس ماجرے کو دیکھکر خوف زدہ ہوئی۔ اور اُس نے شور و شر کیا۔ جس سے بوخا جاگ پڑا اور سانپ غائب ہو گیا۔ بوخا نے اپنی رضاعی ماں سے شکایت کی کہ تم نے بے موقع جگا دیا میں بہت اچھا خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک لشکر مجھے لباس فاخرہ پہنا کر لے گیا ہے اور تخت پر بٹھا رہا ہے۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے شوہر کو سنایا۔ اُس نے اُس کی یہ تعبیر کی کہ یہ لڑکا ضرور بر سر حکومت پہونچیگا۔ اور اس غرض کے لیے اُس نے اُدھیڑ بُن شروع کر دی رفتہ رفتہ وزیر گچا کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اُس کے ذریعے جملہ ہوا خواہان

بہرام اُس لڑکے کے حامی ہو گئے۔ آخرالامر یہ رائے قرار پائی کہ برق مایور پا دونوں بھائیوں کو شکار چکور کے بہانہ سے بڑدو لیجایا جائے۔ اس شکار میں ہانکہ کے لیے تمام رعایا جمع کی جاتی تھی۔ بڑدو سے شروع ہو کر قزلی پول میں اُس کا خاتمہ ہوتا تھا۔ جہاں سب آدمی اکٹھا ہوتے تھے ضیافت ہوتی تھی۔ ناچ تماشا کرتے تھے۔ وزیر گچاپا نے کہا کہ اس تماشے میں وہ خود تلوار کا ناچ دکھلائیگا اور ناچتے ناچتے برق مایور پا دونوں بھائیوں کا کام تمام کر دیگا۔ اس وقت بوخا کے تمام طرفدار اُس کو حکمران تسلیم کر لیں اور اس کا اعلان اسی جلسہ عام میں کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ قزلی پول سے لوگ بوخا کو پالکی میں بٹھا کر شگری میں لائے۔ اور ڈنیس پتھر پر بٹھا کر اسے نذریں پیش کیں لوگوں نے کہا کہ اس گوگے کو ہم نے حکمران تو تسلیم کر لیا ہے مگر یہ فرائض حکومت کس طرح انجام دیگا۔ اس پر بوخا کے شیر پدر نے بوخا سے کہا کہ بیٹا بات کرو اور بوخا بولنے لگا۔ اس سے اس کا لقب تم نزیر پا یعنی بات کرنے والا ہو گیا۔ اور بوخا کو برق مغبوں یعنی چٹان والا مغبون نام دیا گیا۔ اسکے بعد راجہ احمد شاہ کے وقت تک یہ عمل رہا کہ رسمِ تاج پوشی اسی پتھر پر ادا کیجاتی تھی۔

بوخا بانی حکومت اسکردو ۴۹۰ الغایت ۱۵۱۵ء

بوخا اپنے باپ کی وراثت کے ساتھ برق مایور پا کی حکومت پر بھی قابض ہو گیا۔ اس طرح چاروں ابتدائی خاندانوں کی حکومت شگر گیالپو کے خاندان میں آ گئی بوخا نے اس بستی کو آباد کیا جو اب اسکردو کے نام سے مشہور ہے۔ تبتی زبان میں اُس پست جگہ کو کہتے ہیں جو بلندیوں کے درمیان میں واقع ہو۔ قصبہ اسکردو چونکہ شگری سے پستی پر واقع ہے اور اُس کے اوپر بجانب نالہ ست پر بلندی ہے اس لیے قیاس یہی ہوتا ہے کہ اُس خاندان کے مورثِ اعلیٰ اسکر گیالپو کے نام پر اس آبادی کا نام اسکردو رکھا گیا۔

کھرپوچھے کی تعمیر

بوخا نے اسکردو آباد کرنے کے ساتھ ہی اپنی رہائش بھی شگری سے اس نو آبادی میں منتقل کر دی۔ اور آبادی اسکردو کے شمال میں جو ایک سنگلاخ واقع ہے اُس کی کمر میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا جس کا نام کھرپوچھے

یعنی قلعہ کلاں رکھا۔ یہ بوخا کا دار الحکومت قرار پایا۔ یہ قلعہ جس سنگلاخ کے اوپر واقع ہے وہ مشرق وشمال کی طرف سے دریائے سندھ سے گھرا ہوا ہے۔ اور غروب وجنوب کی طرف سنگلاخ کی عمودی دیواروں نے اس کو استحکام دیا ہے۔ ان کے درمیان قلعہ کو جانے کا ایک تنگ راستہ ہے جو سنگلاخ کی بناوٹ کی وجہ سے پیچ در پیچ ہے غرض کہ ان قدرتی وسائل سے یہ قلعہ اس درجہ مستحکم ہے کہ توڑیدار یا ٹوپی دار بندوق کے زمانے میں حملہ سے اس کا زیر کرنا ناممکن تھا۔ اس لیے اس کو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

اسکردو کی آبادی کے لیے آبادکاروں کا انتظام کشمیر اور چیلاس کی اطراف سے کیا گیا۔ جو لوگ اس زمانے میں کشمیر سے آئے تھے وہ ڈوعنی پا اور کنا پا کے نام سے مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ اس آبادی کو ترقی ہوئی یہاں تک کہ اب اس نے ایک اچھے خاصے قصبہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ گو کہ آبادی اس کی مختلف محلوں میں منتشر طور پر واقع ہے۔

الغرض متحدہ حکومت اسکردو کا بانی بوخا ہے جو آخری راجہ بودھ مذہب کا پاپون چھوس کا ہے گو کہ اس کے دادا غوطہ چوسنگے کے زمانے میں حضرت سید محمد نوربخش کے ذریعے مذہب اسلام کا دورہ دورہ اس ملک میں شروع ہو گیا تھا مگر یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ غوطہ چوسنگے پر اس کا اثر ہوا تھا یا نہیں۔ روایت یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ بوخا کے بیٹے شیر شاہ نے اختیار کیا

منجوں بوخا کے عہد کا یہ بھی ایک اہم واقعہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی خراسان سے ملک بدر کیے جانے پر بعہد محمد شاہ جس کا مدار المہام سید محمد بیہقی تھا سلنہ ہجری میں وارد کشمیر ہوئے اور بابا علی نجار کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کشمیر میں کرنے لگے۔ سید محمد مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر وتشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

اشاعت مذہب شیعہ اسکردو میں پہنچکر میر صاحب نے اپنے آپ کو سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت

میں بڑی کوشش کی۔ اس وقت
اسکردو میں مغبون بوخا
شگر میں گاذری
کھپلو میں رائے بہرام
پوریگ میں حبیب چو

حکمران تھے۔ چونکہ لوگ سید محمد نوربخش کے نام پر جان دیتے تھے ہر ایک جگہ میر صاحب کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ اور اس حکمت عملی سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہوگئے۔ پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کے بعد میر شمس الدین عراقی تقریباً ۹۰۰ھ ہجری میں واپس کشمیر چلے گئے۔

شیر شاہ ۱۵۱۵-۱۵۴۰ء مغبون بوخا کے بعد اس کا بیٹا شیر شاہ اس کا جانشین ہوا (۱۵۱۵ء لغایت ۱۵۴۰ء) یہ میر شمس الدین عراقی کا پیرو تھا۔ اس نے اپنے نئے مذہب کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اور اسکا زمانہ امن و امان سے گذرا۔

غالباً سلطان سید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان واقعہ ۹۳۹ھ ہجری اسی کے عہد میں ہوا ہے۔ گو کہ تاریخ رشیدی میں صرف رائے بہرام کا ذکر ہے جو میری رائے میں کھپلو کا بہرام ہے۔ لیکن زمانہ کے لحاظ سے اس وقت اسکردو میں شیر شاہ کو راجہ ہونا چاہیے۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ غالباً اس بنا پر سلطان نے اس کے اوپر ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور ملک کو تاخت کرکے واپس چلا گیا۔ کیونکہ مرزا حیدر نے لکھا ہے کہ جہاں قلعہ یا درہ مستحکم تھا اُسے چھوڑ دیا۔

شگر کو جسے مرزا حیدر دارالملک بلتستان بتلاتا ہے لکھا ہے کہ سلطان نے اول حملہ میں فتح کرلیا۔ مگر راجہ کا نام اُس نے نہیں لکھا ہے۔ ملکی روایت کے مطابق اس حملہ کے وقت عبداللہ خان راجہ شگر تھا شیر شاہ کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی اور اُس کے بعد اس کا بیٹا علی خان راجہ ہوا۔

فصل دوسری

عروج حکومت مغپون اسکردو

علی خان ۱۵۴۰-۱۵۶۵ء علی خاں کے زمانے سے حکومت اسکردو کا عروج شروع ہوتا ہے جسے علی شیر خاں انچن نے اور اس کے پوتوں شاہ مراد، شیر شاہ، علی شاہ نے اوج کمال پر پہونچا دیا۔ علی خاں کے عہد میں حکومت علاقہ دراس میں ہر دو رانیوں کے باہمی نفاق کی وجہ سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور اہل استور کے حملوں کی وجہ سے شغر تھنگسو میں بھی بدامنی پھیلی۔ اس بنا پر علی خاں کو ان اطراف میں دست اندازی کا موقع ملا۔ کینہ پا قوم کی ایک شاخ گوں میں آباد تھی اور دوسری شاخ شغر تھنگسو دراس میں آباد تھی گوں کے کینہ پا لوگوں کے ذریعے علی خان نے دراس و شغر تھنگسو میں شورش پھیلائی اور بالآخر ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور شغر تھنگسو کی خود مختار بر قیپہ اقوام نے اور نیز حکومت دراس کی بر قیپہ آبادی نے گوں کے کینہ پا لوگوں کی کوشش لے علی خاں کے پاس یہ درخواست کی کہ چلاس اور استور کے لوگ وقتاً فوقتاً ان کے علاقہ جات پر دھاوے کرتے رہتے ہیں اور مال و دولت لوٹ لیجاتے ہیں۔ اور عورتوں اور مردوں کو بھی پکڑ لے جاتے ہیں اور غلامی میں رکھتے ہیں ان کے پاس ان حملوں سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لیے راجۂ اسکردو انھیں اپنی حفاظت میں لے لیوے۔ اور ان ظالموں کے حملے سے انھیں نجات دلائے۔ علی خاں نے اُس درخواست کو نہایت خوشی سے قبول کیا اور دراس و شغر تھنگسو کو اپنی حکومت میں شامل کر کے استور کے راستوں پر حفاظت کا انتظام کر دیا۔ نالہ شغر میں متصل کراپوش اور نالہ تھنگسو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں یہاں برج تعمیر کر دیے۔ جن میں بزمانہ بہار جب تک کہ استور کا راستہ کھلا رہتا ہے سپاہی تعینات کیے جاتے تھے۔

علاقہ دراس میں بمقام گوشن ایک باقاعدہ قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں فوج تعینات کی

اور اس تمام علاقہ پر ایک کھرپون مقرر کیا۔ اس طرح علاقہ جات شغر سنگھو ودراس کلی طور پر حکومت اسکردو میں شامل ہو گئے۔

گول کے کینہ پا خاندان کو اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا جس نے الحاق شغر سنگھو ودراس کے معاملہ میں سفارت کا کام قابلیت سے انجام دیا تھا۔ اور بصلہ ان خدمات کے انہیں وزارت کا عہدہ بھی عطا کیا۔

غازی میر ۱۵۶۵ / ۱۵۹۵ء اس انتظام کے بعد وہ اپنی حکومت کو مزید وسعت دینے کی کوشش میں تھا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا غازی میر اس کا جانشین ہوا (۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۹۵ء) یہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اس کی حکمرانی کے دوران میں حکومت اسکردو کی وسعت اور اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ علاقہ روندو میں اب تک خاندان لون چھے کی حکومت تھی۔

الحاق روندو آخری حکمران اس خاندان کا لاولد فوت ہوا۔ جب کہ اصلی وارث نہ رہا تو غازی میر نے فوراً روندو پر قبضہ کر لیا۔ لون چھے کا دار الحکومت استق تھا اور یہی آخری موضع اس علاقہ کا بطرف گلگت ہے اسکردو کی حکومت کے زمانے میں بھی یہی دار الحکومت اس علاقہ کا رہا۔ الغرض اسکردو کے پائینی حصہ وادی سندھ کی تسخیر کے بعد غازی میر بالائی حصہ وادی سندھ کی طرف متوجہ ہوا ملک پرکوتہ و کرتخشہ اس زمانے میں حکومت لداخ میں شامل تھا۔ اور لداخ کا کھرپون یعنی حاکم کرتخشہ میں رہتا تھا۔ اور بڑی چرکتی سرحد درمیان حکومت لداخ واسکردو تھی۔ غازی میر نے پرکوتہ و کرتخشہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس نے بہادران بلتستان سے ایک مہم تیار کی اور اپنے بیٹے و ولی عہد علی شیر خاں کو جو بعد میں انچن یعنی اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور جس نے ایسی فتوحات کیں جو خاندان اسکردو کے لیے واقعی باعث فخر ہیں اس مہم کا سپہ سالار مقرر کر کے پرکوتہ کو روانہ کر دیا یہ انتظام اس نے ایسی تیزی سے کیا کہ لداخیوں کو لداخ سے کمک بھیجنے کا موقع نہ ملا پرکوتہ و کرتخشہ کی فوج نے اپنی طاقت بھر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر علی شیر خاں کے سیلاب فنا کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ میدان ڈوگبر کی سلامی میں موضع سیرلنگ سے

اوپر کی طرف میرے زمانہ تعیناتی تک لداخیوں کے مورچوں کے نشانات موجود تھے جن کے اندر سے انھوں نے علی شیر خاں کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن بوجہ اس کے کہ علی شیر خاں نے ان مورچوں کے اوپر کی پہاڑی سے حملہ کر دیا یہ استحکامات بیکار ہو گئے اور لداخی مورچہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ اور شکست کھا گئے۔

الحاق پرکوتہ و کرتخشہ پرکوتہ فتح کرنے کے بعد علی شیر خاں نے سیدھا کرتخشہ پر دھاوا کر دیا۔ اس زمانہ میں کرتخشہ کا راستہ موضع پاری کے اندر سے ہو کر دریائے سندھ کو عبور کر کے دریا کے داہنے کنارے سے گذرتا تھا۔ موضع غندوس کے متصل نیچے کی طرف ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے اس کے اندر بھی مورچوں کے نشانات میں نے دیکھے ہیں۔ لداخیوں نے پرکوتہ سے پسپا ہو کر اس جگہ قدم جمائے اور دوبارہ علی شیر خاں کا مقابلہ بڑے زور کے ساتھ کیا۔ مگر وہ اس کے روکنے میں ناکام رہے اور علی شیر خاں کرتخشہ پر قابض ہو گیا۔ اور اسکردو کے ساتھ اس کا الحاق کر لیا۔

حملہ سوت و قبضہ بودھ کھربو کرتخشہ سے لداخی بری طرح فرار ہوئے۔ علی شیر خان ان کا تعاقب کرتا ہوا گرکونونگ گیا یہاں اُسے چگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا اس بنا پر اس نے سوت پر حملہ کر دیا اور چھوسرانگ ملک و آدم ملک کو مرزا سلطان کی قید سے رہائی دلا کر ان کی میراث چگتن و شکم پر قابض کر دیا۔ اور اس خدمت کے صلہ میں بودھ کھربو پر قبضہ کر لیا اور یہاں اپنا کھرپون مقرر کر دیا۔ اس کے بعد حکومت لداخ کے چند دیہات کی لوٹ مار کر کے اسکردو کو واپس روانہ ہو گیا۔ کرتخشہ پہونچا تو یہاں کرتخشہ کے سابق حکمران خاندان برقپہ سنگے پا کے موجودہ وارث حیدر کو عامل کرتخشہ مقرر کر کے پرکوتہ چلا گیا۔ یہاں بھی ملکی انتظام درست کیا۔ اور وصولی مالیہ کا کام حکومت سابقہ کے معززین کو سپرد کر کے اسکردو واپس چلا آیا۔ اس عظیم کامیابی پر بڑا جشن کیا گیا۔ اور خوشی منائی گئی۔

جمیانگ نمگیل کا حملہ سوت و تسخیر بودھ کھربو وغیرہ اس واقعہ کے چند سال بعد علی شیر خاں سے انتقام لینے کی

غرض سے جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے سوت پر حملہ کیا اور فتولا سے عبور کر کے پہلے اُس نے علی شیر خاں کے کھرپون اور اُس کی سپاہ کو بودھ کھربو میں قتل کیا اور بودھ کھربو پر متصرف ہو گیا۔ پھر بودھ کھربو سے آگے بڑھکر واکھا کو تسخیر کیا بعد ازاں ملبہ وچھوکر کے راجگان کو قتل کر کے اُن کے ملک پر قبضہ حاصل کیا۔ اُس کے بعد مرزا سلطان راجہ سوت پر چڑھائی کرنے کے انتظام میں مصروف ہوا۔

علی شیر خاں کا حملۂ لداخ اس اثنا میں علی شیر خاں راجہ شغرو راجہ سانگ کھر کے ساتھ اتحاد کر کے حملۂ لداخ کا انتظام کر رہا تھا اور فوج جمع ہو گئی تھی۔ جب بودھ کھربو کے فراری اُس کے پاس پہونچے اور اپنی ویرانی کے حالات اُسے سنائے تو اُس نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ سیدھا لداخ پر حملہ کر دیا۔ گو کہ گیالپو وہاں موجود نہ تھا مگر لداخیوں نے جان توڑ کر بلتی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن لداخیوں نے شکست کھائی اور علی شیر خاں فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتا ہوا دارالحکومت لداخ میں داخل ہوا۔

بعد میں جمیانگ نمگیل بھی سوت کے حملہ کا خیال چھوڑ کر لداخ پہونچا اور علی شیر خاں کے خلاف جد و جہد کی مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود علی شیر خاں کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔

علی شیر خاں نے دارالحکومت لداخ اور ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ اہل لداخ نے صلح کی درخواست کی چونکہ لداخ پر قبضہ رکھنا اسے مقصود نہ تھا۔ اس لئے وہ مصالحت پر راضی ہو گیا۔ اس کی رو سے غوٹھامت چھو (نالہ گرگرا) سرحد درمیان لداخ و اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ ونالہ گرا گر احکومت لداخ سے خارج ہو کر اسکردو کی حکومت میں داخل ہوئے اور جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندوک گیالمو کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کر دی اس قرارداد پر اس نے حکومت لداخ کا کچھ عارضی انتظام کر دیا۔ اور اپنی لداخی رانی کو اور جمیانگ نمگیل کو ساتھ لیکر واپس لنہ اسکردو ہو گیا۔ حکومت لداخ کا سالانہ تحائف بعوض بودھ کھربو اسکردو کو ادا کرنا علی شیر خاں نے علاقہ

بودھ کھربو لداخ سے

واپس لینے کی کوشش نہیں کی بلکہ بجائے اُس کے ایک سالانہ لوپ چھک یعنی ادائگی تحائف سالانہ کی قرارداد ہوئی۔ اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یوردو کا ایک لامہ مقرر کیا گیا۔ جو سالانہ تحائف مقررہ لے کر دربار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یوردو کی تاریخ میں اُس کا مذکور ہے مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے لامہ گونپو جو اس گونپہ کا لوبن ہے۔ بیان کرتا ہے کہ یہ لوپ چھک فتح ڈوگرہ کے زمانہ تک برابر جاری رہا بعدازاں بند ہوگیا۔

الغرض علی شیر خاں ان حالات میں اس جنگ کا خاتمہ کر کے مع اپنی لداخی بیگم منڈوک گیالمو اور اپنے خسر گیالپو جمیانگ نمگیل کے لداخ سے مظفر و منصور واپس ہو کر اسکردو پہونچا۔ یہاں بیگو شیر غازی راجہ سرنگ کھر نے جمیانگ نمگیل کے ساتھ اپنا رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کیساتھ اس قرارداد پر کردی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بجز وہی جمیانگ نمگیل کی سابقہ گیالمو کی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ اس انتظام کے بعد بیگو شیر غازی نے جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کرا کے لداخ واپس بھجوا دیا۔ اس ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نمگیل پیدا ہوا۔ جیسا کہ تاریخ لداخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔

علی رائے کی بیٹی کا بیاہ شاہزادہ سلیم کے ساتھ! اب وہ زمانہ آگیا کہ بلتستان کا تعلق سلطنت دہلی کے ساتھ پیدا ہوا۔ سنہ ۹۹۴ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۶ء میں اکبر بادشاہ نے کشمیر کو فتح کر کے اس کا الحاق سلطنت دہلی کے ساتھ کر لیا سنہ ۱۰۰۵ھ ہجری میں جب وہ دوبارہ سیر کشمیر کے لیے آیا ہے تو ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کے مطابق تبت خورد (بلتستان) کے حاکم علی رائے نے (اس سے مراد علی شیر خاں سے ہونی چاہیے کیونکہ اُس زمانہ میں راجہ کے بجائے رائے کا لقب استعمال ہوتا تھا۔ اور گو کہ یہ علی شیر خاں اُس وقت صرف ولی عہد تھا اور اصلی حاکم تبت خورد اس کا باپ غازی میر تھا مگر چونکہ فتح پرکوتہ و کرتخشہ کی وجہ سے اُس کے نام کی شہرت ہوگئی تھی اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو اُس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ ممکن ہے کہ تحریک دراصل اُس کے باپ غازی میر نے کی ہو۔ اور جس لڑکی کا ذکر ہے۔ وہ

دراصل علی شیر خاں کی بیٹی کے بجائے اُس کی بہن ہو۔ بہر حال اندراج حسب ذیل ہے؛ بادشاہ سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے بادشاہ نے منظور کرلیا اور بیاہ ہوگیا۔اس طرح سے علی شیر خاں نے سلطنت دہلی کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کر لیے۔

تخت دہلی کی طرف سے جنگی سفارت بھیجا جانا

راجہ علی شیر خاں کے تذکرہ بالا حملہ لداخ کے واقعہ کو ذکار اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ تیسرے سفر کشمیر کے موقع پر سنہ ۱۰۰۰ھ ہجری میں بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت خورد کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔چنانچہ امید علی ہولاکت طالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی رائے کے پاس بھیجا۔ اور ایوب بیگ وغیرہ کو تبت بزرگ کے حاکم کے پاس روانہ کیا۔اس بزرگ تبت کے سپہ آرا ے وزیر راجو رائے نے بدمستی سے ناسپاسی کی۔یہاں کے مرزبان نے لشکر جمع کر کے اسکی جاگیر ضبط کرلی جس سے وہ بہت پریشان ہوا۔ان دنوں میں علی رائے بزرگ تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا۔ اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے غلبہ حاصل کیا اور اُس کو پکڑ کر اُس کے قلعہ پر چڑھ گیا۔ اور بہت خزانہ جمع کیا۔بہت مقامات پر قبضہ کیا جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا،، ان واقعات کی مزید تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے۔

اس جنگ وجدل نے لڑائی کا ایسا شوق علی شیر خاں اور اُس کی ظفر مند فوج کے دل میں پیدا کر دیا کہ اطمینان کی زندگی ان کے لیے ناممکن ہوگئی۔اسی سلسلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ علی شیر خاں نے حوالی کشمیر میں بھی دست درازی شروع کردی۔اس واقعہ کا حال بلتستان میں تحقیق نہیں ہوسکا مگر ذکار اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

"جب تبت بزرگ پر علی رائے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اُس کا دماغ آشفتہ ہوا اور سنہ ۱۰۰۲ھ ہجری میں حوالی کشمیر میں اُس نے فساد مچایا۔بادشاہ نے قلیج خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیج کہ اُس پشتہ بدست کو کہ خودسری کے خمدہ میں طن طن کر رہا ہے مسل ڈالے۔قلیج خاں

نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی کی بادری کے لئے مقرر کیے سیف اللہ خان اُس کا بیٹا تھا۔ علی رائے بغیر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکتے تھے جا کر الٹا واپس چلا آیا۔

علی شیر خاں کا حملۂ دردستان

اس اثنا میں گلگت۔ چیلاس۔ اور استور کے لوگوں نے روندو۔ شغر تھنگ شکھو اور درداس پر اپنے متواتر حملوں کی وجہ سے علی شیر خاں کو اشتعال دلایا اور وہ ان کی سرکوبی کے لیئے آمادہ ہو گیا۔ استور۔ چیلاس۔ اور گلگت کو پامال کر کے وہ چترال تک پہونچا۔ یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ اس وقت گلگت اور چترال میں کون حکمران تھے۔ بطور نشان فتح اُس نے بروشال میں ایک چنار کے درخت میں پن چکی کا پاٹ پرو دیا جو کہا جاتا ہے کہ آج تک موجود ہے اور درخت چنار کی موٹائی کے اندر رہ گیا ہے۔

نالہ بگروٹ کے اتصال دریائے گلگت کے موقع پر بجانب موضع دنیور ایک شغرن (میدان چوگان بازی) علی شیر خاں نے تعمیر کی۔ یہ اس وقت تک موجود ہے اور مقپون کی اشغرن کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر کچھ کھنڈر بھی پائے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اس موقع پر کوئی مکان یا حفاظتی چوکی اُس نے تعمیر کی ہو بہرحال ان حملوں کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع حدود گلگت میں علی شیر خاں کا صدر مقام رہا ہو۔

علاقہ حراموش کا الحاق اسکردو کے ساتھ

علی شیر خاں ان حملوں میں تین سال تک مصروف رہا۔ اور باوجود اس کشت و خون کے جو ان لڑائیوں میں ہوا اُس نے کسی ملک کا الحاق اسکردو کے ساتھ نہیں کیا اور گلگت و بروشال کی فتح کے نشان کے طور پر علاقہ حراموش کو حکومت گلگت سے کاٹ کر روندو کے ساتھ شامل کر لیا۔

دردستان کے اسیرانِ جنگ کا بلتستان میں آباد کیا جانا

بوقت واپسی علی شیر خاں بروشال۔ گلگت چیلاس و استور سے ایک بڑی تعداد اسیران جنگ کی اپنے ساتھ اسکردو میں لایا اور حسب ذیل آبادیوں میں انھیں آباد کیا۔

۱۔ ستا پر تندل۔ علاقہ اسکردو میں

۲۔ کنگ شو علاقہ پرکوتہ میں

۳۔ تھنگ چن نالہ طولتی میں

۴۔ نالہ انگوت۔ گلیاخس۔ طورغونڈ۔ ہرغوس میوس وکرکت۔ علاقہ کرتخشہ میں

اس کے ساتھ ہی اُس نے علاقہ کرتخشہ کے ہر ایک سرحدی موضع میں ایک ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس وجہ سے یہ علاقہ کھرمنگ یعنی بہت قلعوں والا ملک کہلانے لگا اور آجکل اس علاقہ کا یہی نام عام طور پر رائج ہے۔

گیالمو کا مندوک کھر تعمیر کرنا اور نہر پہونچانا

علی شیر خاں کی غیر حاضری میں اس کی لداخی گیالمو کو کھرپوچے میں اسکردو کے لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہ ہوا۔ اس لیے اُس نے قلعہ سے باہر ایک جداگانہ محل تعمیر کیا جس کا نام گیالمو کے نام پر مندوک کھر رکھا گیا۔ اُس کے ساتھ ایک باغ لگایا جو طولغ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ باغ اور محل اسکردو کی آبادی سے بلندی کے اوپر تعمیر کئے گئے تھے اس لیے ان کے اندر پانی پہونچانے کے لیے ایک علیحدہ اور بلند نہر کی ضرورت تھی مندوک گیالمو نے نالہ ستپرہ سے ایک نہر بنائی جو بازار سکہ میدان کے قریب ایک عظیم الشان پشتہ کے اوپر سے گذرتی ہے۔ اس کام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس درجہ محنت اس نہر کی تعمیر پر کی گئی ہوگی۔ علی شیر خاں نے گلگت سے واپس پہونچکر اس محل اور نہر کا ملاحظہ کیا تو اپنی بیگم کی اس محنت کی بڑی داد دی مگر یہ اعتراض کیا کہ اس محل کی تعمیر سے کھرپوچے کے استحکام میں خلل آگیا ہے۔ اب یہ محل موجود نہیں ہے۔ صرف اسکا موقع لوگوں نے مجھے دکھلایا۔

علی شیر خاں کی تخت نشینی تقریباً ۱۰۰۵ھ ہجری ۱۵۹۵ء-۱۶۳۳ء

اپنی واپسی کے بعد تقریباً ۱۰۰۵ھ ہجری میں علی شیر خاں تخت نشین ہوا (۱۵۹۵ء لغایت ۱۶۳۳ء) اپنے عہد حکومت میں اس نے مزید فوج کشی نہیں کی۔ اور اپنی تمامتر توجہ ترقی آبادی میں صرف کی۔ اور اسیرانِ جنگ کے ذریعے نوآبادیوں کو درست کرایا۔

نالہ ست پر کی سد بندی چونکہ ترقی حکومت کے ساتھ قصبہ اسکردو کی آبادی بھی ترقی کر رہی تھی اور نالہ ست پر کا پانی اس وسیع رقبہ کی آبپاشی کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اس نے نالہ ست پر کو آبادی ست پر کے پیچھے ایک تنگ گھاٹی میں روکنے کا انتظام کیا تاکہ سردی کے موسم میں جب کہ آبپاشی کے لیے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی نالہ کا پانی اس جگہ جمع ہوتا رہے اور آغاز بہار میں اس جمع شدہ پانی کو بقدر ضرورت آہستہ آہستہ استعمال کیا جائے۔ اس غرض کیواسطے اس نے ایک بہت مضبوط پشتہ پتھر اور چونے کی پختہ چنائی سے تیار کرایا جس میں تلے اوپر تین سلسلے دہانوں کے اس حساب سے بنائے کہ بقدر ضرورت آہستہ آہستہ پانی کو نکالا جا سکے۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان اور بہت بڑی کاریگری اور ہنرمندی کا کام ہے اور آج تک اپنے بانی کی ہمت اور صنعت کا شاہد ہے۔ افسوس ہے کہ اس پشتہ کا وہ حصہ جہاں دہانے بنے ہوئے تھے بوجہ بے مرمتی اب منہدم ہو گیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ باقی حصہ بھی گر جائیگا۔ سر دست اس سے اس طرح کام چلایا جا رہا ہے کہ موسم سرما کے آغاز میں جب کہ آبپاشی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس دیوار کی چنائی کے افتادہ حصہ میں کچی چنائی کر کے پانی کو روک دیا جاتا ہے اور آغاز بہار میں اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کی باقاعدہ مرمت بہت خرچ چاہتی ہے جس کا بوجھ غریب زمیندار برداشت نہیں کر سکتے۔

علی شیر خاں انچن کیا بلحاظ فتوحات ملکی اور کیا بلحاظ ترقی آبادی و انتظام اندرونی سب سے بڑا اور صاحب اقتدار حکمران اسکردو کا تھا جس پر خاندان اسکردو واقعی طور پر فخر کر سکتا ہے اور جو لقب اسے دیا گیا ہے وہ دراصل اس کا مستحق تھا۔

عبدال خاں ۱۶۳۴-۳۳ء علی شیر خاں انچن کے تین بیٹے تھے۔ آدم خاں عبدال۔ اور احمد خاں۔ عبدال خاں کو اس نے اپنی حیات میں پرکوتہ وکرتخشہ گذارہ میں دیدیا تھا۔ وہ پرکوتہ میں سکونت رکھتا تھا بڑا بیٹا آدم خاں ولی عہد تھا۔ اور سب سے چھوٹا احمد خاں روندو میں گذارہ خوار تھا مگر علی شیر خاں کے فوت ہونے پر دونوں بڑے بھائیوں آدم خاں اور عبدال خاں کے

درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ اور عبدال خان چونکہ زور آور تھا اس نے غلبہ حاصل کیا۔ اور حکومت اسکردو پر متصرف ہوگیا۔ آدم خان اسکردو سے فرار ہوکر براہ شغر دہلی چلا گیا۔

عبدال خان کا حملہ شغر اور حسن خان کا دہلی کو فرار ہونا شغر میں اس وقت محمد خان جو ملا خان کے نام سے مشہور ہے حکمران تھا۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ محمد خان کے فوت ہونے پر عبدال خان نے شغر پر حملہ کیا۔ اور اُس کے بارھوں بیٹوں کو گرفتار کر کے مختلف بارہ دیہات میں قتل کے واسطے بھیج دیا۔ انہیں سے گیارہ لڑکے عبدال خان کے حکم کے مطابق قتل کیے گئے۔ مگر بارھواں حسن خان جو سب سے بڑا تھا اور وارث حکومت تھا۔ غانڈو کے چند اشخاص کی امداد سے فرار ہو کر سری نگر چلا گیا۔ اور وہاں سے دہلی میں آدم خان کے پاس پہونچ گیا چونکہ دونوں عبدال خان کے دشمن تھے آپس میں دوست ہوگئے۔ آدم خان کے ذریعے حسن خان کی رسائی دربار شاہی میں ہوگئی مگر امداد کا انتظام نہ ہو سکا تاہم حسن خان دہلی میں موجود رہا۔ آخر کار ایک دن اُس کو بادشاہ دہلی کے ساتھ شیر کے شکار میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیر زخمی ہوکر بادشاہ کے اوپر حملہ آور ہوا۔ حسن خان کمال دلیری کے ساتھ درمیان میں آگیا اور اُس نے تلوار سے شیر کا کام تمام کر دیا۔ اس بہادری اور وفاداری کے صلہ میں فرمان شاہی بنام صوبۂ کشمیر صادر ہوا کہ فوجی امداد کے ذریعے حسن خان کو اُس کی میراث پدری پر متمکن کر دیا جاوے۔

حسن خان کا بامداد سلطنت دہلی حکومت شغر پر متمکن ہونا عبدال خان نے شغر جیسے سرسبز ملک کو بغیر جد و جہد واپس دینا مردانگی سے بعید خیال کر کے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنی طاقت کا اندازہ اس نے غلط کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ جنگ میں گرفتار ہو کر شغر پہونچایا گیا۔ اور اسکردو کی حکومت کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھا غرض کہ اپنے آخری دن قید خانہ میں بسر کئے اور بحالت قید شغر میں فوت ہوا اس کی قبر شغر میں اس وقت تک موجود ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کی ہے

کہ جہانگیر کا ارادہ تبت کی تسخیر کا پیش نہاد خاطر تھا۔ ہاشم خاں ولد قاسم خاں میر بحر حاکم کشمیر نے جہانگیر کے حکم سے زمینداروں کی سپاہ اور بہت سوار و پیادے جمع کیے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ اُس ملک میں داخل ہوں مگر سوائے مردم کشی کے کوئی اور کام نہ ہوا۔ اور وہ پھر آیا۔

"آغاز ۱۰۴۶ھ ہجری (مطابق ۱۶۳۶ء) شاہجہاں نے حکم دیا کہ ظفر خاں حاکم کشمیر مع لشکر کے اُس جگہ جائے اور ولایت تبت کو سخر کرے۔ وہ آٹھ ہزار سوار اور پیادے جمع کر کے کرتسے کی راہ سے روانہ ہوا اور ایک ماہ کے عرصہ میں اسکردو میں آیا جہاں سے ملک تبت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور آب نیلاب کے اُس طرف ہے مرزبان تبت کے حصار کے نزدیک دائرہ کیا۔

"علی رائے پدر عبدال مرزبان حال تبت نے دو پہاڑوں کے سروں پر بہت بلند طولانی دو حصار استوار کیے تھے ان میں زیادہ بلند کھر پوچھے مشہور تھا۔ اور دوسرا اپست کچنہ۔ ہر ایک کی راہ پیچیدہ اور تنگ تھی قلعہ نشینوں کی آمد و رفت پہاڑ کے اوپر سے ہوتی تھی۔ عبدال قلعہ کھر پوچھے میں پناہ گزیں ہوا۔ اور محمد مراد اپنے وکیل کو جو اُس کی مہمات کا ناظم تھا قلعہ کچنہ کی حراست سپرد کی۔ اور اہل و عیال کو قلعہ شغر میں جو پہاڑ پر آب نیلاب کی دوسری جانب تھا محفوظ کیا۔ ظفر خاں نے ان دو قلعوں کی رفعت و متانت کو دیکھ کر محاصرہ و پیکار میں مصلحت نہ دیکھی اور یہ سوچا کہ تبت کی سپاہ و رعیت عبدال کی ناہنجاری سے دلی آزردہ ہو رہی ہے اس کو مدارا و مواسا سے اپنی طرف کر لے اور حصار شگر کی کشاکش اور عبدال کے اسیر کرنے کے لیے سپاہ متعین کرے۔ لشکر کے یہاں رہنے کے لیے کل مدت دو مہینے سے زیادہ نہیں ہے اگر اس سے زیادہ توقف ہوگا تو برف زیادتی سے راہیں مسدود ہو جائیں گی اس لئے اُس نے میر فخر الدین کو فرہاد بیگ بلوچ اور چار ہزار سوار و پیادوں کے ساتھ قلعہ شگر پر بھیجا اور خود عبدال کے استیصال کے درپے ہوا۔ حسن خواہرزادہ عبدال کو جو بادشاہی ملازموں میں تھا اور کشمیر کے کچھ زمینداروں کو جو اس مرزبوم کے رہنے والوں سے آشنائی رکھتے تھے مقرر کیا کہ وہ ترغیب و ترہیب سے یہاں کے گروہ کو اطاعت پر مائل کریں

کچھ آدمی اُس نے مداخل ومخارج کے بند کرنے کے لئے مقرر کئے۔
میر فخرالدین ساحل دریائے نیلاب پر آیا۔ چند کشتیاں ترتیب دیں۔ اہل تبت نے ایک دیوار سرراہ کھینچ رکھی تھی اور اُس کے پیچھے تفنگچیوں کے گروہ کو بٹھا رکھا تھا کہ افواج شاہی کو روکیں۔ میر نے آدھی رات کو دو ہزار آدمی اہل تبت کی دلالت سے روانہ کیے تاکہ وہ راہ کو مخالفوں کے قبضہ سے نکال لیں۔ لشکر شاہی نے مخالفوں کو مار کر بھگا دیا۔ اور دریا کے پار اُتر کر قلعہ کے نیچے آئے اور قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ دوسرے روز عبدال کا پندرہ سالہ لڑکا جو حصار کی حراست کرتا تھا۔ بادشاہی لشکر کو کم سمجھ کر اُس سے لڑنے آیا۔ فرہاد بیگ نے کمر کوہ میں سرراہ کو روکا۔ اور ہنگامہ جنگ کو گرم کیا۔ فرہاد بیگ زخمی ہوا ظفر خاں کے نوکر کچھ مقتول ہوئے۔ مخالفوں نے اپنی رہائی فرار میں دیکھی وہ قلعہ کی طرف چلے گئے بادشاہی دلاوروں نے شگر کے جنوبی دروازے کے باہر مورچے قائم کیے پسر عبدال کے دل میں بادشاہی لشکر کا خوف ایسا بیٹھا کہ اس نے باپ کے عیال کا کچھ خیال نہ کیا۔ سیم وزر اور جو کچھ اپنے ساتھ لیجا سکا رات کو لے کر کاشغری دروازے سے بھاگ گیا۔ ۲۹ ربیع الاول کو میر فخرالدین قلعہ میں داخل ہوا وہ اپنے لشکر کی لوٹ مار نہ روک سکا۔ کہ ضبط اموال کرتا۔ مگر عبدال کے اہل وعیال کو گرفتار کر لیا اور پسر عبدال کے پیچھے سپاہ بھیجی مگر وہ پسر عبدال کو نہ پکڑ سکی۔ کچھ سونا چاندی راہ میں پڑا تھا اُس کو لے کر واپس چلی آئی۔
ظفر خاں اس فتح کا حال سُن کر قوی دل ہوا۔ کھرپوچھے اور کھچنہ کے قلعوں کے فتح کے لیے مستعد ہوا۔ اُس کے اشارے سے کھچنہ کے اہل قلعہ کو جو غلہ و آذوقہ سے مضطرب تھے۔ اہل تبت نے ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ قلعہ دار مع کل اہل قلعہ کے باہر آیا۔ اور قلعہ لشکر شاہی کو سپرد کر دیا۔ عبدال اپنے آدمیوں کی مخالفت سے اور قلعہ کے حوالہ کر دینے سے اور زن وفرزند کے گرفتار ہو جانے سے ایسا ڈرا کہ قلعہ کھرپوچھے کو چھوڑ کر شادیان کچھی دال کی معرفت ظفر خاں پاس آیا دوسرے دن ظفر خاں عبدال کے ہمراہ قلعہ کے اندر گیا۔ اور وہاں بادشاہ کے نام کا

خطبہ پڑھوایا اور لشکر میں چلا آیا۔

شاہنشاہ کو اس کا مژدہ پہونچا۔ اس اثنا میں میر فخر الدین عبدال کے عیال کو اور دو لاکھ روپوں کو جو لوٹ سے بچے تھے لیکر آگیا۔ اور حبیب چک واحد چک کے زن و فرزند بھی ظفر خاں کی قید میں آگئے۔ جو اعتقاد خاں کے زمانے میں بہ سبب شورش انگیزی و فتنہ افزائی کے کشمیر سے تبت میں بھاگ آئے تھے۔ اور ان دنوں میں عبدال نے اُن کو کشمیر بھیجا تھا کہ وہاں فساد برپا کریں کہ لشکر شاہی پراگندہ خاطر ہو۔ اور دوسرے حبیب چک نے بھی جو مرزا علی بیگ اکبر شاہی کی صوبہ داری میں تبتیوں کی پناہ میں آیا تھا پناہ مانگی۔ اور ظفر خاں پاس آگیا۔

مراد خاں کو اسکردو کی سپردگی ۴۴ ۱۶۳۴ء

دو ظفر خاں نے اس خوف سے کہ برف کے پڑنے سے راہیں نہ بند ہو جائیں یا کشمیر میں عبدال نے جو مفسد بھیجے ہیں وہ فساد برپا نہ کریں ولایت تبت کو محمد مراد وکیل عبدال کو عارضی طور پر سپرد کر دیا۔ اور سرکشوں کو ہمراہ لیکر مراجعت کی۔ نہ ملک کا کچھ انتظام کیا نہ عبدال کے مال کی تفتیش کی جب بادشاہ کو اس مراجعت کا حال معلوم ہوا تو ظفر خاں کو فرمان بھیجا کہ جب ملک تسخیر ہو گیا تھا اور قلعے فتح ہو گئے تھے اور مرزبان ولایت اور اور سرکش تابع ہو گئے تھے تو بے ضبط مملکت و نظم حال رعیت جلد چلا آنا اور ملک کو عبدال کے وکیل کے سپرد کرنا پہلے اس سے کہ اُس کے اقتیاد پر اعتماد ہو خرد دور بیں اور رائے صواب گزیں ہرگز پسند نہیں کرتی۔

تبت کی دو عام راہیں ہیں ایک کرتسے کی۔ دوسری لار جنپر ظفر خاں نے آمد و رفت کی اگرچہ راہ کرتسے کی مسافت چار منزل زیادہ راہ لار سے ہے اور زیادہ تر بلند پہاڑوں اور تنگ کوتلوں میں ہے جن میں ایک سوار سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ مگر لار کی راہ کی نسبت اس میں سرما اور برف کمتر ہوتا ہے۔ اس سبب سے اس راہ سے تبت میں جلد پہونچ جاتے ہیں راہ لار ہر چند تبت سے نزدیک ہے۔ لیکن کثرت و دوام برف و یخ کے سبب سے بہت تکلیف کے ساتھ گذر ہوتا ہے۔ ایک پہاڑ آدھ کروہ اونچا ہے کہ وہ بالکل برف سے ڈھکا رہتا ہے اُس سے پانی جاری رہتا ہے۔ اس وجہ سے

مسافر مشکل سے گذرتے ہیں۔ ہمواری کے سبب سے چند منزلیں آسانی سے طے ہو جاتی ہیں لیکن ایک کوتل تیس کوس کشمیر سے ہے جس کی برابر سختی و دشواری راہ میں کہیں اور جہاں پیا مسافر نہیں بتاتے۔ رفعت میں وہ پیر پنجال سے برابر ہے راستہ ایسا بند ہے کہ سوار ہو کر جانا دشوار ہے۔ اور ان دونوں راہوں میں آذوقہ نہیں ملتا۔ ظفر خاں اور اُس کے ہمراہی اتنا آذوقہ ساتھ لے گئے تھے کہ وہ کشمیر کی مراجعت تک کافی ہوا۔

ملک تبت میں اکیس پرگنے ہیں اور ستیتیس قلعے۔ پہاڑوں کی افزونی اور تنگی میدان کے سبب زراعت کم ہوتی ہے اور زیادہ تر جو گندم و دھان[عہ] پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس ولایت کا انتظام نہ ہوا مگر خراج کی حقیقت پر پوری آگاہی ہو گئی پورے سال کا حاصل ایک لاکھ روپے سے زائد نہیں ہے۔

اس دیار میں ایک ندی ہے کہ وہاں ریگ طلا دستیاب ہوتی ہے۔ ہر سال اس کے اجارے سے دو ہزار تولہ سونا حاصل ہوتا ہے۔ جس کی قیمت کم عیاری کے سبب سے سات روپیہ تولہ ہوتی ہے۔ اکثر اثمار سردسیری مانند زردآلو۔ و شفتالو۔ و خربوزہ شیریں و لطیف انگور ہوتے ہیں۔ یہاں کا سیب اندر و باہر سے سرخ ہوتا ہے۔ توت و خیار۔ و زردآلو و شفتالو و خربوزہ و انگور ایک ہی موسم میں ہوتے ہیں"

آدم خان راجہ اسکردو ۱۶۳۵ - ۱۶۶۰ء بہ نیابت مرزا خان لغایت سنہ ۱۶۵۱ء بہ نیابت مراد خان لغایت سنہ ۱۶۶۰ء	اس زمانہ کے حالات اسکردو کی خانہ جنگی اور بیرونی حملوں کی وجہ سے کسی قدر پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ ان حملوں کی سلسلہ وار تاریخ موجود نہیں ہے۔ شگر نامہ میں غیر مسلسل طور

پر شاعرانہ انداز میں یہ واقعات مذکور ہیں جن کا خلاصہ میں آگے درج کرتا ہوں۔ مختصراً سلسلۂ واقعات اس طرح ہے کہ عبدال خاں کے قید ہو جانے کے بعد حکومت اسکردو جسے افسران فوج شاہی عارضی طور پر مراد خاں کے سپرد کر گئے تھے سلطنت دہلی سے آدم خاں کو تفویض ہوئی۔ مگر وہ خود اسکردو میں نہیں آیا بلکہ کرتخشہ کے مرزا خاں کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں رکھ دیا۔ اُس نے تقریباً دس سال تک آدم خاں کی طرف سے

[عہ] ممکن ہے کہ اُس زمانے میں دھان پیدا ہوتا ہو مگر آج کل بلتستان میں یہ صورت نہیں ہے

حکومت کی پھر اُسے خود مختاری کی ہوس دامنگیر ہوئی

مراد خاں (شاہ مراد) راجہ اسکردو سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۹۵ء

اسی اثنا میں مراد خاں امام قلی خاں سے شکست کھا کر دہلی پہونچا۔ وہ آدم خاں نے اُس کو اپنا داماد بنا کر اپنا وارث تسلیم کیا۔ بادشاہی مرزا خاں سے قبضہ اسکردو کا واپس لیا۔ اور بطور اپنے نائب کے مراد خاں کو اسکردو میں تعینات کیا۔ آدم خاں کی زندگی میں مراد خاں بنام آدم خاں حکومت کرتا رہا۔ بعد ازاں وہ خود راجہ ہو گیا۔ اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہوا۔

امام قلی خاں راجہ شغر اور شاہ مراد۔ شیر شاہ و علی شاہ راجگان اسکردو و رحیم خان و حاتم خاں و بابر و یعقوب وغیرہ راجگان کھپلو کے کارنامہ ہائے عظیم کتاب شغرنامہ میں جو غالباً امام قلی خاں کے عہد کی تصنیف ہے اور نسخہ جو مجھے دستیاب ہوا سنہ ۱۲۶۶ ہجری کا لکھا ہوا ہے اس میں شاعرانہ انداز میں مذکور ہیں۔ اس میں سے واقعات کو بڑی محنت سے میں نے اخذ کیا ہے جو اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جو نسخہ مجھے ملا ہے اس میں ابتدائی چند اوراق گم ہیں اس وجہ سے مصنف کے نام اور تاریخ تصنیف کا انکشاف نہیں ہو سکا اور علاوہ ازیں درمیان میں بھی جا بجا کچھ اوراق گم ہیں جس سے بیان کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تاہم خلاصہ کے طور پر میں نے مختص واقعات کو بیان کر دیا ہے۔

مراد خاں کو جب ظفر خاں کے ہاتھ سے اسکردو کی حکومت مل گئی تو اس نے اسی پر قناعت نہیں کی اور شغر پر حملہ کر دیا۔ جہاں امام قلی خاں راجہ تھا۔ شغرنامہ میں اس کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے۔

مراد خاں کا حملہ شغر اور شکست کھا کر روندو کو فرار ہونا

صبح ہوئی تو شاہ مراد اپنے وزراء و امراء اور فوج کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے شغر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر احمد اور مرزا خاں اُس کے ساتھ تھے وہ ابھی ملک شغر میں داخل ہونے ہی پایا تھا کہ جاسوس نے اطلاع دی کہ امام قلی خاں ہوا کی طرح تمہارے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے شغر کے نامی پہلوان سب اس کے ساتھ ہیں۔ یہ تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو صلح کی تدبیر کرو

ورنہ اس جال سے اب تمہارا زندہ نکلنا محال ہے۔اس خبر سے شاہ مراد کی فوج میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور لشکر نے بھاگنا شروع کر دیا۔اس سے اہل شغر کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور وہ شاہ مراد کو پکڑنے کے درپے ہو گئے۔لیکن امام قلی خاں نے اپنے سرداران فوج کو کہا کہ خالو شاہ مراد میرے باپ کی جگہ ہے۔میں اس کو کسی حالت میں اذیت پہنچانا نہیں چاہتا۔اُس سے کہدو کہ ہمارے ملک سے نکل کر جنگل روندو میں چلا جائے اگرچہ وہ ملک بھی اب ہمارا ہے۔مگر ہم برائے خدا اُس کو بخشتے ہیں۔اور اگر وہ جنگ کا خیال رکھتا ہے تو میدان میں آجائے۔

شاہ مراد کو یہ پیغام پہونچا تو وہ ملک شغر سے اپنی جان لے کر فرار ہوا بھاگتے وقت امام قلی خاں کے دادا راجہ حسن خان مرحوم کا بہت کچھ مال واسباب جیسے کہ گھوڑے تلوار۔زین۔سونا۔چاندی۔اور دیگر سامان جو کچھ اُس کے ہاتھ آیا بیحد وحساب اپنے ساتھ لے گیا۔اور نہایت رنج واضطراب کی حالت میں روندو پہونچا۔

اُس لوٹ مار کا حال امام قلی خاں کو معلوم ہوا اور یہ دریافت ہوا کہ جنگ آزمودہ سرداران فوج اس خیال میں ہیں کہ تعاقب کر کے شاہ مراد کو پکڑیں تو امام قلی خاں نے کمال فیاضی سے کہا کہ دنیا ناپائدار ہے اس کی محبت انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے ہماری طرف سے شاہ مراد کے ساتھ مہربانی اور احسان کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔مگر اُس کا بدلہ اُس نے بُرا دیا۔اُس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔اور اُسکے ساتھ مزاحمت نہ کرو

روندو کی حالت گیارھویں صدی ہجری میں شاہ مراد نے روندو میں رہایش اختیار کی۔اُس زمانہ کے روندو کی تصویر مصنف شغرنامہ نے نہایت عجیب وغریب کھینچی ہے "شاہ مراد کو مجبوراً انسان کے بجائے شیطان کے ساتھ گذارہ کرنا پڑا۔یہ ملک قبر کی طرح تنگ ہے اور ڈھال کے برابر بھی مسطح میدان اس میں نہیں ہے کہ انسان اُس کے اندر چل پھر کر اپنا دل بہلائے اس ملک کے باشندے چارپایوں کی طرح بے عقل ہیں۔اخلاق وآداب نے یہاں ابھی راہ نہیں پائی ہے۔اور فضل وہنر اس ملک میں گھاس کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہے آدمی دیکھنے میں انسان نظر آتے ہیں۔مگر خصائل شیطان کے رکھتے ہیں۔بدن پر اسقدر

بال ہیں کہ ریچھ معلوم ہوتے ہیں۔ قول وفعل کا کوئی لحاظ انہیں نہیں ہے۔ بدکاری
اور خواہشات شہوانی کے غلام ہیں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا اصل مقصد خیال کرتے
ہیں۔ گائے بیل کی طرح پیٹ بھرتے ہیں۔ اور خرگوش کے مانند خواب کرتے ہیں ایسے
ملک میں مراد خاں نے دو ایک سال رہائش رکھی۔ اور لوگوں سے مال و اسباب لیکر
جمع کیا حسن خاں کے مال سے اُس نے اپنی حیثیت پہلے سے درست کر لی تھی
اب اور مضبوطی کرکے وہ استق سے بعزم ہندوستان روانہ ہوا کہ صاحبقران کی خوشنودی
کے ذریعے ملک تبت کا دعوی کرے اپنے بھائی علی شاہ کو اپنے روندو میں چھوڑا اور شیر شاہ کو
اپنا نائب مقرر کرکے وہاں رکھ دیا اور شاہ سلطان اور امام قلی وغیرہ سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔ اور
شاہجہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی نظر رحمت اُسکے حال پر مبذول ہوئی۔ چنانچہ بادشاہ نے
وزیر سعد اللہ خاں کے ساتھ مشورت کرکے یہ قرار دیا کہ آدم خاں کی ایک بیٹی نا کتخدا موجود ہے
اسکے ساتھ اس نوجوان کا عقد کر دیا جائے اس سے یہ دونوں ایک ہو جائیں گے اور دشمن
پر ان کا رعب قائم ہو جائیگا۔ چنانچہ بادشاہ کے ایما سے یہ شادی ہو گئی۔ اور میاں
بیوی بڑی محبت اور حسن سلوک سے رہنے سہنے لگے۔ اس اثنا میں اسکردو کی
حکومت سلطنت دہلی سے آدم خاں کو سپرد ہوئی۔ اُس نے کرتخشہ کے مرزا خاں
کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں تعینات کر دیا۔

مرزا خاں کی روگردانی اور مراد خاں کی ولیعہدی

مرزا خاں مذکورہ بالا نے بحیثیت نائب آدم خاں اسکردو میں دس
سال تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ بعد ازاں آدم خاں کے وزیر کے
ساتھ اُس کی مخالفت ہو گئی اس نے وزیر کو قتل کر دیا۔ اور آدم خاں سے روگرداں
ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا کشمیر کا راستہ بند کر دیا۔ ظفر خاں آیا اُسے بھی شکست
دی۔ یہ حالات آدم خاں کو معلوم ہوئے تو اُس نے مراد خاں کو بلایا اور کہا کہ بیٹا میری
جوانی گذر گئی اور بڑھاپا آ گیا۔ مگر میرے باغ میں تیرے مانند پھول نہیں کھلا۔ اب تو
ہی میرا بیٹا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری خدمت کر پھر میں اپنا ولیعہد اور
وارث قرار دیتا ہوں۔ اور اپنا ملک و املاک تیرے سپرد کرتا ہوں صرف اسقدر تمنا ہے

کہ میرے جیتے جی میرے حکم سے باہر نہ ہونا

آدم خاں کی مہم اسکردو اور تسخیر قلعہ کھرپوچھے

چنانچہ آدم خاں بحکم شاہنشاہ ہند کشمیر سے فوج لے کر اپنے داماد اور ولیعہد مراد خاں کے ساتھ مرزا خاں کو نکالنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ امام قلی خاں راجہ شگر بھی آدم خاں کا داماد تھا اور دونوں ایک دوسرے کے باپ بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اسکردو میں پہونچنے سے پیشتر آدم خاں نے امام قلی خاں کو مراسلہ بھیجا کہ مرزا خاں کی تنبیہ کی غرض سے شاہی فوج ساتھ لے کر پہونچ گیا ہوں۔ اس بدبخت نے میرے حکم سے نافرمانی کی۔ میرے خیرخواہوں کو قتل کیا۔ جب تک دم میں دم ہے اس نا ہنجار کی بربادی کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اگر وہ اپنی بدکرداریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اور صدق دل سے لکھ دیوے کہ میرا ویسا ہی بندہ کمترین اور خادم خوشہ چین ہے۔ تو میں اس کا گناہ بخش دوں گا اور اس کے کام کو چلنے دوں گا۔ اور تمام ملک اسکردو اس کے قبضہ میں رہنے دوں گا۔ برخلاف اس کے اگر وہ اپنی نافرمانی پر قائم رہا تو میں اس کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا۔ تم میرے نور چشم ہو تم سے یہ امید ہے کہ میری امداد میں اپنی فوج ظفر موج لیکر فوراً میرے ساتھ مل جاؤ۔ تاکہ ہم دونوں مل کر اس بدبخت کو گرفتار کر کے تاج و تخت لے کر ملک تمہارے خالو مراد خاں کو سپرد کر دیں۔ اور کرتخشہ سے روندو تک کا حکمران اس کو کردیں میں نے اسے اپنا بیٹا بنایا ہے اور ولی عہد مقرر کیا ہے کہ نیک وبد میں تمہارا یار و مددگار رہے۔

امام قلی خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ میرے قبلہ و کعبہ ہیں۔ آپکی فرمانبرداری میں اپنا عین فرض خیال کرتا ہوں۔ اگر دشمن نے اپنی بدبختی سے انکار کیا تو اپنے ہاتھ سے اس نے اپنی تباہی کرائی۔ لومڑی شیر کے پنجہ سے نکل کر کہاں جائے گی۔ آخر الامر اُسکے لیے خرابی ہے۔ میں نے اُس کو بارہا سمجھایا کہ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اگر تم قوت میں رستم بھی ہو جاؤ تاہم آدم خاں جیسے شیر نر سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے لیکن میری پند و نصائح کا اُس کے اوپر کچھ اثر نہ ہوا۔ اپنی بدکرداریوں پر اُسے ذرا ملال نہیں ہوا اور پشیمانی یا ندامت کی کوئی علامت اُس کے دل پر ظاہر نہیں ہوئی۔ تکبر کے سوا میں نے

اُس کے پاس اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو اضع کوسوں اُس سے دور بھاگتی ہے آپ کو چاہیے کہ ایسے دشمن کی طرف سے کوئی تردد یا اندیشہ نہ کریں۔ یہ ملک مدمیراث مجھے صرف آپ کے اقبال سے ملا ہے۔ اب آپ کے دشمن کو نکالنا میرا فرض ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں یہاں پہونچنے پر آپ دیکھ لیں گے کہ آپ کی خدمت کے لیے ہم کمربستہ تیار ہیں۔ میری طرف سے آپ پورا اطمینان رکھیں۔

اس کے ساتھ ہی امام قلی خاں نے مرزا خاں کو مراسلہ بھیجا کہ افسوس ہے کہ تم نے اپنے آقا کی قدر نہ پہچانی۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے پانوں پر کلھاڑی مار لی۔ میں نے تم کو جو نصیحت کی وہ تمھیں بُری معلوم ہوئی۔ اب تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ تمھارے فائدہ کے لیے تھا یا نقصان کے واسطے۔ تمھاری خدمت کا حق میرے اوپر ہے اس لیے میں اپنے فرض کو ادا کرتا ہوں کہ آدم خاں اور مراد خاں نے تمھاری بدسلوکی کی فریاد بحضور شاہنشاہ ہند کی اور بحکم شاہنشاہی تمھارے قتل کا ارادہ کرکے یہاں پہونچ گئے ہیں ان کے پنجہ سے تم کو امان ملنا محال ہے۔ پہلے کی طرح کھیل کود میں لگا رہنا اب درست نہیں ہے۔ حالات موجودہ پر عقل و فکر کے ساتھ غور کرنا چاہیے میری آرزو یہ ہے کہ اس رنج والم سے تمھیں نجات رہے۔ تم کو ان کے ہاتھ سے یقیناً نقصان پہونچیگا۔ اور تمھارے طرفداروں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچیگا۔ زندگانی چاہتے ہو تو قلعہ میرے حوالہ کر دو اور دربارِ اسکردو کے پاس ہو جاؤ۔ میں نے اپنی دوستی کا حق ادا کر دیا۔ اپنے نیک و بد کو تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔

مرزا خاں نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو جہالت کا بھوت اُس کے سر سے اُتر گیا۔ ڈر کے مارے اُس کی جان نکلنے لگی۔ اور امام قلی خاں کو ہزاروں دعائیں دیں اور کہا کہ مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ ایسی آفت بھی میرے اوپر پہونچ سکتی ہے۔ میری خطا معاف کرو۔ اور مجھے بربادی سے بچاؤ۔ میں کسی زمانہ میں تمھارا دوست رہا ہوں اب مجھے دشمن کے حوالہ نہ کرنا۔ جو پوست نکال کر بھوسہ بھرتا ہے۔ یہاں میرے دشمن بہت ہیں تم میرے ساتھ احسان کرو۔ کہ جلد اسکردو میں آجاؤ۔ میں قلعہ اور ملک تمھارے حوالہ کر دوں گا۔ پھر جو تمھاری مرضی ہو وہ کرو۔

دوسرے دن ایک آدمی نہایت پریشانی کی حالت میں مرزا خاں کے پاس آیا اور بیان کیا کہ آدم خاں لشکر لے کر پہونچ گیا ہے۔ یہ واقعہ معلوم کر کے اُس کے ہوش و حواس جاتے رہے اُسی دم اپنا ایلچی امام قلی خاں کے پاس روانہ کیا کہ آدم خاں اسکردو میں پہنچ گیا ہے۔ اور میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے ہیں۔ اگر اس آڑے وقت میں تم نے دستگیری کی تو خیر ورنہ میرا کام تمام ہے۔ اب تمہارے سامنے شیخی نہیں کر سکتا۔ مالک اور میراث سے اپنے آپ کو جدا کرتا ہوں۔

"یہ پیغام سنتے ہی امام قلی خاں اپنے لشکر و جاہ و حشم کے ساتھ اسکردو روانہ ہو گیا دریائے سندھ سے جب وہ گذر آیا تو مرزا خاں کو تسلی ہوئی۔ اُس نے مرزا خاں کو پیغام بھیجا کہ فکر نہ کرو میں نے اپنے آدمی تمہارے پاس بھیج دیے ہیں کہ قلعہ میں حفاظت رکھیں۔ اور اگر کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو تو اسے رفع کریں۔ میں اب اسکردو میں پہونچ گیا ہوں۔ تمہارے دشمن کے ہاتھ سے تم کو نجات دلاؤں گا۔

اس حکمت عملی سے قلعہ کھرپوچے بلا زحمت ہاتھ آ گیا قلعہ کا انتظام کر کے امام قلی خاں بطرف آدم خاں روانہ ہوا۔ آدم خاں کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنا گھوڑا مع زین زرنگار اُسکی سواری کے لیے بھیجا وہ سامنے پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بہت بڑا لشکر امام قلی خاں کے ساتھ ہے۔

امام قلی خاں کے جلوس کی ترتیب اس طرح تھی کہ امیر کرس ایک گھوڑے پر زرہ پہنے ہوئے شیر کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے پیچھے حاتم خاں شیر ببر کی طرح گھوڑی پر سوار چلا آتا ہے۔ اُس کے پیچھے پہلوانان شغر اور ایک بے حد تعداد لشکر ساتھ ہے آدم خاں نے یہ جلوس دیکھا تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سمایا۔ امام قلی خاں سامنے آیا تو دونوں گھوڑے سے اُتر کے بغلگیر ہوئے اور جشن مرتب ہوا۔

"دوسرے دن آدم خاں نے امام قلی خاں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میرا دل نہایت بےچین ہے اپنے دل کا بھید تمہارے اوپر کھولتا ہوں تم مجھے صلاح دو کہ کیا کرنا چاہیئے۔ تمہارے سوا کوئی اور میرا خیر خواہ نہیں ہے تمہارا خالو مراد خاں ظاہری طور پر صرف ضرورتاً میری طرف مائل ہے مگر دل سے میرا مخالف ہے۔ اُس کو میرے ساتھ کیا محبت ہو سکتی ہے اگر قلعہ مجھے نہ ملا تو میرا کام تمام ہو گیا۔ شاہجہاں کے پاس اُس نے میرے خلاف

دعوی کیا تھا اور میری مخالفت پر کمر بستہ تھا مگر بزرگان دین کی دعا اور خداوند کریم کے فضل
دکرم سے میں نے دشمن پر فتح حاصل کی۔ وہ عاجز ہو کر میرا غلام ہو گیا۔ اگر اس معرکہ میں
مجھے فتح نہ ہوئی تو تمہارا خالو سانپ کی طرح ڈنک ماریگا اور پھر فساد برپا کریگا۔ اور خواری
درسوائی میرے حصہ میں آئیگی۔ اس مشکل کا حل کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔

"اُس شیر مرد نے یہ جواب دیا کہ آپ اپنے دل میں وسوسہ کو راہ نہ دیں میں سب
انتظام درست کروں گا۔ اور دوبارہ آپ کا نام بلند کردوں گا۔ مگر اس قدر میری عرض ہے
کہ مرزا خاں کو راستہ دینا چاہیے کہ جہاں اُس کی مرضی ہو چلا جاوے اور لومڑی کی طرح کسی
سوراخ میں چھپ کر اپنی زندگی بسر کرے۔ میں آپ کے پاس سے ہو کر جب کبھی میں وطن
کو آتا تھا تو وہ راہ میں میری بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس سے مجھے شرم آتی ہے کہ
میرے ہاتھ سے اُس کے ساتھ بدسلوکی ہو۔ اگر یہ قبول ہو تو پھر قلعہ میرے خالو کو حوالہ
کردیا جائے۔ اور اُس کو حکم دیا جائے کہ دل و جان سے میرا یار و مددگار رہے اس کا اقرار
کلام اللہ پر کرے کہ مجھے اطمینان رہے۔

آدم خاں نے کہا کہ تمہاری تدبیر مجھے بہت پسند آئی۔ اپنے خالو کو بلالو کر تمہاری
سفارش پر میں قلعہ اور ملک اُس کے سپرد کردوں۔ اور تمہارے ساتھ اخلاص رکھنے کی اُسکو
تاکید کردوں۔ تمہارے کہنے سے مرزا خاں کو میں نے چھوڑ دیا۔ ورنہ اُسے امان ملنا مشکل تھا
مراد خاں حاضر ہوا۔ آدم خاں نے کہا کہ اے نور چشم۔ امام قلی خاں میرے بیٹے کے برابر ہے
اُس کے کہنے سے قلعہ اسکردو میں نے تم کو حوالہ کیا۔ ہر ایک معاملہ میں اُس کے ساتھ تم کو
وفاداری کرنا چاہیے۔ قرآن کو ہاتھ میں لے کر یہ اقرار کرو کہ کبھی اس کے ساتھ عداوت
نہ کروگے۔ اگر تم نے اُس سے نافرمانی کی تو میری ناراضگی کا موجب ہوگا۔ شاہ مراد نے
یہ جواب دیا کہ آپ کے فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ امام قلی خاں میرا نور چشم ہے آپکے
ساتھ جو قرابت مجھے حاصل ہوئی اس نے اور بھی نزدیکی اُس کے ساتھ پیدا کردی۔
ایسا کون بے عقل ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پھوڑے۔ آدم خاں نے کہا کہ زبانی
باتوں پر اعتبار نہیں۔ قرآن ہاتھ میں لیکر اقرار کرو۔ اسپر مراد خاں نے قسم کھائی کہ اگر
میں امام قلی خاں کو ضرر پہنچاؤں تو کلام خدا میری جان کا دشمن ہو۔

اُس قول و قرار سے فراغت ہوئی تو امام قلی خاں اجازت حاصل کر کے مرزا خاں کے پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ شیر کے پنجہ سے تم کو رہائی دلائی ہے اب پہاڑ پر سے نیچے اُترو تمھیں ملک شغر میں بھیج دونگا۔ اور ہمیشہ تمھارے ساتھ سلوک رکھونگا مرزا خاں نے اُس کو غنیمت سمجھا اور کھرپوچے سے باہر نکل آیا اور اپنا مال و دولت لیکر شغر چلا گیا وہاں عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر کھپلو چلا گیا۔ اور اُس ملک کے حکمران کے پاس پناہ گزین رہا

مراد خاں کو بحیثیت نائب آدم خاں قلعہ کھرپوچے کا سپرد کیا جانا!

دوسرے روز امام قلی خاں نے آدم خاں کو پیغام بھیجا کہ کھرپوچے میں قدم رنجہ فرمائیے گھر کو اغیار سے خالی کرا دیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ اس ملک سے چلے گئے ہیں۔ آدم خاں نے جواب دیا کہ "جو کام کیا تم نے وہ تم سے نہ ہوگا" مگر شاہنشاہ ہند کے حکم سے علیم بیگ و محمد شفیع میرے ساتھ آئے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ قلعہ ان کو حوالہ کیا جائے کہ سرکار میں اُن کی بھی سرخروئی ہو جائے امام قلی خاں نے اُس رمز کو سمجھکر علیم بیگ و محمد شفیع کو قلعہ سپرد کر دیا۔ انھوں نے آدم خاں کو حوالہ کر دیا۔ آدم خاں نے مراد خاں کو عطا کر دیا۔ اور کہا کہ بیٹا میرے حکم سے باہر نہ ہونا۔ میں نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے۔ میرے دوستوں کو رنج نہ دینا۔ اور میرے باغ سے درخت نہ کاٹنا۔ خدا کی مہربانی سے جب تک میں زندہ ہوں اپنا خیال نہ کرنا سب کچھ میرا ہے جس وقت میری آنکھ بند ہو جائے پھر تم اس ملک کے حکمران اور فرمان روا ہو۔

پھر قلعہ کو روانہ ہوئے۔ آدم خاں تخت پر بیٹھا۔ امام قلی خاں کو بھی قلعہ میں جگہ دی گئی۔ چند روز تک جشن ہوتے رہے جب اس سے فراغت ہوئی تو آدم خاں نے علیم بیگ سے کہا کہ شاہنشاہ ہند کے اقبال سے میری مراد پوری ہوئی۔ اس ملک میں اب زیادہ ٹھہرنا بیکار ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ بیشک اب لشکر کو واپس ہونا چاہیئے۔ چنانچہ آدم خاں بطرف کشمیر واپس روانہ ہوا اور شاہجہاں کے حضور میں پہنچکر فتح و ظفر کے حالات عرض کیے۔ سرکار سے خلعت عطا ہوا اور والی شغر کو منصب دلایا وہاں سے کشمیر کو واپس ہوا اور حسب معمول سکونت گزیں رہا"

آدم خاں کی مہم تبت کا مذکور تاریخ ہندوستان میں

اس واقعہ کو ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلہ واقعات سال بست و پنجم جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۶۱ھ ہجری مطابق ۱۶۵۱ء مختصراً اس طرح لکھا ہے کہ "۱۲ رجب کو آدم خاں۔ غلام نبی۔ اور اُس کے بھتیجے محمد مراد کو اور نیز علیم بیگ و نعیم بیگ پسران سلیم بیگ کاشغری کو جو آدم خاں و غلام نبی کے ضامن تھے اور کشمیر میں تعینات تھے۔ اور کشمیر کے زمینداروں کی ایک جماعت کو تبت اس غرض سے بھیجا کہ وہاں مرزا خاں تبتی کی تنبیہ کریں جس نے سرکشی کی ہے اور قلعہ اسکردو کو فتح کریں۔ اور تبت جو ملازمان شاہی کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس پر تصرف کریں۔ ۲۷ شعبان کو آدم خاں تبتی کی عرضداشت سے معلوم ہو کہ مرزا خاں نے جب لشکر شاہی کے آنے کی خبر سنی تو وہ بھاگ گیا۔ اور قلعہ اسکردو اور ملک تبت بادشاہی آدمیوں کے تصرف میں آیا۔ بادشاہ نے آدم خاں اور اُس کے بھائیوں کو یہ ولایت دی کہ وہ وہاں وطن بنا کے رہیں۔ اس کی جمع اسی لاکھ دام تھی"

اس کے بعد میں شگر نامہ کے واقعات کی طرف توجہ کرتا ہوں "آدم خاں جب کشمیر چلا گیا اور لشکر شاہی بھی واپس ہو گیا تو مراد خاں نے انتظام حکومت کو سنبھالا۔ مگر اسے آدم خاں کا پاس ادب اس درجہ ملحوظ تھا کہ اُس کے حکم کے بغیر زبان نہیں ہلاتا تھا اور جب اُس کا حکم صادر ہوتا تھا تو اس کی تعمیل میں ایک لحظہ تاخیر نہیں کرتا تھا" اس اثنا میں مرزا خاں اپنے وطن کرتخشہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگا۔ اور مراد خاں کے دشمنوں سے اُس نے سازش شروع کر دی۔ اس پر مراد خاں نے اُس کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مراد خاں سردار کرتخشہ کو ناپسند کرتا تھا کیونکہ اُس کے ہاتھ سے مراد خاں کو تکلیف پہونچی تھی۔ چنانچہ مراد خاں نے آدم خاں کو خط لکھا کہ مرزا سے کرتخشہ نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ارتباط پیدا کیا ہے۔ اور اُن کے ساتھ مل گیا ہے اگر اجازت ہو تو اُس کے تباہ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ یہ معلوم کر کے آدم خاں کے دل میں رنج پیدا ہوا۔ اُس نے مراد خاں کو جواب دیا کہ امام قلی خاں کو تمہارا اصلاح کار بنایا گیا ہے۔ وہ جس طرح مصلحت

سمجھتا ہے اس پر کاربند ہو کر دشمن کو پامال کرنا چاہیئے۔ امام قلی خاں کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ہر وقت تمھارا یار و مددگار ہے مراد خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ امام قلی خاں سے مصلحت کرنے کے بغیر اُس نے ایسی تحریک کیوں کی۔ اُس نے امام قلی خاں کو خط آدم خاں کے مضمون سے اطلاع دی۔ اور اپنی غلطی کے لیے معذرت چاہی۔ اور درخواست کی کہ تم تمنوسہ میں آجاؤ تو میں اصالتاً حاضر ہو کر عذر خواہی کروں گا۔ اور مہم کے متعلق زبانی طے کروں گا۔

امام قلی خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ آزردہ ہوا۔ اُس نے وزیروں اور امیروں کو بلایا اور کہا کہ مراد خاں ملک کرتخشہ پر فوج کشی کرنے کے واسطے ہم سے کمک چاہتا ہے۔ کیونکہ اُسکو کرتخشہ کی طرف سے بہت تکلیف پہونچی ہے تم ہر ایک پہلو پر نکر کر کے جواب دو کہ اس کا نتیجہ ہمارے ملک کے لیے کیسا ہوگا۔ سبھوں نے یک زبان ہو کر عرض کی کہ آپ کے خالو کا احوال ہم سب کو خوب معلوم ہے ہماری یہی رائے ہے کہ اُس سے بجز نقصان اور تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے پرہیز کیا جاے۔ دشمن کو کبھی حقیر نہیں جاننا چاہیے ہمارے مشورے کے برخلاف تم نے اُس کو تخت اسکردو پر بٹھایا۔ ہم کو اسی کا ملال ہے۔ اب تازہ داغ ہمارے دل پر نہ دیا جاے۔ شاہ نے جواب دیا کہ بُرائی کے بدلہ میں اگر نیکی کی جاے تو دنیا تعریف کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک دفعہ اس پر رحم کیا ہے اب الگ ہو جانا ٹھیک نہیں ہے۔ سرحد کرتخشہ پر حملہ کی تیاری کی جاے۔ آج تمنوسہ میں مقام ہو۔ وہاں مراد خاں کے ساتھ مصلحت ہوگی۔ چنانچہ شغر اسکردو کے راجگان کی ملاقات تمنوسہ میں ہوئی۔ تحائف کے لین دین کے بعد مراد خاں نے عاجزی کی کہ میں تمھارا سبز کردہ ہوں میری امداد کا تم کو خیال رکھنا چاہیے تمھارے سوا تبت میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ اگر تم میری دستگیری کرو تو دشمن کو ہم چند روز میں درہم برہم کر سکتے ہیں امام قلی خاں نے جواب دیا کہ تم فکر نہ کرو جبتک جان اور تن ایک ہیں ہیں تمھارا یار و مددگار رہوں۔

فیصلہ یہ ہوا کہ متحدہ لشکر اسکردو و شغر ملک کرتخشہ پر حملہ کرے۔ اس ملک کی سرزمین پل صراط کی طرح تنگ ہے۔ اور خوشی خورمی کا نام و نشان اس میں نہیں ہے۔ اہل ملک اس درجہ تنگ دست اور تنگ چشم ہیں کہ درویش کو روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی سنگلاخ

کے سوا زمین نظر نہیں آتی۔ آبادیاں پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ خاص کھرمنگ دو پہاڑیوں کے درمیان میں واقع ہے جن کے درمیان پانی کا سیلاب شب و روز جاری ہے"

مراد خاں کا حملہ کرتخشہ پر پہلوانان اسکردو شغر اس سرزمین میں داخل ہوئے۔ اور پرکوتہ میں پہونچے قلعہ پرکوتہ میں مرزا کا بیٹا علی خاں مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ مگر پہلوانوں نے اپنے زور اور حکمت سے اس قلعہ کو فتح کیا۔ علی خاں کو قید کرلیا یہاں سے طولتی پہونچے۔ قلعہ طولتی کو بھی زیر کیا۔ بعد ازاں خاص کھرمنگ میں ڈیرے جائے۔ یہاں خود مرزا خاں قلعہ میں موجود تھا۔ یہ قلعہ ایک بلند اور ناقابل گذر سنگلاخ کی چوٹی پر واقع ہے سنگلاخ کے اوپر عمارت کی بلندی نے اس قلعہ کی چوٹی کو آسمان کے ساتھ ملادیا ہے اور اس میں مرزا فرشتہ کی طرح جما ہوا تھا۔ دو روز اور دو رات جوانان تبت اس قلعہ کے زیر کرنے میں زور لگاتے رہے مگر اس سنگلاخ پر ناخن پھنسانے کی بھی جگہ انھیں نہیں ملی کہ اوپر جاسکیں۔ یہ حال دیکھکر مراد خاں نے فوج کو جمع کیا اور کہا کہ زور سے اس قلعہ کا زیر کرنا محال ہے اسے حکمت عملی کے ساتھ توڑنا چاہیے۔ تدبیر یہ ہے کہ صبر و تحمل سے کام لیا جاے۔

چنانچہ ہر طرف سواران فوج کو تعینات کیا گیا۔ اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس لوٹ مار میں فوج نے اپنا پورا زور دکھلایا۔ اور ہر طرح کا اسباب و مال و متاع راجہ کے سامنے حاضر کیا۔ غلہ کا ایک انبار جمع کردیا کہ دشمن دیکھکر دہشت کھائے اس طرح سامان خوراک جمع کرکے اطمینان کے ساتھ فوج تبت محاصرہ ڈالے ہوئے چار ماہ تک کھرمنگ میں پڑی رہی۔ آخر کار دشمن تنگ آگیا۔ اس نے راجگان کے پاس ایلچی بھیجا کہ اگر یہ اقرار کرتے ہو کہ جس طرف میری مرضی ہو مجھے جانے کی اجازت ہوگی تو میں قلعہ سے اترتا ہوں۔ راجگان اسکردو شغر نے یہ شرط قبول کی اور اقرار کیا کہ جس طرف تم جانا چاہتے ہو تمھیں اجازت ہے

اس قرارداد پر مرزا خاں کرتخشہ پیشکش اور تحائف لے کر قلعہ کے اندر سے نکلا۔ مراد خاں اور امام قلی خاں اپنے خیموں سے باہر آئے۔ ملاقات ہوئی۔ مرزا خاں نے عاجزی کی اور کہا کہ میرا گناہ معاف کردو۔ ہمیشہ احسانمند رہوں گا۔ راجگان اسکردو شغر نے جوابدیا

کہ جس طرف تمھارا خیال ہو۔ راستہ کھلا ہوا ہے بلا اندیشہ جا سکتے ہو۔ مرزا خاں اس سے بہت خوش ہوا اور اپنے رفیقوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شہر تبت (لداخ) کی طرف روانہ ہو گیا۔ مراد خاں و امام قلی خاں نے فتح و ظفر کا جھنڈا اکھڑا کیا۔

ملک کرتخشہ کا شیر خاں کو عطا کیا جانا

امام قلی خاں نے مراد خاں کو صلاح دی کہ تم تنہا اتنے بڑے ملک کا انتظام نہیں کر سکو گے بہتر ہے کہ مفتوحہ ملک کرتخشہ اپنے بھائی شیر خاں کے حوالہ کردو۔ مراد خاں نے اس صلاح کو قبول کیا اور شیر خاں کو تخت کرتخشہ پر بٹھلا دیا۔ فوج اب کرتخشہ سے واپس ہوئی

علی خاں کا کھپلو کی طرف فرار ہونا

رات کو خبر پہونچی کہ علی خاں حراست سے فرار ہو کر کھپلو کی طرف چلا گیا ہے۔ مراد خاں نے کہا کہ میری تلوار سے اس کو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ کھپلو خراب کر کے دشمن کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔

مہم کھپلو

مراد خاں فتح کرتخشہ سے فارغ ہوا تو اس نے کھپلو کا قصد کیا۔ امام قلی خاں کے ساتھ صلاح کی۔ اس نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ دونوں لشکر کھر کو پہونچے۔ اور اس قلعہ کو فوراً لے لیا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر بلدے پر دھاوا ہوا۔ اور اس قلعہ کو بھی خراب کر دیا پھر سرفہ کھر پہونچے۔ اسے بھی زیر و زبر کیا اور ہر جگہ سے بے تعداد مال و اسباب ہاتھ آیا۔

کھپلو کے راجہ رحیم خاں کا دار الحکومت تھورسے کھر تھا۔ اس کو خط لکھا کہ تم نے کیوں ہمارے حکم سے نافرمانی کی۔ تم کو ہماری تلوار کا زور معلوم نہیں ہے۔ جس قلعہ پر تم کو فخر ہے اسکو ہماری فوج ایک دم میں درہم برہم کردیگی تم نے دیکھا ہے کہ ہم نے کرتخشہ کو بزور تلوار فتح کیا اور دشمن کو خراب کیا تم بھی اُسی کی طرح خراب ہوگے۔

"رحیم خاں نے اس کا جواب دیا کہ تم نے ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا۔ بجائے انسان کے تم شیطان کیوں بن گئے۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم تمھارے تابع فرمان نہیں ہیں ہمارے واسطے یہ مرگ سے بدتر ہے کہ دوسرے کی تعظیم میں سر جھکائیں۔ تمھارے ساتھ جنگ کے سوا اور کوئی کام ہماری طرف سے نہ ہوگا۔ اگر جرأت ہے تو آجاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری تلوار سے تم کو لومڑی کی طرح بھاگنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ اگر ہم کو تکلیف پہونچے تو وہ ہماری طرف سے

نہیں بلکہ خود تمہاری طرف سے ہوگی

یہ خط مراد خاں نے پڑھا تو اُس کو نشیب و فراز پر خیال کرکے تردد پیدا ہوا۔ اپنے سرداروں اور وزیروں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ کھوڑ سے کھر آسمان تک بلند ہے۔ نہ اُس کو حملہ سے زیر کیا جا سکتا ہے اور نہ نقب سے فتح کیا جا سکتا ہے یہی ایک تدبیر ہے کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے۔ اور اطراف کو غارت کرکے گذارہ کیا جائے جب قلعہ کے اندر غلہ کا قحط ہوگا تو شیروں کے دل بلی کے مانند ہو جائیں گے۔

یہ مصلحت خاطر نشین ہوئی۔ اور تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ اس اثنا میں دو تین مرتبہ جنگ ہوئی مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو دشمن عاجز ہوا۔ اس نے راجہ کے پاس ایلچی بھیجا کہ خطا معاف کرو۔ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ بشرطیکہ یہ اقرار کرو کہ مجھے تکلیف نہیں پہونچاؤ گے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ تمہاری شرط قبول ہے۔ اگر اپنے وعدہ سے پھر جاؤں تو مسلمان نہ ہونگا۔ رحیم خاں نے ایلچی کی زبانی یہ پیغام سُنا تو خوش ہوا۔ مراد خاں کے سلام کے لیے قلعہ سے باہر نکلا اور اپنے ساتھ مرزا خاں کو بھی لایا۔ وہ مراد خاں کے پانوں پر گر پڑا۔ مراد خاں نے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنے بہادران فوج کی مدح سرائی کی۔ اور انھیں قلعہ میں بھیج دیا کہ دشمن انکو نقصان نہ پہونچا دے۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد مراد خاں اس سرزمین سے مظفر و منصور اسکردو کو واپس روانہ ہوا۔

مراد خاں نے اس فتح کی خبر آدم خاں کو بھیجی اور مرزا خاں کو بھی اُس کے پاس روانہ کردیا کہ چاہے قتل کردیا زندہ رکھو۔ آدم خاں نے مرزا خاں کو ہندوستان بھیج دیا کہ شاہجہاں کے زندان میں رہے۔ مراد خاں کو دنیاوی طمع کی وجہ سے اپنے قول و قرار کا کچھ پاس نہ رہا۔ قسم کو حلوائے تر کی طرح کھا گیا اور رحیم خاں کو قید کرلیا۔

مراد خاں کی مہم کھربو

ان فتوحات سے مراد خاں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اور جنگجوئی کے مزید مواقع تلاش کرنے لگا۔ کچھ روز بعد ایک دن اس نے اپنے سرداران فوج کو جمع کرکے مشورہ کیا کہ ملک پوریگ ہمارے زیر اثر ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ہمارے ہم خیال ہیں۔ لیکن علاقہ کھربو دشمن کے قبضہ میں ہے اُسے اُن سے

چھڑانا چاہیے۔ سرداروں نے جواب دیا کہ لداخ سے کھرپو کا چھڑانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا جائے۔ اُس کی امداد ضروری ہے چنانچہ امام قلی خاں سے کمک کی درخواست کی گئی۔ اُس نے امیر خاں کو اپنی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ دونوں لشکر سرحد کھرپو میں پہونچے۔ اور قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ لداخ میں خبر پہونچی تو مقابلہ کے واسطے فوج بھیجی گئی۔ کھرپو میں بڑا خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخرالامر لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی۔ اسکردو کی فوج نے راستہ روک لیا۔ اور نوسو سپاہی گرفتار کیے۔ سپاہ دشمن بے تعداد تھی جس میں سے نوسو قید ہوے اور پچاس کے قریب فرار ہوے۔ باقی تمام لشکر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور مراد خاں نے قلعہ کھرپو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

"لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس شکست پر بڑا افسوس کیا گیا۔ اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر پر غور کیا گیا۔ آخرکار رائے یہ قرار پائی کہ مراد خاں کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے مراد خاں کے پاس بھیج دیا جائے اور لداخی اسیران جنگ کو اُس سے واپس لیا جائے۔ مراد خاں نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور یعقوب و بابر مع اپنی والدہ کے اُس کے پاس پہونچ گئے۔ تب اُس نے نوسو قیدیان لداخی کو رہا کر دیا۔ یہاں سے واپس ہو کر مراد خاں اسکردو پہونچا۔

بعد فتح کھرپو مراد خاں نے ہلدی اور کھپلو دونوں علاقے اپنے ہمشیرہ زادگان بابر و یعقوب کو سپرد کر دیے۔ کہ یہ ان کی قدیمی میراث تھی۔ حسن خاں اور رحیم خاں دونوں بھائی تھے حسن خان کی وفات کے بعد رحیم خاں نے جبراً قبضہ کر لیا تھا۔ اور حسن خاں کی بیٹوں یعقوب و بابر کو تبت کلاں کی طرف نکال دیا تھا۔ جو گیالپو سے لداخ کے پاس نظربند تھے۔ اپنے باپ کی میراث انھیں ملی تو یہ بہت خوش ہوے اور مراد خاں کو بھی اس سے بڑا اطمینان ہوا اور دشمنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوا۔"

مراد خاں کی مہم سالتنگ کھر عام روایت کے مطابق بابر و یعقوب کو کھور سے کھر پر متمکن کرنے کے بعد شاہ مراد نے حاتم خاں پر چڑھائی کی۔ کھر کو تک فتح کر لیا۔ اب حاتم خاں کو کوئی امید نہ رہی۔ اس لیے امام قلی خاں رئیس

شغر کو درمیان میں ڈال کر مصالحت کرائی- جس کی رو سے شاہ مراد نے آگے بڑھنے کا خیال چھوڑ دیا- اور کونیس کو سانگ کھر سے نکال کر کرس کے ساتھ الحاق کر لیا- علاقہ کرس دبلغار کے درمیان سوکھے پتھروں کی جو سلامی ہے جس کا نام پھونگ نق ہے- حد فاصل درمیان کرس اور سانگ کھر کے قرار پائی- باقی دیہات مفتوحہ شاہ مراد نے حاتم خاں کو واپس کر دیے- یہ انتظام آج تک قائم ہے

آدم خاں کی وفات

اس اثنا میں کشمیر سے قاصد پہونچا کہ آدم خاں نے دنیا سے رحلت کی- اس سے بڑا رنج والم پیدا ہوا- ملک شغر میں امام قلی خاں کے پاس خبر بھیجی کہ جلد پہونچو- وہ فوراً اسکردو میں آیا اور مراد خاں کو تسلی دی مراد خاں نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ مجھے اب ہندوستان جانا چاہیے یا انتظار کرنا چاہیے- امام قلی خاں نے صلاح دی کہ تم کو فوراً حضور شاہنشاہی میں حاضر ہونا چاہیے چنانچہ مراد خاں نے سفر ہندوستان کی تیاری کی- اور چند روز میں شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہو گیا- یہاں اُس کی بڑی عزت ہوئی- اور آدم خاں کا منصب اُسے عطا کیا گیا- واپس ہو کر کشمیر پہونچا- اور چند روز سیر کی غرض سے کشمیر میں ٹھہر گیا- پھر واپس اسکردو کو روانہ ہوا-

حبیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کیساتھ مراد خاں کی بیٹی کا بیاہ

اسکردو پہونچ کر دو تین سال آرام کیا اس اثنا میں حبیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی نسبت اس نے کر دی اور گلگت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کر لیے- وہاں سے مال و دولت بھی اسے بہت حاصل ہوئی- اور اُس کے اقتدار کو بہت ترقی ہوئی-

دو تین سال تک گلگت میں امن وامان رہا- پھر حبیب خاں کے ایک بیٹے نے اپنے ملک میں شور و فساد برپا کیا- اپنے باپ سے اس نے نافرمانی کی اور شاہ رئیس راجہ یاسین کی خدمت میں اُس نے آدمی بھیجا کہ میں تمھاری حمایت میں آتا ہوں- تم اس ملک کے رئیس بن جاؤ- اور میری مدد کرو- میں تمھارے حکم سے کبھی سرتابی نہ کروں گا- باپ کو میری طرف کوئی توجہ نہیں ہے- بھائی نے میری جان لینے پر کمر باندھی ہے- باپ نے

مراد خاں اسکردو کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ میں نے اُس کو روکا تو میرا دشمن ہو گیا۔ اس طرح وہ لسح پیر فرتوت کو یہ سمجھ نہ آئی کہ آخر کار مراد خاں ہم سب کو قید کر لیگا۔ امداد و کرم میری دستگیری کرو۔ کہ دشمن کے ظلم سے نجات پاؤں۔

شاہ رئیس نے اُس پیغام کا یہ جواب دیا کہ ہمت نہ ہارو اور دشمن سے کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں تمھاری کمک کے واسطے لشکر بھیجنے کو تیار ہوں۔ یہ تمھارے دشمن کا انتظام کرونگا۔

حبیب خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس کے ہوش اُڑ گئے۔ مراد خاں کو اس نے لکھا کہ ناخلف نے کام بگاڑ دیا۔ یہ میرے دشمنوں کے ساتھ مل گیا ہے اور میری مخالفت پر آمادہ ہے۔ اگر تم نے لشکر بھیجنے میں دیر کی تو کام تمام ہو جائیگا۔ اپنے باغ کو بادِ خزاں سے بچاؤ۔ تمھارے لشکر کے انتظار میں چشم براہ ہوں۔

مراد خاں کو یہ اطلاع پہونچی تو اُس نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ گلگت میں فساد برپا ہو گیا ہے۔ دشمن میرے داماد کے درپے آزار ہے۔ اگر ہمارا لشکر اُس کی کمک میں نہ گیا تو تمام ملک گلگت دشمن کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ تم فکر نہ کرو میں تمھاری خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لشکر میرے ساتھ کر دو میں فوراً جاتا ہوں اور دشمن کا راستہ روکتا ہوں۔

مرادخاں کی مہم گلگت اور قلعہ نومل کی تسخیر!

مراد خاں نے یہ بات سُنی تو اُٹھکر امام قلی خاں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تمام لشکر مع اپنے بھائیوں کے اُس کے حوالہ کر دیا۔ امام قلی خاں اُس لشکر کے ساتھ گلگت کو روانہ ہوا اس سرحد ملک کا راستہ نہایت تنگ ہے۔ پہاڑ اور پتھر کے سوا زمین نظر نہیں آتی ہے اہل گلگت بھی مہذب نہیں ہیں۔ اسلام اور درست رسم و رواج کے پابند نہیں ہیں۔ مسافر کے قتل کرنے میں انھیں ذرا تامل نہیں ہوتا۔ انھوں نے بیشمار مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ ان کافروں کی ہلاکت کی غرض سے لشکر اسکردو سے روانہ ہوا۔

اسکردو سے چل کر بیس روز بعد یہ لشکر حبیب خاں کے ملک میں داخل ہوا۔ حبیب خاں پیشوائی کے لیے باہر نکلا۔ اور اپنے ساتھ امام قلی خاں کو محل میں لے گیا بہت بڑی ضیافت دی پھر نومل کو روانہ ہوئے۔ قلعہ نومل کا سردار اس جمعیت کو

دیکھکر سخت متحیر ہوا کہ اس لشکر کے مقابلہ میں میں کیا کروں گا۔ اُس کا وزیر بیٹا اور دوست احباب اس کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اندیشہ نہ کرو۔ جب تک تن میں جان باقی ہے مقابلہ کریں گے۔ اس طرف سے حملہ کی تیاری ہوئی اور بہادران جنگ آزما نے کہا کہ دشمن کا سر اس طرح کاٹ دیں گے جیسے کوئی کدو کاٹتا ہے۔ اس دن ایسی لڑائی ہوئی۔ کہ میدان کارزار خون سے لال ہوگیا۔ لیکن دشمن کو شکست نہ ہوئی اور دونوں طرف پلہ برابر رہا۔ چار ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ دونوں طرف بہت کشت و خون ہوا۔ مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخرکار قلعہ میں قحط نمودار ہوا۔ اور خوراک کی تکلیف شروع ہوئی۔ اس سے فوج قلعہ گیر عاجز ہوگئی۔ اُس نے امام قلی کے پاس پیغام بھیجا کہ اب خطا معاف کرو۔ اگر یہ قسم کھاؤ تو میں تمھارے پاس حاضر ہوتا ہوں۔

امام قلی خاں نے مراد خاں کو لکھا کہ دشمن قسم کے اوپر اطاعت قبول کرتا ہے جو کچھ حکم ہو اُس سے مطلع کیا جائے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ قسم سے اس بدخواہ کو زیر کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے سامنے حاضر ہو۔ اور اخلاص کا اقرار کرے اگر میں اس کا ملک واپس نہ دیدوں تو مسلمان نہ ہونگا۔

اس پر امام قلی خاں نے قسم کھائی۔ اور دشمن کو اپنے ہاتھ میں لایا۔ اور فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتا ہوا ملک اسکردو میں واپس پہونچا۔ مراد خاں راہ میں اس سے ملا۔ اور بڑی خوشی منائی گئی مگر بعد میں اس نوجوان کو مراد خاں نے قید کر دیا۔ اور کلام خدا کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ امام قلی خاں کو اس گناہ کبیرہ کی خبر پہونچی تو اُس نے اپنے خالو سے کہا کہ تم نے اپنے ایمان کو دھبہ لگایا۔ اگر اس سے توبہ نہ کروگے تو خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگے مراد خاں نے اس نصیحت پر کان نہ دیا۔ اور امام قلی خاں آزردہ ہو کر شغر کو چلا گیا۔ مراد خاں نے جس قدر قسمیں کھائی تھیں۔ سب کو توڑ دیا۔ جس سے لوگ اس سے بہت آزردہ ہوئے۔

مراد خاں کے داماد کا قتل ہونا اور اس کی دوسری مہم گلگت

بعد ازاں دو تین سال تک امن و امان رہا پھر گلگت سے خبر آئی۔ کہ مراد خاں کا داماد قتل ہوا کافر بد لقب اکی خاں نے تلوار ماری ہے اور اس

نوجوان کا سر تن سے جدا کیا۔ عیب خاں بھی فوت ہوا۔ اور تمام ملک میں فساد برپا ہو گیا اس خبر سے مراد خاں کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ اپنے سرداروں اور امیروں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے دلیروں نے یک دل ویک زبان ہو کر عرض کی کہ دشمن کو مسخر کرنا چاہیے۔ اور اور اس میں ذرا بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ امام قلی خاں سے مدد لی جائے۔

"مراد خاں کو یہ مصلحت پسند آئی۔ اور امام قلی خاں سے مدد کی درخواست کی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے لشکر بھیج دیا ہے وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے کافی ہوگا۔ اس سے پیشتر میں نے تمھاری امداد میں سخت تکالیف اٹھائی ہیں آئندہ اس مسکین کو تکلیف نہ دی جائے۔

مراد خاں نے یہ پیغام سُنا تو نہ دن کو اُسے آرام آیا اور نہ رات کو نیند آئی۔ ہم تینوں نے کہا کہ تم اپنے اقرار پر قائم نہیں رہتے ہو فلاں فلاں اشخاص کے سامنے تم نے قسم کھائی پھر بھی اس نوجوان کو قید کر دیا۔ اس سے امام قلی خاں کو رنج پہونچا۔ اور اتحاد میں فرق آیا یہ سُن کر اسے سخت ندامت ہوئی۔ مگر بذات خود لشکر کشی کے لیے تیار ہو گیا۔

"امیر خاں۔ شیر خاں اور دیگر پہلوانوں کو ساتھ لیا۔ اور لشکر لے کر سرحد گلگت کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی اطراف ہی میں تھا۔ کہ اکی خاں اپنے ملک سے باہر نکلا اور لومڑی کی طرح ایک غار میں بیٹھ گیا۔ اور راستہ روک دیا۔ ایک ماہ تک وہ اس غار میں آزاد رہا۔ آخر کار پہلوانان تبت اُس کے منھ پر پہونچے اور آگ جلائی اور نکاس روک کر بیٹھ گئے غار کے اندر جب گرمی ناقابل برداشت ہو گئی تو اکی خاں نے پہلوانوں سے امان کی درخواست کی۔ انھوں نے آگ دور کر دی ہے اور اس شوم بخت کو پکڑ لیا۔ اور مراد خاں کے حضور میں حاضر کیا۔ اُسے اس کامیابی سے نہایت خوشی ہوئی۔

مراد خاں نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو بطور اپنے نائب کے مقرر کر دیا اور خود اسکردو میں چلا آیا۔

دوبارہ گلگت سے خبر آئی کہ بوتہ نے فساد برپا کیا ہے چلیس خاں اور ہر تم نے اتحاد کر لیا ہے اور دونوں متفق ہو کر مراد خاں کے خلاف آمادۂ جنگ ہیں۔ مراد خاں نے یہ حال سُنا تو پھر شغر میں قاصد بھیجا کہ گلگت پھر ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اپنے خالو پر کرم کرو اور اس ذلت سے بچاؤ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ مجھ میں اب اتنی طاقت باقی نہیں ہے

کہ وہ قاف پر جا سکوں اور علاوہ ازیں والیِ کاشغر کی بہن میرے ملک میں آئی ہوئی ہے اُس کے ساتھ ایک لمبا قافلہ ہے اور اپنے وطن کو جلد واپس جانا چاہتی ہے۔ میرے نام شاہ کاشغر کا فرمان پہونچا ہے کہ ان اشخاص کو جلد روانہ کردوں۔ اس لیے امیر خاں کو فوج کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ وہ تمھارے دشمن کا انتظام کردیگا۔

یہ جواب سن کر مراد خاں کا دل بہت تنگ ہوا اُس نے واپس پیغام بھیجا کہ اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو مجھے معافی دی جاے۔ امیر خاں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے میری آرزو یہ ہے کہ آپ خود تشریف لائیں۔ اور اگر تمام لشکر روانہ کردیا جاے تو آپکے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ پیغام سن کر امام قلی خاں کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے کہا کہ مراد خاں کو میرے ساتھ کیا کام ہے کہ وہ میرا منتظر ہے۔ امانت میں خیانت کرنے کا وہ عادی ہے۔ قسم کھانا اُس کے نزدیک مٹھائی کھانے کے برابر ہے جسے خدا کا ڈر نہ ہوا اُس سے ڈرنا چاہیے۔ مجھے اُس کے ساتھ کوئی رغبت نہیں ہے مجلس میں زیادہ اُسکا نام بھی نہ لونگا

مراد خاں نے یہ جواب سنا تو نہایت شرمندہ ہوا۔ مگر ارادہ کا پکا تھا۔ اپنا لشکر لے کر سرحد گلگت کو روانہ ہوگیا۔ جب وہ گلگت میں پہونچا تو جلیس خاں اور بوتہ دونوں بھاگنے پر تیار ہوے۔ مراد خاں کے خوف سے ازدواز میں چند روز ٹھہرے پھر وہاں سے فرار ہوگئے۔ اس ملک کو بدخواہوں سے پاک وصاف کرکے مراد خاں نے سفر واپسی کی تیاری کی اور چند روز میں اسکردو پہونچ گیا۔

اُس کے واپس آنے کے بعد پھر بوتہ نے حملہ کیا اور گلگت پر قابض ہوگیا۔

مراد خاں کا امام قلی خاں کو دھمکانا اور اُس کا دندان شکن جواب

مراد خاں گلگت سے واپس پہونچا تو اُس نے شگر میں قاصد بھیجا کہ تم نے میرے حکم سے کیوں بے پروائی کی۔ تم میرے لشکر سے نہیں ڈرتے ہو اور میری تیغ خونریز کا خوف تمھارے دل پر نہیں ہے۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے اور ملک عزیز ہے تو تمام حاصل ملک ہمارے سامنے پیش کرو اور رعیت کو ہماری خدمت کے لئے بھیجو تمھاری خلاں سرحد ہماری سرحد ہے اگر اس میں کوئی مداخلت ہوئی تو

تم قصوروار ہوگے۔ جس جگہ ہم کو تمھاری ضرورت ہو تمھیں ہمراہ رہنا چاہئے۔ میرے حکم سے منھ پھیرنا تمھارے واسطے اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ تم میری تلوار سے بچ نہیں سکتے ہو فوراً دربار اسکردو میں حاضر ہو جاؤ اور میری تعظیم سے سرافرازی حاصل کرو۔ اگر یہ شرائط قبول ہوں تو اپنے آدمی کے ہاتھ میں خلعت بھیجنے کو تیار ہوں۔ اور اگر ان میں سے کسی شرط میں خلل آیا تو تمھاری خیر نہیں ہے میں آکر تمھارے ملک کو ویران کردوں گا۔ اور تمھارے تمام دوستوں کو قید خانہ میں بھیج دوں گا۔ تم جانتے ہو کھپلو اور پوریگ میرے تابع فرمان ہیں اور گلگت اور رندو خود میرا ملک ہے۔ شاہ دگد اسب میرے سامنے سر جھکاتے ہیں تم نے دیکھا ہم کس طرح گلگت پہونچے اور دشمن کو ہم نے تہہ و بالا کردیا۔ تم نے بھی اگر ہم سے سرتابی کی تو تمھاری طرف سے رنج کے سوا اور کچھ تم کو نصیب نہ ہوگا۔

امام قلی خاں نے یہ خط پڑھا تو غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور یہ جواب دیا کہ تم ایسے بے ادب کیوں ہو گئے ہو۔ تم کو اپنے سابقہ حالات کی یاد نہیں ہے جب کہ خاک تمھارا فرش ہوتی تھی اور پتھر تمھارے سر کے نیچے ہوا کرتا تھا تبت کلاں کے قید خانہ کی تم ہوا کھاتے تھے اور خدا کے بجائے بت کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ میں نے تم کو اس قید سے نجات دلائی۔ اور میری سرکار سے تم کو وظیفہ ملتا رہا۔ میری بدولت تم کو یہ تمام عزت حاصل ہوئی ورنہ اب تک قید خانہ میں تم سڑ گئے ہوتے۔ اپنی قدر تم کو پہچاننی چاہئے اور اپنے خداوند کے ساتھ ناموزوں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ کھپلو اور پوریگ پر تم کو میری تلوار کے بدولت اقتدار حاصل ہوا ہے۔ اور ملک کرتخشہ و رندو بھی میرے زور بازو کے طفیل تمھارے قبضہ میں آیا ہے۔ ملک بروشال و گلگت بھی میں نے اپنی تلوار سے فتح کیا اور تم کو حوالہ کردیا۔ اب جب کہ تمام اطراف تسخیر ہو گئے تمھارے واسطے یہی ایک تدبیر باقی رہ گئی تھی کہ میرے اوپر حملہ کا قصد کرتے۔ دنیا میں نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا مزاج دیو کی خصلت پر ہے کہ اپنے یگانوں پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہو۔ تمھاری تلوار کا مجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے تم کو بھی میری تلوار کا حال معلوم ہے اگر تم میرے ملک پر لشکر کشی کرو تو میرے بہادروں کے ساتھ لڑنا تمھارے لیے باعث شرم ہے۔ امرائے ہندوستان کو معلوم ہے کہ میں خاص شاہجہاں کا بندہ ہوں۔ تم کو میرے

ملک پر کوئی قدرت حاصل نہیں ہے کہ تم میرے اوپر تلوار نکالو۔ میں کبھی تمھارا تابع یا مطیع نہیں رہا ہوں۔ نہ تمھاری طرح کسی کے سامنے ناک رگڑی ہے۔

مُراد خاں نے اس خط کو پڑھا تو عرق ندامت میں غرق ہوگیا ہم نشینوں نے چہرے سے دل کا حال معلوم کر لیا۔ اور بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا کہ امام قلی خاں کو نقصان پہونچانے پر آمادہ ہوگئے۔ عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھا اس نے تمھارے واسطے حد سے زیادہ رنج اور محنت برداشت کی ہے اور تمھارے دشمنوں کی مدافعت میں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ امام قلی خاں کو دوسروں کی طرح خیال نہ کرنا جن کے اوپر تم فتوحات حاصل کرتے رہے ہو۔ اُس کے تعلقات براہ راست شاہجہاں شاہنشاہ ہند کے ساتھ ہیں۔ اگر تم نے اس کے ملک میں قدم رکھا تو معاملہ شاہجہاں تک پہونچیگا۔ اس میں تمھارا سراسر نقصان ہے اب ایسی مصلحت کرنی چاہیے جس سے دشمن خراب ہو۔ مراد خاں نے پوچھا وہ مصلحت کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر تم کشمیر چلے جاؤ تو معاملہ درست ہو جائیگا۔ صوبہ کشمیر کے پاس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہنشاہ ہند کے کام میں امام قلی خاں ہمارا شریک نہیں ہوا۔ اس نے فرمان شاہی سے سرتابی کی ہے اور باغی ہو گیا ہے۔ جب تم نواب سے یہ کہو گے تو تمھارے دشمن کے دل میں خود بخود خوف پیدا ہوگا اور بات بنی رہیگی۔ ورنہ اس کے ساتھ جنگ کرنا سخت غلطی ہے۔

مراد خاں کا امام قلی خاں کے خلاف صوبہ کشمیر سے شکایت کرنا

اس زمانہ میں نواب سیف خاں صوبہ کشمیر تھا۔ مراد خاں نے تمام حال اُس کو سنایا اور کہا کہ امام قلی خاں کے باپ دادا میرے تابع رہے ہیں۔ اب اُس کو میرے ذریعے عزت ملی ہے۔ الٹا میرے ساتھ جنگ کا خیال رکھتا ہے۔

صوبہ کشمیر نے امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے ساتھ ہمیں کچھ سوال و جواب کرنے ہیں تم غور سے سُنو مراد خاں نے ہمارے پاس حاضر ہو کر تمھاری نسبت یہ شکایت کی ہے کہ تم اُس کے ساتھ گلگت نہیں گئے۔ اور بجائے امداد کے اس کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالتے رہے سو گلگت میں ایک بدخواہ کی تسخیر کی غرض سے گیا تھا۔ ورنہ وہ کہتا ہے کہ گلگت کے ساتھ اسے کچھ غرض و واسطہ نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ مراد خاں کہتا ہے کہ تمھارے بزرگ واجداد مراد خاں کے اجداد کے تابع رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تم خود بھی مراد خاں کے دربار میں خدمات انجام دیتے رہے اب تم اس کے حکم سے باہر ہو گئے ہو۔

ان وجوہات سے مراد خاں چاہتا ہے کہ اُسے اجازت دی جائے کہ وہ تم کو ٹھیک کرے ہم نے اُس کو یہ جواب دیا ہے کہ امام قلی خاں سے اُس کو پیش کش کی توقع رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ شاہجہاں کا تابع ہے۔ وہ ہم کو تحفہ بھیجتا ہے۔ تم کو اس سے تحفہ کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ البتہ شاہنشاہ ہند کی خدمت میں اگر سستی کرے تو اُسکا گناہ ہے۔ ہمارے سوالات کا جواب جلد بھیجو دیر نہ ہو۔

امام قلی خاں نے نواب کو عریضہ لکھا کہ میرے بزرگ مراد خاں کے اجداد کے کبھی تابع فرمان نہیں رہے ہیں۔ اُس کو میری سرحد کے اندر کیا سروکار ہے۔ میں نے صرف بلحاظ رشتہ داری اور ذاتی دوستی کے اُس نامراد کی رفاقت کی۔ میرے اقبال سے وہ صاحب ملک ہوا ورنہ لوگ اُس کو کیا جانتے تھے۔ میں اُسے اور اُس کے تمام خورد و کلاں کو تبت کی قید سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میرے زور بازو سے اُس کو دشمنوں پر فتوحات حاصل ہوئیں۔ ہمیشہ وہ میرا دست نگر رہا ہے۔ اور مجھ سے کمک مانگتا رہا ہے اب جبکہ ہر طرف سے فتنہ و فساد رفع ہو گیا تو یہ بدمست مجھے مستی دکھلانا چاہتا ہے۔

"میں واقعی اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا۔ کیونکہ اُس کا کام نہایت خراب ہے حبیب خاں جو اُس کا خویش بھی تھا اور دوست بھی اس سے بے حساب زر و جواہر وصول کیے۔ اگر گلگت شاہنشاہ ہند کی حمایت میں ہے تو جو کچھ اُس نے وصول کیا ہو وہ کیوں پیش نہیں کیا۔ اس مال و زر کو اگر وہ شاہنشاہ کی نذر کر دیتا تو واقعی میں قصوروار تھا کہ اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا تمام مال اسباب اور نقد و جنس جو کچھ اُس کے ہاتھ آیا خود ہضم کر گیا۔ اب گناہگار اپنی خود غرضی کی بنا پر اس کام کو شاہنشاہ ہند کی طرف منسوب کرتا ہے۔

نواب کو اصلیت معلوم ہوئی تو مراد خاں کا حساب کتاب اُسے بھول گیا۔ اُسے اپنے حضور میں بلایا۔ اور کہا کہ تم میرے پاس کیوں جھوٹ بولے اور کیوں لوگوں کے گھروں میں

تم نے مداخلت کی گفتگت سے تم شاہنشاہ ہند کی ندلائے ہو۔ اس میں تمھاری خطا کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر شخص کو اپنی حکومت کا زور دکھلاتے ہو اور بیہودہ باتیں کرتے ہو قسم کھاؤ کہ آیندہ امام قلی خاں کے ساتھ بدی نہ کروگے۔ اور اگر تم نے اُس کے ایک بال کو نقصان پہونچایا یا تندی کے ساتھ اُس کی طرف نظر کی تو میری تلوار سے تم کو امان دلیگا۔ ایسا لشکر بے حساب بھیجوں گا کہ تمھارے ملک کی خاک کو دریا میں بہا دیوے اور تمھارے قلعہ کو اٹھاکر آسمان پر پھینک دے۔

"مراد خان نے ڈر کر قسم کھائی کہ حضور کے حکم پر دل وجان سے قائم رہونگا۔ اور نواب سے اجازت لے کر اسکردو کو واپس ہوا۔

نواب نے دوبارہ امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے خالو کو میں نے قسم دی ہے کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچاوے اگر اُس نے اس قسم کے خلاف کیا تو نقصان اور رنج اٹھائیگا

مراد خاں کا فوت ہونا

مراد خان جب اپنے ملک میں پہونچا تو اُس نے اپنی سابقہ روش پھر اختیار کرلی اور امام قلی خاں سے پھر اپنا مطلب نکالنا چاہا۔ یہ گفتگو چند سال تک جاری رہی کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بیماری میں مبتلا ہوا اور دو تین ماہ تکلیف اُٹھانے کے بعد فوت ہوا۔

علی شاہ کی بیوفائی

مراد خاں نے مرتے وقت دنیا کے دستور کے مطابق اپنے بیٹوں کو علی شاہ کے سپرد کیا کہ بیٹوں کی پرورش کرو جب بلوغت کو پہونچیں تو حکومت اُن کے سپرد کردو۔ علی شاہ نے از روے مکر وفریب اس حکم پر عمل نہ کیا۔ اور خفیہ شیر شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو ہمارے حال کی کچھ خبر ہے۔ ہمارے باغ میں خزاں آگئی اور سرو کو موت کے جھونکے نے گرادیا۔ اگرچہ اُس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں سربراہی کے فرائض انجام دوں۔ مگر مجھے اس کام کا حوصلہ نہیں ہے۔ تاج شاہی تمھارے سر پر زیب دیتا ہے۔ اگرچہ تم عمر میں مجھ سے چھوٹے ہو مگر عقل وفکر میں میرے بزرگ ہو۔ محمد رفیع تمھاری دامادی کی وجہ سے بیشتر سے تمھارا غلام ہے۔ تم جانو اور یہ قلعہ اور ان تینوں چھوٹے لڑکوں سے لینا اور دینا۔ تمھاری خوشی ہے چاہے ان کے حق میں رعایت کرو یا امانت میں خیانت کرو تم کو دنیاوی عزت ودولت حاصل ہے۔ لیکن بروز قیامت سخت مشکل پیش آئیگی۔

علی شاہ کے اشارہ کو شیر خاں نے سمجھ لیا۔ اور خوشی اور فکر مندی سے اس درجہ متاثر ہوا کہ اس کے اوپر ایک عالم سکتہ طاری ہو گیا۔ چہرے کی بشاشت کلیتہً جاتی رہی حسرت نے اُسکو اتنا رُلایا کہ اُسکی آنکھیں عینک کی طرح خشک ہو گئیں۔ پھر اُس نے اپنے وزیروں کو بلایا کہ اپنے دل کا بھید اُنھیں سنائے اور ان کے مشورہ سے فائدہ اُٹھائے۔ حسن تلی اور قاسم جیسے پختہ کار اور جاندیدہ تین چار اشخاص اُس کے پاس آئے۔ شیر خاں نے اُس واقعہ دل سوز کا اظہار کیا تو اُنھیں بہت رنج و ملال ہوا پہلے رنج والم کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر خوش آیند امیدوں کا بھید کھولا۔ انھوں نے دل سے دعا و ثنا کہی کہ تم کو دولت و سلطنت سے کبھی جدائی نہ ہو۔ تخت و اقبال نے تمھاری موافقت کی ہے اور خوشی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اب تم کو اس ملک کرتخشہ سے جو قبر کی طرح تنگ ہے نکلنا چاہیے۔ جب تم اقلیم اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔ تو ہماری دعا ہے کہ تمھارا ساغر شراب سے کبھی خالی نہ رہے۔ ایسا ملک آباد اور شہر عظیم خدا نے دیا ہے تم کو چاہیے کہ ویرانہ گرد ایسا نہ ہو کہ کوئی اور پہونچ جائے۔ جب قلعہ پر تمھارا تسلط ہو جائے تو تمھیں لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ سلوک پیدا کرو کہ کسی کو مخالفت کا خیال نہ ہو۔ جس وقت عنان حکومت تمھارے ہاتھ میں آجائے اور تمھارے قدم پوری طرح جم جائیں پھر سختی سے کام لینا چاہیے۔ محمد رفیع تمھارا داماد ہے۔ امید نہیں کہ تمھارے حکم سے سر تابی کرے لیکن اگر وہ تمھاری مرضی کے خلاف اپنا کوئی مقصد ظاہر کرے تو مجبوری ہے کہ اُس نے قضا پر رضامندی ظاہر کی۔ رضی خاں اور دولت خاں کم عمر ہیں ان کے اوپر دست درازی نہیں کرنی چاہیے۔

شیر خاں کا حملہ اسکردو بہ بہانہ تعزیت شیر خاں نے اپنے وزیروں سے یہ مصلحت سنی تو اس کو بڑا سہارا ہوا اور فکر و تردد جاتا رہا۔ لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے دن کرتخشہ سے اسکردو کی طرف باد خزاں کی طرح روانہ ہو گیا۔ جب سرحد اسکردو پر پہونچا تو پھر اُس کو فکر پیدا ہوئی کہ آل کار کیا ہو گا۔ آیا یہ لوگ دوستی سے پیش آئیں گے یا دشمنی سے۔ اسی فکر و تردد میں وہ قلعہ کے نیچے تک پہونچ گیا قلعہ کے اندر سے چھوٹے اور بڑے باہر نکلے۔ اور گریہ وزاری کی صدا بلند کی یہ حال دیکھکر

معرکه جنگ درمیان راجه شیر خان اسکردو
و راجه امام قلي خان شغر

شیر خاں نے بھی باوجود اس کے کہ دل میں بجائے محبت کے کینہ بھرا ہوا تھا۔ رنج کا اظہار کیا۔ اور رونی صورت بنائی۔ اس بھیس میں وہ قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اُس نے اپنے دلی کینہ کو ظاہری خلق اور شیریں زبانی کے لباس میں ایسی کامیابی کے ساتھ چھپایا کہ لوگوں کو اصلیت کی طرف خیال تک نہ ہونے دیا۔ اُس کی نیکی کا آوازہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ اور سب طرف اُس کی مدح و ثنا ہونے لگی۔ جب اُس کا مطلب سیدھا ہو گیا تو اُس نے اپنا جامہ بدلا۔ اور دن کو رات کر دکھایا۔ محمد بیگ وغیرہ خیر خواہان مراد خاں مرحوم کو قید کر دیا۔ اور بہت لوگوں کو نکال دیا جو شغر میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

شیر خاں کی مہم شغر

الغرض جب شیر خاں سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا تو اُس نے اپنے بھائی کے طریق کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور حملہ شغر کی تیاری کی جو کچھ اُس نے قسمیں کھائی تھیں وہ سب بھول گیا۔ اور مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کرتخشہ پوریگ کھپلو۔ بروشال۔ گلگت وکھرپو کی اطراف سے اُس نے دس ہزار کے قریب لشکر جمع کیا۔ اور اسکردو سے روانہ ہوا۔

دوسری طرف سے امام قلی خاں بھی شیر نر کی طرح لشکر لے کر نکلا اور حکم دیا کہ اس بدبخت پر پیش دستی نہ کی جائے۔ شیر خاں نے خدا اور رسول سے منکر ہو کر اور قسموں کو فراموش کر کے جنگ کا آغاز کیا۔ دوسری طرف سے بھی جوانان لشکر شکن نکلے اور ہاتھ بڑھائے خصوصاً حسن میر نے اسکردو والوں کی گرد نکالی۔ لونتو پہ تقی نے آدمیوں کے خون سے میدان کارزار کو لال کر دیا۔ غوطہ نے کدو کی طرح دشمن کے سر کاٹنے شروع کئے۔ دتول۔ حسن تھانک۔ محمد۔ اور قاسم۔ میرز خور ملک۔ نقیو حسن محمد۔ جرباکلو وغیرہ نے قتل وخون کا وہ بازار گرم کیا کہ لشکر دشمن میں تہلکہ مچ گیا۔ قلماقی غلاماں قرغز نے ایک ایک وار میں دو دو کو مارنا شروع کیا۔ فریدوں۔ لاچن۔ جرپلا۔ شیر بارک۔ بادشاہ قلی۔ ترمتا۔ جم قلی۔ اور خان بہادر گرگ درندہ کی طرح میدان جنگ میں اُترے۔ اور شمشاد۔ فولاد اور فرہاد دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنے لگے۔ ایسی لڑائی ہوئی کہ خون کی ندی بہنے لگی۔ بہادران شغر نے اپنے زور بازو سے فوج اسکردو کو شکست دی۔ اور شیر خاں کا لشکر لومڑی کی طرح شیران شغر کے سامنے سے ہٹا۔ اور تعاقب کرنے والوں

کی تلوار کے مقابلہ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ الغرض یہ دس ہزار فوج شاہ شغر کے ڈر سے واپس ہوئی۔ مگر اس شکست سے جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

جب رات ہوگئی اور عالم روزگار پر تاریکی مسلط ہوئی بہادران شغر میدان جنگ سے آرام گاہ کی طرف واپس آئے۔ دوسرے دن جب سورج نکلا پھر جنگ کا سامان تیار ہوا۔ فوج اسکردو تلوار و تفنگ لیے ہوئے سامنے آئی۔ بہادران شغر دشمن کا راستہ روکنے کی غرض سے پہاڑی کے اوپر چڑھ گئے۔ اور دیہات میں لوٹ مار شروع کردی۔ گاؤں کے لوگوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ لشکر جب پہاڑ کے اوپر سے اُترا تو سب نے افسوس کیا کہ دشمن ہاتھ سے نکل گیا۔ امام قلی خاں کی ہمت دشمن کی تدبیر سے پست ہوئی۔ بہادران فوج نے اُس کو تسلی دی کہ افسوس کس بات کا ہے پھر کوشش کریں گے اور آج رات کو شب خوں ماریں گے۔ رات کو ایسا سخت حملہ فوج اسکردو پر کیا کہ مردوں کے پشتے بندھ گئے مگر بدستور سابق پلہ شیر خاں ہی کا بھاری رہا۔ اور ملک شغر میں اُس کی ترقی جاری رہی۔

"شیر خاں کے تعلقات امام قلی خاں کے ساتھ جب زیادہ کشیدہ ہونے لگے۔ تو امام قلی خاں کے مدبران ملک نے یہ صلاح دی کہ امیر خاں کو کرس میں بھیج دیا جائے کہ وہ اپنے ملک سے واقف ہے۔ اگر سردار کھپلو فوج لے کر آجائے تو امیر خان اُسکو روکے گا۔ راجہ کو یہ مصلحت پسند آئی اور اُس نے امیر خاں کو کرس بھیجدیا۔ اُس نے کرس پر اپنا قبضہ جمایا۔ اور دشمن کا راستہ روک دیا۔

امیر خاں کا بابر کو شکست دیکر کرس سے واپس کرنا اسے وہاں زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بابر فوج لیکر سرحد کرس پر نمودار ہوا۔ امیر خاں نے تلوار تفنگ سے اُس کا خیر مقدم کیا۔ اور اُس کے بہادران فوج میں سے ایک سو بیس آدمیوں کو قید کرلیا۔ اس ذلت سے بابر بہت دل تنگ ہوا۔ اس نے کہا کہ شکست کی چنداں پروا نہیں ہے۔ مگر اپنے بہادران جنگ کا دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ جانا مردانگی کے بالکل خلاف ہے۔ اُس کے وزیروں نے سمجھایا کہ قیدیوں کی کیا فکر کرتے ہو تم اپنی جان کی خیر مناؤ اگر تم نے یہاں سے نکلنے میں دیر کی تو اندیشہ ہے کہ تم بھی امیر خاں

کے جال میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ بابر نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ امیر خان کے ہاتھ سے عاجز ہو گیا
ہوں اُس نے میرے تمام لشکر کو کاٹ دیا۔ اب نہ جنگ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا
راستہ ہے اگر تم کمک میں لشکر بھیجو تو نجات ہو سکتی ہے ۔

شیر خاں نے فوراً اُس کی کمک میں لشکر بھیجا۔ اس طرح بابر کا راستہ کھلا اور وہ اپنے
ملک کو واپس ہوا۔

اس اثنا میں امیر خاں کے پاس شغر سے اطلاع پہنچی کہ شیر خاں نے حملہ کر دیا ہے
اور کوتھنگ میں آکر اُس نے ڈیرے ڈال دیے ہیں دیکھیے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ امیر خاں یارکن
سے نکلا۔ جب سرحد شغر پر پہونچا تو دیکھا کہ کوتھنگ میں بیشمار لشکر پڑا ہوا ہے اور تمام دامن کوہ
کو اُس نے روکا ہے۔ امیر خاں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنا راستہ کاٹتا
ہوا لڑتا بھڑتا نکل جائے۔ اُس نے خوف و خطر کو اپنے دل سے دور کیا اور تلوار ہاتھ میں لیکر
دشمن کو کاٹتا ہوا اُس کے لشکر کے درمیان سے نکل گیا۔ اور راجۂ شغر کی خدمت میں حاضر ہو گیا

شیر خاں آبادی میں پہونچا تو دو تین روز وہاں ٹھہرا اس عرصہ میں ملک کو درختوں سے صاف
کر دیا۔ اور اس سبزہ زار کو کف دست میدان بنا دیا۔ چوتھے روز بون پیہ میں لشکر لے کر وارد
ہوا۔ دلیران شغر کو بھی اس کی خبر ہوئی اور مقابلہ کے لیے تیار ہوے۔ سر راہ انھوں نے
اس لشکر کو جا دبایا۔ اور بے اندازہ کشت و خون کیا۔ رات پڑی تو میدان کارزار سست ہوا
رات کے وقت شیر خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہمارا تمام لشکر خراب
خستہ ہو گیا ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام ہے۔ لوگوں نے صلاح دی کہ اگر قلعہ
تعمیر کر لیا جاے تو کم از کم شب خون کا خطرہ رفع ہو جائیگا اور آخر کار دشمن پر غلبہ حاصل کریں گے
اس مصلحت سے شیر خاں نے قلعہ بون پیہ کی بنیاد رکھی۔ آبادی دیہہ کو برباد کر کے بیس
روز کے اندر فوج نے قلعہ تیار کر دیا۔ شغر کے لوگوں نے امام قلی خاں کے پاس یہ ماجرا بیان
کیا۔ اور کہا کہ اگر قلعہ تیار ہو گیا تو دشمن کا ملک سے نکالنا مشکل ہو جائیگا۔ اس نے اپنے آدمیوں
کو سمجھایا کہ اس وقت مقابلہ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے
جنگ سے کشت و خون کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سر دست خدا پر توکل رکھو اور اپنی
بنیاد مستحکم کرو جس وقت موقع ہو پھر کوشش کرنی چاہیے۔ آخر کار ہم کو فتح ہوگی۔ اور دشمن

کو ذلیل ہو کر پسپا ہونا پڑے گا۔

جب قلعہ تیار ہو گیا تو فوج اسکردو نے بڑی خوشی منائی کہ ہم کو خدا نے اس ملک میں فتحمند کیا۔ اب دشمن کا کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اطراف کو چند روز میں زیر کر لیں گے۔ شیر خاں اپنی فوج لے کر قلعہ یون ہیہ میں داخل ہوا۔ ملک شغر کے بہادران بھی جنگ کے واسطے نکلے۔ حسین میر۔ جوچلا۔ بادشاہ قلی۔ محمد حسین۔ بہادر تقی۔ قزل خاں۔ حاتم جان توڑ کر لڑے غوطہ۔ کلچو۔ ناجو۔ وتول حسن۔ نور احمد۔ رحیم اور جلبی اس طرح اس فوج پر گرے جیسے کہ شیر بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ہور پا نقیبو اور ہندر پا نے بھی دشمن کو ملک عدم میں پہونچایا۔ گل ملک نر پا نے بھی دشمن کا مغز نکالا۔ سوکا پا نے تیر و تفنگ سے دشمن کو گرایا سنی پا نے اپنی شمشیر زنی کے کرتب دکھلائے۔ غرضکہ جملہ بہادران نے جوانمردی دکھلائی اور فرار کی راہ بند کر دی۔ روندو کے لوگوں میں سے بہت آدمی پکڑے گئے۔ ان کا سر تلوار سے اُڑا دیا گیا۔ شیر خاں کو اپنے بہادروں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنا گریبان چاک کیا۔ اور حکم دیا کہ پورا بدلہ لیا جاوے۔ لشکر نے پھر ہجوم کیا ان میں سے ایک شیر ببر کی طرح فولادی خود سر پر رکھے ریشمی زرہ بکتر بدن پر پہنے مرصع تلوار کمر سے باندھے کمر میں ترکش لگائے اور ہاتھ میں کمان لیے ہوئے۔ بادرفتار گھوڑے پر سوار سب سے آگے نکلا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمام لشکر شغر کو زیر و زبر کر دیگا۔ ایک گولی اسے لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس کا تمام اسباب امام قلی خاں کے سامنے پیش کیا گیا۔ گولی کی ایسی تیز بوچھاڑ دشمن پر ہوئی کہ فوج عاجز آگئی اور آرام گاہ کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور ہوئی۔ شیر خاں نے یہ سستی دیکھکر امام قلی کو روانہ کیا۔ کہ لشکر کو ہمت دلا کر قائم رکھے اُس نے اپنی طرف سے بہت جد و جہد کی لیکن بہادران شغر نے اُن کے پاؤں جمنے نہ دیے۔ بہادران شغر اپنی فتح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان سے واپس ہوئے۔ اور قیدیوں کو باندھکر اپنے ساتھ لائے۔

دوسرے دن شیر خاں کے آدمیوں نے اپنے مردوں کو میدان جنگ سے اٹھایا اور بہت گریہ و زاری کی۔ شیر خاں یہ حال دیکھکر خود بھی آہ و بکا میں شریک ہوا لوگوں نے کہا کہ تمھارے ساتھ یہ ماجرا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اس مقابلہ میں ہماری تمام

فوج کٹ گئی ہے۔ اس قوم کو بندوق اور تلوار کا کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ ان میں سے ایک ایک جوان ایک ایک سو کا مقابلہ کرتا ہے۔ ان کے سوار ہیں دو شاخہ سانپ کی طرح نظر آتے ہیں جب ہمارا سامنا ان کے ساتھ ہوتا ہے تو عاجزی کے سوا ہم سے اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ اُن کے ساتھ ہم لڑائی کس طرح کریں اور اپنی جان کیونکر بچائیں۔ شیر خاں یہ باتیں سن کر بہت افسردہ خاطر ہوا۔ اور اُسے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اب میں دشمن کے ہاتھ میں قید ہو جاؤں گا۔ لیکن اوپر کے دل سے لوگوں کو ڈھارس دینے کے خیال سے یہ کہا کہ اس لشکر سے تم کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ دنیا کا دستور رہا ہے کہ جیسا بیج بوؤ گے ویسا ہی پھل پاؤ گے۔ کسی وقت فتح ہوتی ہے۔ اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ زمانہ کسی کے ساتھ یکساں نہیں رہتا۔ تم فکر نہ کرو۔ آیندہ لڑائی میں دشمن کے سر پر سے تاج اتار لیں گے پھر لشکر جمع کرنے کا انتظام کرتا ہوں۔ دشمن کے اوپر دن کو رات کی طرح تاریک کر دوں گا۔

شیر خاں نے اپنے ملک کے ہر اطراف میں قاصد روانہ کیے کہ لشکر جمع کر کے بھیجا جاوے چند روز میں تازہ لشکر میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ شیر خاں نے اس کو سنایا کہ دشمن کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرو۔ جو شخص ایک سر لائیگا اُس کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دوں گا اور جو آدمی جنگ سے بھاگے گا۔ اُس کا سر اڑا دوں گا۔ اس لڑائی میں اگر دشمن کو نیچا نہ دکھلایا تو خود مجھے اپنا سر نیچا کرنا پڑے گا۔ آدھی رات کو یون پیہ میں چپ چاپ داخل ہو جاؤ اور دشمن جب آوے تو کدو کی طرح اُس کا سر اڑا دو۔ اور ہمارے بہادروں کا قصاص لو۔

راجہ شنگر کے ہوا خواہوں میں سے ایک نے اس کو اطلاع دی کہ تمھارے خالو کا یہ قصد ہے کہ اور اُس نے اپنے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی ہے چونکہ امام قلی خاں کو دشمن کی تدبیر سے اطلاع ہو گئی۔ اُس نے فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ راتوں رات دشمن کی راہ روک لیں۔ حسن میر کو روندو میں بھیجا کہ وہ جا کر راستہ روک لیوے اگر دشمن آوے تو مقابلہ کرے۔ تقی اور دیگر دلاوران کو یون پیہ میں روانہ کیا۔ دوسری صبح کو دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوئی۔ شیر خاں کے بہت آدمی مارے گئے۔

اور لشکر اُس کا عاجز آگیا۔

اہل اسکردو نے امام قلی خاں سے کہا کہ کوئی شک نہیں تم زبردست ہو۔ تمھاری بات کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ تمھاری رائے ازسرتاپا عین صواب ہے مگر شرط یہ ہے کہ تمھارے سوا کسی اور کی حکومت ہم نہیں چاہتے۔ نہیں نہ شیر خاں کی ضرورت ہے اور نہ محمد رفیع کی حاجت ہے۔ تمھارے ہم فرمانبردار رہیں گے۔ ایک ملک میں دو بادشاہوں گنجایش نہیں ہوسکتی۔ راجہ نے اس شرط کو قبول کیا اس سے ان کے دل کو تسلی ہوئی۔

اب وہ سب کاچینہ میں جمع ہو گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔ امام قلی خاں کے حکم سے اسباب و سامان اسکردو کو بھیج دیا گیا۔ اسکردو کے امام قلی نے اندرونی حالات سے راجہ امام قلی خاں کو آگاہ کیا۔ اور عرض کی کہ تاسق سے آدمیوں کا طلب کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم سب اتفاق کر کے اہل نفاق کی فوج سے جنگ کر سکیں۔ تاسق میں پیغام بھیجا گیا۔ اور حسن میر و سلطان خاں اپنی فوج کے ساتھ پہونچ گئے۔ راجہ نے سلطان خاں سے کہا کہ تم قوم اسکردو کی سرداری اختیار کرو۔ کاچینہ میں ٹھہرو اور خبرداری رکھو۔ سلطان خاں نے جواب دیا کہ اس قوم سے مجھے کوئی امید نہیں ہے تمھارے حکم کی تعمیل کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن میرے ساتھ کچھ اور آدمی بھی کر دیئے جائیں۔ چنانچہ راجہ نے سوکیست کو ایک سو جوان کے ساتھ اسکے پاس بھیجدیا

اسکردو سے بعض اشخاص نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ تمھارا بھائی امام قلی دشمن کے ساتھ مل گیا ہے۔ پرکوتہ سے محمد رفیع کو لے آیا ہے تاکہ خلق اسکردو کو اُس کی آڑ میں اپنا مطیع بنائے راجہ شغر اُس کی امداد کے لیے فوج لایا ہے۔ لیکن اسکردو کے لوگ اس پر راضی نہیں ہیں۔ اور سب تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم اس ملک میں آجاؤ تو ہم دشمن کو راہی عدم کردیں گے اور ان فسادیوں کو گھیر کر قتل کرینگے شیر خاں یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔

شیر خاں نے یعقوب شاہ سے کمک طلب کی۔ اس نے حاتم خاں کے ساتھ فوج بھیج دی۔ شیر خاں کرتخشہ سے رہیہ میں آیا۔ وہاں سے سنگری میں پہونچا۔ اس گانوں کو انسان سے خالی دیکھکر اسے خوف پیدا ہوا کہ صورت معاملہ دگرگوں ہے

جب کہ اسکردو کی طرف سے کوئی بھی اُس کی طرف نہ آیا تو اُسے بڑا تردد پیدا ہوا۔

امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ شیر خاں ننگری میں پہونچ گیا ہے اور کھپلو سے حاتم خاں اُس کے ساتھ ہے لیکن سپاہ صرف پانچ سو اُس کے ساتھ ہے اور وہ بھی بے سروسامان ہے۔ امام قلی گھبرایا ہوا راجہ امام قلی خاں کے پاس آیا۔ اُس نے تسلی دی کہ خالو صاحب گھبراؤ نہیں۔ میری خواہش یہی تھی کہ دشمن سامنے آئے تاکہ اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔ تمہارے اپنے آدمیوں نے اُسے بلایا ہے مگر وہ اپنی خرابی کے درپے ہے نہ اسے مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا راستہ ہے۔ اب قبر کے سوا اور کوئی پناہ کی جگہ اس کے لیے کھلی ہوئی نہیں ہے اُس کو غالباً یہ امید ہے کہ اسکردو کے لوگ سب اُس کے سامنے گردن جھکائیں گے ورنہ ممکن نہ تھا کہ گیدڑ شیر پر حملہ کرنے کی جرات کرتا۔

امام قلی نے یہ تقریر سنی تو اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ تیاری کی جائے۔ راجہ امام قلی خاں نے کہا کہ تمام فوج کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک دستہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہے۔ بغوطو۔ سلطان خاں حسن محمد۔ ستریا وغیرہ بہادران اپنے اپنے آدمیوں کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوئے۔ ان میں شیدو تھی سوا سو سے زیادہ نہ تھے جب فوج اُس موقع کے نزدیک پہونچی۔ جہاں شیر خاں ایک پشتہ کے اوپر جما ہوا تھا۔ تو دشمن کی فوج تعداد میں تھوڑی معلوم ہوئی۔ یہ دیکھکر لشکر اسکردو ٹیلہ سے نیچے اترا اور پتھروں کے پیچھے پناہ لے کر دشمن پر گولی چلانی شروع کی۔ جب اس کی ضرورت نہ رہی تو سپاہی سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوگئے اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس میں ایک جوان قلماقی تھا اسے ضرب تلوار سے گھوڑے سے نیچے گرایا۔ سپاہ دشمن کے پانوں اُکھڑ گئے۔ اس گھبراہٹ میں فوج دشمن کے بہت آدمی مارے گئے۔

دوسرے دن پھر مقابلہ ہوا۔ امیر خان حسن میر۔ حاتم۔ امام قلی۔ ابوالفتح۔ شیر دل محمد بغوطو۔ وتول۔ گل سنگی۔ میر اخور ملک سلطان یہ سب بہادران مقابلہ کے لیے روانہ ہوکر ننگری میں پہونچے۔ جہاں شیر خاں جما ہوا تھا صبح سے لے کر شام تک یہ لوگ اس انتظار میں بیٹھے رہے کہ دشمن اپنی جگہ سے نکلے۔ مگر شیر خاں کی طرف سے کوئی شخص مقابلہ کے

لیے نہیں نکلا۔ اب آدمان اسکردو نے دشمن کو للکارا کر تخشہ سے ہمارے ملک میں آگئے ہو تو مقابلہ کے لیے کیوں نہیں نکلتے۔ ہماری تلوار کا حال تم کو معلوم نہ تھا تمھیں موت نے اس جگہ پہونچایا ہے۔ ورنہ روباہ خصلت شیر خان کی کیا مجال تھی کہ اسکردو کے شیر نر کے سامنے آئے۔ شیر خاں نے یہ طعن و تشنیع سن کر اپنے آدمیوں کو ہر چند حکم دیا کہ آگے بڑھو مگر کسی نے قدم نہ اُٹھایا۔

تیسرے دن پھر یہی صورت ہوئی۔ شیر خاں نے اپنی سپاہ کو صاف سنا دیا کہ جو شخص مقابلہ کے لیے نہ نکلے گا۔ اُس کا سر وہ خود اُڑا دیگا۔ لوگ بندوق لے کر پہاڑی کے اوپر جمع ہوئے۔ اور ایک حصہ ٹیلہ کے نیچے اُترا۔ فوج اسکردو نے دیکھا کہ دشمن نکلا ہے انھوں نے اُسے ذرا مہلت نہیں دی اور فوراً اُن کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے ٹیلہ کے اوپر چڑھ گئے۔ ان کے پیچھے لشکر اسکردو بھی ان کے سر پر آن موجود ہوا تین آدمی مارے گئے۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ یکبارگی حملہ دشمن کے اوپر کر دیا جائے۔ اور ایک ایک کو تہہ تیغ کیا جائے اور بدخواہ کو قید کر لیا جائے تاکہ اس مناد کی بیخ کنی ہو جائے اور آیندہ کے لیے اندیشہ باقی نہ رہے لیکن امام قلی خان اور امیر خان نے اس حرکت سے روکا اور کہا کہ دشمن اس وقت ہمارے قابو میں ہے وہ کسی طرح نکل نہیں سکتا خونریزی سے کچھ فائدہ نہیں ہے اسپر جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ اپنی آرام گاہ کو واپس ہوئے۔

میدان جنگ کی خبریں جاسوسوں کے ذریعے قلعہ اسکردو میں مسلسل پہونچتی رہتی تھیں اور متواتر شکستوں کے حالات معلوم کرنے سے قلعہ کے لوگ نہایت بددل ہوتے تھے۔ قلعہ کے اندر خوراک کی قلت تھی۔ باہر سے مخالفوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا کہ شیر خاں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آخرالامر قاسم نے یہ تجویز کی کہ ہمارا آقا دشمنوں کے نرغہ میں گھر گیا ہے ہماری امداد اُس کو پہونچ نہیں سکتی بہتر ہے کہ مخالفوں کے ساتھ دوسری طرف سے ہم لڑائی شروع کریں۔ اس سے شیر خاں کی ہمت افزائی ہوگی اور دشمن کے اوپر بھی رعب پڑیگا۔ کاجینہ میں لشکر بھیجتے ہیں کہ شاہ سلطان کے ساتھ لڑائی کرے۔ چنانچہ قلعہ پرکوتہ سے فوج کاجینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ شاہ سلطان کو اس کی خبر لگی تو وہ مقابلہ کے لیے قلعہ سے نکلا۔ اس کے ساتھ

بہادر سوکیت بھی نکلا۔ فوج مخالف کے ساتھ مقابلہ ہوا اور ایک ہی حملہ میں اُن کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ یہ لوگ میدان جنگ سے اس طرح بھاگے جیسے کہ شکاری کو دیکھکر ہرن بھاگتا ہے۔ تین چار آدمی بندوق کی گولی سے کام آئے۔ قاسم کا بیٹا جو اس لڑائی میں شامل تھا۔ اس نے حملہ کی کوشش کی مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اور سلطان خاں کی طرف سے ایک بہادر کی گولی سے سخت زخمی ہو کر گرا۔ مگر دشمن نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور اُٹھا کر اس کو اپنے ساتھ لے گئے قاسم نے اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھا تو خون کے آنسو اُس کی آنکھوں سے جاری ہوے۔ امام قلی خاں کو اس واقعہ کی خبر پہونچائی گئی۔ اُس نے مزید لشکر کمک کے لیے روانہ کیا۔ شاہ سلطان نے یہ لشکر دیکھا تو اُسے بہت تقویت ہوئی اور جواب عرض کی کہ دشمن کو میں نے زیروزبر کر دیا ہے۔ امام قلی خاں کو اُس سے اطمینان ہوا اور اپنے خالو کو آفریں کی۔

شیر خاں نے روندو میں اپنے بھائی علی شاہ کو خبر بھیجی کہ حاتم خاں کھپلو اپنی اور شغر کی فوج لے کر سرحد کواردو میں داخل ہو گیا ہے۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہے ہمارے آدمی کم ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے جان چھڑانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر بھائی صاحب ایسا نازک موقع پر امداد کریں تو سلامتی کی امید ہو سکتی ہے ورنہ دشمن کے ہاتھ سے نجات محال معلوم ہوتی ہے۔

علی شاہ نے یہ پیغام سُنا تو بہت غصہ میں آیا۔ اور فوراً فوج کے آراستہ کیے جانے کا حکم دیا۔ فوج کے جمع ہو جانے پر علی شاہ اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ علی شاہ اپنے بھائی شیر خاں کی امداد کے لیے چلا ہے۔ اس نے درغیہ کو چونتیس بندوقچیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ کہ علی شاہ کا راستہ روکے۔ اُس کے پیچھے علی نور کو اس کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔ جب یہ لوگ کسورہ میں پہونچے تو انھوں نے علی شاہ کے لشکر کو دیکھا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ روندو کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ علی شاہ نے یہ حال دیکھا تو بجز بھاگنے کے اور کوئی چارہ اُسے نظر نہ آیا وہ کسورہ سے نکلا اور اس تیاری میں تھا کہ بشو کے راستے واپس چلا جائے لیکن ہمراہیوں نے روکا اور کہا کہ تمھارے بھائی کو اس وقت دشمن نے گھیر لیا ہے۔ مروّت

سے بعید ہے کہ تم اپنے بھائی کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔ ماسوا اسکے اس کے امام قلی خاں عاجزوں کی دستگیری کے واسطے مشہور ہے۔ شیر خاں جب ہر طرف سے مایوس ہوگا تو امام قلی خاں کی اطاعت قبول کر لیگا اور وہ یقیناً اُس کی خطا معاف کر کے اُسے پناہ دیگا۔ اور دونوں کی دوستی قائم ہو جائے گی مگر شیر خاں تمھارا دشمن ہو جائیگا۔ نتیجہ یہ کہ تمھارا کام خراب ہوگا۔ اور تمھارا ملک تباہ ہو جائیگا۔

علی شاہ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ اور اپنے بہادروں سے کہا کہ شیر خاں کی امداد کے لیے اسکردو پہونچنا لازم ہے۔ مگر دشمن نے راستہ روک رکھا ہے۔ اس بلا سے نکل کر ہم کس طرح اسکردو پہونچ سکتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ایک پہاڑی راستہ ہے اس طرف سے سوار کا جانا ناممکن ہے۔ لیکن پیادہ بآسانی جا سکتا ہے۔ امام قلی خاں کے آدمیوں کو اس راستہ کی خبر نہ تھی۔ علی شاہ اس طرف سے روانہ ہو کر شیر خاں کے ساتھ مل گیا۔

امام قلی خاں کو یہ خبر پہونچی تو اُسے بڑا اضطراب پیدا ہوا اور اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ دلیران شغر نے عرض کی کہ جب تک دم میں دم ہے دشمن کا مقابلہ کریں گے اور تمھارے حکم سے گردن نہ ہلائیں گے جہاں تمھارا پسینہ گرے ہم اپنا خون گرانے کو تیار ہیں۔ راجہ شغر نے یہ جواب سنا تو بہت خوش ہوا اور تمام سرداران فوج کو خلعت و انعام و اکرام سے مالامال کر کے حکم دیا کہ راتوں رات لشکر روانہ ہو جائے اور امیر خاں سردار فوج اس رات کو کوکب پہونچنے کی کوشش کرے۔ زمین پہ لشکر جمع ہوا اور رات کے وقت دریائے سندھ سے گذر کر کے سرکوہ میں مقام کیا تاکہ مخالف کا راستہ رک جائے۔ فوج میں دو سو جوانان شمشیر زن رات کو دامن کوہ میں چھپ رہے اور صبح کے وقت دشمن کے اوپر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے کہ بھیڑیا قید سے چھوٹ کر بھیڑ بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ان آدمیوں نے مخالف کے آگے پیچھے دونوں طرف کا راستہ روک دیا۔ اور اس قدر خونریزی کی تمام میدان خون سے لال ہو گیا۔ چار سو کے قریب اسیران جنگ ہاتھ آئے۔ کشتوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔

صبح کے وقت جب آفتاب برآمد ہوا تو امیر خان سردار فوج کو اس فتح عظیم کی خبر پہونچی کہ دشمن کی فوج ماری گئی جو بچی وہ قید ہوئی۔ اور بہت سامال غنیمت از قسم

یابوان وسامان جنگ ومال ودولت ہاتھ آیا ہے۔ راجہ شغر نے یہ خبر سنی تو بہت فورمی اور خورسندی کا اظہار کیا۔

بعدازاں راجہ شغر کے حکم سے نالہ ست پر سے ایک نہر تیار کرانے کا انتظام کیا گیا تاکہ ٹیلہ کے اوپر پانی پہونچ جائیں۔ ٹیلہ کے اوپر جب پانی جاری ہوگیا تو ٹیلہ کی نرم مٹی کو کاٹ کر شکم دریا میں پہونچانے لگا۔ دو ہفتہ کے اندر کنارہ دریا خشک ہوگیا۔ اور تین ماہ کے اندر پہاڑی کے ساتھ ساتھ اس مٹی کے جمع ہو جانے سے ایک سڑک تیار ہوگئی۔ اس طرح سے وہ جگہ جہاں سے اہل قلعہ دریا سے پانی لیتے تھے خشک ہوگئی اور قلعہ کے اندر پانی کی تکلیف پیدا ہوئی۔

بعدازاں اس موقع پر ایک برج تیار کیا گیا۔ اس کے اندر منجنیق لگائی گئی اور یہاں سے دشمن کے اوپر پتھروں کی بارش شروع ہوئی۔ اس برج میں بندوقچی بھی بیٹھ گئے اور گولی چلانے لگے۔ مگر چونکہ ایک اور موقع پانی کا اہل قلعہ کے قبضہ میں تھا۔ ان تدابیر سے کوئی موثر کامیابی نہیں ہوئی۔

امام قلی راجہ شغر کے پاس آیا۔ اور بیان کیا کہ ایک پانی دشمن کا ہم نے بند کر دیا ہے مگر دوسرا پانی اُس کے قبضہ میں ہے اسے بھی کسی حیلہ سے قابو کیا جائے پھر ہم دشمن کو عاجز کر سکتے ہیں۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ ایک کشتی تیار کی جائے جس کے اوپر مکان کی طرح چھت اور دیواریں ہوں ان کے اندر دو تین کھڑکیاں بنائی جائیں جن کے راستہ دشمن کے اوپر گولی چلائی جاوے۔ اس کشتی کے ذریعے اس پانی کے موقع پر قبضہ حاصل کیا جاوے دریا کے دوسرے جانب بھی مورچہ بنایا جاوے جب تین طرف سے حملہ ہوگا تو دشمن لامحالہ تنگ آجائے گا۔

چنانچہ یہ کشتی تیار کی گئی۔ اور دریا میں چلائی گئی۔ پانی دریا کا بہت تیز تھا جب موقع کے قریب پہونچی تو دریا کے بہاؤ نے کشتی کو ٹھہرنے نہ دیا اور ڈھکیل کر دور پہونچا دیا۔ اس پانی کے اوپر اہل قلعہ کا ایک برج تھا جب کشتی اس کے نیچے پہونچی تو برج کے اوپر سے دشمن نے پتھر اس کے اوپر گرائے اور کشتی کا ایک ایک تختہ جدا ہوگیا۔ جو آدمی اُسکے اندر بیٹھے تھے دریا میں کود پڑے اور تیر کر کنارے آنکلے صرف ایک آدمی کا نقصان ہوا۔

دوبارہ کشتی تیار کی گئی اور لنگر ڈال کر اس کے اوپر سے مقابلہ کیا گیا۔ اس دفعہ کسی قدر کامیابی کشتی کے روکنے میں ہوئی۔ اور پانی والے برج کے اندر سے دشمن کا باہر نکلنا کشتی کے بندوقچیوں نے بند کر دیا۔

امیر خاں بڑا مدبر سردار تھا اسے راجہ شغر نے حکومت کرس سپرد کی تھی۔ جب اسے خبر پہونچی کہ امام قلی خاں نے تسخیر اسکردو کا قصد کیا ہے تو وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ باہر نکلا کہ دشمن کا مقابلہ کرے۔ قلعہ کھرکو میں اس نے اپنے سرداروں میں سے دو تین اشخاص کو مع کسی قدر فوج کے حفاظت قلعہ کے لیے تعینات کر دیا۔ اور خود روانہ ہو کر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

کرس کی اس کمزوری سے یعقوب خاں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اپنے حاتم خاں کو لکھا کہ تم خدمت کے واسطے کمربند ہو کر راجہ اسکردو تم سے خوش ہو۔ تم راجہ شغر کے سامنے کہا کرتے ہو کہ تم بڑے جوانمرد ہو۔ راجہ شغر نے تمھارے معاملات میں بڑی غفلت کی ہے۔ اور تم کو ہمیشہ درد و الم میں مبتلا رکھا ہے۔ ایسے آدمیوں سے بجز اس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تم کو غیرت ہے تو اس کی قرابت اور رشتہ داری کا خیال دل سے نکال دو۔ اور میرے اور شیر خاں کے ساتھ اتحاد قائم کرو۔ میں تم کو اپنی بیٹی دیتا ہوں۔ تمھارے پیوند کو اپنی سرافرازی خیال کروں گا۔ تم کو کھپلو میں سردار بناؤں گا اور تھورسے کھر بھی تم کو حوالہ کر دوں گا۔ اس سے بڑھکر تم اور کیا امید رکھ سکتے ہو میں تمھارے بجائے ہلدی میں رہائش اختیار کروں گا۔ اور تمام ملک کی سرداری تمھارے ہاتھ میں چھوڑ دوں گا۔ شیر خاں آج کل کشمیر گیا ہوا ہے جس وقت اپنی سلطنت پر واپس پہونچتا ہے۔ تم کامیاب ہو گے۔ وہ تم کو اپنے الطاف و کرم سے سرافراز کریگا۔ اور تمھارے دشمنوں کو پامال کریگا۔ اس وقت اس کے اوپر تکلیف ہے دشمن نے اس کے ملک پر تسلط کر لیا ہے۔ اور اس کے ہواخواہوں کو تباہ کر رہا ہے۔ لیکن اس کا قلعہ کمال درجہ سخت ہے اس لیے امید نہیں کہ قلعہ دشمن کے ہاتھ میں آسکے۔ اگر اس وقت تم ہماری دستگیری کرو تو ملک کھپلو کی امیری تمھارے حصہ میں ہے۔ اگرچہ مراد خاں کے ہاتھ سے تمھارا باپ قتل ہوا۔ اور شیر خاں نے بھی تم کو تکالیف پہونچائیں۔ لیکن ان
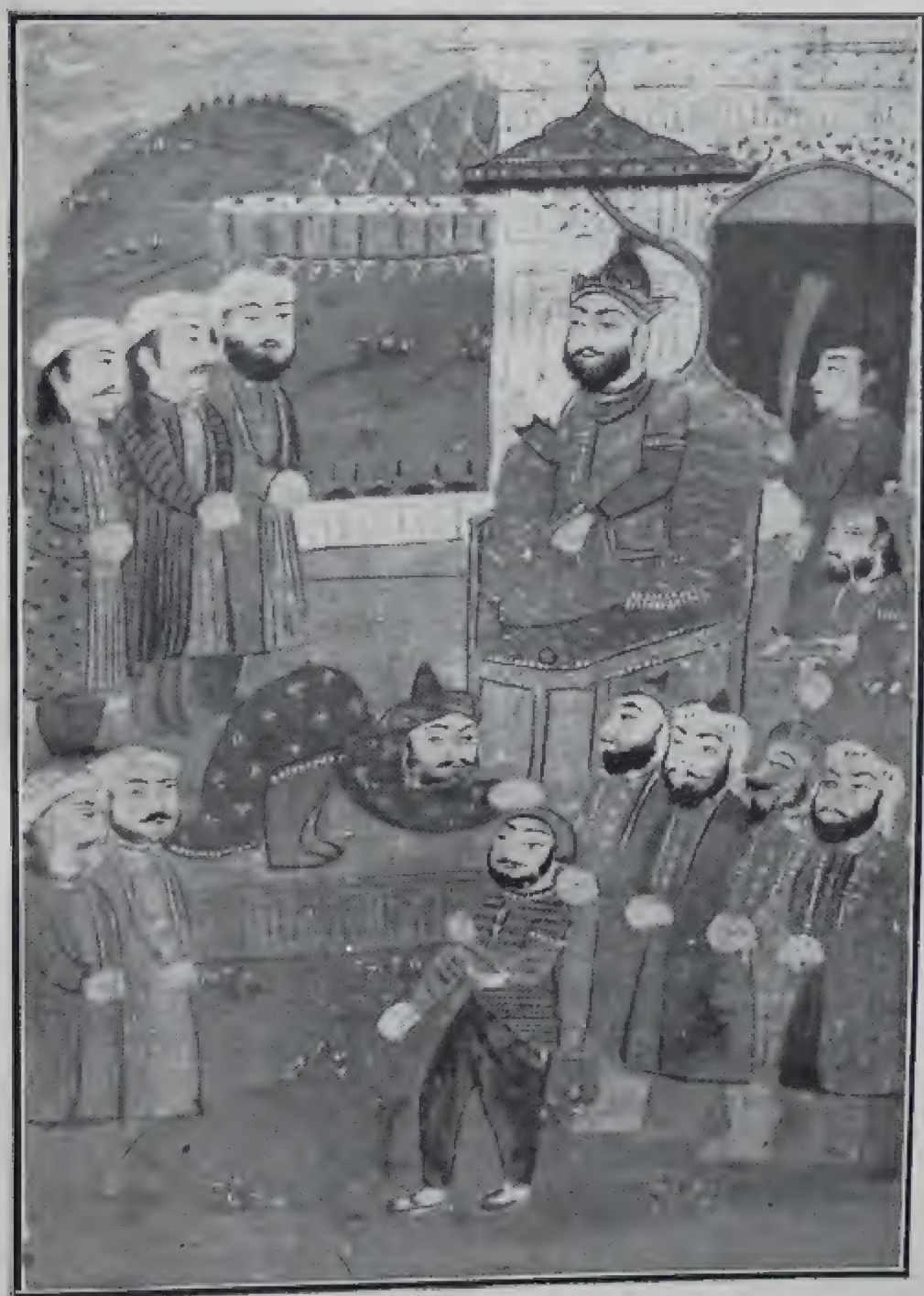
دربار راجه امام قلي خان كبير راجه شغر
مع سرداران نگر و گلگت

بدگمانیوں کو اب دل سے رفع کر دینا چاہیے۔ تم سپاہی ہو تمھیں دنیا کی فکر کرنی چاہیئے علم وادب سے تم کو چنداں فائدہ نہیں پہونچتا۔ تم کو لازم ہے کہ جاہ وحشمت کی فکر کرو کہ حکومت تمھارے ہاتھ میں آئے مگر شرط یہ ہے کہ دشمن کو شکست دے کر کھرکو پر قبضہ کر لو تا کہ میرے شکوک تمھاری طرف سے رفع ہو جائیں اور شیر خاں کی زندگی میں اُس کے تمام دشمن شرمندہ ہو جائیں۔ اس میں دیر نہ کرو۔

اس حیلہ سے حاتم فریب میں آگیا۔ اور یعقوب خاں کی طرف سے اُس کے دل میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ راجہ شغر سے وہ برگشتہ ہوگیا۔ اور اُس کے دشمن کے ساتھ مل گیا کلام خدا کو درمیان میں رکھکر اپنے عہد کا استحکام کیا۔

اس کے بعد یعقوب خاں ایک جمعیت بے تعداد لے کر کھرکو میں وارد ہوا حاتم بھی اُس کے ساتھ تھا۔ دونوں نے شغر کی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی قلعہ کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے حملہ کر کے قلعہ کو فتح کر لیا امیر خان کی تمام فوج اس جگہ ماری گئی۔

امام قلی خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور قہر آیا۔ اور اس نے کہا کہ خدا کی برکت سے قلعہ اسکردو کو فتح کروں گا۔ اور تمام مخالفوں کی بیخ کنی کروں گا

گلگت ونگر سے کمک پہونچنا اس اثنا میں ایک جوان نے راجہ شغر کے حضور میں حاضر ہوکر خبر دی کہ نگر وگلگت سے کمک آگئی ہے راجہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی سردار فوج حضور میں حاضر ہوا اور تخت کو بوسہ دے کر جو تحائف اپنے ساتھ لایا تھا پیش کیے اور عرض کی کہ رحیم خاں وطلیس خاں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم ذرہ تھے آپ کی محبت سے آفتاب ہو گئے ہیں۔ مخالف کے ہاتھ سے ہم تنگ تھے۔ اپنی قوم اور اولاد سے دور تھے۔ آپ نے ہم کو ہماری میراث پر ہمارے وطن میں بھیج دیا۔ اس کے لیے ہم نہایت شکر گذار ہیں۔

اس عرصہ میں کشمیر سے چند اشخاص تیز سفر کرتے ہوے راجہ شغر کے پاس پہونچے یہ سفر زدہ اور خراب حالت میں تھے انھوں نے ظاہر کیا کہ وہ اپنی جان کے خوف سے کشمیر میں شیر خان کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں انھیں معلوم ہوا کہ محمد رفیع خاں پر کرتے تھے۔

آیا اور امام قلی خاں کو ساتھ لے کر اسکردو میں داخل ہو گیا۔ اور تمام ملک اسکردو پر اپنا تسلط کر لیا۔ اور مخالفوں کو زیر و زبر کر دیا۔ اس خبر کے سننے سے ہمیں نہایت خوشی ہوئی اور شیر خان کے پاس سے بھاگ کر یہاں آ گئے۔ انھوں نے راجہ شغر کے پاس بیان کیا کہ شیر خان نے نواب کشمیر کو بہت روپیہ دیا اور رشوت کے ذریعے قید سے آزادی حاصل کی۔ راستہ میں شیر خاں کے آدمیوں نے بڑی غارت گری کی اور اسی لوٹ مار کی بدولت شیر خاں کو نجات حاصل ہوئی۔ اُس کے ساتھ چند آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ لازم ہے کہ سر راہ اسے پکڑا جائے۔ اور فرصت کا موقع نہ دیا جائے۔ کیونکہ اگر وہ کرتخشہ میں داخل ہو گیا تو پھر مشکل ہوگی۔ کھپلو سے وہ کمک منگائیگا اور سو طرح کے مکر و حیلے کریگا۔

راجہ شغر نے انھیں جواب دیا کہ اس قسم کی حرکات نامناسب ہیں۔ ہم کو ظلم و جبر کی عادت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ان وسائل سے خدا کبھی کسی کو عزت نہیں دیتا ہے۔ شیر خان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اور اس بنا پر ہم ہرگز ملک میں انقلاب پیدا کرنا نہیں چاہتے ہیں اپنے حصہ سے زیادہ کچھ درکار نہیں ہے کیونکہ زیادہ طمع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ شیر خان کے ظلم و ستم سے محمد رفیع پریشان و تباہ ہے۔ اُس کے حکم سے اسکردو کو مطیع کریں گے۔ شیر خاں کے کرتخشہ کے ساتھ ہم کو کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم اُس کی طرح جور و جفا کے عادی نہیں ہیں۔ اگر وہ کرتخشہ پر قناعت کرتا ہے تو ہماری طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نہ اُسکے ساتھ کوئی عداوت ہے۔ تا وقتیکہ وہ اسکردو کا قصد کرے۔

پھر راجہ نے امام قلی کو بلایا اور اصلی حقیقت اُسے سنائی کہ شیر خاں کرتخشہ میں داخل ہو گیا ہے۔ اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی ہے۔ کھپلو سے وہ کمک منگائے گا اور یعقوب خاں سے مدد حاصل کریگا۔ اس بارہ میں غور و فکر کر کے تجویز کرنی چاہیے امام قلی نے جواب میں عرض کی کہ کل صبح کو لشکر جمع کرنے کا حکم دیا جائے اور لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ جو شخص اس جمعیت میں شامل نہ ہوا اُس کا سر اڑا دیا جائیگا۔ سب کا جینہ سیتا جمع ہو جائیں اور اسباب کو اسکردو میں روانہ کر دیں۔ جب ایسا صریح حکم دیا جائیگا

تو کسی کو کوئی گنجایش نہ رہے گی۔

"چنانچہ اُس کے مطابق انتظام کیا گیا۔ اور تمام ملک میں فراہمی لشکر کے واسطے قاصد بھیجے گئے۔ دو روز کے اندر لشکر سندوس میں جمع ہو گیا۔ اغلیں راجہ نے سنایا کہ تم کو اس وجہ سے تکلیف دی گئی ہے کہ دشمن سر پر آ گیا ہے اور ہمارے اور تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے ہمیں لازم ہے کہ یک دل و یک زبان ہو کر مدافعت میں کوشش کریں۔ اگر ہم اتفاق پر قائم رہیں تو دشمن کی کوئی فکر نہیں ہے۔ سنا ہے کہ شیر شاہ کرتخشہ میں پہونچ گیا ہے اور یعقوب خاں سے کمک کی درخواست کی ہے۔ ہم کو اس شور و غوغا کی پروا نہیں ہے۔ تم چند روز میں اُس کا تماشا دیکھ لوگے خدا کی مدد سے دشمن کو زمین پر گرائیں گے۔ مجھے تمہارے حال پر رحم آتا ہے کہ تم کسی تہمت میں مبتلا نہ ہو۔ اس میں میرا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم کو لڑائی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھیں جنگ سے تنگ کرنا نہیں چاہتا۔ شیر خاں کے مقابلہ کے لیے میرا اپنا لشکر کافی ہے۔ میں خود اُسے سیدھا کر دوں گا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تمہاری خدمت میں حاضر ہیں۔ اب مخالف کے ساتھ جنگ کرنا ہمارا کام ہے۔ اس خس و خاشاک کو کس طرح قدرت ہو سکتی ہے کہ آگ کے ساتھ ہمسری کا دعوی کرے۔ ہماری موجودگی میں مخالف اسکردو میں کوئی شور و شر پیدا نہیں کر سکتا۔

راجہ نے لشکر سے کہا کہ دشمن خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھنا نہیں چاہیے جس روز دشمن کے ساتھ مقابلہ ہو اپنی آبرو کا خیال رکھنا

لوگوں نے کہا کہ تم نے محمد رفیع کو سرافراز کیا۔ اور اس کے دشمن کو خراب کیا۔ خداوند کریم اس کا اجر دیوے ہم جان و دل سے تمہارے فرمانبردار ہیں۔ اگر ہمیں آگ میں بیٹھنے کا حکم دیا جاوے تو تیار ہیں۔ جو تمہارے حکم سے سرتابی کرے ہم اس کے اوپر تلوار چلانے کو تیار ہیں۔

یہ باتیں سن کر راجہ شغر نے محمد رفیع خاں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ اس قوم پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے تمام عہد و پیمان غلط ہیں۔ مروّت

ان سے بہت دور رہے۔ انھوں نے دیکھا کہ ہم مستعد جنگ ہیں تو انھوں نے قسم اختیار کی کیونکہ اُس کے سوا چارہ نہ تھا۔ تم کو لازم ہے کہ پھر میرے ساتھ رفاقت اختیار کرو تاکہ تخت و تاج تمھارے ہاتھ میں آئے۔ ورنہ یہ امید نہ رکھو کہ ملک و میراث تم کو ملے گی۔ تم کو لوگوں کے فریب کا حال معلوم نہیں ہے۔ ابھی تم بچہ ہو۔ تم نے دنیا کا تجربہ حاصل نہیں کیا ہے۔ جوانوں کو بڈھوں کے کام کا حال کیا معلوم جو کچھ کہنا ضروری تھا وہ میں نے کہہ دیا۔ بزرگوں کے قول پر کان دھرنا چاہیے۔

محمد رفیع نے یہ سن کر جواب میں عرض کی کہ میرے باپ کے دو بھائیوں نے خدا کے نام پر قسم کھائی ہے۔ اس کے علاوہ میرے باپ کے تمام امیروں نے بر سرِ دربار میرے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے کہ میرے سوا کسی دوسرے کی حکومت وہ قبول نہ کریں گے اور میرے حکم سے کبھی سرتابی نہ کریں گے مجھے ان کے اوپر اعتبار ہے۔ تمھارے اقبال سے میری امید بر آئی ہے۔ تام عمر تمھارے احسان کو فراموش نہیں کرسکتا پھر اس نے راجہ شغر کے دامن کو بوسہ دیا اور اپنی کم خدمتی پر عذر خواہی کی۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ سرحد اسکردو کی طرف روانہ ہوگیا۔ امام قلی خاں بھی وہاں سے ملک شغر کو واپس ہوا۔

محمد رفیع جب منزل پر پہونچا پہلے اُس نے اپنے باپ کے مزار کا طواف کیا باپ کی قبر کا طواف کر چکا تھا کہ شیر خاں اُس کی ملاقات کے واسطے آگیا۔ اس نے محمد رفیع خاں کو بوسہ دیا اور بغل گیر ہوا۔ اور کہا کہ تم نے ہماری مشکل حل کر دی۔ دشمن کے پنجہ سے مجھے رہائی دلائی۔ خداوند کریم تمھاری عمر دراز کرے تم میرے نور نظر اور چشم و چراغ ہو۔ دنیا میں کون ایسا بیوقوف ہے کہ خود اپنی آنکھ پھوڑے۔ سخن چین بدبخت نے یکام کرایا۔ اور اپنے عزیزوں کے سامنے مجھے خوار کیا۔ اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔ میری خطاؤں سے مجھے معافی دی جائے تمھارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو میں اسی وقت رخصت ہو کر اپنے کرتخشہ کو روانہ ہوتا ہوں۔

پھر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ لوگوں نے محمد رفیع خاں کو تخت پر بٹھایا سب نے اُس کے سامنے گردن جھکائی۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ شیر خاں نے اس طرح مہربانی کا اظہار کیا کہ محمد رفیع کے دل سے تمام شکوک دور ہو گئے۔ محمد رفیع خاں کا وہ بزرگ

بن بیٹھا۔ مگر یہ تمام ظاہرداری تھی۔ اُس کے دل میں مکر و فریب بھرا ہوا تھا۔ آخر کار ان تمام مہربانیوں اور الطاف کے بعد سانپ کی طرح اُس نے ڈنک مارا۔ اور محمد رفیع خاں راجہ اسکردو کو پکڑ کر قید کر دیا۔

شیر خاں نے محمد رفیع خاں کو جب قید کر لیا۔ تو ملک اسکردو سب اس کا مطیع ہو گیا۔ قاسم اُس کا وزیر تھا۔ اُس سے اُس نے کہا کہ کرس میں اسمٰعیل میر نائب ہے۔ امیر خان اس ملک میں اس وقت موجود نہیں ہے۔ اسمٰعیل میر میرا پہلے سے واقف ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے قول و قرار کو پورا کریگا۔ تم اُس کے پاس ایک قاصد روانہ کرو۔ اور کہو کہ اظہار اطاعت کی غرض سے اسکردو میں حاضر ہو جائے۔ اگر اُس نے اس پر عمل کیا۔ تو میں اُسکی عزت افزائی کروں گا۔ اور اپنی بیٹی سے اُس کے بیٹے کی شادی کر دوں گا۔ رات ہی کو قاصد کرس کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے تمام حقیقت اسمٰعیل میر کو سنائی جس طرح آدم شیطان کے فریب میں آگیا تھا۔ اسمٰعیل میر کے دل سے بھی خدا کا ڈر جاتا رہا۔ اور امانت میں خیانت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اُس نے قاصد کو جواب دیا کہ تم جلد واپس جاؤ۔ اور شیر خاں کی خدمت میں میری طرف سے دعا و سلام عرض کرو اور کہو کہ تم ہمارے بادشاہ ہو میں تمہارا غلام ہوں۔ میں نے تمہارے ساتھ جو عہد کیا ہے اسپر قائم ہوں۔ تمہارے الطاف و کرم سے بہت کچھ امید رکھتا ہوں۔ یہ رشتہ میرے لیے بڑی سرافرازی اور عزت کا باعث ہے۔ مصلحت یوں معلوم ہوتی ہے کہ شیر خاں اپنے وزیر قاسم کو کسی قدر فوج کے ساتھ روانہ کر دے۔ رات کے وقت وہ دریا سے گذر کر اس طرف آن کر ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جائے۔ اور مجھے اس کی اطلاع کر دے۔ میں قلعہ سے باہر آجاؤں گا اور جن لوگوں پر مجھے بدگمانی ہے اُن کو ساتھ لیتا آؤں گا۔ الغرض گھر کو اغیار سے خالی کروں گا اور تمہارے واسطے جگہ بنا دوں گا۔

شیر خاں نے قاصد سے یہ جواب سنا تو گویا قالب مردہ میں جان پڑ گئی۔ رات ہوئی تو اپنے وزیر کو لشکر کے ساتھ ملک کرس کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر دل میں یہ اندیشہ رہا کہ اگر دشمن نے دغا کی تو کچھ بن نہ پڑیگا اور بڑی ذلت کا سامنا ہوگا اس لیے ایک قاصد اسمٰعیل میر کے پاس بھیجا تاکہ حالات کا ٹھیک اندازہ کرے۔ اگر کسی قسم کے اندیشہ کی گنجایش نہ ہو

تو اُس ملک کی تسخیر کے لیے ہمت کی جائے جب قاصد اُس کے پاس پہونچا تو اس نے دیکھا کہ بہار آئی ہوئی ہے۔ اسمعیل میر نے قاصد سے کہا کہ آؤ تمھیں کھلاتے ہیں اور مطلب پر تم کو پہونچاتے ہیں تاکہ تمھارا دل خوش ہو اور میری طرف سے شکوک رفع ہوں۔ دونوں ایک ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوئے قاصد نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد و قسم پر مستحکم ہے اس کے تمام آدمی اُس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور ہر وقت اُس کے گرد پیش رہتے ہیں۔ قاصد نے جب اس قسم کا اخلاص اسمعیل میر کا دیکھا تو عجلت کے ساتھ قاسم کے پاس واپس ہوا اور اسمعیل میر کے حالات کا اظہار کیا۔ اور اُس کی بہت تعریف کی۔ اس سے وزیر قاسم کو اطمینان ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ لشکر روانہ ہو جائے اور کرس پر فی الفور قبضہ کر لیا جائے۔ یہ فوج کرس میں پہونچی تو اسمعیل میر نے اپنے وعدے کے مطابق قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور قاسم کو قلعہ کے اندر لے آیا۔ اور اُس کا یار غار ہو گیا۔ صبح ہوئی تو اہل قلعہ یہ حالات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے واسطے نہ ٹھہرنے کی گنجائش باقی رہ گئی تھی اور نہ بھاگنے کا راستہ تھا اور نہ طاقت تھی کہ جنگ کر سکیں اس لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ چار و ناچار اظہار اطاعت کریں۔ اس لیے قاسم کو دیکھکر سبھوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

ان میں سے ایک وفادار شخص پوشیدگی کے ساتھ نکل کر شغر کی طرف روانہ ہوا۔ شغر میں پہونچ کر تمام حال بیان کیا کہ دیو نے آکر شہر زرین پر قبضہ کر لیا ہے۔ امیر خاں نے یہ واقعہ سنا تو اُس کے چہرے کی بہار خزاں سے بدل گئی۔ راجہ شغر نے نائب کرس کی بیوفائی اور شیر خاں کے قبضہ کرس کا حال سنا تو اُس کے منھ سے آہ سرد نکلی۔ امیر خاں کو اس نے بلایا اور کہا کہ تم فکر و اندیشہ نہ کرو اگر دشمن مکر و فریب کے ساتھ ہمارے باغ سے دو سیب توڑ کر لے گیا تو اُس سے ہمارا کیا نقصان ہو جائیگا۔ جو لوگ راستی پر ہیں مآل کار کامیاب ہوں گے ان کے باغ میں کبھی خزاں نہیں آتی۔ شیر خاں اس سے پیشتر بھی ہمارے ملک میں آیا تھا آخر خدا نے اُسے خراب کیا۔ اب پھر ہمارے اوپر اس حیلہ گر نے دست درازی شروع کر دی ہے۔ قادر لایزال کی قدرت دیکھو ہمارے ہاتھ سے دشمن کو پھر ذلت نصیب ہو گی ہمیں اُس کے ملک سے کوئی سرکار نہیں ہے۔ اُس کا مال و دولت ہمارے اوپر حرام ہے اب ہمارے لیے لڑائی کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ سانپ کے سر کا علاج پتھر کر

اگر اس سے اُس کو تکلیف پہونچے تو ہم اس کے واسطے گنا ہگار نہ ہوں گے ۔ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے سزا ملیگی ۔ اس کام میں صبر کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اُس کی طرح جبر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے ۔

اسکردو اور کرس کے اوپر جب شیر خاں کا قبضہ ہو گیا تو اُس کے خیالات نے بلند پروازی شروع کی ۔ بابر خاں کے پاس اُس نے پیغام بھیجا کہ کرس کو بزور شمشیر ہم نے دشمن سے لے لیا ہے ۔ اب تمھیں لازم ہے کہ اپنی سپاہ تیار کرو ۔ تاکہ ملک شغر کی طرف ہمت کی جائے ۔ اور بدخواہ کو تخت سے اتار کر ملک سے باہر کیا جائے ۔ اس پیغام کے پہونچنے کے ساتھ ہی لشکر لے کر ہماری طرف روانہ ہو جاؤ ۔

بابر کو اس کی اطلاع پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ میں دشمن کے ہاتھ سے سخت ناچار ہوں ۔ لداخی بودھوں کا خوف کسی وقت میرے دل سے دور نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اُن کے پاس فوج بہت زیادہ ہے ۔ میرا ملک ان کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے بڑے فتنہ پرداز ہیں ۔ اور آج کل یہ سب میرے مخالف ہیں راجہ شغر نے میری نسبت جابجا قاصد بھیج دیئے ہیں کہ میں اپنے ملک سے حرکت کروں تو فوراً میرے ملک پر لشکر کشی کر دی جائے ۔ تاہم امداد کے لیے تھوڑی فوج روانہ کرتا ہوں اس سے بدخواہ بیدل ہو جائیگا

شیر خاں کو یہ پیغام پہونچا اور حقیقت حال سے آگاہی ہوئی ۔ شغر کے جاسوس نے راجہ شغر کو بھی اس کی اطلاع دی کہ دشمن نے تمھاری طرف پھر خیال کیا ہے ۔ غافل نہ رہو اور اپنی حفاظت کا انتظام کرو ۔ راجہ شغر نے امیر خاں اور اپنے دیگر مشیروں کو طلب کیا اور کہا کہ بدخواہ نے دوبارہ شغر کا قصد کیا ہے ۔ اس نے بابر کے پاس آدمی بھیجا ہے کہ کمک میں اپنا لشکر روانہ کرے اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں راجہ لداخ کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں ۔ میرا ملک اُن کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر میں اپنی جگہ سے حرکت کروں تو خراب ہوں گا ۔ علاوہ ازیں اُس نے کہا ہے کہ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے موجود ہیں جنھوں نے میری مخالفت پر کمر باندھی ہے ۔ ان وجوہ سے صرف کچھ سپاہ اس نے بھیجی ہے کہ یہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہوگی اس کا لشکر کھپلو سے روانہ ہو گیا ہے ہم کو لازم ہے کہ بداندیش کے واسطے کنواں تیار کریں ۔ وہ اور اثنائے راہ میں اُس کو

گرفتار بلا کریں۔

امیر خاں اور دیگر دلاوران نے جواب میں عرض کی کہ تم خاطر جمع رکھو ہم تمھاری خدمت اور مخالفت کی مدافعت کے لیے کمربستہ و تیار ہیں۔ اس وقت دشمن کے ساتھ جنگ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ بہتر یہ ہوگا کہ محمد رفیع کو فریب کے ساتھ زیر کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے ساتھ اس طرح یارانہ گانٹھیں کہ اُس کے دل پر ہماری طرف سے کسی قسم کا غبار باقی نہ رہے اور تم کو بطریق احسن اپنی سرحد میں واپس لے آئیں۔

جب اس مصلحت پر اتفاق ہو گیا۔ تو اُس کے مطابق عمل شروع کر دیا گیا۔ اور وہ دونوں محمد رفیع کے پاس روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے ظاہر کیا کہ جب سے تم نظر سے غائب ہوئے ہو ہماری آنکھوں کا نور جاتا رہا ہے۔ دنیا کا آرام و آسائش اور خواب و خور ہم پر حرام ہو گیا ہے۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تمھارا دیدار نصیب ہوا تمھاری صورت دیکھکر دیدہ میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوا۔ اب تمھاری خدمت میں کمربستہ حاضر ہیں تمھاری خوشی کے واسطے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں تاکہ تمھاری مشکلات آسان ہوں۔ دشمن تمھارا مطیع ہو گیا۔ تمھارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو۔ راجہ شغر کو اپنے ملک سے اب واپس کر دینا چاہیے۔ اُس شہریار کی تعظیم و تکریم ہمارے اوپر اور نیز تمھارے اوپر فرض ہے۔ اُس کے اقبال سے ملک تمھارے ہاتھ میں آیا۔ اور دشمن نے سیکڑوں شکستیں کھائیں۔ اب لازم ہے کہ ہم اُس کی پابوسی کی سرافرازی حاصل کر کے اپنے آپ کو نازی بنائیں۔ کلام خدا کو ہم درمیان میں رکھتے ہیں جب کہ سب لشکر کے ساتھ قول و قرار اور عہد و پیمان ہو جائے تو تمھارے کام کے واسطے سب جد و جہد شروع کر دیں گے۔ ہماری طرف سے بھی کسی کو کوئی اشتباہ باقی نہیں رہیگا۔ سب تمھارے مددگار ہو جائیں گے اور دوست و دشمن سب تمھاری خدمت کو فخر سمجھیں گے۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو خوشی کے مارے اپنی جگہہ سے اچھل پڑا۔ ان باتوں سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اُس نے اپنا تمام لشکر طلب کیا۔ اور اپنے تمام حشم و خدم کو ساتھ لے کر راجہ شغر کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

اس کے بعد یہ ذکر ہے کہ شیر خاں نے سپاہ کو اپنے کرتخشہ میں چھوڑ دیا۔ اور چند آدمی

ساتھ لے کر آگے روانہ ہوگیا۔ پوریگ میں پہونچا اور نظر سے غائب ہوگیا۔ کسی نے اُس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ اُس نے سپاہ چھوڑ دی اور صرف چند آدمی لے کر چلا آیا۔ اچھا خاصہ تندرست تھا مگر اپنے آپ کو بیمار بنا دیا"

یہ غالباً وہ زمانہ ہے جب کہ سنہ ۱۰۷۵ ہجری میں عالمگیر شاہنشاہ ہند کے حکم سے نواب سیف خاں نے محمد شفیع کو ولیدن نگیل راجہ لداخ کی تنبیہ کے لیے بھیجا تھا سفرنامہ کا بیان اس خط کے مضمون سے شروع ہوتا ہے جو غالباً اس فوج کے سردار نے بابر کو لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

تائید ایزدی سے میں پوریگ میں پہونچ گیا ہوں۔ اب کافروں کا پیٹ تلوار سے چاک کروں گا۔ جن مسلمانوں کو اُس (راجہ لداخ) نے قید کیا ہے۔ ان سب کو خلاصی دلاؤں گا۔ اور کافروں سے اس سرزمین کو پاک کروں گا۔ البتہ اگر ایمان لائیں تو چھوڑ دوں گا۔ میں نے غزا کا عزم کر لیا ہے۔ تاکہ رضائے خدا حاصل کروں۔ شیر خاں کو بھی میں نے اپنے پاس بلایا ہے کہ فوج شاہی میں داخل ہو جائے۔ اُس کا جواب بھیجا ہے کہ میں کمربستہ خدمت میں آرہا ہوں اب دونوں شیروں کو غزا کے قصد سے میری طرف جلد بڑھنا چاہیے تاکہ ہم سب صلاح و اتفاق کے ساتھ اہل نفاق کی بیخ کنی کریں اس راستہ سے مجھے واقفیت نہیں ہے۔ اس لیے تم دونوں فوج لے کر مدد کے لیے آ جاؤ۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے دشمنوں پر فتح ملے تو ان کے منصب و عزت میں اکرامی کروں گا۔ اور کوئی کام ایسا نہ کروں گا جو انھیں ناگوار خاطر ہو۔ میری طرف سے تم دلجمعی رکھو۔ مجھ سے فائدہ کے سوا تم کو نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ اگر تمھارے حق میں کوئی ضرر پہونچاؤں تو مجھے اپنی زندگی سے فائدہ نہ پہونچے

یہ حال شیر خاں کو معلوم ہوا تو اُسے بہت مسرت ہوئی۔ وہ اسکردو سے ایک دانہ بلور اپنے ساتھ لایا تھا جو موتی کی طرح صاف تھا۔ یہ نایاب موتی اُس نے نواب کو نذر کر دیا وہ اس پیش کش سے بہت خوش ہوا۔ اور علی قلی خاں کو اس کے سپرد کر دیا۔ کہ نواب کی طرف سے اس کی عزت افزائی کی جائے۔ اور شیر خاں کو مہم لداخ پر روانہ کر دیا۔ لداخ سے واپس ہونے پر شیر خاں علی خاں کو کرتخشہ میں لایا۔ اور گول میں ایک

محل تعمیر کر کے اُسے آباد کر دیا۔ یہ علی قلی خاں کون تھا کچھ دریافت نہیں ہوا۔

شیر شاہ کے حملہ لداخ کے متعلق عام روایت کا ایک واقعہ اس موقع پر قابل ذکر معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ چگتن و بودھ کھربو کا انتظام درست کر کے لداخ کی طرف روانہ ہوا اور لوٹ مار کرتا ہوا تنگ موگانگ پہونچا۔ اس جگہ کے قلعہ کو غارت کر کے بزگو پہونچا یہاں کا قلعہ بھی اُس نے ویران کیا۔ اور جو جائداد اس کے ہاتھ لگی اُس کو لے کر براہ داہ ہنو اسکردو کو واپس ہوا۔ گرکونو میں پہونچا تو لوگوں نے اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ بودھوں کے گونپہ جات کا مال و اسباب جو لوٹ کر لایا ہے اگر اپنے ملک میں لے گیا تو اُس کے لئے مبارک ثابت نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ اُسے انھیں بودھوں کے ملک میں اس طرح گم کیا جائے کہ کسی کو اس کی خبر نہ رہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گرکونو پہونچ کر بوجہ طمع نفسانی اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اکثر حصہ اس مال غنیمت کا اس طرح پس و پیش کر دینا چاہئے کہ کسی کو خبر نہ ہو تاکہ فوج میں تقسیم کرنے سے بچ جائے۔ بعد میں وہ خود اُسے اپنے تصرف میں لے آئیگا غرض کہ اصلی وجہ کچھ ہی ہو۔ واقعہ یہ تبلایا جاتا ہے کہ شیر خاں نے یہ انتظام کیا کہ گرکونو اور درچکیس کے درمیان دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پر جو دشوار گذار سنگلاخ ہے اُس کے درمیان اس مال و اسباب کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ اُس نے اپنے اعتباری آدمیوں کی سپردگی میں اس اسباب کو اس موقع پر پہونچا دیا۔ جب یہ قسمت آدمی اس حکم کی تعمیل کر کے واپس آ رہے تھے۔ انھیں ٹرخ کے اوپر سے گرا کر بحر فنا میں پہونچا دیا۔ اور اس طرح سے اس دفینہ کا علم کلیتہً زائل کر دیا۔ جس سنگلاخ کے درمیان اس دفینہ کے رکھے جانے کا خیال کیا جاتا ہے اسے آج تک "مقپوں ای سیر" یعنی خزانہ مقپوں کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعد میں یہ دفینہ یہاں سے شیر شاہ نے خفیہ طور پر نکال لیا ہو یا دوسروں کے ہاتھ آ گیا ہو۔ میں اس کی تلاش میں اُس جگہ گیا۔ مگر مجھے کوئی علامت اس دفینہ کی باوجود بہت کچھ تگ و دو کرنے کے نظر نہیں آئی۔ غرض کہ اس مہم کے بعد شغر نامہ کا بیان اس طرح ہوتا ہے۔

راجۂ لداخ شیر خاں کی نسبت سے بہت پشیمان اور اُس کے کام سے بہت آزردہ ہوا۔ اُس نے شغر میں ایلچی بھیجا کہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ شیر خاں نے مجھے بہت

آزردہ کیا ہے۔ اُس کے برابر حیلہ باز آدمی میں نے اپنی عمر میں نہیں دیکھا مجھے اُس کی طرف سے دلی نفرت ہو گئی ہے۔ اس کے رشتہ سے مجھے بڑی شرمندگی ہے اور یہ بوجھ میرے دل سے کسی وقت دور نہیں ہوتا میں نے اُس کی تمام فوج کو خراب کر دیا ہے اب میری یہ خواہش ہے کہ تم اپنے بیٹے کی شادی میری بیٹی کے ساتھ کر لو اور اس طرح ہمارے اتفاق کو دوامی استحکام دو۔ پھر ہم دونوں مل کر ان بدکرداروں کی بیخکنی کریں گے

شاہ شغر نے اُس کا جواب دیا کہ سنگ خارا کو کتنی ہی کیوں نہ جلادی جائے۔ وہ لعل نہیں بن سکتا۔ لیکن دوستی اور اتحاد ہر حالت میں اچھی چیز ہے اُس کو نسبت کے بغیر بھی استحکام دیا جا سکتا ہے۔ راجہ لداخ نے راجہ شغر کی طرف سے مایوس ہو کر حاتم خاں کی امداد کی غرض سے کھپلو پر حملہ کر دیا۔ جب اس کی فوج نے دست درازی شروع کی تو مسلمانوں کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور یعقوب خاں بہت گھبرایا۔ لیکن تدبیر کے ساتھ اُس نے لداخیوں کو اپنے ملک سے نکالا۔ حاتم کو اس کی خبر ہوئی۔ اُس نے یعقوب سے کہا کہ تم نے ہماری فوج کو کیوں ملک سے نکالا۔ تم کو میرے خالو کی تلوار کا خیال نہ آیا۔ اور اس حرکت ناشایستہ کے مرتکب ہوئے۔ یعقوب خاں نے جواب دیا کہ اپنے خالوئے نابکار پر تم گھمنڈ نہ کرو۔ لداخیوں کے ظلم و ستم سے میرا دل جل گیا اس لیے میں نے گیا پو سے علیحدگی اختیار کی۔ یاران روشن ضمیر نے یعقوب کے اوپر روشن کیا کہ تم نے بڑا کام کیا کہ اس لشکر نابکار کو ملک سے نکال دیا۔ انھوں نے تمھارے قتل پر کمر باندھی تھی کہ تمھیں مار کر حاتم خاں کو تمام ملک کھپلو پر متسلط کر دیں۔

یہ بھید معلوم کر کے یعقوب کو حاتم کے اوپر بہت غصہ آیا۔ اور حاتم خاں کی تسخیر کی تیاری اُس نے شروع کر دی۔ کھپلو سے نکل کر سرحد سالنگ پر لشکر جمع ہوا۔ قلعہ سالنگ کا محاصرہ کیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ اہل قلعہ کو شکست دے کر یعقوب نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے ہلدی کا رخ کیا۔ حاتم فوج لے کر قلعہ ہلدی سے باہر نکلا یعقوب نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حاتم کو گرفتار کیا جائے۔ ایک خونریز معرکہ ہوا۔ حاتم ہٹ گیا۔ یعقوب کی فوج اس کامیابی کی خوشی میں قلعہ پر چڑھ گئی۔ اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ اور لوٹ مار میں مصروف ہوئی۔ حاتم نے پیچھے سے ایک زبردست حملہ

کر دیا۔ اور یعقوب کی فوج کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ یہ شکست کھا کر یعقوب اپنی انگلی دانت سے کاٹتا ہوا کھپلو کو واپس ہوا۔

"یعقوب کے اس شور و شر سے حاتم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے خالو نے باوجود اپنی تمام تدابیر اور دور اندیشی کے راجہ شغر کی اطاعت قبول کی ہے۔ اگر میں بھی اُس کی پابوسی کروں تو میرے لیے اچھا ہوگا۔ اور میرے دشمنوں کو اُس سے خوف پیدا ہوگا۔ یہ مصلحت کر کے اُس نے اپنے تجربہ کار وزیر کو راجہ شغر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ معاف کر دو۔ میں اب تک تمھاری اطاعت سے غافل رہا۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ تمھاری مہربانی سے مجھے میرے باپ کی میراث ملی ہے۔ میں اپنی بے عقلی سے اُس زمانہ ساز گیا لبوے لدراخ کی دوستی کے خیال میں اب تک رہا ہوں تو بہ خدا کو بھی قبول ہے۔ تم بھی میری خطا سے درگذر کرو۔ بپاس خاطر خالو کے میرا گناہ بخش دو۔ اب میں اپنے آپ کو تمھارے حکم کا تابع بناتا ہوں اگر اس میں ذرا کوتاہی ہو تو مجھے بے دین سمجھا جائے۔

راجہ شغر نے یہ عاجزی دیکھکر حاتم کا گناہ معاف کر دیا اور کہا کہ میں تمھارا مددگار ہوں تم فکر نہ کرو۔ تم بتوں کو ترک کر کے اب خدا کی یاد کی طرف مائل ہوے۔ میں دل سے تمھارا دوست ہوں۔

یعقوب نے یہ ماجرا سنا تو وہ بہت گھبرایا۔ اس نے بھی راجہ شغر کے پاس زاری کی کہ اپنے بچوں کی طرح میرے اوپر بھی شفقت کی نظر رکھو اور کفار کے آسیب سے مجھے بچاتے رہو۔ اس شیر دل نے یہ جواب دیا کہ جنگ حاتم سے تم کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے تمھارے ملک کے اوپر کسی کو طمع نہیں ہے۔ بشرطیکہ تم بھی کسی دوسرے کے ملک پر طمع نہ کرو۔ تمام خرابیاں طمع سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح سے کھپلو کی پیچیدگیوں کا خاتمہ ہوا کرس میں احمد میر راجہ تھا اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک امیر خاں اور دوسرا حاتم خاں باپ نے اپنے ملک کے دو حصے کر دیے تھے۔ امیر خاں کو کرس میں حصہ دیا تھا۔ اور حاتم خاں کو کور دمیں۔ یہ حصے کم و بیش تھے اور اسی بنا پر دونوں کے درمیان تنازعہ ہوا۔ امیر خاں شغر چلا گیا۔ اور راجہ شغر کے پاس فریادی ہوا۔ حاتم خاں بغرض استمداد

کھپلو پہونچا۔ راجہ شغر نے اس بے انصاف باپ کی گرفتاری کی غرض سے کرس پر چڑھائی کی اور کرس کا محاصرہ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر خاں کو قلعہ مطلوبہ سپرد ہوا اور اس کی جملہ مشکلات حل ہو گئیں۔ اب دونوں بھائیوں نے راجہ شغر کے پاس حاضر ہو کر عقیدتمندی کا اظہار کیا دونوں پر راجہ نے الطاف خسروانہ مبذول کیے۔

امیر خاں جب کھرکو میں فوت ہوا تو اس کا بھائی حاتم خاں امام قلی خاں سے برگشتہ ہو کر شیر خان کے ساتھ مل گیا۔ اس کے اوپر یہ مثل صادق آئی کہ نمک کھایا اور نمکدان کو توڑ کر پھینک دیا۔ اب وہ شیر خاں کے ساتھ قلعہ کورو کی تسخیر کے لیے حملہ آور ہوا۔ اس قلعہ میں میر ملک قلعہ دار تھا۔ اس کے اوپر شیر خاں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور ناکام واپس ہو گیا بعد میں یہ قلعہ دار اس قلعہ سے تبدیل ہوا۔ اس وقت جاسوس نے شیر خاں کو خبر دی کہ اب موقع ہے جلد دھاوا کرو۔ رات کے وقت حاتم خاں فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ لوگ بظاہر سو گئے تھے مگر دراصل حاتم خاں کا انتظار کر رہے تھے اس کے وارد ہونے پر سب نے اظہار اطاعت کیا۔ حاتم خاں جب قلعہ کورو پر متسلط ہو گیا تو اس نے راجہ شغر کے قلعہ دار کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے راجہ کا نمک بہت کھایا ہے۔ جب تک زندہ ہوں اُس کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ مجھے صرف اپنی میراث کی تلاش تھی وہ مل گئی۔ اس سے زیادہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔

راجہ کو اس فساد کی خبر ہوئی تو وہ حاتم خاں کی تسخیر کی غرض سے نکلا۔ محمد رفیع کو بلایا اور فوج نے شغر سے نکل کر نر میں ڈیرہ جمایا۔ امام قلی خاں اسکردو میں کھرپوچھے کا محاصرہ جاری رکھنے کی غرض سے ٹھہر گیا۔ بہرام و حسن دو توں کو حاتم خاں کی سرکوبی کے لیے بھیجا انھوں نے پہونچ کر حکم دیا کہ کھیتوں کی فصل اُکھاڑ کر پھینک دیں۔ اور درختوں کا نام و نشان زمین پر باقی نہ رکھیں۔

شیر خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی وہ لشکر لے کر تخشہ سے روانہ ہوا۔ اور پرکوتہ میں آکر ٹھہرا۔ اس نے حکم دیا کہ عزیز خاں اور قاسم ایک طرف سے جا کر حاتم خاں کی امداد کریں۔ انھوں نے کورو پہونچ کر ایک طرف کو گھیر لیا۔ حاتم خاں کو اس سے بڑا اطمینان ہوا چند روز بعد کر تخشہ کی فوج نے شغر کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور سخت معرکہ ہوا ہر دو طرف کے

بہادروں نے بڑی بہادری دکھلائی آخرالامر شیر خاں کے لشکر کو شکست ہوئی
قاسم خاں کو اس واقعہ سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اُس نے ایک تجربہ کار پیر مرد کے ذریعے شیر خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ میدان جنگ میں ہم دشمن پر فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے علی قلی خاں کو بھیجا جائے وہ اپنی چالاکی سے دشمن کو زیر کریگا۔ اور اہل شغر اُسے دیکھکر اس کی طرف ہو جائیں گے۔ چنانچہ علی قلی خاں میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ اُس نے لشکر شغر کو یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص ہمارے ساتھ اتفاق کریگا۔ اُس کو انعام و اکرام سے مالا مال کریں گے اور جو لڑائی کریگا۔ اُس کا سر اُڑا دیں گے۔ جاسوسوں نے یہ پیغام عوام و خواص لشکر شغر کو پہونچا دیا۔" مآل کار کیا ہوا شغر نامہ میں مذکور نہیں ہے۔
قلعہ کھرپوچھے کی تسخیر میں اب تک امام قلی خاں کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ قلعہ کے لشکر نے سات ماہ تک میدان کارزار گرم رکھا۔ اور دشمن کو اپنے اوپر راہ نہیں دی لیکن جب کہ قحط اُن پر غالب آیا تو اُن کی ہمت پست ہوئی۔ کیونکہ پیٹ کی دشمنی کا مقابلہ قلعہ کے استحکام کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ سپاہ محصور نے تنگ ہو کر قاسم سے کہا کہ اس قلعہ میں تم شیر خاں کے نائب ہو۔ ہم خوراک سے تنگ ہیں۔ امام قلی خاں کے پاس چلے جاؤ کہ ہماری اور تمہاری دونوں کی عزت رہ جائے۔ شیر خاں کو بھی اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اس میں فائدہ ہے۔ نقصان نہیں ہے۔ ورنہ ہم سب امام قلی خاں کی اطاعت کے لیئے تیار ہیں۔ قاسم نے یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ سے نکل کر روانہ ہوا اور راتوں رات شیر خاں کے پاس پہونچا اور تمام حقیقت بیان کی۔ شیر خاں کو یہ حالات سن کر بہت رنج ہوا۔ علی شاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے پاس آیا۔ اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ حقیقت حال سنی تو وہ بھی بہت متردد ہوا۔ آخر کار غور و فکر کے بعد علی شاہ نے شیر خاں سے کہا کہ مجھ راجہ شغر کے ساتھ کوئی عداوت نہیں ہے۔ اس کی بدخواہی مجھ سے کبھی نہیں ہوگی لیکن اگر تم میری بات قبول کرو تو میں تمہارے اور راجہ شغر کے درمیان ایلچی کا کام کرنے کو تیار ہوں۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ تمہاری بات سے ہرگز انکار نہ ہوگا۔ علی شاہ نے کہا کہ پہلے میں امتحاناً اپنا ایک آدمی راجہ شغر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے اطمینان دلایا کہ وہ میری بات قبول کریگا۔ تو میں خود اُس کے پاس جاؤں گا۔

یہ مشورہ کرکے علی شاہ نے ایک سمجھدار آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم راجہ شغر کے پاس جاؤ۔ پہلے ہماری طرف سے دعا و سلام پہونچاؤ پھر کہو کہ تمھارے خالو علی شاہ کو تمھارے دیدار کا بڑا شوق ہے۔ اُس نے تمھاری کوئی خطا نہیں کی ہے۔ اگر تمھارا دوسرا خالو شیر شاہ تمھارا دشمن ہے۔ تو تمھارے سامنے اُس کا ذمہ لیتا ہوں۔ شیر شاہ اپنے کردار سے شرمسار ہے۔ اب جنگ کا خیال اُس کے دل سے جاتا رہا اور صلح کی طرف مائل ہے۔ انسب ہے کہ اُس کی خطا معاف کی جائے۔ میں خود صلح کے واسطے درمیان میں آتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری اس دعوت کو قبول کروگے۔ شیر خان تمھارا خالو ہے۔ اور خالو کے ساتھ رعایت کرنی مناسب ہے۔ محمد رفیع بچہ ہے اگر تم نے اُس کو صاحب اختیار بنایا تو اُس سے فیض کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

یہ آدمی راجہ شغر کے پاس پہونچا اور حقیقت بیان کی۔ راجہ نے جواب دیا کہ میں تمھاری صلح پر راضی نہیں ہوں میں نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ محمد رفیع پر تم نے ظلم کیا ہے اُسکی میراث چھین لی ہے۔ قلعہ کرتخشہ میں شیر شاہ کو حوالہ کروں گا۔ مگر محمد رفیع کے باپ کا قلعہ محمد رفیع کو ملنا چاہیے۔ اس بارہ میں مزید گفت و شنید بیکار ہے۔ علی شاہ کو یہ پیغام پہونچا تو دم بخود رہ گیا۔

شیر شاہ کو صلح سے ناامیدی ہوئی تو اُسے نہایت رنج ہوا۔ اس فکر و تردد کی حالت میں اُس نے علی شاہ کو بلا کر کہا کہ میں اس جگہ گرفتار بلا ہو گیا ہوں۔ عیال میرا جدا ہے۔ نہ میری خبر انھیں پہونچتی ہے۔ نہ ان کا حال مجھے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بڑا رنج ہے۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ ایسی باتوں سے تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے وزیر کو بلاؤ وہ تمھیں نیک مشورہ دیگا۔ قاسم حاضر ہوا۔ اُس سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمھاری کیا صلاح ہے۔ قاسم نے جواب دیا کہ تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس انتظام کو میرے اوپر چھوڑ دیا جائے میں لشکر کو خوراک بہم پہنچادوں گا۔ بھوک کی تکلیف رفع ہو گئی تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔

شیر خاں کو وزیر قاسم کے اس جواب سے بڑا اطمینان ہوا۔ رات ہوئی تو قاسم نے چالیس مزدور بلائے اور غلہ لاد کر بھیج دیا۔ راتوں رات یہ کارواں پہاڑ کے دامن پر پہنچ گیا مرل میں پہونچے تو دشمن نے پکڑ لیا۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ کچھ قید ہوئے اور کچھ رات کے

اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ گئے۔ غلہ سب دشمن کے ہاتھ آگیا۔ شیر خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور رنج پیدا ہوا۔ البتہ امام قلی خاں کو اس واقعہ سے نہایت خوشی ہوئی اور اپنے آدمیوں کی بہادری کی اُس نے داد دی۔

قلعہ میں خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی تو شیر خاں کا لشکر جان سے بیزار ہوا۔ عزیز خاں اور اُس کے آدمی سب غلہ کی تلاش کرنے لگے۔ بڑی جستجو کے بعد باغ غوڑ میں دو تین گھٹے غلہ کے ملے۔ مگر اس کو جب نو سو آدمیوں کے درمیان تقسیم کیا گیا تو فی کس ایک سیر سے زیادہ حصہ میں نہیں آیا۔ دو تین دن اس طرح بسر ہوئے اس کے بعد پھر بھوک کی تکلیف ہوئی۔ جب غلہ کی کوئی صورت نہ معلوم ہوئی تو بڑی مایوسی پیدا ہوئی۔ عزیز خاں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اب تم کو ہاتھ پانوں ہلانے چاہئیں۔ لوگوں نے جواب کہ حرکت کہاں کریں۔ عزیز خاں نے کہا کہ کاچینہ کی طرف دھاوا کرو۔ سندوس سے اس راستہ پر لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے درد کا علاج ہو جائے۔

کچھ آدمی اس لیے روانہ ہوئے کہ جس طرح ہو سکے گا۔ غلہ لائیں گے۔ راستہ پر گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے۔ اور آئے گئے کو مار کر غلہ چھین لیں گے۔ اتنے میں ایک آدمی گھوڑے پر آٹا لادے ہوئے اس طرف سے گذرا ان لوگوں نے کمین گاہ سے نکل کر اس پر حملہ کیا۔ یہ شخص دور سے ان آدمیوں کو دیکھکر شور کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا۔ سندوس سے لوگ اس جوان کی امداد کو نکلے اور انھوں نے ان فاقہ کشوں سے یہ مال غنیمت واپس لے لیا۔ اس پر لڑائی ہوئی طرفین کے تھوڑے تھوڑے آدمی کام آئے۔ قلعہ کے اندر بھی کچھ آدمیوں کا نقصان ہوا۔ عزیز خاں کو اپنی بدبختی پر بڑا رنج ہوا کہ میری قسمت میں شکست کے سوا اور کچھ نہیں لکھا ہے۔

خداوند کریم جس کو عزت دیتا ہے وہ دوسروں کے جال میں نہیں آتا۔ اور جس کے نصیب میں ذلت ہوتی ہے وہ حیلہ و بہانہ سے اپنی تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔ شیر خاں نے بہت غداری کی۔ اور خود تکلیف کو مول لیا۔ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان پر قائم نہ رہا اور یہی باعث اُس کی خواری کا ہوا۔ اپنے خویشوں کی میراث پر دستبرد کرنی چاہی اور عاجزوں کو تنگ کرنا شروع کیا جب اس نے زیردستوں پر زبردستی اختیار کی تو قدرتاً اُس کے اقبال کی

بلندی پستی کے ساتھ بدل گئی۔ انسان جس کا نان و نمک کھاتا ہے۔ اگر اُس کی نمک حرامی کرے تو کتا اُس سے بہتر ہے۔ جو شخص کسی کے حق میں ناحق کریگا خود بخود ٹھوکر کھائے گا۔ شیر خاں نے رفیع خاں کے ملک میں نقصان پہونچانا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی خواری کر لی امام قلی خاں کے شہر میں ظالمانہ طور پر دستبرد کی ان دونوں نے مل کر شیر خاں کو خوار و ذلیل کیا۔

قلعہ کے اندر جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ شیر خاں نے حیلہ و بہانہ سے لوگوں کی دلجوئی کرنی چاہی۔ لیکن خالی باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا جنگ کا ارادہ کیا تو شکست نصیب ہوئی۔ اب وہ ہر طرح سے لاچار ہو گیا۔ علی شاہ کو بلا کر کہا کہ اب دشمن کے نرغہ میں پھنس گیا ہوں۔ نہ بھاگنے کا راستہ ہے اور نہ مقابلہ کی طاقت ہے۔ اب دشمن کے پنجہ سے کس طرح نجات ہو۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ تم قاسم کو راجہ شغر کے پاس بھیجو کہ عرض کرے اب بہت کچھ ہو چکی ہیں اپنی حرکات سے شرمسار ہوں۔ میرے قتل کے پیچھے نہ پڑو اور میرے بچوں کے حال پر رحم کرو۔ انھیں میرے مارے جانے کی خبر پہونچی تو وہ زندہ درگور ہو جائیں گے۔ قلعہ کھرپوچے کو میں تمھارے حوالہ کرتا ہوں اور مدت العمر تمھارا فرمانبردار رہوں گا۔ میرے عیال کو قلعہ سے بھیج دو کہ مجھے سہارا رہے علی شاہ نے شیر خاں کو سمجھایا کہ قاسم پر تم کو بہت اعتبار ہے وہ جائے اور راجہ شغر کو یہ پیغام سنائے امید ہے کہ وہ اسے مان لیگا۔ جھوٹ بولنے میں تمھاری شہرت ہو چکی ہے اور جھوٹ میں کامیابی ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ تم نے ہمیشہ جھوٹ پر عمل کیا ہے۔ اور اپنی مشکلات اسی حکمت سے حل کرتے رہے ہو۔ اب تمھاری زبان پر اعتبار نہیں رہا ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو امید نہیں کہ راجہ شغر کے پنجہ سے تم کو نجات ملے

شیر شاہ نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو اُس کی عقل ٹھکانے آئی۔ قاسم کو طلب کر کے یہ تمام قصہ سنایا اُسے اس ذلت پر بڑا رنج ہوا مگر بے بس تھا۔ یہ پیغام لے کر روانہ ہوا جب راجہ شغر کو اُس کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنا دربار آراستہ کیا۔ تمام ارکین حکومت اور سرداران فوج جمع ہوئے جب قاسم حاضر دربار ہوا تو یہ جاہ و جلال دیکھ کر اُس کے دل پر ہیبت طاری ہوئی۔ جب اسے بولنے کی اجازت ملی تو پہلے اُس نے راجہ شغر کی پابوسی کی پھر رفیع خاں کی پابوسی کی۔ امام قلی۔ بابر اور امیر خاں کی تعظیم کی عبد ازاں مدح و ثنا

کر کے شیر خاں کا پیغام بیان کیا۔"

اس کے بعد پھر سلسلہ واقعات ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر بعد کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ محمد رفیع اسکردو میں قائم ہو گیا۔ اور شیر خاں کا اہل و عیال اُس کے پاس بھیج دیا گیا بعد ازیں شغر نامہ کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے جو کہ بظاہر شیر خاں کے دوسرے حملہ اسکردو کا احوال ہے جس کے دوران میں محمد رفیع شغر میں پناہ گزیں ہو گیا اور شیر خاں نے اس کی حوالگی کے لیے کوشش شروع کی اور بہرام کو ایلچی کے طور پر شغر میں بھیجا۔

راجہ شغر نے بہرام سے اُس کی درخواست سُنی تو اُس کی باتیں اُسے بعید از قیاس معلوم معلوم ہوئیں۔ محمد رفیع کی طرف رخ کر کے اس نے کہا کہ تمھارے مخالف ہمیشہ تمھارے مطیع رہیں۔ میری بات سنو کہ تمھارے دل کا رنج دور ہو۔ بہرام کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ اگر تم دشمن کے نرغہ میں آ گئے تو بہرام کو اس کی کیا فکر ہے۔ اس کا باپ ایسا فیلسوف ہے کہ جادو کے زور سے ایک بال کی سو شاخیں بنا سکتا ہے وہ اپنے بیٹے کو یقیناً دشمن کے پنجہ سے چھڑا لیگا۔ لیکن تم کو کدو کی طرح کٹوا دیگا۔ جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے تم کو از روئے محبت سنا دیا سچ بات کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ مگر انجام اس کا ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے اگر میری بات مانتے ہو تو کمر باندھو اور جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ دشمن کو مسخر کرو۔ اور خیل و حشم کے ساتھ اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو اُس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اُس نے جواب میں عرض کی کہ میں اس وقت بیکسی کی حالت میں ہوں اگر تم میری مدد کرو تو میرا بیڑا پار ہو سکتا ہے خدا تم کو اس کا اجر دیگا۔ راجہ نے اسے دلاسا دیا کہ جہاں تک ممکن ہے میں تمھاری مراد بر لانے میں کوشش کروں گا۔

راجہ نے حکم دیا کہ فوج تیار ہو جائے۔ اور اسکردو پر دھاوا کیا جائے۔ لشکر نے اسکردو کا رخ کیا۔ امیر خاں۔ حسن میر۔ سلطان خاں۔ حاتم۔ وتول۔ بنو طو حسن۔ بنو پا محمد۔ گل ملک گل سنگے۔ تقی۔ سنی پا بہادر۔ حمزہ۔ فریدوں۔ پادشاہ قلی۔ سلطان قلی۔ ترم نامے۔ شیر یار بیگ توغان۔ فرہاد۔ جہانگیر آگے آگے روانہ ہوئے ان کے پیچھے راجہ شغر اپنے جاہ و حشم کے ساتھ نکلا۔ اس کے داہنے طرف محمد رفیع تھا۔ اور بائیں طرف بہرام مذکرہ بالا تھا۔ اس شان و

شوکت کے ساتھ راجہ شغر اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ وہ حدود اسکردو میں پہونچا تو تمام میدان فوج سے بھر گیا۔ اور دشمن کا حوصلہ پست ہوا جب رات گذر گئی اور دن کی روشنی نمودار ہوئی تو امام قلی نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ تم نے ہمارے نور چشم کو سرافراز کیا۔ جو شخص یتیموں کی مدد کرتا ہے۔ خدا اُس کو اجر دیتا ہے۔ آپ قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ کی جگہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو اسے معاف کریں۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس موقع پر اگر تم نے دستگیری کی تو محمد رفیع کامیاب ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں اور ہم کو اس عذاب سے نجات دلائیں اگر ہماری طرف سے تم کو دلجمعی نہیں ہے تو ہم کلام اللہ درمیان میں رکھکر تمھیں یقین دلاتے ہیں کہ بدعہدی ہم سے نہ ہوگی۔

ایلچی سے یہ پیغام سُن کر راجہ شغر نے بہرام سے یہ کہا کہ اپنے باباکی باتیں تم نے سُنیں اُس نے جواب میں عرض کی کہ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ راجہ شغر کا مقابلہ دشمن نہیں کرسکتا۔ سب آپ کے منتظر ہیں جس وقت آپ منزل مقصود پر پہونچتے ہیں تو تمام رعایا آپ کی اطاعت کے لیے حاضر ہے۔ راجہ نے حکم دیا کہ لشکر اسکردو میں داخل ہو۔ اس فوج کو دیکھکر دنیا شیر خاں کے اوپر تاریک ہو گئی۔

شیر شاہ کے بھائی (غالباً امام قلی) کی طرف سے یہ مراسلہ راجہ شغر کے نام پہونچا۔ خدا ہر ایک کام میں تمھارا مددگار رہے اور تمھاری تمام مرادیں حاصل ہوں از راہ کرم ہماری طرف جلدی کرو کہ دشمن کا حوصلہ ٹوٹے۔ محمد رفیع خاں کو اپنے ساتھ لاؤ۔ ہم تمھارے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور تمھارے انتظار میں ہیں۔ شیر خاں بھی اگرچہ اپنا بھائی ہے مگر اُس کی حرکات سے ہم تنگ آگئے ہیں مجھے اسقدر طاقت نہ تھی کہ اُس کا مقابلہ کرسکتا اس لیے تن بتقدیر اب تک خاموش رہا۔ ظلم و ستم کی طرف اُس کی رغبت زیادہ ہے اور بیکس ولاچار آدمیوں کو ہمیشہ تنگ کرتا ہے۔ مرحوم کے یتیموں اور بچوں کو اور محمد رفیع کے جیسے معصوم کو زندان محنت میں گرفتار کیا اور مرحوم کے رشتہ داروں کو خوار و ذلیل کیا۔ ان بدکرداریوں سے میں نے اسے روکا۔ لیکن اس کا اُلٹا اثر ہوا کہ وہ میرا بھی دشمن ہو گیا۔ محمد رفیع اُس کے ہاتھ سے جب آزاد ہوا تو مجھے کمال اطمینان حاصل ہوا۔ جو شخص ظلم و ستم کا خوگر ہو آخرالامر اُسے خواری نصیب ہوتی ہے۔ وہ بلا وجہ تمھارے ملک میں داخل ہوا۔ بدی کی بخشی اس لئے رنج د

تعب میں مبتلا ہوا۔ اب وقت ہے کہ دشمن کا سر کچلا جائے۔ اُس کو تمھارے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر جنگ کی حماقت اُس سے سرزد ہوئی تو وہ تمھارے پنجہ میں ہے خدا کی مہربانی سے تم اور محمد رفیع خاں دونوں جمع ہو گئے ہو اب دشمن کا سر اُڑا دو۔ اس وقت موقع ہے اسے ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔

راجہ نے یہ مراسلہ پڑھا تو خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ بہرام کی طرف مخاطب ہو کر حکم دیا کہ لشکر لے کر تم روانہ ہو جاؤ۔ اُس نے عرض کی کہ تمھارے اقبال سے ہم دشمن کو قلعہ اسکردو سے اس طرح نکال دیں گے جیسے کہ شیطان بہشت سے نکالا گیا ہے۔ اندھیرا ہونے کے ساتھ ہی قلعہ کے نیچے پہونچ جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ محمد رفیع ہمارے ساتھ ہو کیونکہ اس کے بغیر رعایا کی اطاعت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب صبح ہو تو آپ بھی کوچ کر دیں اس عرصہ میں ہم بھی لشکر آراستہ کر لیں گے اور خدا کے فضل سے دشمن پر قابو حاصل کرینگے

راجہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور بہرام کے ساتھ لشکر روانہ ہو گیا۔ فوج جب حدود اسکردو میں داخل ہوئی تو سب چھوٹے بڑے اظہار عقیدت کے لیے جمع ہو گئے اور محمد رفیع خاں کی صورت دیکھ کر اپنا رنج وملال بھول گئے۔ لشکر برابر کوچ کرتا رہا۔ اس اثنا میں امام قلی اور سلطان خاں بھی لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ محمد رفیع خاں سے بغلگیر ہوے۔ اور تمام مشکلیں حل ہوئیں۔ امام قلی خاں بھی اس اثنا میں امداد کے لیے پہونچ گیا۔ اور سب نے مل کر دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

شیر خاں نے یہ حالات دیکھے تو خون کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سب چالاکی بھول گیا۔ رہائی کی صورت نظر نہ آئی تو اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اب دشمن کے ہاتھ میں پڑ گیا ہوں اور تمام کام خراب ہو گیا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اس وزیر باتدبیر نے جواب دیا کہ اگر تم نے اس وقت سختی کی تو نیچا دیکھو گے۔ اب اخلاص اختیار کرنا چاہیے ورنہ دشمن کے ہاتھ سے تم بچ نہیں سکتے۔ اگر جنگ کا خیال ہے تو کامیابی محال ہے کیونکہ جنگ کی حالت جب وقت دگرگوں ہو تو دشمن کے ہاتھ سے جان بچانا ہنرمندی ہے۔ وزیر کی یہ باتیں سُن کر اُس کے ہوش ٹھکانے ہوے۔ اُس نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ اے نورِ چشم تم میرے باغ کے پھول ہو۔ تمھارا اقبال ہمیشہ ترقی کرے اور تمھارے بدخواہوں کو

کا ارادہ کیا تو شیر خان کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اُس نے راجہ لداخ کے پاس ایلچی بھیجا کہ میں تمھارا دوست اور خیر خواہ ہوں اور جب تک زندہ ہوں تمھارا بندہ ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے کے ساتھ کر دو۔ اگر اس پیوند کو تم نے قبول کیا تو ہمارا خاندان مطیع فرمان ہے۔ اور تمام ملک تبت تمھارے زیر نگین ہے۔

ایلچی نے یہ پیغام پہونچایا۔ اور اندرونی حالات سب بیان کیے تو راجہ لداخ نے اپنے وزیران و مشیران کو بلایا۔ اور شیر خاں کا پیغام انھیں سنایا۔ سب چھوٹے بڑے یکزبان ہو کر بولے کہ مبارک ہو۔ راجہ لداخ نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ تم کو تخت مبارک رہے مجھے تمھارا رشتہ دل سے قبول ہے۔

ایلچی اس سفر دور و دراز سے واپس آیا اور خوشی خوشی راجہ لداخ کا جواب باصواب سنایا۔ شیر خان اُسے سُن کر مست ہو گیا اور خوشی کے مارے اپنے جامے میں پھولا نہ سمایا شادی کی تیاری ہوئی۔ اور اپنے بیٹے کو اُس نے لداخ روانہ کر دیا کہ شادی سرانجام پائے لیکن اس کے ساتھ ہی شیر خاں نے راجہ لداخ سے دس ہزار فوج کی بھی درخواست کی تاکہ شغر اور اسکردو کو ویران کرے۔ اور اپنے دشمنوں کو خراب کر کے خود تاج و تخت حاصل کرے۔ راجۂ لداخ نے ایلچی سے یہ پیغام سنا تو شرم سے گریبان میں منھ ڈال لیا۔

اس اثنا میں اسکردو کے لوگ محمد رفیع خاں کی شکایت کے لیے امام قلی خاں راجہ شغر کے پاس گئے۔ اُس نے ان کی عرض سُن کر جواب دیا کہ جس امر میں تم اپنے اوپر سختی سمجھتے ہو اُس کا اظہار کرو۔ خدا کے فضل سے تمھاری مراد پوری کروں گا۔ اس قوم نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت ہماری جان تمھارے سر پر تصدق ہو پہلا معاملہ جس نے ہمیں جان سے بیزار کر رکھا ہے۔ اور جو بڑا باعث ہمارے رنج و ملال کا ہے۔ یہ ہے کہ اپنے بیٹے (غالباً مراد شیر خان سے ہے) کا دیدار ہم نہیں دیکھتے۔ چند سال گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خویش و اقارب سے دور ہے۔ یہ صدمہ ہم سے سہا نہیں جاتا۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ فی گھر پانچ ترک (۲۰ انگریزی) گندم ہم سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ بڑی سختی ہے۔

راجہ شغر نے امام قلی۔ رفیع خاں۔ اور شاہ سلطان کو پوشیدہ طور پر بلایا۔ اور ان سے نصیحتاً کہا کہ تم جانتے ہو۔ کہ جس حکمران نے ظلم و ستم کے ساتھ یارانہ کیا۔ اقبال نے اُس سے

منہ موڑا۔ شاہان سابق جور وستم نہیں کرتے تھے۔ اور رعایا کے معاملات میں غور و فکر سے کام لیا کرتے تھے کیونکہ رعیت جڑ ہے اور سلطان درخت ہے۔ درخت کا استحکام بیج سے ہوتا ہے۔ مخالف زبردست اور تم زیردست ہو۔ ظلم نے یہ صورت پیدا کر دی ہے اب ظلم سے دست بردار ہو جاؤ اور رعایا کو اپنا گرویدہ بناؤ۔ اگر اس میں تم سے کوتاہی ہوئی تو تمہاری بہبودی کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی۔ میرے ساتھ تم نے اتحاد پیدا کیا اور نفاق کو ترک کیا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف عاجز و لاچار ہو گیا۔ جو کچھ ہم نے عہد و پیمان کیا ہے۔ میں اس پر قائم ہوں مخالف کے خلاف جدوجہد کروں گا۔ لیکن رعیت تمہارے ظلم سے نالاں ہے اس کا انتظام تم کو کرنا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اپنے راستہ میں اپنے ہاتھ سے کانٹے بچھاؤ۔

راجہ شگر سے یہ نصیحت سن کر انھوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ جب تک زمین کے اوپر آسمان قائم ہے۔ حضور کا بدخواہ قعر زمین میں رہے۔ جو کچھ آپ کا حکم ہے اس کی تعمیل کے لیے ہم دل و جان سے حاضر ہیں۔ آپ کے حکم سے سر مو ہم سرتابی نہیں کر سکتے اس پر راجہ شگر نے فریادیوں کو اطمینان دلایا اور وہ واپس ہو گئے۔

شیر شاہ ۱۶۸۰-۱۷۱۰ء

محمد رفیع خاں ۱۷۱۰-۱۷۴۵ء

اس خانہ جنگی اور بیرونی اقوام کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے زمانہ میں ہر دو جہت دپوریگ میں ایک انقلاب عظیم برپا رہا اس دوران میں شیر شاہ کرتخشہ کے ساتھ اسکردو پر بھی تقریباً ۱۶۸۰ء سے ۱۷۱۰ء تک حکمران رہا مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کی جزوی تفصیل کو میں نے ترک کر دیا۔ آخر الامر اس جنگ و جدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد رفیع خاں تقریباً ۱۷۱۰ء میں اپنے رقیب شیر خاں سے مطمئن ہو کر باطمینان تام تخت اسکردو پر متمکن ہو گیا۔ شیر خاں نے ملک کرتخشہ پر قناعت کی اور اطمینان کے ساتھ وہاں آباد ہو گیا۔ ملک کھپلو میں حاتم خاں کا دور دورہ ہوا اور رقیبوں سے میدان بالکل صاف کر دیا گیا۔ کرس کے اوپر امیر خاں کی حکومت قائم ہوئی۔ اور امام قلی خاں بدستور شگر میں رہا۔ اسی دوران میں علی شاہ روندو کے اوپر اور شاہ سلطان استور پر متصرف ہوئے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں طلاق کا رواج زیادہ ہو گیا تھا۔ محمد رفیع خاں نے اسے روکنے

کی غرض سے علاوہ از رقم مہر ایک طولو سونے کا تاوان طلاق کے اوپر ایزاد کر دیا۔ اس کو آج تک رفیع خانی طولو کہتے ہیں اور جو اقوام رواج کی پابند ہیں ان میں یہ دستور تا حال رائج ہے۔

علی شیر خان انچن کے بعد۔ محمد مراد۔ مراد خاں۔ یا شاہ مراد جس نام سے کہ وہ بعد میں مشہور ہوا۔ بہت زبردست اور مدبر راجہ اسکردو کا ہوا ہے۔ جس نے دردستان تک اپنا سکہ جمایا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں جب میں گلگت میں تھا اس وقت تک لوگ شاہ مراد۔ شیر شاہ و علی شاہ کے کارناموں کے گیت گایا کرتے تھے۔ شاہ مراد نے اندرونی انتظامات ملک میں بھی بہت ترقی کی۔ اُس نے سنگ تراش۔ زرگر۔ اور سوچی ہندوستان اور کشمیر سے لاکر اسکردو میں آباد کئے۔ اور سنگ مرمر کا استعمال جو اس وقت بھی پرانی شاہی عمارات کے کھنڈرات میں موجود ہے۔ اسی کے زمانہ میں شروع ہوا۔ کھرپوچھے کے اوپر جو چٹان ہے۔ اس کی چوٹی پر پیالی قلعہ موسومہ وونگ ای کھر اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اور قلعہ کورو بھی اسی نے تعمیر کیا۔

اس زمانہ میں ایک طرف کاشغر اور دوسری طرف کشمیر و ہندوستان کے ساتھ تبت خورد کے باہمی تعلقات اور میل ملاپ کی وجہ سے اس ملک میں تہذیب و شایستگی نے بہت ترقی کی۔ جس کے سبب بلتستان اُس وقت ممتاز خیال کیا جاتا تھا۔ اور جس کے نشانات اس انقلاب عظیم کے باوجود آج بھی پائے جاتے ہیں۔ الغرض علی شیر خاں انچن اور شاہ مراد وغیرہ برادران اسکردو میں۔ اور امام قلی خاں شغر میں۔ اور حاتم خاں کھپلو میں بلتستان کے ممتاز حکمرانوں میں سے گذرے ہیں۔ جو اپنے ملک اور وطن کے لیے باعث فخر ہیں۔

فصل تیسری

زوال حکومت اسکردو

سلطان مراد راجہ اسکردو ۱۷۴۵ تا ۱۷۸۰ء محمد رفیع خاں کے بعد اس کا بیٹا سلطان مراد راجۂ اسکردو ہوا۔ اس کے عہد کا اہم واقعہ ۱۱۹۳ ہجری مطابق ۱۷۷۹ء میں حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر کا حملۂ اسکردو ہے۔ حسن شاہ کی تاریخ حسن اور فوق کی تاریخ کشمیر میں مذکور ہے کہ اس نے مرتضیٰ خاں کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا۔ جس نے بڑی جدوجہد کے بعد راجہ مراد خاں (یعنی سلطان مراد) حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور باج و خراج اور یرغمال لے کر مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے فتح نامہ تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا۔ جس نے اس خدمت کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔

حکومت اعظم خان شغر ۱۷۸۰۔۱۷۸۵ء اس کے کچھ عرصہ بعد اعظم خاں راجہ شغر کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ افغانوں کے حملہ سے ملک میں کمزوری پیدا ہو چکی تھی۔ اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا۔ اور بغرض مصالحت سلطان مراد کو جو اعظم خاں کا سالہ تھا۔ دعوت کے بہانے سے شغر میں بلایا۔ اور یہ انتظام کر دیا کہ جب وہ دریائے شغر کے درمیان میں پہنچے تو دریا میں غرق کر دیا جائے چنانچہ کوار دو اور شغر کے درمیان دریائے شغر سے گذرنے کے وقت اسے دریا برد کر کے اعظم خاں نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کر لیا۔ اور موسےٰ پا علی کو اسکردو میں کھرپون یعنی حاکم مقرر کر دیا۔

اس وقت محمد ظفر خاں فرزند سلطان مراد صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا اور پانچ چھ سال وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس اثنا میں اعظم خاں راجہ شغر کا بھائی علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت پر گئے تھے۔ براہ لداخ واپس آئے۔ پوریگ میں اتفاقاً

ظفر خاں انھیں مل گیا۔ اُس نے اپنی مصیبت کی تمام داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے۔ انھوں نے اس مظلوم لڑکے کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا لیکن وہ طول طویل سفر کی وجہ سے بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا۔ سخت مجبوری ہوئی۔ لہذا اعلیٰ خاں نے اپنے ساتھی وزیر محمد کو ظفر خاں کے شیر بدر سوسو پا کے پاس اسکردو میں بھیجا کہ کچھ زادراہ لے آئے۔ سوسو پا نے بیوفائی سے بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کرکے کھرپوں علی کے پاس پیش کردیا۔ اس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی۔ وہ اسکردو پہونچا۔ اور وزیر محمد کو سکہ میدان میں نشانۂ تیراندازی بناکر ملک عدم کو پہونچایا۔ اور ظفر خاں و علی خاں کو گرفتار کرکے پوریک سے منگوایا۔ ظفر خاں کو شغر کے موں کھر میں بند کردیا اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف جلاوطن کردیا

محمد ظفر خاں راجہ اسکردو ۱۷۸۵-۱۷۸۷ء

اعظم خاں کی رانی فخرالنسار جو سلطان مراد کی بہن تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کو اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھا تو سخت برہم ہوئی۔ لہذا اُس نے موضع کواردو کا محلہ برق لق اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خاں سے علحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بداعمالی کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہوئی۔ چنانچہ اس نے مسمی دلی کو جو وزیر محمد کا ماموں زاد بھائی اور فخرالنسار کے بیٹے سلیمان کا شیر بدر تھا۔ اپنا ہم خیال بنا کر شغر میں بغاوت کرادی۔ اس بغاوت میں اعظم خاں قتل ہوا اور سلیمان کو جو ابھی خوردسال تھا۔ اُس کی جگہ راجہ شغر مقرر کیا گیا۔ اور مسمی دلی مذکورہ اس کا وزیر اور سربراہ مقرر ہوا۔ اور محمد ظفر خاں کو قید سے آزاد کرکے تخت اسکردو پر متمکن کیا۔ اور وہ کامرانی کے ساتھ اسکردو میں حکومت کرنے لگا۔ اس کے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

علی شیر خاں ثانی ۱۷۸۷-۱۸۰۰ء

محمد ظفر خاں کے بعد اس کا بیٹا علی شیر خاں ثانی حکمران ہوا۔ اس نے علاقہ پرکوتہ کو کرتخشہ سے نکال کر اسکردو کے ساتھ شامل کرلیا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے غلام شاہ کو یہ علاقہ گذارہ میں دیدیا۔

اُس زمانہ میں شغر میں حسین خاں کی وفات کے بعد جانشینی کا تنازعہ قلی خاں و اعظم خان کے درمیان جاری تھا۔ قلی خاں بھانجہ علی شیر خاں کا تھا۔ اس نے قلی خاں کی امداد

کی۔اور اعظم خاں کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو میں پہونچا۔ قلی خاں نے نو سال تک راج کیا۔ اس اثنا میں اعظم خاں کھپلو سے امداد لے کر آیا۔ اور قلی خاں کو اسکردو کی طرف بھگا کر خود قابض ہوگیا۔ قلی خاں اُسکردو سے کمک لے کر آیا۔ اور اعظم خاں کو نکال کر دوبارہ قابض ہو گیا۔ بعد میں اعظم خاں پھر کھپلو سے کمک لایا اور قلی خاں کو نکال کر شغر کی حکومت پر متمکن ہو گیا ان لڑائی جھگڑوں نے اسکردو، کھپلو اور شغر تینوں حکومتوں کی بنیاد کو ہلا دیا۔

احمد شاہ ... ۱۸۰۰ الغایت ۱۸۴۰ء علی شیر خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا احمد شاہ راجہ ہوا۔ اس زمانہ میں اعظم خاں راجہ شغر فوت ہو چکا تھا اور اُس کا بیٹا حیدر خاں راجہ تھا۔

احمد شاہ نے اپنے بھتیجے عبدال خاں کی سرکردگی میں کھپلو پر خوج کشی کی کیونکہ اہل کھپلو نے پرکوتہ پر دست اندازی کی تھی۔ اُس وقت کھپلو میں مہدی حکمران تھا۔ جس نے بامداد راجہ لداخ اپنے دونوں بھائیوں دولت علی خاں و محمد شاہ کو ملک سے نکال کر نوبراہ میں قید کر دیا تھا۔ مہدی نے عبدال خاں کو شکست فاش دی اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خاں قید کر لیا۔ اور عبدال خاں کو نوبراہ میں بھیج دیا۔ احمد شاہ اس واقعہ سے بڑا رنج ہوا اور اس نے سفارت کے ذریعے اپنے قیدیوں کی خلاصی کی کوشش کی۔ ملا جابر ساکن کرس کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اور یہ وعدہ کیا۔ کہ اگر سب قیدی چھوڑ دیے جائیں تو میں کبھی چھونگ تق پڑی سے اوپر کی طرف دست اندازی نہ کروں گا مگر مہدی نے قیدیوں کو چھوڑنے سے قطعی انکار کیا۔ دوبارہ احمد شاہ نے ملا جابر کو اس پیغام کے ساتھ مہدی کے پاس بھیجا کہ اگر عبدال خاں کو قید سے چھوڑ دیا جائے۔ تو اس کے مساوی الوزن سونا فدیہ میں دینے کو تیار ہوں مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی بلکہ مہدی کے اوپر اُس کا الٹا اثر ہوا۔ اُس نے عبدال خاں کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ میں ہلاک کر دیا۔ عبدال خاں کو مہدی نے علاقہ نوبراہ کے موضع ڈگر کی آبادی ٹانیار کے محلہ یار مہان میں قید کر رکھا تھا۔ اُسی جگہ وہ مدفون ہوا۔

یہ حال جب احمد شاہ کو معلوم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اور انتقام لینے کا پختہ ارادہ اُس نے کر لیا۔ چنانچہ اندرونی تیاری اُس نے بہت بڑے پیمانہ پر شروع کر دی۔ اور صوبہ

کشمیر سے بھی فوجی امداد کی درخواست کی۔ کشمیر سے باتحتی رفیع ملک ایک ہزار جوان احمد شاہ کی امداد کے واسطے آئے۔ اس متحدہ فوج کو لیکر خود احمد شاہ نے کھپلو پر حملہ کیا اور مہدی کو شکست دیکر قید کر لیا۔ لوٹ مار اور گرفتاریوں کی کوئی انتہا نہیں چھوڑی۔ کھپلو کو اس نے اسکردو کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور یول شر دنگ کریم کو حاکم کھپلو مقرر کیا۔ اور خود مہدی اور دیگر قیدیوں کو لے کر اسکردو واپس آیا۔ یہاں مہدی کو ایک تیرہ و تاریک کنوئیں میں قید کیا۔ اور مساوی الوزن آٹے اور نمک کی روٹی اور ایک پیالہ پانی اُسکی روزانہ خوراک مقرر کی۔ اس ناخوشگوار خوراک نے تھوڑے ہی عرصہ میں مہدی کا کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد فتح ڈوگرہ تک کھپلو پر اسکردو کا قبضہ رہا۔

غالباً اسی واقعہ کو نوق نے اپنی تاریخ کشمیر میں بعہد حکومت مہاراجہ رنجیت سنگھ و بزمانہ صوبہ داری شاہزادہ شیر سنگھ ۱۸۳۱ء لغایت ۱۸۳۴ء اس طرح لکھا ہے کہ "ادھر ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اُدھر پنڈت گنیش راجۂ اسکردو سے جنگ و جدل میں معروف تھا۔ آخر پنڈت کامیاب ہوا۔ اور راجہ نے دربار خالصہ کا باجگذار ہونا قبول کیا۔ واپسی پر آپ نے کوہستان استور میں بلور کی ایک کان ملی جہاں پہرے مقرر کر دیے اور بہت سے ٹکڑے بلور کے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کئے۔ شیر سنگھ وسعت ملک اور دریافت کان سے بہت مسرور ہوا اور پنڈت کو صاحب کاری کا عہدہ عطا کیا"۔ چونکہ اس اندراج میں اسکردو کا نام مذکور نہیں ہے۔ اس لیے صراحتہً نہیں کہا جا سکتا کہ کس راجہ کے عہد کا یہ واقعہ ہے۔ مگر حالات اسکردو میں اس واقعہ کا تعلق کشمیر کے ساتھ پایا گیا ہے۔ لہذا اسی کے ساتھ اسے درج کر دیا گیا۔

احمد شاہ کا ولی عہد شاہ مراد تھا مگر وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہوا۔ اس زمانہ میں شاہ مراد کی والدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور محل شاہی میں دولت خاتون خواہر حیدر خاں شغر کا دور تھا۔ اُس نے اپنے ذاتی رسوخ کو استعمال کر کے اکابران اسکردو کی ایک تعداد کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اور احمد شاہ کو مجبور کیا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کو محروم کر کے اپنے چھوٹے بیٹے محمد علی خاں کو جو دولت خاتون کے بطن سے تھا۔ ولی عہد مقرر کرے دولت خاتون کی اس خودغرضی نے گھر میں پھوٹ پیدا کر دی جس کا نتیجہ تمام خاندان کی تباہی تھا۔

محمد شاہ کو قلعہ سے خارج کرکے نوآبادی گیاسر میں رکھا گیا۔ اور خرچ خوراک اُس کے رتبہ کے مطابق اُس کو نہیں ملا۔ اُس نے سازش شروع کی اور اکابران ملک میں سے بعض کو اُس نے اپنا طرفدار بنا لیا۔ علی شیر خاں کھرمنگ بھی اس کا طرفدار ہو گیا۔ تجویزیہ قرار پائی کہ ڈوغونی پابونو اُس کو ساتھ لے کر کشمیر جائے اور سکھوں کے صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ محمد شاہ بہمراہی ڈوغونی پابونو کے گیاسر سے براہ دیوکی فرار ہو کر کشمیر پہونچا۔ صوبہ کشمیر نے محمد شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور میں بھیج دیا۔ مہاراجہ لاہور فتح لداخ کی اجازت مہاراجہ گلاب سنگھ کو دے چکا تھا اس لیے اُس نے ان اطراف میں خود مداخلت کرنا درست نہ خیال کیا اور محمد شاہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے سپرد کر دیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وزیر زورآور فوج ڈوگرہ لے کر لداخ کو روانہ ہو چکا تھا مہاراجہ گلاب سنگھ نے محمد شاہ کو وزیر زورآور کے پاس بھیج دیا۔ محمد شاہ وزیر زورآور کے پاس سورو میں حاضر ہوا۔ اور اُس کے ساتھ لداخ پہونچا۔ وزیر زورآور نے بعد فتح لداخ محمد شاہ کو ٹنڈوت نگیل گیالپو لداخ کے سپرد کر دیا کہ سردست لداخ میں رکھا جائے غالباً اُس کا خیال ہوگا کہ بعد میں اُس کی امداد کا انتظام کیا جائیگا۔

محمد شاہ کے گیاسر سے فرار ہونے کے بعد اس بارہ میں علی شیر خاں کرتخشہ کی طرف سے احمد شاہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اور چند روز کے اندر تعلقات اس درجہ کشیدہ ہو گئے کہ احمد شاہ کو حملہ کرتخشہ کی ضرورت ہوئی۔ علی شیر خاں فوج اسکردو کا مقابلہ نہیں کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کے لوگوں نے محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں علی شیر خاں چند آدمیوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت قلعہ سے نکل کر بطرف لداخ فرار ہو گیا۔ اور جب وزیر زورآور کے سورو پہونچنے کی خبر لداخ میں پہونچی تو اپنی رسم و راہ وزیر کے ساتھ شروع کر دی۔

باقی حالات اس ملک کے لسلسلہ حملہ زورآور سنگھ تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکے ہیں راجگان روندو۔ استور وطولتی کی حیثیت کم و بیش گزارہ خوروں کی طرح رہی ہے اور ان کے کوئی جداگانہ کارنامے مجھے تحقیق نہیں ہوئے۔ اس لیے ان خاندانوں کے جداگانہ حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی اور صرف شجرہ نسب پر اکتفا کی ہے۔

روندو و استور کے شجرہ نسب اسکردو کے شجرہ نسب کے درج کر دیے گئے ہیں۔ کرتخشہ جو اسی خاندان کی شاخ ہے اُس کے حالات میں نے جداگانہ لکھے ہیں اور طولتی چونکہ خاندان کرتخشہ کی شاخ ہے اُس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے شجرۂ نسب کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ موجودہ انتظام میں یہ سب جاگیردار ہیں۔ صرف جاگیر کے چھوٹا یا بڑا ہونے کا فرق ہے۔ اسکردو۔ روندو و طولتی کے راجگان کا رعایا کے ساتھ چنداں تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے رقبہ خود کاشت کے جاگیردار ہیں۔ رسوم راجگی جو زمانہ سابق میں راجگان اہل ملک سے وصول کرتے تھے اب انھیں خزانہ سے ادا ہوتی ہے صرف راجہ کرتخشہ اپنی جاگیر کا مالیہ براہ راست رعایا سے وصول کرتا ہے۔ استور موجودہ ملکی تقسیم میں وزارت گلگت سے متعلق ہو گیا تھا۔ اور راجہ استور اُس وزارت میں جاگیردار ہے۔ اور گلگت کے بے اختیار راجگان میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ نے احمد شاہ کو گرفتار کرنے کے بعد اُس کے بیٹے محمد شاہ کو راجہ مقرر کیا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا علی شاہ راجہ ہوا۔ علی شاہ کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا حسن خاں راجہ ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی شاہ شیر خوار تھا اُسے راجہ مقرر کیا گیا اور اُس کے چچا محمد شاہ کو اُس کا سربراہ بنایا گیا۔ اس کی بابت راجہ محمد علی شاہ کے شیر پدر وزیر غلام حیدر نے جنگ و جدل جاری رکھا۔ بالآخر محمد شاہ سربراہ فوت ہو گیا۔ اب محمد علی شاہ اپنی جاگیر پر بااختیار راجہ ہے۔

شجرہ نسب مقپون راجگان کرتخشہ (کھرمنگ)

علی شیر خان انچن ۱۵۹۵ / ۱۶۲۵ء

آدم خان ۱۶۲۶ / ۱۶۴۱ — دختر زوجہ شاہ مراد

عبدال خان ۱۶۲۵ / ۱۶۲۶ء

احمد خان

شاہ مراد (اسکردو) داماد جنگی آدم خان

علی شاہ (رونڈو)

شیر شاہ (کرتخشہ) ۱۶۴۵ / ۱۶۶۵ء

شاہ سلطان (استور)

امام قلی

عزیز خان ۱۶۶۵ / ۱۶۹۰ء

حمزہ خان

سعادت خان ۱۶۹۰ / ۱۷۲۰

اعظم خان

شاہ نواز

ذوالفقار خاں

محمد خان

حسین خان — سکینہ بیگم (زوجہ خورم خان کرس)

شاہ نواز ثانی (اسکی اولاد پرکوتہ میں قابض ہے)

عبدالرحیم خاں

علی شاہ (طولتی)

محتہ خاں (درس کر)

عباس بیگ (دوس کر)

اشرف خان

محمد علی خان

مشرف خاں

زوجہ اول دختر علی شیر خان راجہ اسکردو

زوجہ دوم سلسلہ جیفو (۵۸۰)

(بقیہ صفحہ ۵۷۹ کا)

شجرہ نسب مقپون راجگان طولتی

اعظم خان راجہ کرتخشہ ١٧٢٠ / ١٧٥٠

عبدالرحیم خان راجہ کرتخشہ

علی شاہ راجہ طولتی

زوجہ اول

احمد خان
کریم خان
صمد خان
حسین علی خان

اسد اللہ خان
حسین علیخان

محمد خان
محمد مراد

عبد اللہ خان
محمد عظیم خان
مہدی علیخان

احمد خان
لطف علیخان
علی خان

فدا حسین
محمد عباس
علیخان

خان
علی شاہ
علی خان
محمد خان

زوجہ دوم

مولا قلی خان

جعفر قلی
امیر خان
حنیف

ابوالحسن
غلام حیدر

شاہ محمد
سلطان محمد

محمد خان

علی شاہ
علی خان
حسین علی خان
غلام حیدر

عبد الصمد خان
محمد خان

زینب خاتون
ماہتاب بیگم
آفتاب بیگم

محمد علی خان
علی خان
علی شاہ

حسین علی خان

حسن خان
کریم خان

دوسرا باب

تاریخ کرتخشہ (کھرمنگ)

حالات ابتدائی عام روایات کے مطابق اس علاقہ کے ابتدائی واقعات یہ ہیں کہ زمانہ سلف میں ایک شخص جو پرکوتہ میں یول شرونگ تے کے نام سے مشہور ہے۔ چیلاس سے اس ملک میں آیا۔ اور اس نے پرکوتہ کا محلہ سرنگ آباد کیا۔ جواب علیحدہ موضع ہے۔ اس کے بعد نن چھے۔ تامو۔ جلبی۔ ہر سہ برادران کھپلو سے آئے۔ انھوں نے پرکوتہ خاص کو آباد کیا۔ انھیں کی اولاد نے بعد میں دیگر دیہات واقعہ پرکوتہ آباد کئے اور اپنی اپنی آبادیوں پر اپنے اپنے نمایندگان کے ذریعے جنھیں ترامہ کہتے تھے حکمران رہے۔

اسی زمانہ میں دو آدمی ماپور اور چندن نامی کھپلو سے آئے۔ چندن نے پاری کا گانوں آباد کیا۔ اور اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ ماپور نے کراباتھنگ آباد کیا۔ یہ جگہ کرتخشہ سے اوپر کی طرف تقریباً چوتھائی میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر واقع ہے۔ اور اب راجگان کرتخشہ کی خود کاشت ہے۔

اس کے بعد اقوام یوسف پا اور اداچک پا کے اسلاف چترال سے اور گنگانی کے بزرگ کھپلو سے آکر اس جگہ آباد ہوئے جواب غندوس کے نام سے مشہور ہے۔

اسی اثناء میں ایک شخص چانٹوک جو قوم درد سے تھا چند ہمراہیوں کے ساتھ کسی طرف سے جو تحقیق نہیں ہو سکا۔ اس ملک میں وارد ہوا۔ اس نے نالہ گندرک کے دونوں کناروں پر آبادی کی بنیاد رکھی۔ یہ آبادی اب کھرمنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ماپور کو کراباتھنگ سے نکال کر اس جگہ بھیجدیا جو بعد میں اسی کے نام پر ماپوردنہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور کراباتھنگ پر وہ خود قابض ہو گیا اس نے

اپنی رہائش کے لیے کھرمنگ کی چٹان کے اوپر ایک مختصر مکان تعمیر کیا اور اپنے نام کی نسبت سے اسکا نام انٹھوک کھر رکھا کھر تبتی زبان میں کھر قلعہ کو کہتے ہیں۔

انھیں ایام میں چومرسک نے وندو سے آگز نالہ غوسیں کے اندر بمقام گاب ایک چھوٹا مکان تعمیر کیا اور غوسیں کو آباد کیا۔ بلبل نامی اُس کا ایک نوکر تھا اس کے ذریعے بلبلد کو آباد کیا۔

کچھ عرصہ تک یہ تمام نو آباد اشخاص اپنی اپنی آبادیوں پر جدا جدا حکمران رہے چومرسک کے بیٹے لوبرانگ میر کے زمانہ میں چوانٹھک نے اُس کو غوسیں و پلبلد وغیرہ سے نکال کر بانچہ میں بھیج دیا۔ اور غوسیں وغیرہ پر خود قابض ہوگیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے اس نے عندوس پاری۔ اور مایوردو پر بھی اپنا تسلط کر لیا۔ اور ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی جس کی وسعت پاری سے لیکر غوسیں تک تھی۔ اس کا نام کرتخشو رکھا۔

بعد ازاں اس کی اولاد نے پرکوتہ پر بھی قبضہ حاصل کیا۔ اور اسے کرتخشو میں شامل کرلیا۔ طولتی وغیرہ دیہات واقعہ لب دریاے سندھ انھوں نے خود آباد کیے اور کرتخشو و پرکوتہ پر حکمران رہے۔ ان کا سلسلہ نسب دریافت نہیں ہو سکا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ انکی حکومت عرصہ تک قائم رہی۔

بعد ازاں لداخ کی طرف سے حملہ ہوا۔ اس کا زمانہ تحقیق نہیں ہو سکا۔ نہ یہ دریافت ہو سکا کہ بوقت اس حملہ کے کرتخشو یا لداخ میں راجہ کون تھا۔ مگر قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ حملہ اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ مذہب اسلام اسکردو میں پہونچ گیا تھا۔ اس فوج نے کرتخشو اور پرکوتہ پر اپنا تسلط کر لیا اور یہ دونوں علاقے حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لئے گئے اور کرتخشو میں لداخی کھرپوں یعنی حاکم مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ماتحت ایک چھوٹا کھرپوں پرکوتہ میں تعینات کیا گیا۔ لداخیوں کی حکومت کرتخشو پر عرصہ تک قائم رہی۔ اس اثنا میں کھرپوں نے کرتخشو نے اپنے رہنے کے لیے انٹھک کھر کے ساتھ اُسکے سلسلہ میں ایک عالیشان محل تعمیر کیا جو بری کھر کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے۔

غازی میر راجہ اسکردو کے زمانے میں کھرپوں کرتخشو نے اسکردو کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کی۔ اس بنا پر غازی میر نے بسرکرنگی اپنے بڑے بیٹے اور ولیعہد علی شیر خان سے کرتخشو پر فوج کشی کی۔ علی شیر خان نے پرکوتہ اور کرتخشو کو فتح کرنے کے بعد لداخ پر بھی حملہ

اور اُسے فتح کرنے کے بعد راجہ لداخ کو واپس حوالہ کر دیا۔ کرتخشو اور لداخ کے درمیان غوٹھامت چھو د نالہ گراگرا، سرحد قرار پائی۔ جس کا مفصل حال اسکردو و لداخ کے بیان میں درج کیا گیا ہے۔ اس وقت سے کرتخشو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل ہو گیا۔ علی شیر خاں نے جب کرتخشو کی آبادی میں رفتہ رفتہ ترقی کی۔ اور سرحدی دیہات میں حفاظتی چوکیاں قائم کیں اور برج تعمیر کئے تو چونکہ اس چھوٹے ملک میں بہت قلعے بن گئے۔ اس بنا پر اس ملک کا نام کھر منگ ہو گیا۔ یعنی بہت قلعوں والا ملک۔

علی شیر خاں نے بعد فتح کرتخشو سابقہ خاندان اتھوٹک کے سرکردہ حیدر کو جو اس وقت برقپو منگے پا کی قوم سے کہلاتا تھا حاکم کرتخشو مقرر کیا۔

علی شیر خان انچن نے اپنے آخری زمانے میں اپنے چھوٹے بیٹے احمد خاں کو رندو گذارہ میں دیا اور منجھلے بیٹے عبدال خاں کو پرکوتہ و کرتخشو بطور گذارہ کے دیا۔ اس نے پرکوتہ میں سکونت اختیار کی۔ حیدر بدستور کرتخشو کا عامل اس کے ماتحت رہا۔ حیدر کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا مرزا خاں اُس کی جگہ پر عامل کرتخشو مقرر ہوا۔

علی شیر خاں کے فوت ہونے کے بعد جب عبدال خاں نے اسکردو پر قبضہ کر لیا تو اس نے پرکوتہ بھی اپنے عامل کرتخشو مرزا خاں کے سپرد کر دیا۔ اب مرزا خاں کرتخشو و پرکوتہ دونوں علاقوں کا حاکم ہو گیا۔ بعد میں جب عبدال خاں گرفتار ہو گیا تو مرزا خاں کی حکومت ماتحتی آدم خان کے اسکردو پر بھی ہو گئی۔ اس کے بعد جو مزید جھگڑے و فساد اسکردو میں ہوئے ان کی وجہ سے مرزا خان خود مختار حکمران اسکردو و کرتخشو کا تقریباً دس سال تک رہا۔ پھر جب آدم خاں اور شاہ مراد ہندوستان سے واپس آکر اسکردو پر قابض ہوئے تو مرزا خان اسکردو سے نکل کر کرتخشو میں آگیا۔ اور دو سال تک خود مختارانہ طور پر کرتخشو میں حکومت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں اُس نے شاہ مراد کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی جاری رکھی۔ آخرالامر شاہ مراد نے باتفاق امام قلی خاں راجہ شغر کرتخشو پر حملہ کیا۔ مرزا خاں نے دلیری کے ساتھ متحدہ افواج اسکردو و شغر کا مقابلہ کیا۔ اور تین روز تک جنگ جاری رکھی۔ مگر آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے۔ اور جد و جہد بیکار ہے تو وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کندرک نالے سے فرار ہو کر قلعہ چھورہ پٹ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

شاہ مراد نے کرتخشو پر تسلط جما لیا۔ اور مرزا خاں کے تعاقب میں فوج کھپلو کے راستے بھیجی
اور ملازوم کشی پاساکن کھر منگ۔ برچھا ساکن پرنگوت۔ نقتو لو پاساکن پاری تین اقوام
کے تین اشخاص کو خفیہ طور پر نالہ کندرک کے راستے مرزا خاں کو گرفتار کرنے کی غرض
سے روانہ کیا۔ مرزا خاں کے ملازمین میں ایک شخص بلدور دپا ساکن مایوردو ملازوم کشی کا
سالہ تھا۔ اس کی سازش سے ان ہر سہ اشخاص نے مرزا خاں کو رات کے وقت
بحالت خواب پکڑ لیا اور گرفتار کر کے براہ نالہ کندرک شاہ مراد کے پاس لے آئے
وہ اسے قید کر کے اسکردو لے گیا۔ اور وہاں سے کشمیر میں آدم خاں کے پاس بھیج دیا
آدم خاں نے دہلی میں شاہنشاہ ہند کے حضور میں روانہ کر دیا۔

شیر شاہ بانی حکومت کرتخشو ۱۶۸۰ء

جب شاہ مراد کا تسلط کرتخشو پر قائم ہو گیا تو امام قلی خاں راجہ شغر کے مشورے سے
شاہ مراد نے اپنے چھوٹے بھائی شیر شاہ کو حاکم کرتخشو مقرر کر دیا۔ یہ انتظام شاہ مراد
کی حیات تک جاری رہا۔ اسکے فوت ہونے پر شیر شاہ نے جو معرکہ آرائیاں اسکردو میں کیں
ان کا تفصیلی بیان تاریخ اسکردو کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب شیر شاہ نواب کشمیر
سے کمک لے کر آیا تو کرتخشو پر اُس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور کرتخشو پرکوتہ ہر دو علاقہ جات
حکومت اسکردو سے جدا ہو گئے مگر اقتدار اسکردو کا کرتخشو کے اوپر قائم رہا۔

اس طرح شیر شاہ نے خاندان کرتخشو کی بنیاد ڈالی۔ اپنے دوران حکومت میں اُس نے
بوتی کھر کے ساتھ ایک نیا محل کشمیری کاریگروں کے ذریعے تعمیر کیا۔ جس کا نام سوما کھر ہے
انھوک کھر کے ساتھ اوپر کی طرف لداخیوں نے جو محل تعمیر کیا تھا۔ اس کا نام بوتی کھر ہے
اور انھوک کھر کو مرزا خاں نے ترقی دی اس بنا پر وہ مرزائی کھر کے نام سے مشہور ہوا
اس کے ساتھ نیچے کی طرف شیر شاہ نے جو محل تعمیر کرایا۔ اس حصہ کا نام سوما کھر ہوا مجموعی
طور پر اس عمارت کو انھوک کھر کہا جاتا ہے جو آج تک اچھی حالت میں قائم ہے۔

شیر شاہ کے زمانہ میں کشمیر سے ایک فقیر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
موئے مبارک اپنے ساتھ لایا۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے سوما کھر میں ایک زیارتگاہ تعمیر
کی گئی اس کے اندر یہ موئے مبارک ایک صندوق میں رکھا گیا۔ یہ آج تک موجود ہے۔

شیر شاہ نے ترکتی کے بالمقابل دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر ایک نیا گانوں آباد کیا اور اپنے چھوٹے بیٹے حمزہ خان کو گنڈا رہ میں دیدیا۔ اس کے نام پر اس گانوں کا نام حمزہ گنڈ رکھا۔ یہ گانوں آج تک حمزہ خان کی اولاد کے قبضہ میں ہے گو کہ ان کی حیثیت اب معمولی زمینداروں سے بہتر نہیں ہے۔

کرتخشو کی حدود شیر شاہ کے زمانہ میں بطرف اسکردو بڑی چرکتی متصل گول اور بطرف کشمیر موضع کرکت اور بطرف لداخ غوتھا ست چھو تھیں۔ کرکت سے اوپر نالہ جات شغر تنگھو اور دراس بدستور شامل اسکردو تھا۔

عزیز خان و سعادت خان

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا عزیز خان حکومت کرتخشو پر متمکن ہوا۔ اس کے زمانہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اسکے بعد اُس کا بیٹا سعادت خان حکمران ہوا۔ اُس کے آخری زمانہ حکومت میں لداخ کی طرف سے بسر کردگی لامہ چو پا کالون کھرمنگ کے اوپر حملہ ہوا۔ اس نے سعادت خان اور اس کے بیٹوں کو جو سوماکھر میں تھے قتل کردیا۔ اور ملک پر متصرف ہوگیا۔ اعظم خان اور شاہ نواز دولڑکے سعادت خان کے کم عمر تھے اور اپنے شیر پدر علی داد چو کے گھر میں پچھ میں رہتے تھے۔ علی داد چو نے یہ شور و شر دیکھکر اعظم خان کو پوریگ کی طرف ایک گداگر کے بھیس میں بھگادیا۔ اور شاہ نواز شیر خور تھا اُسے پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں رکھا بعد میں جب لامہ چو کو پتہ لگا کہ سعادت خان کا ایک بیٹا علی داد چو کے گھر میں موجود ہے تو اُس نے اس کو طلب کیا۔ لیکن علی داد چو نے وہ وفاداری دکھلائی جس کی مثالیں صرف ہندوستان کی تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ اُس نے اپنے اصلی بیٹے کو بنام شاہ نواز لامہ چو کے دربار میں پیش کردیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے اُس کا قتل کیا جانا گوارا کیا۔ مگر شاہ نواز پر آنچ نہ آنے دی وہ بدستور اُسکے گھر میں بطور اُس کے اصلی بیٹے کے رہتا رہا۔

لامہ چو نے کرتخشو اور پرکوتہ پر اپنی حکومت قائم کرلی۔ راجہ اسکردو کو اپنے اندرونی جھگڑوں اور کمزوریوں کی وجہ سے لداخیوں کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی اور اس تکلیف میں خاندان کرتخشہ کی وہ کوئی مدد نہ کرسکا۔ حکومت اسکردو کی اس کمزوری سے والئے پشکم نے فائدہ اٹھایا کہ دراس کو گنڈیال چھونک اور کل علاقہ شغر تنگھو کو اپنی حکومت

میں شامل کر لیا۔ بعد میں علاقہ شغر تنگھو شامل کرتخشہ ہو گیا۔
اعظم خاں بائی چہ سے گداگری کی حالت میں پوریگ آیا۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ لداخ گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ملبہ میں ٹشی تنگیل کے پاس نوکر ہو گیا۔ آخرالذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سائیس کے طور پر اُس نے ملازمت شروع کی اور اس زمانہ میں اس نے بودھی حروف سیکھے اور بودھی علوم کی تعلیم حاصل کی طب میں خاص طور اُس نے مہارت پیدا کی۔ رفتہ رفتہ وہ ٹشی تنگیل کے ملازمان خاص کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ اُس زمانے میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے۔ جن سے ٹشی تنگیل کو اشتباہ ہو گیا۔ کہ اُس کا ملازم اعظم خاں کرتخشو کے خاندان مقپوں میں سے ہے۔ اس کا حال اعظم خاں کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ لرجے یعنی حکیم کے بھیس میں ملبہ سے بھاگا۔ اور پور بلتنگ میں ایک شخص برگن پا کے گھر میں آیا اور اصل حقیقت اُسے سنائی اُس نے اُس کو پناہ دی۔ اور پوشیدہ طور پر اپنے پاس رکھا۔ اس کی تلاش میں ملبہ سے کچھ آدمی آئے۔ انھیں بھی برگن پا نے اپنے گھر میں رکھا اور خاطر مدارات کی اور اُن کا اطمینان کر دیا۔ کہ اعظم خان اس طرف نہیں آیا ہے۔ جب وہ واپس چلے گئے تو اعظم خاں کو زادِ راہ دے کر برگن پا نے کرتخشو کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ طور غنڈ میں اپنے خاندان کے قدیمی ملازم الی کے گھر میں آیا۔ اور علی داد چو کو خبر بھیجی۔ وہ طور غنڈ میں آیا۔ اور اعظم خاں کو اپنے ساتھ اپنے گھر بائی چہ میں لے گیا۔ اس طرح سے یہ وارث حکومت کرتخشو لامہ لرجے کے بھیس میں بائی چہ پہنچ گیا۔ اب علی داد چو نے حسن محمد بوتی پا کو اپنے ساتھ ملایا جو گنا یس میں لامہ چو کی طرف سے حاکم تھا۔ حسن محمد دراصل خاندان مقپوں کا طرفدار تھا۔ وہ اعظم خاں کی امداد کے لیے تیار ہو گیا۔ اُس نے من چونگ بوٹو وزیر لامہ چو کے ساتھ سازش کی۔ یہ شخص نمک خور خاندان مقپوں رہ چکا تھا۔ اور اُن کی حکومت کے زمانہ میں بھی عہدہ وزارت پر ممتاز تھا۔ اس خیال سے یہ بھی دل و جان سے اعظم خاں کی مدد کے لیے تیار ہو گیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ لامہ چو مع اپنے دونوں بھائیوں کے مرض جذام میں مبتلا ہوا۔ من چونگ بوٹو نے یہ صلاح دی کہ اعظم خاں جس طرح لامہ لرجے کے بھیس میں آیا ہے۔ اسی طرح

یہاں دربار میں حاضر کیا جاے۔ اُسے ہر سہ برادران لامہ چو کے علاج پر لگایا جائیگا۔ اور موقع کا انتظار کیا جائیگا۔ جس وقت موقع ہوا لامہ چو کا کام تمام کر کے حکومت پر وہ قبضہ حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ لامہ لرجے دربار لامہ چو میں حاضر ہوا۔ اور ہر سہ برادران کے علاج کی خدمت اسکے سپرد ہوئی۔ اس نے سب سے بالائی منزل پر تین جدا جدا کمرے ان تینوں بھائیوں کی رہائش کے لیے تجویز کیے۔ جن کی کھڑکیاں باغ ارگون الدنگ کی طرف کھلتی تھیں۔ یہاں علاج ہوتا رہا۔ اس اثنا میں وزیر من چونگ بوٹو نے بلتی اقوام کو کرتخشو میں کسی بہانہ سے طلب کیا۔ جب سب انتظام درست ہو گیا۔ تو رات کے وقت ان تینوں بھائیوں کو کھڑکیوں کے راستہ ایک ایک کر کے ارگون الدنگ کی طرف گرا دیا۔ اس عمارت کی اپنی بلندی ہی ایک آدمی کی جان لینے کے لیے کافی ہے۔ مزید براں یہ کہ جس چٹان کے اوپر یہ عمارت واقع ہے وہ خود بھی زمین کی سطح سے بہت بلند ہے۔ یہ کمرے جس میں لامہ چو وغیرہ کو رکھا گیا تھا اس طرح واقع ہیں کہ ان کی کھڑکیوں سے جو چیز نیچے گرے وہ چٹان کے ساتھ رگڑ کھاتی ہوئی زمین تک آئیگی۔ اس موقع سے انسان کا صرف گرایا جانا اُس کی موت کے لیئے کافی سے زیادہ ہے۔ گرنے کے ساتھ ہی ان بھائیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ صبح کے وقت اعظم خاں کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا۔ بلتی اقوام نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور لدخیوں کا قتل عام شروع ہوا۔ اس طرح کرتخشو سے کر پرکوتہ تک غازی نے اپنا تسلط کر لیا۔

لامہ چو کی حکومت کے زمانہ میں موضع گنوخ پھر شال گرکونو ہو گیا تھا۔ غازی اسکے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس لیے کرتخشو کی حد بطرف لداخ مردل قائم ہوئی۔ اعظم خان غازی نے اپنے بھائی شاہ نواز کو جو اب تک گمنامی کی حالت میں تھا پرکوتہ کی حکومت سپرد کی اور علی داد چو نے جو وفادارانہ خدمات انجام دی تھیں ان کے صلہ میں بائی چہ کا گاؤں اس کو بطور عطایات دیدیا۔ اور کرتخشو کا سردار فوج اسے مقرر کیا۔ اس کی اولاد اب تک بائی چہ میں آباد ہے۔ راجہ علی شیر خاں کے عہد تک انھیں مالیہ کی معافی تھی اب وہ مالگذار ہیں۔ برگن پا نے جو خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ بعد میں غازی کے پوتے محمد علی خاں نے جب میموس تھنگ کو آباد کیا تو یہ نو آبادی اولاد برگن پا کو بعوض انکے بزرگان کی خدمات کے دیدی۔ یہ خاندان اب تک میموس تھنگ میں آباد ہے اور اس قریہ پر قابض ہے۔

غازی کے چار بیٹے تھے۔ عبدالرحیم خاں۔ علی شاہ۔ مختہ خاں۔ اور عباس بیگ
عبدالرحیم ولی عہد مقرر ہوا۔ علی شاہ کو طولتی بطور گزارہ دیدی۔ مختہ خاں کو مادیود اور عباس
بیگ کو دوس کرچونالہ گانگ چھے سے نیچے کی طرف بجانب باری واقع ہے۔ دیدیا۔ یہ جگہ
بعد میں عباس بیگ ای شغرن کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب راجہ کرتخشو کی خود
کاشت ہے۔

عبدالرحیم خان اعظم خان غازی کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عبدالرحیم خاں راجہ
ہوا۔ اس کے زمانہ میں اس کے بھائی مختہ خاں نے بڑی تکالیف پیدا کیں۔ آب خیزی کے
دنوں میں جب دریائے سندھ ناقابل گذر ہو جاتا۔ تو مختہ خاں کرکت تک لوٹ مار کیا
کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں کھرمنگ پر بھی دھاڑ امار اکرتا تھا۔ عبدالرحیم خان اس سے
تنگ ہوا۔ آخرالامر اس نے مختہ خاں پر چڑھائی کی۔ وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

عبدالرحیم خاں کے تین بیٹے تھے۔ اشرف خاں۔ محمد علی خاں۔ اور مشرف خاں
اشرف خاں کے اوپر مذہبی خیالات نے غلبہ حاصل کیا۔ وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ اور اسی
حالت میں اسکردو میں فوت ہوا۔ محمد علی خاں ولی عہد مقرر ہوا۔ اور عبدالرحیم خان کے
بعد راجہ ہوا۔ اُس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اولڈ ٹنگ۔ مرول۔ شری ٹنگ۔ ترکتی
اور سیوس تھنگ اسی کے آباد کردہ ہیں۔

محمد علی خان کی دو رانیاں تھیں ایک علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بیٹی۔ اور
دوسری عزیز خاں ساکن کھرمنگ کی بیٹی۔ اصل رانی سے اُس کے چار بیٹے علی شیر خاں
عبدالرحیم خاں امیرالدین۔ اور حسن خاں تھے۔ علی شیر خاں ولی عہد مقرر ہوا حسن خان
حج کو گیا اور اسی جگہ لاولد فوت ہوا۔ عبدالرحیم اور امیرالدین کی اولاد ابتک موجود ہے۔

محمد علی خان کے بعد علی شیر خان راجہ ہوا۔ اس کی پہلی رانی شاہجہاں بیگم دختر راجہ
احمد شاہ اسکردو تھی۔ اس سے اُس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری رانی اس کی فضہ بیگم
دختر سید حسین ساکن کھرمنگ تھی۔ اس زمانہ میں احمد شاہ راجہ اسکردو پر ملک گیری کی ہوس
نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ اُس نے کھپلو کو فتح کر لیا تھا۔ اُس کے بعد اُس نے کھرمنگ کا
قصد کیا۔ اس کے لیے اس نے یہ بہانہ بنایا کہ علی شیر خاں نے احمد شاہ کی بیٹی شاہجہاں بیگم

کے اوپر دوسری شادی کی ہے اور شاہجہاں بیگم کو تکلیف پہونچائی ہے۔ اس بنا پر بسبر دگی اپنے ولی عہد شاہ مراد کے اُس نے کھرمنگ پر فوج کشی کی۔ علی شیر خاں کو جب خبر پہونچی کہ یہ فوج پاری میں داخل ہو گئی ہے تو وہ بے سروسامانی کی حالت میں قلعہ انھو کھر سے نکل کر لداخ کی طرف فرار ہوا۔ غالباً اُس کو مقابلہ میں کامیابی کی امید نہ تھی اور بصورت شکست قید اور قتل ہونے کے سوا اور کسی سلوک کی توقع وہ احمد شاہ سے نہ رکھتا تھا کیونکہ اُس کے دلی ارادہ کی اطلاع اُس کو اپنی رانی کے ذریعے مل چکی تھی۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ بمشورہ اپنی رانی شاہجہاں بیگم کے مقابلہ سے پیشتر ہی علی شیر خاں قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اہل و عیال کی طرف سے اطمینان تھا کہ شاہ مراد اپنی بہن کو بے عزت نہیں کریگا
شاہ مراد کرتخشہ میں پہونچا۔ چند روز اُس کے قلعہ میں قیام رکھا۔ پھر بیمار ہو کر اسکردو چلا گیا۔ اس کی بیماری کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوا کھر کی زیارت گاہ میں جو مال و اسباب تھا وہ غارت کر کے فوج کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس کی بہن شاہجہاں بیگم نے اس حرکت سے اس کو روکا کہ بزرگوں کے نام پر دست تعدی دراز کرنا عقائد مذہبی یا ان سے بعید ہے۔ مگر شاہ مراد نے اپنی فوجی کامیابی کے گھمنڈ میں اُس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ بیماری تھی جس سے شاہ مراد جانبر نہ ہو سکا۔ اور اسکردو پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گو کہ اس حملہ پر ولی عہد اسکردو کی جان قربان ہو گئی۔ مگر احمد شاہ نے الحاق کرتخشہ کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہیں کی تاہم علی شیر خان کو واپسی کی جرات نہ ہوئی۔ اور لداخ میں گیا پو ٹنڈوپ نمگیل کے پاس مقیم رہا۔ شاہجہاں بیگم نے اپنے باپ کو ملامت آمیز پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنا کون سی جوانمردی کا کام ہے۔ اُس پر احمد شاہ نے علی شیر خاں کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ تم کھرمنگ واپس چلے آؤ اور اپنی حکومت پر قابض ہو جاؤ۔ علی شیر خاں نے یہ جواب دیا کہ تمھارے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر تم احمد خاں طولتی کو ضامن کرو کہ میری آزادی میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جائے گی۔ تو میں واپس آتا ہوں۔ ورنہ مسافرت کی آزادی کو گھر کی قید سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ احمد خاں نے ضمانت دی اور علی شیر خاں

چوتھا بنہ لداخ سے واپس آکر بدستور کرتخشو پر قابض ہوگیا۔

شاہجہان بیگم نے اپنے باپ احمد شاہ کو علی شیر خاں کے متعلق جو پیغام بھیجا تھا اُس کا بجانے والا بھی احمد خان طولتی تھا۔ بعد میں ضمانت دیکر علی شیر خاں کی واپسی کھرمنگ کو بھی اسی احمد خاں ذریعہ ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں علی شیر خاں نے کھرمنگ کا قبضہ دوبارہ حاصل کرنے کے وقت نالہ گلیاخس کا مالیہ بطور عطایات احمد خاں کو دیدیا۔ جو علی شیر خاں کی حیات تک احمد خاں کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔

شاہ مراد کے فوت ہونے پر اسکردو میں ولی عہدی کے متعلق تنازعہ برپا ہوا جس کی تفصیل اسکردو کی تاریخ میں درج ہو چکی ہے۔ محمد شاہ چونکہ اموں زاد بھائی اور نیز سالہ علی شیر خاں کا تھا اسے اُس کے ساتھ ہمدردی تھی اور ابتدا سے وہ محمد شاہ کا معاون رہا تھا۔ محمد شاہ کے کشمیر فرار ہونے کے چند روز بعد وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لیکر وارد سورو ہوا۔ اور تھوڑے دنوں میں کرتسے پشکم سوت۔ اور دراس پر قابض ہوگیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ درج کیے گئے ہیں۔ راجہ علی شیر خاں نے وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کے حملہ لداخ وبلتستان وپورانگ میں اور بعد میں دیوان ہری چند وزیر رتنو کی مہم لداخ اور بھیو وزیر لکھپت کشتواریہ کی مہم بلتستان میں حصہ لیا ہے اور بعد ازاں نتھے شاہ کی پہلی مہم گلگت اور بالآخر وزیر لکھپت و وزیر رتنو کی مہم سری نگر میں بھی شامل رہا ہے اور خدمات انجام دی ہیں۔ راجہ مذکور کے یہ کارنامے جن کی اپنی ایک فارسی تحریر میں جو مجھے راجہ امان علی شاہ جاگیردار کھرمنگ سے دستیاب ہوئی۔ بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں اسکا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے راجہ علی شیر خاں کے ذاتی کارناموں کے علاوہ ڈوگروں کے حملہ لداخ وبلتستان سکھوں کے حملہ گلگت اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ شیخ غلام محی الدین کی جنگ کشمیر بموقع حصول قبضہ کے متعلق بہت سے واقعات کی وضاحت چشمدید شہادت کی بنا پر ہوگی۔

"راجہ احمد شاہ اسکردو کے ساتھ میرے دو رشتے ہیں۔ یعنی میں اُس کا بھانجہ بھی ہوں اور داماد بھی ہوں۔ مگر راجہ نے اس تعلق کو بالائے طاق رکھکر تمام تبت خورد یعنی اسکردو۔ روندو۔ شغر۔ کرس۔ استور۔ کھپلو۔ پرکوتہ کے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا اور اس نے علی خاں روندو۔ حیدر خاں شغر۔ غلام شاہ پرکوتہ۔ خورم خان کرس۔ دولت علی خان کھپلو

داحمد خاں طولتی والہ کو اپنے ساتھ یکدل ویک زبان کرکے بیحساب لشکرے کر کرتخشہ پر حملہ
کر دیا۔ اب میرے لیے بجز راہ فرار اختیار کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں اپنے
اہل وعیال اور زر ومال کو دشمن کے پنجہ میں چھوڑ کر تبت کلاں یعنی لداخ میں پناہ گزین گیا
اس اثنا میں وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لے کر ازراہ داردون سورو دگرتے
میں داخل ہو گیا۔ مجھے اس خبر کے معلوم ہونے سے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اپنے
شیر برادر وزیر غلام حسین نقشلو یا اور فضل علی دفتری کو خفیہ وزیر صاحب موصوف کی
خدمت میں روانہ کیا۔ انھوں نے اس ملک کے سب نشیب وفراز وزیر کو سمجھائے
اور میری مصیبت کا حال بھی سنایا۔ اور جو پیغام میں نے دیا تھا وہ بھی پہونچایا۔ چنانچہ انعام
واکرام سے سرافراز ہو کر وہ اس پیغام کے ساتھ واپس پہونچے کہ تم آج سے سرکار
والا کے معتمد تصور کیے جاؤ گے تم کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو راجۂ لداخ کو سلام کے
لیے ہمارے پاس حاضر کرو۔ اس سے تمھاری سرخروئی متصور ہوگی۔ یہ واقعہ ۱۸ رمضان
سنہ ۱۲۵۳ ہجری (مطابق سنہ ۱۸۳۵ء) کا ہے بعد ازاں اسی سال یکم ذی الحجہ کو بروز پنجشنبہ
میں وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے وزیر صاحب سے وعدہ کیا تھا۔ اور عہد و پیمان ہو گئے تھے کہ بموقع حملہ
بلتستان میں افواج ڈوگرہ کو اپنے ملک سے راستہ دیدوں گا۔ اور ہر طرح سے امداد
کروں گا۔ چنانچہ میرے اپنے قلعہ میں واپس پہونچنے کے چار سال بعد وزیر موصوف نے
گیارہ ہزار فوج جنگی اور دس ہزار ملکیاں لداخ و پوریگ کے اور اس ملک کے راجگان
کے ساتھ بعزم تسخیر بلتستان موضع چھے چھے تھنگ میں وارد ہوا۔ راجہ احمد شاہ کا
لشکر روندو۔ اسکردو۔ پرکوتہ۔ طولتی۔ اور کھرمنگ کی حدود سے موضع مذکور کے بالمقابل
جمع ہوا۔ صرف دریائے اٹک درمیان میں رہا۔ دونوں لشکروں کے درمیان جنگ و
قتال کی گرما گرمی شروع ہوئی۔

اس اثنا میں وزیر صاحب کا حکم میرے نام صادر ہوا کہ ہم اس تنگ راستہ میں افواج
سرکار کو لے کر محض تمھارے وعدے پر آئے ہیں تم نے کہا تھا کہ تم راستہ دیدو گے اور
ہر طرح سے امداد کرو گے۔ اب اس بارہ میں جو چارہ کار مودہ بتلاؤ کہ موجب تمھاری

سرخروئی اور خیر خواہی سرکار کا ہو۔ اس پر میں نے اپنے لشکر کے سرکردگان کو حکم دیا۔ کہ میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس چلے آؤ۔ کہ لشکر سرکار کے لیے راستہ کھل جائے۔ میرے ملک کا ایک لشکر ایک ہزار کے قریب تھا وہ واپس آ گیا۔ اب لشکر سرکار نے حملہ کیا۔ لشکر راجہ احمد شاہ کے چند سرکردگان جیسے کہ وزیر سلطان اور وزیر پرکوتہ جان محمد وغیرہ اور چند نفر اور لوگ مارے گئے۔ اور لشکر اسکردو منہزم ہو کر منتشر ہو گیا۔ اور وزیر صاحب مع افواج سرکار دریا سے عبور کر کے میرے ملک میں داخل ہو کر حمزہ گنڈ میں وارد ہوئے۔ میں نے فضل علی اور غلام حسین عدولپہ اور ترنگفا عبد العلی کو وزیر کی خدمت میں بغرض حصول شرف ملازمت روانہ کیا۔ اور دوسرے دن لشکر اسکردو کی واپسی کے بعد نذرانہ اور پیشکش لے کر حمزہ گنڈ میں میں خود بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ وزیر نے میری بڑی عزت افزائی کی خلعت وانعام واکرام عطا کیا۔ اور سرکار عالی میں خیر خواہی کی عرضداشت گزارش کی۔

وزیر صاحب کو میں اپنے ساتھ لے کر اپنے قلعہ میں پہونچا اور تین دن تک تمام لشکر کی مہمانداری کی۔ اور راحمد خان راجہ طولتی۔ اور غلام شاہ راجہ پرکوتہ کو وزیر کے سلام کے لئے حاضر کیا۔ تین دن کے بعد وزیر کے ساتھ مع افواج سرکاری کے روانہ اسکردو ہوا راجہ غلام شاہ پرکوتہ کے اہل وعیال بھاگ کر راجہ احمد شاہ کی پناہ میں چلے گئے پانچ روز کے بعد وزیر مع فوج ظفر موج قلعہ اسکردو کے دروازے پر پہونچ گیا۔ اور قلعہ کے بیرونی پھاٹک پر خود میں نے مورچہ بندی اور محاصرہ کا انتظام کیا۔ سب سے پہلے کھپلو۔ چھورہ بٹ۔ کرس وشغر کے لوگوں سے اتفاق کر کے اطاعت قبول کی اور سلام کے لیے حاضر ہوئے اور قلعہ کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔

سات روز کے بعد راجہ احمد شاہ نے پیغام بھیجا کہ میں بھی سلام کے واسطے حاضر ہوتا ہوں۔ وزیر صاحب نے قبول نہ کیا۔ اور جواب دیا کہ تمہارا اسلام قبول نہیں ہو سکتا تم راجہ محمد شاہ کو قلعہ لداخ سے دامن شاہ سرکار توڑ کر چوری سے لے آئے ہو۔ پہلے اس کو ہمارے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ راجہ احمد شاہ نے اپنے بیٹے راجہ محمد شاہ کو میری ذمہ داری پر وزیر کے سلام کے لیے روانہ کیا۔ اور دوسرے دن وہ خود بغرض سلام وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسکردو کی تمام وکمال دولت خزانہ اور اسباب قلعہ میں جمع کر دیا جو سب

افواج سرکار کے قبضہ میں آیا۔ تین ہزار بندوقیں۔ دو ہزار تلواریں اور روپیہ و
بیشمار اسباب سب جمع ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا نے احمد شاہ کے ہاتھ پانوں میں ز
ڈال کر قید کر دیا۔ اور بنار دوست جو اسکردو کی سرحد تھی اس جگہ تک سرکار کا قبضہ ہو گیا
روندو اور استور کے لوگ بموجب گلگت کی پشتی بانی اور کمک کے سرکار کے
سلام کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔ وزیر نے مجھے لشکر کے ساتھ بنار دو میں بھیجا۔ بنار دو ے
میں فوج لے کر براہ چیر روانہ روندو ہوا۔ اور دو نفر افسران سرکار مرزا رسول بیگ و محمد خاں
مع ایک ہزار فوج کے کچورہ کی راہ سے روانہ روندو ہوئے ہیں اور افسران مذکور ایک
ساتھ قلعہ روندو پر وارد ہوئے۔ راجہ روندو علی خان اپنے قلعہ اور ملک کو چھوڑ کر فرار ہو گیا
قلعہ فتح ہو گیا۔ مال و اسباب جو کچھ قلعہ میں تھا۔ سرکار کے ہاتھ آیا۔ ہم سب سرخروئی کے ساتھ
وزیر کی خدمت میں واپس پہونچے۔ وزیر نے پانچ سو سپاہی استور کی طرف بھیجے اور
قلعہ استور کو بھی فتح کیا۔

وزیر نے مع افواج سرکار کے پورے سات ماہ تک اسکردو میں توقف کیا۔ اس
اثنا میں میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلسل حاضر خدمت رہا اور ہر طرح سے خدمات انجام
دیتا رہا اس سلسلہ میں پانچ ہزار کے قریب روپیہ اپنی گرہ سے بھی مجھے خرچ کرنا پڑا۔

نو ماہ کے بعد وزیر نے بھگوان سنگھ کشتواری کو مع جمعدار بھوپت اور مختار خاں
منشی کے اور اسی نفر سپاہیاں کے قلعہ اسکردو میں تعینات کر دیا اور خود راجہ احمد شاہ و
نہ کلانان و وزیران اسکردو و خنسر کو اپنے ساتھ لے کر کھپلو کے راستہ سے واپس روانہ لداخ
ہوا۔ اور میں مع اپنے ملک کے بزرگان و کلانان و معتبران کے علاقہ پرکوتہ و طولتی کا
مالیہ وصول کر کے اپنا لشکر لے کر اپنے ملک کے راستہ سے روانہ ہو کر لداخ میں وزیر
کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

لداخ پہونچ کر وزیر نے جنگ یورہنگ کے ارادہ سے جان تھان کی طرف حملہ
کرنے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ افواج سرکاری و آدمان جنگی لداخ۔ پوریگ و لشکر تبت خورد
و کلان تمام و کمال روانہ ہو گئے۔ میں خود بھی وزیر کے ہمرکاب کوتل جان تھان تک
گیا۔ وہاں سے وزیر نے مجھے بغرض نگہبانی تبت خورد و انتظام روانگی سامان خراب

بندو وغیرہ کے واپس کر دیا۔ اپنے حقیقی بھائی راجہ حیدر علی اور شیر برادر غلام علی کو اپنے ساتھ میں نے وزیر کے ہمرکاب کر دیا اور خود بغرض انجام دہی خدمات منفوضہ واپس پوراگ کی سامان رسانی و رسد رسانی میں مجھے تین ہزار روپیہ کے قریب اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑا۔

وزیر نے پورانگ پہونچ کر قلعہ پورانگ کو فتح کر لیا مہتہ بستی رام کو وہاں کا تھانہ دار مقرر کیا اور خود چان تھان میں آگیا۔ اس اثنا میں لہاسہ کی طرف سے لشکر بھوٹیہ بے حساب اور بے شمار پہونچ گیا۔ اور قلعہ پورانگ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ خبر معلوم کر کے وزیر چان تھان سے پورانگ کو واپس ہوا۔ اور لشکر بھوٹیہ کے ساتھ بہت جدال و قتال کیا۔ آخر الامر تقدیر الٰہی وزیر جان نثار ہوا۔ میرا بھائی حیدر علی خان۔ اور راجہ احمد شاہ و محمد علی خان کھپلو و احمد خان طولتی واچو گونبو معتبر لداخ وغیرہ خواہ لبتی یا سپاہی سب افواج بھوٹیہ کے پاس اسیر ہو گئے۔ اور باقی قتل ہوئے۔

بعد ازاں افواج بھوٹیہ نے بمشورہ راجہ احمد شاہ و محمد علی خان کھپلو وغیرہ لداخ پر حملہ کر دیا۔ قلعہ لداخ میں مہلوان سنگھ کمیدان مع تھوڑی فوج کے تعینات تھا۔ اس کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کر لیا قلعہ سے باہر کسی کے نکلنے کا امکان نہ تھا۔

اس موقع پر راجہ احمد شاہ نے اپنے وزیر و معتمد خاص یوسف ترنگ کریم کو اسکردو میں بھیجا۔ علی خان روندو۔ حیدر خان شغر۔ دولت علی خان کھپلو و کاظم بیگ اسکردو والہ و لطف علی خان رحوم خان سبھوں نے اتفاق کر کے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو پکڑ لیا۔ اور قلعہ سرکار پر قابض ہو گئے۔ سرکاری توشہ خانہ کو لوٹ لیا۔ اور بھگوان سنگھ کو اور جمعدار کو اور سپاہیوں کو منتشر طور پر جا بجا یعنی گلاب پور۔ وزیر پور وغیرہ میں قید کر دیا۔ تمام ملک کو روگردان کر دیا۔ مال سرکار کو غارت کیا اور علانیہ نمک حرامی کی۔ راجہ حیدر خان نگر سے وزیر جواہر کے لڑکے وزیر شجاع کو ایک سو چالیس نفر آدمان نگر والہ کے ساتھ کمک کے لئے لایا۔ توشہ خانہ سرکار میں جو کچھ اسباب و مال و منال تھا اسے راجگان و نگر والوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ قلعہ کرگل کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور تھانہ دار کرتسے دسورد او تھانہ دار زانسکار قدم بجا نہیں رکھ سکے۔ صرف قلعہ لداخ بچا رہا مگر اس کی حالت بھی معرض خطر میں آگئی تھی

جب یہ حالات لداخ و بلتستان میں گذر رہے تھے تو دیوان ہری چند و وزیر تنو دراس میں افواج سرکار لے کر وارد ہوئے چونکہ تمام ملک کی روگردانی کا حال دیکھکر میں اپنے دل میں بہت تنگ تھا۔ فوج سرکار کے وارد دراس ہونے کی خبر سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے فوراً اپنے وزیر غلام عدلیہ کو دیوان ہری چند و وزیر تنو کے پاس روانہ کیا۔ اُنے دیوان و وزیر کے پاس پہونچ کر انھیں حالات مقامی سے آگاہ کیا۔ اور انھیں اپنے ساتھ لیکر قلعہ کرگل کو فتح کرا دیا۔ اور دیوان نے تمام ملک پوریگ کو زیر کر کے بدستور سابق تھانداروں کے سپرد کر دیا۔ پھر وہاں سے دیوان و وزیر مع افواج کے روانہ لداخ ہو گئے۔ لداخ پہونچ جب چھوت کو انھوں نے منہزم کیا اور سب کو تہ و بالا کر دیا۔ قلعہ لداخ کا محاصرہ اُٹھ گیا۔ اور ملک لداخ دوبارہ سرکار کے قبضہ میں آیا۔ رات کے وقت راجہ احمد شاہ و محمد علی خاں کھپلو۔ داچو گونبو جب چھوت کے ساتھ بھاگ کر نکل گئے۔ دیوان و وزیر نے قلعہ میں داخل ہو کر گمنا تھانہ دار۔ پہلوان سنگھ کیدان اور سپاہیان سرکار سے ملاقات اور فتح کی خوشی منائی۔

بزمانۂ محاصرۂ قلعہ لداخ راجہ محمد علی خاں کھپلو اپنا لشکر اور ایک ہزار لشکر بھوٹیہ ساتھ لے کر گمنا تھانہ دار اور قلعہ لداخ کے اوپر جنگ و قتال کے لیے آیا تھا۔ یہاں سے واپس ہو کر قلعہ چترے میں داخل ہو گیا۔ اُس نے دیوان ہری چند اور سپاہ سرکار کے ساتھ بہت جدال و قتال کیا۔ اور بہت سپاہی مارے گئے۔

آخرالامر دیوان کو فتح ہوئی۔ دشمن کی طرف سے کچھ مارے گئے۔ کچھ اسیر ہوئے خود راجہ محمد علی خاں مع تین سو لشکر بھوٹیہ اور ایک سو چالیس نفر لشکر کھپلو والہ دیوان کے پاس اسیر ہوئے۔ محمد علی خاں کو بوجہ اُس کے فعل قبیح کے پابزنجیر کر کے قید خانہ میں رکھا غرض کہ جب تمام ملک لداخ دیوان ہری چند و وزیر تنو کے ہاتھ میں آگیا۔ وزیر غلام حسین عدلیہ فتح و فیروزی کے ساتھ واپس ہوا اور میرے پاس پہونچا۔

اُس کے پہونچنے پر میں خود بجا آوری خدمات کی غرض سے روانہ ہوا اور کرپوچھو قصبہ میں پہونچ کر وزیر لکھپت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر کو اپنے ساتھ لایا۔ اور تنگھو شغر کے راستہ سے مع ایک ہزار سپاہ سرکار کے زاد راہ اور خرچ کا انتظام کر کے کوتل کنچون سے گذر کر داخل اسکردو ہو گیا۔ قلعہ پہ پہونچے تو جنگ و قتال شروع ہو گیا کیونکہ قلعہ میں بارہ ہزار

ہودہ زرنگار میری سواری کے لیے موجود تھا۔ اس عزت و احترام کے ساتھ میں حضور انور
میں پہونچا۔ پابوسی سے مشرف ہوا۔ اپنے ہم جنسوں میں سرافرازی اور سربلندی حاصل ہوئی
اور کشمیر کے جملہ افسروں سے میری ملاقات کرائی گئی۔

دیوان ہری چند نے باقبال سرکار چان تھان میں فوج بھوٹیہ کو شکست فاش دی
تمام لشکر کو تباہ کیا۔ اور بہت آدمیوں کو قید کیا۔ بعد میں دیوان نے تمام لشکر کو قید سے چھوڑ دیا
صرف تین نفر کالون لھاسہ اور چھب جوت اور اچگو بو کو ساتھ لے کر اور راجہ احمد شاہ اور
اور راجہ محمد علی خان کو پابزنجیر کر کے حضور میں حاضر کیا۔ میں نے بوجہ رشتہ داری
حضور انور میں سفارش کر کے محمد علی خاں کو قید سے خلاصی دلائی۔ جس پر اُسے میرے
حوالہ کر دیا گیا۔

اُس زمانہ میں حاکم کشمیر شیخ غلام محی الدین تھا۔ وہ خیر خواہ سرکار تھا۔ جب دیوان
ہری چند و وزیر رتنو روانگی چان تھان کے واسطے تیار ہوئے تو اس موقع پر اُس نے
بہت کمک دی تھی اور شالی و گولی بارود بہت بہم پہونچائی تھی۔ اور نیز بوقت جنگ اسکردو
کچھ سپاہی مع ایک ضرب توپ و ایک ضرب غوسبارہ بقدر ضرورت خرچ سپاہیان و گولی بارود
ارسال کیے تھے۔ اس وقت راجہ گلگت کریم خاں و وزیر کسیر وغیرہ کلانان گلگت گوہران
کے ظلم سے بھاگ کر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد کمک پہونچے تھے
نے نتھے شاہ کو کمک لیجانے کا حکم دیا۔ اور حضور انور سے درخواست کی کہ ملک تبت
کسی خیر خواہ کو تعینات کیا جائے تاکہ نتھے شاہ کی یاری و رہنمائی کرتا رہے۔ سرکار والا نے مجھے
اور وزیر لکھپت کو ارشاد فرمایا کہ نتھے شاہ کی امداد کے لیے اپنے خیر خواہوں میں سے یا اپنے
بھائیوں اور وزیروں میں سے جس کسی کو کہ ہم دونوں لائق خدمت سرکار خیال کرتے ہیں منتخب
کر کے اپنا لشکر دیگر نتھے شاہ کے ساتھ روانہ کریں۔ اور اس بارہ میں جو کچھ خرچ اور زحمت
اٹھانی پڑے اس سے دریغ نہ کریں۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین اور فضل علی دفتری کو
اسکردو میں خدمات سرکاری کے لیے گوساؤں تھانہ دار کے پاس اپنے وکیل کے طور پر تعینات
کیا تھا۔ اس کو حکم بھیجا۔ اور وزیر لکھپت نے بھی تھانہ دار کے نام حکم لکھا کہ وزیر غلام حسین بتعمیل
حکم سرکار والا خدمت کے لیے تیار ہو جائے اور تمام سامان جنگ اور غلہ گندم و دانہ دبنہ

دگوسفند وغیرہ لے کر لشکر کے ساتھ فوراً روانہ ہوجائے۔ جو کچھ خرچ ہو اُس میں دریغ نہ کرے
روندو کو فتح کر کے گلگت میں نتھے شاہ کے ساتھ خدمت بجالائے۔

"چنانچہ وزیر غلام حسین دو ہزار لشکر لے کر اسکردو سے روانہ ہوا۔ اور راتوں رات روندو پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جنگ پر نوبت نہیں پہونچی صلح کے ساتھ قلعہ زیر ہو گیا۔ احمد شاہ و غلام شاہ و وزیان و کلانان اسکردو و شغر کے اہل و عیال روندو سے قلعہ استق میں بھاگ کے چلے گئے تھے۔ وزیر غلام حسین روندو سے روانہ ہو کر استق میں پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اُسے فتح کر کے ان سب کو اسکردو میں تھانہ دار گوساؤں کے پاس روانہ کر دیا۔ اور سرحد استق تک حکومت سرکار قائم کر دی۔

"اس کے بعد وزیر غلام حسین لشکر تبت و روندو والہ کو اور راجہ علی خاں کو لے کر روانہ گلگت ہوا۔ راہ میں قلعہ سفید یعنی کر پوکھر جنگ و قتال سے فتح کر کے ہاتھ میں لایا اور پھر یاں کا لشکر بھی اپنے ساتھ لیکر بقدر تین ہزار سپاہ کے ساتھ بغرض دفع گوہر امان گلگت میں نتھے شاہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ گوہر امان اس وقت تمام ملک گلگت کا مالک تھا جنگ و قتال بہت ہوا۔ اور طرفین سے بیشمار نقصان ہوا۔ لیکن قلعہ گلگت فتح ہو گیا اور گوہر امان منہزم ہو کر عذاروں کی طرف فرار ہو گیا۔ گلگت پر سرکار کا قبضہ ہو گیا۔

یہ وقت زمستان کا تھا قلعہ میں ایک چھٹانک آٹا موجود نہ تھا کیونکہ تین ماہ محاصرہ جاری رہا تھا۔ اور نتھے شاہ کے ساتھ تین ہزار سپاہ تھی اور تبت کا لشکر بھی تین ہزار تھا اور گوہر امان کی فوج سات ہزار کے قریب تھی۔ راہ کشمیر بند تھی۔ اتنے آدمیوں کے لیے خوراک کا بہم پہونچانا گلگت جیسے تنگ ملک میں دشوار تھا۔ نتھے شاہ نے میرے وزیر سے کہا کہ قحط سے سپاہی بہت تنگ ہیں اس کا علاج کرنا چاہیے۔ وزیر مذکور اس فتح کی خبر لے کر مظفر و منصور اپنے لشکر کے ساتھ اسکردو کو واپس روانہ ہوا۔ اس چھ مہینے کی مدت میں میرے وزیر نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یعنی غرہ ماہ سرطان میں قلعہ لداخ ابتداً فتح کیا۔ غرہ میزان میں قلعہ ہائے اسکردو و شغر و کھپلو فتح کئے۔ اور غرہ جدی میں قلعہ گلگت فتح کیا۔ نمک حرامان سرکار اور روگردانی کرنے والوں کا نام و نشان باقی نہیں رکھا۔ وزیر اسکردو میں پہونچا تو لصلاح گوساؤں تھانہ دار غلہ گندم ٹھو بزنگ بند

گولی بارود۔ نمک و تمباکو بقدر کفایت سپاہان افواج متعینہ گلگت پورے چھ ہزار من ارسال کیے جب یہ فتح نامہ حضور انور میں پہونچا تو سرکار نے میری بڑی عزت افزائی کی جس سے مجھے تمام راجگان بلتستان کے درمیان امتیاز حاصل ہوا۔

سرکار والا نے مجھے سربلندی سے سرافراز و ممتاز کر کے مرخص کیا اور تمام راجگان کو جو میرے ساتھ کشمیر گئے تھے میرے سپرد کیا میں ان سب کو لیکر واپس اپنے ملک میں پہونچا اور جملہ ہمراہیوں کو ان کے اہل و عیال کے پاس اُن کے گھروں میں بخیریت پہونچا دیا۔

بعد میں جب مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ میں قبضہ کشمیر کے متعلق شیخ امام الدین صوبہ کشمیر اور سرکار والا کے درمیان مناقشہ ہوا تو سرکار والا نے پروانہ خاص میرے نام صادر فرمایا کہ تبت کا لشکر لیکر مع سامان جنگ کے جلد حاضر سری نگر ہو جاؤں۔ میں نے اسکا انتظام کیا چونکہ دیگر راجگان کا لشکر پہونچنے کے لیے بہت انتظار کرنا پڑا۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین عدولپہ اور فضل علی کو گولی بارود وغیرہ ضروریات حرب دیگر اپنے کرتخشہ سے بیس نفر بندوقچی ساتھ کر کے پہلے روانہ کر دیا۔ اُسکے چلے جانے کے بعد راجگان اپنی اپنی فوج کے ساتھ پہونچے لیکن راجہ دولت علی خاں سے اپنے گھر کو واپس چلا گیا۔ میں راجگان کو مع انکی فوج کے ساتھ لیکر اور اپنی فوج لے کر روانہ سری نگر ہوا۔ روانگی سے پندرہ روز بعد سری نگر میں مع راجگان و فوج کے وزیر لکھپت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور محلہ شیخ باغ میں مقیم ہوا۔ میرے پہونچنے کے بیس روز بعد وزیر رتنو دس ہزار سپاہ لیکر اسی محلہ میں پہونچا۔ اور جنگ کی تیاری ہوئی بتجویز قرار پائی کہ میں مع دیگر راجگان جبت کے کوہ ماران کی طرف سے حملہ کروں سخت خونریزی ہوئی۔ رات کو دشمن نے شب خون مارا۔ آدھی رات سے لے کر صبح صادق تک توپ چلتی رہی اور جنگ جاری رہی صبح ہونے کے ساتھ ہی دست بدست لڑائی تلوار سے شروع ہو گئی وزیر لکھپت جان نثار ہوا امام الدین کا لشکر بہت زیادہ تھا کوہ ماران و شیخ باغ کے راستے سے اس نے محاصرہ کر لیا تھا۔ قلعہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ وزیر رتنو ایک ہزار پانچ سو جنگی فوج لیکر نکلا۔ اور کوہ ماران کے راستہ میں سکھوں کی فوج سے مقابل ہوا۔ اور اُن کی قطار توڑ کر راستہ نکالا اور میرے پاس قلعہ میں پہونچ گیا۔ میں نے خدا پر توکل کر کے قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور قلعہ کے اندر بیٹھ گیا۔ شیخ امام الدین کے پاس ہر روز کمک پہونچی رہتی تھی۔ شیر احمد مدد راجگان کبیہ و کھکھہ کے ساتھ سات ہزار جوان جنگی پہونچ گئے اس طرح سے شیخ امام الدین

درتھا جنھ
کے پاس تیس ہزار سپاہ جنگی جمع ہوگئی۔ انھوں نے اس جمع کے ساتھ ہمارا محاصرہ کیا کہ پرندہ کا گذر بھی مشکل ہوگیا۔ مخدوم دحسن آباد پہونچنے کے لئے لوتو کدل کا راستہ مسدود ہوگیا۔ توپ و تفنگ کا گولہ موسم بہار کی بارش کی طرح برستا تھا جب محاصرہ نے طول کھینچا تو دشمن نے زمین کے اندر سے سرنگ ہماری طرف تیار کرنا شروع کی۔ یہ حال معلوم کرکے وزیر رتنو نے مجھ سے صلاح کی کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے رائے دی کہ قلعہ کے اندر سے بھی سرنگ شروع کردی جائے اس پر اتفاق ہوا۔ میں نے وزیر غلام حسین کو مع اپنے آدمیوں کے برج کے تہہ خانہ میں لیجا کر سرنگ کھودنے کے کام پر لگا دیا۔ بیس بیس آدمی شب و روز کام کرتے تھے۔ تین تین روپیہ دن کے لئے اور تین تین روپیہ فی کس رات کے لیے مزدوری دیجاتی تھی۔ الغرض چودہ روز کی محنت کے بعد برج سے تیس گز باہر ہماری سرنگ پہونچ گئی۔ اور شیخ امام الدین کے سرنگ کھودنے والوں کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور ہم نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ تین ماہ تک ہم محصور رہے لوگ پریشان ہوگئے۔ لیکن میں نے دم دلاسا دیکر انھیں اپنی جگہ پر قائم رکھا اسکے بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وکیل پہونچا اور اس کے حکم سے محاصرہ ختم ہوا۔ سرکار کو فتح ہوئی۔ مجھے سات ہزار روپیہ اپنے پاس سے اس مناقشہ میں خرچ کرنا پڑا۔

جب فیصلہ ہوگیا تو ہم سب بمقام شیرگدھی سرکار والا کے حضور میں مشرف ہوئے وزیر رتنو نے میری خدمات بالتفصیل بیان کیں۔ سرکار والا نے خلعت بے بہا عطا فرمایا یعنی شقہ کمخواب اعلیٰ، ململ کی جوڑی، کنٹھا طلائی، جوڑہ شال پشمینہ رنگین، دوشالہ زری وغیرہ۔ اور کشمیر میں پانسو روپیہ کی جاگیر عطا فرمائی۔ بعد ازاں ہم سب اپنے وطن میں واپس پہونچے"

راجہ علی شیر خاں کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا جعفر علی خاں راجہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا امان علی شاہ راجہ ہوا اس کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا علی شیر خاں راجہ ہوا۔ یہ جاگیر بلحاظ وسعت اور آمدنی کے بلتستان میں سب سے بڑی ہے۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی سند کی بنا پر اس کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہے موجودہ راجہ کے عام انتظام کی تعریف سنی جاتی ہے۔ خاندان رنگان طولتی ایک شاخ خاندان کرتخشہ کی ہے انکا کوئی جداگانہ کارنامہ نہیں ہے لہذا میں نے انکے حالات لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور صرف شجرۂ نسب پر اکتفا کی ہے محمد علی خاں کے فوت ہونے پر اس کا نوجوان بیٹا بحالت نابالغی راجہ ہوا۔ یہ نہایت نیک بخت اور سلیم الطبع نوجوان معلوم ہوتا تھا۔

شجرۂ نسب حکمرانانِ شغر
خاندان قدیم
خاندان جدید عماچہ
۱۔ گیا کھانگ
۲۔ گیا پا کھانگ
۳۔ تے ستے چو
۴۔ یوق تھم
۵۔ یوقا تھم
۶۔ شیر کھانگ
۷۔ مر کھانگ
۸۔ چا کھانگ
۹۔ چا پا کھانگ
۱۰ شیر بٹن
۱۔ چا تھم
۲۔ بولگو تھم
۳۔ یولگو تھم
۴۔ راموں
۵ پیکر دین
۶۔ رام
۷۔ رزی تھم
۸۔ ائی تھم
۹ تیزن تھم
۱۰۔ گوری تھم
۱۱۔ غازی تھم المعروف غازی میر
۱۲۔ علی میر ۱۴۷۰–۱۴۹۰ء
۱۳۔ گازری ۱۴۹۰–۱۵۲۰ء
۱۴۔ عبداللہ خان ۱۵۲۰–۱۵۳۵ء
۱۵۔ حیدر خان
۱۶۔ حمید خان
۱۷۔ روزمی خان
۱۸۔ سلطان خان
۱۹۔ محمد خان
۱۵۳۵ / ۱۶۳۳ء
۲۰۔ حسن خان ۱۶۳۳–۱۶۳۴ء
۲۰ حسن خان (مذکورۂ بالا)
۲۱ حسام قلی خاں
۲۲۔ امام قلی خاں ۱۶۳۴–۱۷۰۵
مجید خاں
امیر خاں
مرزا خاں
زوجہ اول خواہر امیر خاں کرس
زوجہ دوم غضوا با
۲۳۔ اعظم خان ۱۷۰۵ / ۱۷۸۴ء
اسکی زوجہ دختر محمد رفیع خاں
علی خاں
۱۷۸۷ – ۱۷۸۹
۲۴۔ سلیمان خان ۱۷۸۴–۱۷۸۷ء
حسین خان

۲۶- حسین خان ۱۷۸۹ - ۱۷۹۰ء
زوجہ دویم خاندان بگو کھپلو
۲۷- محمد اعظم خان
بار اول ۱۷۹۰ء
بار دویم ۱۷۹۹ء
بار سویم ۱۸۱۲ - ۱۸۱۸ء
اس کی زوجہ دختر یبچاچو کھپلو
اسکی زوجہ اول دختر محمد ظفر خاں اسکردو
دولت علی خان
۲۸ تلی خان
بار اول ۱۷۹۰ - ۱۷۹۹ء
بار دویم ۱۸۰۰ - ۱۸۱۲ء
بار سویم ۱۸۱۸ - ۱۸۱۹ء
اس کی زوجہ دختر احمد شاہ اسکردو
حلیمہ خاتون
دولت خاتون
(زوجۂ احمد شاہ اسکردو)
حاتم خاں
۲۹- حیدر خان
راجہ بوقت فتح ڈوگرہ جموں میں فوت ہوا
۱۸۱۹ ۱۸۴۲ء
مراد خان
حیدر خان
مالی خان
محمد علی خان
حسن خان
محمد خان
سلیمان خان
بسرپرستی جون
۳۰ امام قلی خان
لاولد
عباس خان
۳۱ علی مردان خان
۳۲ اعظم خان
یاور علی خان
(فوت)
حلیمہ خاتون
حسن خان
حسین خان
محمد خان
عبداللہ خان
حیدر قلی خاں
علی خاں
محمد خان
محمد شاہ
مروان خان
خان

تیسرا باب
تاریخ شغر

آبادی کا آغاز ابتدائی باشندے اس علاقہ کے وسط ایشیا کے لوگ ہیں۔ کچھ ان میں سے کوہستان کاراکورم سے گذر کر براہ برالدو یہاں وارد ہوئے اور اکثر گلگت و ہونزہ ونگر سے ہوتے ہوئے براہ باشہ یہاں پہونچے۔ روایت یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے پہل بموقع اتصال نالہ برالدو و باشہ درمیانی مثلث کے اندر آبادی شروع کی اور رفتہ رفتہ اسے ایک شہر بنا دیا جس کا نام غوڑدچھو تھا۔ یہ مقام اس وقت غیر آباد اور ویران ہے اور اس کے اندر آبادی کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔ البتہ بیادگار اس کے بانیان کے پتھر کی ایک بہت بڑی ہانڈی دریائی گول پتھروں کے درمیان پڑی ہوئی موجود ہے جس کا قطر تین گز کے قریب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے جشنوں کے موقع پر اس ہانڈی میں مہمانوں کے لیے کاچی تیار کی جاتی تھی۔ کاچی ایک قسم کا کھانا ہے جو آٹے کو پانی میں بھگا کر تیار کیا جاتا ہے اور بجائے روٹی کے استعمال ہوتا ہے۔ ان اقوام سلف میں سے آخری قوم ہو سوئی کھانگ اس علاقہ پر قابض تھی جس کے حکمران گیا کھانگ کا شجرہ نسب جس حد تک کہ تحقیق ہوا درج کر دیا گیا ہے۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ وہ کس قوم میں سے تھا اور کس زمانہ میں وہ خود یا اس کے مورث آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔

تے ستے چو کے زمانہ تک موضع تھول تک آبادی نالہ برالدو کے اندر ترقی کر گئی تھی اور نالہ باشہ بھی یو غماغنڈ تک آباد ہو گیا تھا۔ وادی شغر میں بھی آبادی ترقی کر رہی تھی۔ اور میدان بہا بھی آباد ہو گیا تھا۔ یہ ایک وسیع میدان نالہ برالدو کے بائیں کنارہ پر اس جگہ واقع ہے جہاں نالہ برالدو تنگ پہاڑوں سے نکل وادی شغر میں داخل ہوتا ہے۔ اس میں بھی آبادی کا کوئی نشان اب باقی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ سرکار جموں کی حکومت کے زمانہ میں اسے دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کی گئی اور نہر کو درست کیا گیا۔ لیکن نالہ کے عمل سے اسکا دہانہ

قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا میدان بدستور غیر آباد رہا۔ حال میں مولانا سید عباس نے بصرف زر کثیر نہر کو از سرِ نو درست کر کے اُس کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن یہ پوری طرح آباد نہ ہوا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ تجویز تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔

تے ستے چو نے گرم پانی کے چشمہ واقعہ تھقوبل کے نزدیک ایک عالیشان قلعہ تعمیر کر کے اس میں سکونت اختیار کی اس قلعہ کی نسبت روایت ہے کہ لاکھ سے تیار کیا گیا تھا جس بنا پر اسکا نام لاچی کھر یعنی لاکھی قلعہ تھا۔ بعد میں اپی سوکی لڑائی میں یہ قلعہ تباہ ہوا۔ اس گرم چشمہ کے متصل اب تک ایک انبار سٹی پتھر کا پڑا ہوا ہے جس کی نسبت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لاچی کھر کی نیم سوختہ لاکھ ہے۔ جس میدان کے اندر یہ نشانات واقع ہیں وہ اب غیر آباد ہے۔ البتہ گرم چشمہ کو لوگ غسل کے واسطے استعمال کرتے ہیں۔

تے ستے چو کے زمانہ میں وادی شغر میں نیچے کی طرف سے بھی آبادی کا آغاز ہوا۔ ایک شخص اپی سوتے لم سا میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ اپی سو اصلی باشندہ کس ملک کا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ اسکردو یا اطراف اسکردو کا رہنے والا تھا۔ مقام لم سا کوتل ستراک ودغمو کے نیچے عین دامن کوہ میں راستہ کے اوپر واقع ہے اس مناسبت سے اس آبادی کا نام لم سا یعنی آبادی سرِ راہ رکھا گیا۔ یہاں سے اوپر کی جانب کوہستان شغر کے ساتھ ساتھ چھبر و جنگ تک جو نالہ شغر کے بائیں کنارے پر واقع ہے اس لے آبادی کے سلسلہ کو پہونچایا مگر اس موقع سے نیچے کی طرف وادی شغر میں اُس وقت تک آبادی شروع نہیں ہوئی تھی۔

اُس زمانے میں بیان کیا جاتا ہے کہ گمیسر گیا لپو جس کے قصے لداخ کی اطراف میں اب تک مشہور ہیں اور فخر کے ساتھ محفلوں میں باجے کے اوپر پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس کے کارنامے ایک ضخیم کتاب میں پاکیزہ نظم میں مذکور ہیں لداخ کی طرف سے اس ملک میں آیا اور روندو تک پہونچا۔ کچھ عرصہ وہ اسکردو میں ٹھہرا۔ یہاں اُس نے شادی بھی کی۔ اور چند روز بعد واپس لداخ کو چلا گیا۔ اس کی بابت روایت یہ ہے کہ یہ شخص باشندہ موضع ہر واس علاقہ روندو کا تھا۔ کسی تدبیر سے اُس نے قوت حاصل کی۔ اور لداخ وغیرہ علاقہ جات پر متصرف ہو گیا۔ اور بعد میں اس ملک سے تجاوز کر کے (دروغ برگردن راوی) لہاسہ۔ ترکستان اور

افغانستان پر بھی اپنا اقتدار قائم کرلیا۔ لداخ کے لوگوں میں آج تک اس کا نام فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مگر اس کی فتوحات کی تفصیلی حالات مجھے معلوم نہیں ہوسکے۔ کیونکہ یہ واقعہ آغاز آبادی لداخ کے زمانے کا ہونا چاہیے۔ جس کی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔

الغرض اپی سو کی اولاد پائین حصہ وادی شغر پر قابض رہی اور گیا کھانگ کی اولاد بالائی حصہ پر بشمول نالہ جات پرالدو باشہ کے حکمران رہی۔ جا پا کھانگ کے دو بیٹے تھے شیر بٹن اور مسٹیڈ۔ ان میں سے بڑا شیر بٹن اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ اور مسٹیڈ کو گوما غنڈو میں گذارہ دیا گیا۔ وہاں اس نے ایک چھوٹا سا محل پول پول کھر نامی تعمیر کیا اور اس میں سکونت اختیار کی۔

غوڑوچو اس خاندان کا دارالحکومت تھا اور یہاں کے لوگ بہت آسودہ تھے اس آسودگی نے انھیں عیش و عشرت کا عادی بنا دیا۔ اس جگہ ایک بڑا میلا ہوا کرتا تھا۔ تمام آبادیوں کے لوگ اس میلے میں شریک ہوا کرتے تھے اور ناچ رنگ و شراب کباب کی محفلیں آراستہ ہوتی تھیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس میلے میں ایک فقیر آیا۔ اس نے سوال کیا۔ لوگ شراب کے نشہ میں مست تھے کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔ آخرکار ایک بڑھیا نے ایک روٹی اس فقیر کو دی۔ اس نے آدھی روٹی خود لے لی اور آدھی اس بڑھیا کو واپس دیدی اور اس سے کہا کہ تم اس کو کھاتی ہوئی یہاں سے بھاگو۔ جس جگہ پر یہ روٹی ختم ہو جائے وہاں سے پیچھے پھر کر دیکھنا بڈھی یہاں سے اس فقیر کی ہدایت کے مطابق بھاگی اور منگو جا پہونچی۔ وہاں سے اس نے پیچھے پھر کر نظر کی تو دیکھا کہ غوڑوچو کے پہاڑ سے مٹی پتھر کا سیلاب چل رہا ہے۔ اور اس نے غوڑوچو کی آبادی کو غرق کردیا ہے۔ یہ بڈھی عورت اسی جگہ پر ٹھہر گئی اور اس کی اولاد نے منگو کو آباد کیا جو اس وقت تک آباد ہے۔

اس روایت سے کم از کم اس قدر پایا جاتا ہے کہ یہ آبادبستی کسی سیلاب کی وجہ سے غیرآباد ہوئی۔ جو خواہ اس کے ملحقہ پہاڑ کے اوپر سے آیا یا نالہ باشہ سے آیا۔ اور اس آبادی کے اوپر پھیل گیا۔ اس قسم کے مظاہرات اس ملک میں وقتاً فوقتاً ظہورپذیر ہوتے رہتے ہیں اور اس میں اور نالوں کے اندر گلیشیر کے عمل سے جھیل بنجانے اور ایک دم سے اس کی دیوار کے

ٹوٹ جانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب یہ جگہ ریگستان ہے اور جابجا گول پتھر پڑے ہوئے ہیں جنہیں جنگلی جانوروں نے جائے پناہ بنا رکھا ہے۔ اس کی سطح زمین اب بھی نالہ باشہ کے پانی کی سطح سے زیادہ بلند نہیں ہے اور نالہ باشہ کے پانی کو اوپر کی طرف کچھ فاصلہ سے ردگول کر کے اسے سیراب اور آباد کیا جا سکتا ہے۔

الغرض شیر بٹن کی حکومت کا اس آفت ارضی و سماوی سے خاتمہ ہو گیا اور اس کا بھائی مشیڈ اس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص بہت جابر اور ظالم تھا تھوڑے عرصہ میں اس کی حکومت سے لوگ تنگ آ گئے۔ اس زمانہ میں مغلوٹ راجہ ہونزہ نے چاتھم راجہ نگر پر حملہ کیا اور نگر پر قابض ہو گیا۔ چاتھم راجہ نگر اپنے ملک سے فرار ہو کر براہ نالہ باشہ غنڈو میں پہنچا۔ کچھ دنوں تک ادھر ادھر پھرتا رہا۔ بعد ازاں مشیڈ کے پاس نوکر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے رسوخ کو بڑھایا یہاں تک کہ مشیڈ کے مشیران خاص میں داخل ہو گیا اور لوگوں کے درمیان تھوڑے ہی دنوں میں رسوخ پیدا کر لیا۔ چونکہ رعایا مشیڈ کے ظلم و ستم سے بیزار تھی۔ سرکردگان نے چاتھم کو مشورہ دیا کہ اگر تم مشیڈ کو قتل کر دو تو ہم تم کو اس ملک کا راجہ تسلیم کر لیں گے چنانچہ چاتھم نے لوگوں کے ساتھ سازش شروع کی جب انتظام پختہ ہو گیا تو ایک روز موقع پا کر اس نے مشیڈ کو قتل کر دیا۔ اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اس کے نام پر اس کا خاندان اماچا کے نام سے مشہور ہوا۔ جسے بلتستان میں عاچہ لکھا جاتا ہے۔ تھم ہونزہ و نگر کی زبان میں راجہ کو کہتے ہیں۔ اور چا اس کا نام ہے۔ یہ خاندان فتح ڈوگرہ تک برسر حکومت رہا اور اب مثل دیگر راجگان بلتستان کے علاقہ شغر میں جاگیر دار رہے۔

چاتھم کا قدم اس جگہ جب جم گیا اور اس کی حکومت تمام علاقہ پر قائم ہو گئی تو اس کے ہوا خواہ جو نگر سے فرار ہوئے تھے اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ اس کے بیٹے بولگو تھم نے انہیں نالہ باشہ کے اندر جابجا آباد کیا۔ اس طرح اس نالہ کے اندر مختلف بستیوں کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح سے کوہستان کاراکورم کے گرد و نواح میں جو کرغز خانہ بدوش رہتے تھے۔ ان کے ذریعے اس نے نالہ برالدو کی آبادیوں میں وسعت دی اور اپنی حکومت کو استحکام پہنچایا۔

چاتھم سے لے کر گوری تھم تک دس پشتیں تحقیق ہوئی ہیں۔ جن کے حالات کچھ

دریافت نہیں ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ انھوں نے آبادی میں ترقی کی اور اپنا رسوخ بڑھایا حتی کہ اپی سو کی حکومت کو جذب کر لیا۔ اور باشہ۔ برالدو۔ دوادی شغر تمام ملک کے اوپر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

گوری بھم کا بیٹا غازی بھم تھا۔ روایت ہے کہ غازی بھم کے زمانہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر کے راستہ سے اسکردو اور شغر میں تشریف لائے اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کی۔ اور مسجد امبورک کی بنیاد ڈالی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ سید موصوف ۷۸۱ھ میں بعہد سلطان قطب الدین شاہ کشمیر وارد کشمیر ہوئے۔ اور کشمیر سے مراجعت کرنے کے بعد اثنائے راہ میں بمقام کبیر ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہجری کو واصل بحق ہوئے۔ اس اعتبار میں اُن کا بلتستان میں آنا تاریخ اعظمی سے ثابت نہیں ہوتا۔ غالباً ان کے خلیفہ کے واقعہ کو عام روایت میں خود اُن کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ الغرض حضرت امیر کبیر کے خلیفہ حضرت سید محمد نوربخش جن کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ تخمیناً ۸۵۰ ہجری کے قریب قریب اس ملک میں وارد ہوئے اور انھوں نے مذہب اسلام کی بنا اس ملک میں قائم کی۔ شغر میں اس وقت غازی بھم راجہ تھا اُس نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور اسلامی نام اُس کا غازی میر رکھا گیا۔ جس نام سے وہ بعد میں مشہور رہا۔ اس لیے غازی میر کا عہد ۸۵۰ھ ہجری کے قریب قریب ہونا چاہیے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اسکردو میں غوطہ چو سنگے اور کھپلو میں شاہ اعظم حکمران تھے۔

اس طرح سے غازی میر کا زمانہ تاریخ سے قائم ہو جاتا ہے جو کہ تقریباً ۱۴۴۰ء الغایت ۱۴۷۰ء ہے۔ لیکن اس سے اوپر چا بھم تک دس پشتوں کے نہ تو کچھ حالات تحقیق ہوئے ہیں اور نہ اُن کا زمانہ تعین کرنے کا کوئی معیار ہے۔ حسابی طور پر اگر ہر ایک پشت کو ۳۰ سال مان لیا جائے تو چا بھم کا زمانہ ۱۱۴۰ء ہوتا ہے اور اُس سے پیشتر کے خاندان کھاگنگ کی دس پشتوں کو بھی اگر اسی حساب سے محسوب کیا جائے تو گویا کھاگنگ کا آغاز ۸۴۰ء کے قریب ہونا چاہیے مگر لداخ کی طرح چونکہ کوئی تحریری تاریخ اس ملک کی موجود نہیں ہے۔ قابل اعتبار حد تک تاریخ کا تعین کرنا مشکل ہے۔

غازی میر کے بعد علی میر اور اُس کے بعد گازری راجہ ہوا۔ علی میر کے زمانہ کا کوئی

واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ گاز ری کے زمانہ تک وادی شغر میں آبادی کا سلسلہ چھور کا اور بنالی تک پہونچ گیا تھا۔ اس نے اُس سے نیچے کا جنگل بھی صاف کر دیا۔ اور یار قند اور ہونزہ نگر کے لوگوں کو اس جگہ آباد کیا۔ اُس کے ساتھ ہی اس نے پہاڑ بونگری کے اوپر ایک چھوٹا محل تعمیر کیا اور غنڈ ڈ کو ترک کر کے اُس نو آباد جگہ کو اپنا دار الحکومت بنایا۔

اُس کے عہد کا اہم واقعہ یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی براہ کشمیر وارد بلتستان ہوئے اس زمانہ میں اسکردو میں بوخا او رکھپلو میں راے بہرام حکمران تھے۔ اور پوریگ میں جیب چو راجہ تھا۔ میر صاحب نے مذہب امامیہ کی اشاعت شغر میں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ گاز ری کے بیٹے عبداللہ خان نے اس مذہب کو اختیار کیا۔

گاز ری کے زمانہ کا ایک واقعہ نہایت عجیب وغریب ہے جس سے اُسکی دلیری تدبیر اور تیز چالاکی پورے طور پر ثابت ہوتی ہے اس نے باتحاد جیب چو راجہ ست و راجہ اسکردو۔ و راجہ کھپلو لداخ پر حملہ کیا۔ گیالپو نے اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنا مصلحت نہ سمجھا اور محصور ہو گیا۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ محاصرین کی کچھ پیش نہ گئی اور محاصرہ نے طول کھینچا۔ اتحادی پریشان ہوے۔ گاز ری نے کہا کہ میں اس شرط پر قلعہ زیر کیے دیتا ہوں کہ سب مال غنیمت مجھے دیا جاے۔ باقی تینوں اتحادیوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔

گاز ری نے رات کے وقت اپنے آدمی قلعہ سے ہٹا لیے۔ اور صبح کے وقت جتنے گھوڑے گدھے اور بیل اسے مل سکے سب کے اوپر مٹی لاد کر قلعہ کے سامنے گرا۔ محصورین نے خیال کیا کہ بےحد سامان خوراک محاصرہ کنندگان کے پاس پہونچ گیا ہے۔ اس سے ان کی ہمت پست ہوئی۔ بعد ازاں گاز ری نے بذریعہ اپنے آدمیوں کے زمین کا تردد شروع کر دیا۔ لداخیوں نے پوچھا کیا کرنے لگے ہو۔ گاز ری نے جواب دیا کہ محاصرہ طول کھینچ رہا ہے ہم لوگ خربوزہ کھانے کے عادی ہیں۔ معلوم نہیں یہاں سے کب تک نجات ہو اس لیے خربوزہ کاشت کرنے لگے ہیں۔ یہ دیکھکر لداخیوں نے بہت ہار دی اور بہت سا مال و زر بطور تاوان دیکر نجات حاصل کی۔

اب یہ فوج واپس روانہ ہوئی۔ راستہ میں گاز ری کے تینوں اتحادی رائگان کی

نیت بد ہوگئی۔ گازری اسے تاڑ گیا۔ دم بھر کی منزل پر پہونچ کر اُس نے راجہ کھپلو کو یہ چکمہ دیا کہ میں اس قدر مال و اسباب شغر لیجاکر کیا کروں گا۔ میری ایک لڑکی ہے اُسکا بیاہ تم اپنے بیٹے کے ساتھ کرلو۔ اور یہ سب مال و اسباب درج فہرست کرکے بطور جہیز اپنے پاس رکھ لو وہ جھانسے میں آگیا اور اس انتظام پر راضی ہوگیا۔ جب یہ دونوں اس طرح مل گئے تو راجہ اسکردو اور راجہ سوت کی کچھ پیش نہ گئی۔

جب فریقین نے شادی کی تیاری کرلی۔ تو گازری نے راجہ کھپلو کو پیغام بھیجا کہ حسب رواج ملک اپنے معززین کو بھیج دو کہ دولھن کو رخصت کرالیجائیں۔ بڑی دھوم دھام سے برات روانہ ہوئی شغر میں پہونچی تو گازری نے بڑی پر تکلف ضیافت انھیں دی اور اس کے بعد رات کے وقت سب کو قید کردیا۔ اور کہا کہ جب تک ہمارا مال و اسباب فہرست کے مطابق ہمارے پاس پہونچیگا تمھاری رہائی ناممکن ہے۔ راجہ کھپلو کو پتہ لگا۔ تو اس نے اپنی غلطی پر بہت پیچ و تاب کھایا۔ مگر مجبور تھا سب مال و اسباب شغر کو پہونچاکر اپنے معززین کی رہائی کرائی۔ اور تینوں اتحادی راجگان منھ دیکھتے رہ گئے۔ کھپلو و اسکردو کے راجگان کا نام دریافت نہیں ہوسکا۔ ممکن ہے کہ گازری کے معاصرین راے بہرام و مقپون بوخا ہوں۔

گازری کے بعد اُس کا بیٹا عبداللہ خان راجہ ہوا۔

عام روایت کے مطابق سلطان سعید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان عبداللہ خاں کے عہد کا واقعہ ہے گو کہ تاریخ رشیدی میں سلطان کے شغر فتح کرنے کا مذکور ہے۔ مگر راجہ شغر کا نام درج نہیں ہے البتہ کھپلو میں اس وقت راے بہرام راجہ تھا۔ تاریخ مذکور کا اندراج حسب ذیل ہے۔

حملہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند ۹۳۹ ہجری مطابق ۱۵۳۲ء

"سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار سپاہ لے کر سنہ ۹۳۹ ہجری مطابق سنہ ۱۵۳۲ء میں مریول دلداخ سے بالتی کی طرف متوجہ ہوا اور موسم سرما کے شروع میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی۔ اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ مگر تمام چوپان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے پہلے قلعہ

اسکار کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے عورتیں اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا تقصیر نہیں کی۔ البتہ جہاں قلعے اور دور سے مستحکم تھے انہیں چھوڑ دیا۔ اوائل بہار میں شاہ بالتی سے واپس روانہ لداخ ہوا"

عبداللہ خاں کے بیٹے حیدر خاں نے نالہ برالدو کی آبادی میں مزید ترقی کی۔ اور یارقندی خانہ بدوشوں کو لا کر نالہ کے آخری مواضعات تے ستون و اسکولی کو آباد کیا ان کے ذریعے اس نے سلطنت یارقند کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات پیدا کیے اور شگر و یارقند کی سرحد کا بھی فیصلہ کیا۔ سلسلہ کوہستان کاراکورم حد فاصل قرار پایا۔ سفیر یارقند مع ایک سو سپاہ کے شگر میں تعینات ہوا۔ اور شگر کا وکیل بھی یارقند میں تعینات ہوا اس کے بعد یارقندی سوداگروں کی آمد و رفت بلتستان میں شروع ہو گئی۔ اور شگر کے لوگوں کی آمد و رفت بھی یارقند کے ساتھ قائم ہو گئی۔

اس کے ساتھ ہی درختان میوہ دار از قسم زرد آلو یعنی خوبانی۔ آڑو۔ انگور۔ سیب اخروٹ وغیرہ یارقند اور ہوزرہ دیگر سے لاکر شگر میں نصب کیے گئے۔ انکا پیوند بھی انہیں ممالک سے لاکر شگر میں رائج کیا گیا۔ اور ان درختوں کو اس ملک میں پھیلایا گیا خوبانی کو اس ملک کی ہوا زیادہ موافق آئی اور شیرینی و لطافت و نفاست و تراوت میں اپنے اصلی وطن کی پیداوار پر فوقیت لے گئی۔ اس وقت بلتستان میں اس کی بیسیوں اقسام رائج ہیں جن سے بعض اقسام میں خشک کرنیکے بعد عراق کی کھجور کی طرح لطافت اور تراوت باقی رہتی ہے۔ نالہ جات برالدو و باشا کی آخری آبادیوں کے اوپر ایک ایک قلعہ بغرض حفاظت تعمیر کیا گیا۔ اور سپاہی ان کے اندر تعینات کیے گئے۔ ان قلعوں کے کھنڈرات تے ستون اور ارندو کے متصل اب تک موجود ہیں۔

یارقند کے ساتھ سفارتانہ تعلقات محمد خان کے عہد حکومت تک قائم رہے اور یارقندیوں کے ذریعے علاقہ شگر کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ اور تہذیب و شائستگی ملک میں پھیلی جس سے بلتستان کو اپنی ہمسایہ اقوام میں امتیاز حاصل ہوا۔
عبداللہ خاں کے جانشینوں حیدر خاں لنایت محمد خاں کے عہد حکومت میں

دو بھائی شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ مقلے شغر میں پہونچے۔ انھوں نے شغر میں تبلیغ اسلام کی اور مسجدیں تعمیر کیں جن میں قیام کرنے کے لیے بھی کمرے ہوتے تھے اسی قسم کی مسجدوں کو بلتستان اور کشمیر میں خانقاہ کہتے ہیں۔

حمید خان روزی خاں۔ وسلطان خان کے عہد کا کوئی واقعہ دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ حیدر خان سے لے کر سلطان خان تک ان راجگان کے عہد کا کوئی پتہ چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نام بالکل فرضی ہوں بعد ازاں محمد خاں راجہ ہوا۔ اس کے زمانہ کا بھی کوئی واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ اس کے فوت ہونے پر عبدال خان راجہ اسکردو نے شغر پر حملہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد خاں کے بارہ بیٹے تھے ان سب کو عبدال خان نے قید کر لیا۔ اور ایک ایک کر کے الگ الگ دیہات میں قتل کیے جانے کی غرض سے بھیجدیا۔ ان میں سے گیارہ لڑکے مختلف دیہات میں قتل ہوئے۔ سب سے بڑا حسن خاں گوا غنڈو کے حصہ میں آیا۔ اس گانوں کے لوگوں نے اس کے اوپر رحم کیا۔ اور زاد راہ دیکر پوشیدہ طور پر اپنے آدمیوں کے ساتھ اُسے کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ وہ کشمیر سے آوارہ گردی کی حالت میں دہلی پہونچا۔ اور کچھ عرصہ وہاں پھرتا رہا۔ اس اثنا میں شاہنشاہ دہلی شیر کے شکار کو روانہ ہوا حسن خان بھی بادشاہ کے ہمراہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اتفاقاً بادشاہ کا مقابلہ شیر کے ساتھ ہو گیا۔ اور شیر نے بادشاہ کے اوپر حملہ کیا۔ حسن خان اتفاق سے قریب تھا یہ فوراً آگے بڑھا۔ اور تلوار نکال کر شیر کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کی توجہ حسن خان کی طرف مبذول ہو گئی۔ اور دربار شاہی میں اس کی رسائی ہو گئی۔ بادشاہ نے اُس کے حالات دریافت کیے۔ حسن خاں نے موقع پاکر عبدال خاں کے ظلم وستم کی تمام داستان بیان کردی۔ اس موقع پر آدم خاں بھی دہلی میں موجود تھا اُس نے بھی اس کی بہت امداد کی اور بادشاہ سے دادرسی کی التجا کی۔ بادشاہ نے نواب کشمیر کو حکم دیا کہ امداد دے کر حسن خان کو اُس کی میراث دلائی جائے۔ چنانچہ کشمیر کی فوج کے ساتھ حسن خاں اسکردو میں وارد ہوا۔ اور عبدال خان کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ شغر لے گیا۔ اور اپنے ملک پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعات تاریخ اسکردو میں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ لہذا اس جگہ محض خلاصہ پر اکتفا کی گئی۔

عبدال خاں نے اپنی بقیہ زندگی شغر کے قید خانہ میں بسر کی۔ اور اسی حالت میں
فوت ہوا اس کی پختہ گنبد دار قبر شغر کے شاہی قبرستان میں اس وقت تک موجود ہے
عبدال خان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سخت ظالم اور جابر آدمی تھا اس لیے می ندس یعنی
آدم خور کے لقب سے لوگ اُسے یاد کرتے تھے۔

حسن خاں نے ہندوستان سے نجار۔ دھوبی۔ موچی۔ سونار۔ لوہار اور سنگ تراش
منگوائے۔ اور انھیں شغر میں آباد کیا۔ اور صنعت و حرفت کو ملک میں بہت ترقی دی جسکے
نشانات شغر میں اب تک موجود ہیں اور جس کی وجہ سے شغر کو تمام بلتستان میں فضیلت
حاصل ہے۔ [illegible]ں نے بونگ ری کھر کو جس کا دوسرا نام ڈونگ کھر ہے ترک کر کے نالہ شغر کے داہنے
کنارے پر ایک محل چھونگ کھر نامی تعمیر کیا۔ اور اس کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ اب تک راجگان
شغر کی سکونت اسی محل میں ہے اور عمارت اچھی حالت میں ہے۔

حسن خاں کے زمانہ میں بار تندی سغر کے بجائے صوبہ کشمیر کی طرف سے ایک عہدہ دار
شغر میں تعینات ہوا۔ جسے لوگ تھانہ دار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غرض کہ اس
طرح سے سلطنت دہلی کا اقتدار شغر کے اوپر بھی قائم ہو گیا۔

امام قلی خاں ۱۶۳۴-۱۷۰۵ء حسن خاں کو زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔
اور حکومت پر پہونچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہو گیا
اُس کا بیٹا حسام قلی خاں تھا۔ مگر اس کا کوئی ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ غالبًا اپنے باپ کی
حیات ہی میں فوت ہوا۔ اور اُس کا بیٹا امام قلی خاں راجہ ہوا۔ اس کے طویل عہد حکومت
میں بہت بڑے انقلابات بلتستان میں واقع ہوئے جو شغرنامۂ منظوم میں تفصیل کے
ساتھ مذکور ہیں۔ اور چونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اسکردو کے ساتھ
ہے۔ لہٰذا سلسلہ حالات اسکردو اُن کا اندراج کیا گیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے اس سے
ظاہر ہوگا کہ راجگان شغر کے درمیان امام قلی خاں بہت بڑا صاحب اقبال اور صاحب جاہ و
جلال راجہ ہوا ہے اور اس نے اپنے اثر کو ایک طرف گلگت و بروشال تک اور دوسری طرف
لداخ تک پہونچا دیا تھا۔ الغرض یہ راجہ ملک شغر کے لیے ہر ایک پہلو سے قابل فخر ہے۔

اعظم خان ۱۷۰۵-۱۷۸۴ء امام قلی خاں کے دو بیٹے تھے جن میں سے اعظم خاں بڑا

تھا۔جو کرس والی رانی کے بطن سے تھا۔اور امیر خاں راجہ کرس کا بھانجہ تھا اور محمد رفیع خاں راجۂ اسکردو کا داماد تھا۔دوسرا علی خاں چھوٹا تھا جو عضو ابا وزیران شغر کے خاندان کی رانی کے بطن سے تھا۔اعظم خان بجائے اپنے باپ کے مسند نشین حکومت ہوا چونکہ شغر میں عضو ابا وزیروں کا رسوخ بہت زیادہ تھا اس لیے علی خاں کی طرف سے اسے ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا چنانچہ اس نے یہ کانٹا نکالنے کی غرض سے علی خاں کو مع اپنے وزیر عضو ابا محمد کے سفارت کے بہانہ سے یارقند کو بھیجدیا۔یہ وزیر محمد ماموں علی خان کا تھا۔اُس کی جگہ دونخ پا کو اس نے اپنا وزیر مقرر کیا۔

الغرض اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد اعظم خان کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔اسی زمانہ میں کشمیر کی طرف سے افغانوں نے اسکردو پر حملہ کرکے راجہ مراد خان کو مغلوب کیا تھا۔اس سے ملک میں بے چینی اور انتظام میں کمزوری پیدا ہوگئی تھی۔اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا اور سلطان مراد راجہ اسکردو کو بہ بہانہ دعوت و مشورت شغر میں طلب کیا۔اندرونی طور پر یہ انتظام کردیا کہ سلطان مراد جب دریائے شغر کے بیچ میں پہونچے تو دریا میں غرق کردیا جائے چنانچہ کوارددو اور شغر کے درمیان دریائے شغر سے گذرتے وقت اُسے دریا میں گرا کر ملک عدم کو پہونچادیا گیا۔اس کے بعد اعظم خاں نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کرلیا اور موسئے پا علی کو اسکردو کا [illegible] یعنی حاکم مقرر کردیا۔

اعظم خان کا ایک اور کارنامہ قابل ذکر ہے جو میرے دوست سید عباس ساکن چھورکا نے تحریر کیا ہے۔میں ان کی تحریر کا لفظی ترجمہ درج کرتا ہوں جو حسب ذیل ہے۔

واقعہ سید مختار و سید یحییٰ راجہ اعظم خان کے عہد میں دو بھائی سید مختار اور سید یحییٰ وارد شغر ہوئے۔راجہ نے ان کا احترام کیا اور اُن کی منزل اور ضروریات کا انتظام کردیا۔دونوں بھائی یہاں ٹھہر گئے۔راجہ ہر روز ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔اور شرعی مسائل کے متعلق اُن سے باتیں کیا کرتا تھا۔چونکہ سید مختار نہایت شیریں کلام اور عالم متبحر تھا۔اُس کی ذاتی کشش اور راجہ کی تبعیت سے تمام رؤسائے شغر اور انبوہ عوام ان دونوں سید بھائیوں کے پاس جمع ہونے لگا۔چند روز میں اُن کی محفل کو

اس حد تک فروغ ہوا کہ راجہ کا دربار سرد ہوگیا۔ راجہ کے دل میں اس سے حسد پیدا ہوا۔
اور وہ ان کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ اپنے وزیروں کے ساتھ اس نے مشورہ کیا۔ ایک نے
صلاح دی کہ پروردہ کو قتل کرنا مردانگی نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ تمام اہل شغر ان کے
مرید ہوگئے ہیں جب تک یہ زندہ ہیں ان کے اعتقاد سے وہ باہر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کسی
دوسرے امر کو وہ قبول کر سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ایک بڑھی عورت کے ذریعے حیلہ گری سے
انھیں زہر دیکر انکا کام تمام کردیا جائے۔

شاہ کا دربان یہ باتیں سن رہا تھا۔ چونکہ وہ سید برادران کا معتقد تھا راتوں رات
سیدوں کے پاس پہونچا اور اس مشورہ سے انھیں آگاہ کیا۔ سیدوں نے یہ سُن کر آدھی
رات کو چھورکا کی طرف کوچ کردیا اور محلہ موتر و نمو میں اقامت اختیار کی۔ اور اپنے مریدوں
کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چند روز میں چھورکا سے لے کر برالدو تک اور بنالی سے
کراشہ تک سب اہل ملک سیدوں کے مرید ہوگئے اور محلہ موتر و نمو میں لب دریا انکے
رہنے کے لئے ایک گڈھی تعمیر کردی جو اس درجہ مستحکم تھی کہ اُس کے اندر پرندہ کا
گزر بھی محال تھا۔

اس طرح سے یہ دونوں بھائی سید راجہ کی زد سے نکل گئے اور راجہ کا اقتدار جاتا رہا
جنفو واضعات سے باج و خراج بھی بند ہوگیا۔ وزیروں نے نگر کے آدمیوں سے کمک
لے کر تین دفعہ بالائی علاقہ کے لوگوں پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ آخر کار اسی بڑھی عورت
کے ذریعے سید یحییٰ کو یہ خط بھیجا کہ اگر تم سید مختار کو ہمارے حوالہ کردو تو شغر خاص میں
تمہارے لیے مکان سکونت اور مسجد جامع ہم تعمیر کردیں گے اور تمام ملک شغر کا مجتہد
ہم تمہیں کو مقرر کردیں گے ہم سب تمہارے پیرو ہو جائیں گے

سید یحییٰ کو یہ خط پہونچا تو اُس نے دل میں سوچا کہ ایک روز بھائی کو بھائی سے جدا
ہونا ہی ہے۔ جب تک میں سید مختار کے ساتھ ہوں اس کے چاکر اور غلام کی طرح ہوں
میرا نام بھی کوئی نہیں لیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے میں راجہ کے حوالہ کردوں اور خود راجہ
کی رضا جوئی میں رہوں کیونکہ شغر جیسی اور کوئی اچھی جگہ میری اور میری اولاد کی سکونت کے لیے
نہیں مل سکتی یہ فیصلہ کرکے اس نے خط مرسولہ کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس بھیج دیا کہ:

"سمعنا واطعنا۔ کل رات شب جمعہ ہے جب کہ سید مختار اپنے مقصورہ یعنی عبادت خانے میں تمام رات عبادت و وظیفہ خوانی میں اس درجہ مصروف رہتا ہے کہ اسے اپنی جان کی بھی خبر نہیں رہتی۔ تم شب خون لاؤ اور قلعہ کے قریب تاک میں رہو۔ جس وقت سید مختار ذکر خفی میں سرگرم ہوگا میں دریچہ قلعہ سے آگ باہر کی طرف پھینکوں گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ تم قلعہ میں داخل ہو جاؤ اور اُس کو پکڑ لیجاؤ۔ دن کے وقت میں بھی راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہو جاؤں گا"

راجہ کو اس جواب سے بڑی خوشی ہوئی اور سید کے قلعہ موسومہ بیروگیالمو پر شبخون بھیج دیا۔ سید یحییٰ نے دریچہ سے آگ پھینکنے کے بعد قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور خود لیٹ رہا۔ راجہ کے آدمی قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ سید مختار کی بیوی بیروگیالمو نے یہ شور سُنا تو دوڑی ہوئی سید مختار کے مقصورہ میں پہونچی اور اُس کو حال سنایا۔ اور کہا کہ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو بھاگو۔ سید مختار چور دروازہ سے نکل کر بھاگا اور صبح ہونے تک کرمن میں پہونچ گیا راجہ کے آدمی تمام رات اسباب و جائداد قلعہ کی لوٹ میں مصروف رہے۔ پھر سید مختار کی بیوی اور اُس کے دونوں لڑکوں کو قید کر کے باہر نکالا۔ اور راجہ کو فتح کی خبر بھیجی صبح کے وقت موضع تھونگمو دنگ کے ریگستان میں سید مختار کے دونوں لڑکوں کی مشکیں چوروں کی طرح باندھ دیں اور بطور نشانہ ہدف ریت میں کھڑا کر کے تیر باران کر کے شہید کر دیا۔ ان کی قبور کا نشان آج تک اس جگہ موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ موقع معصوموں کا آستانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان لڑکوں میں سے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام سید باقر تھا۔

مال غنیمت اور بیروگیالمو کو راجہ کے پاس لے گئے۔ اُس نے مال غنیمت کو ان ظالموں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ سید یحییٰ بھی دن کے وقت ایک عالم زاہد اور عابد گوشہ نشین کے بھیس میں ہاتھ میں تسبیح لٹکائے ہوئے راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ راجہ نے انکی خاطر تواضع کی اور اُن سے کہا کہ تم نے اپنا وعدہ وفا کر دیا ہے اب ہماری نوبت ہے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کریں جو موقع تمھیں پسند ہو وہ بتلاؤ کہ اُس جگہ تمھارے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع تعمیر کرا دی جائے۔ اُس نے نالہ کے کنارے پرپل کے نزدیک ایک جگہ

بتلائی کل باشندگان ملک شغر کو جمع کرکے اُس کا انتظام کردیا گیا۔ اور قلعہ بیر دگیالو کی لکڑی لاکر اس میں لگا دی گئی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال میں مسجد تیار ہو گئی۔ بعدازاں راجہ نے تمام علاقہ سے فی گھر نذرانہ سید یحییٰ کے لئے معین کردیا۔ جو بندوبست کے زمانہ تک اُس کی اولاد کو ملتا رہا۔ بعدازاں بند ہو گیا۔ اب ان کی اولاد محلہ بہ محلہ گدائی کرتی پھرتی ہے۔

بیر دگیالو جب راجہ کے قلعہ میں وارد ہوئی تو اپنے لڑکوں اور شوہر کی جدائی سے بہت بیقرار تھی شام ہوئی تو وضو کرکے نماز کے لیے کھڑی ہوئی اور سجدہ میں جاکر جان دیدی اور مقبرہ راجگان میں مدفون ہوئی۔ اب تک اُس کی قبر کا نشان باقی ہے۔

سید مختار کرس میں پہونچے تو وہاں راجہ۔ وزیر۔ اور رعایا نے گرمجوشی کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور کرس سے لے کر چھورہ بٹ تک کے لوگوں نے جمع ہو کر انکے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع چندروز میں تیار کردی۔ اور برضاورغبت ہر شخص نے آٹھ بٹا دہ غلہ نسلاً بعد نسلٍ سید مختار کو میراث بمیراث دینا قبول کیا اور اُنکی حفاظت کے ذمہ دار ہوئے۔

راجہ کھپلو نے سید مختار کو لکھا کہ اگر اجازت ہو شغر کے لوگوں سے انتقام لیا جائے اور آپ کے لیے کھپلو میں انتظام کیا جائے سید نے جواب دیا کہ جنگ اسلام میں قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس طرف سے لوگ میری حفاظت کے ذمہ دار ہیں انہیں چھوڑکر کسی دوسری جگہ جانا مروت کے خلاف ہے البتہ اگر کوئی اور حادثہ پیش آیا تو اُس وقت تمھارے سوا اور کسی طرف بھاگنے کا راستہ نہیں ہے۔

الحاصل سید مذکور نے کرس سے چھورہ بٹ تک تمام دیہات میں ساجد جامع و مساجد محلہ جابجا تعمیر کرائیں اور تبلیغ وتعلیم کے لیے اپنے شاگردوں میں سے ملا ان میں تعینات کیے۔ اب تک ان کا عزل ونصب ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

بعدازاں اہل شغر نے سید مختار کے پاس شکایت کی کہ ہم سید قطب الدین کے ساتھ کب تک گذارہ کریں۔ اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرکے ہمارے

پاس تعینات کر دو۔ سید نے اپنے نواسوں میں سے سید نجم الدین کو اس خدمت کے لیے تجویز کیا وہ شغر میں گیا اور موضع بیٹرپہ میں اُس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی گئی اور یہاں اُس کی مجلس خوب گرم ہوئی۔

پھر چھورکا کے لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے پاس بھی ایک عالم تعینات کرو انھوں نے سید ابوالحسن کو اُن کے سپرد کیا۔ اُس نے موضع خمی کا میں سکونت اختیار کی۔ لوگوں نے اس جگہ اس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی۔ اور اُس نے یہاں اپنا کام جاری کر دیا۔ ابوالحسن جید عالم تھا۔ اُس کی تصانیف اس وقت تک موجود ہیں''

سلطان مراد کے قتل کے وقت اُس کا بیٹا محمد ظفر خان صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا۔ اور پانچ سال تک وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس درمیان میں راجہ اعظم خاں کا خیال اس کی طرف راجع نہیں ہوا۔ مگر ظفر خاں ادھیڑبن میں برابر مصروف رہا۔ گو کہ ۤوہ کم عمری اور بے سروسامانی کے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ لیکن اتنی مدت گذرنے کے بعد اس کے سامان خود بخود پیدا ہو گئے۔ علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت کے بہانہ سے ملک بدر کیے گئے تھے اپنا کام پورا کر کے واپس آگئے۔ اور براہ لداخ پوریگ میں وارد ہوئے۔ محمد ظفر خاں اتفاقاً وہاں انھیں مل گیا۔ اور اپنی مصیبت کی داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے وہ اعظم خاں کی طرف سے پہلے سے خار کھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس موقع کو انھوں نے غنیمت سمجھا۔ اور بامداد اس مظلوم لڑکے کے فوراً اعظم خاں کی مخالفت کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن وہ سفر دور و دراز کی وجہ سے بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے بھی لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا کچھ بن نہ پڑا۔ بالآخر انھوں نے وزیر محمد کو ظفر خان کے شیر بدر سوسوپا کے پاس اسکردو روانہ کیا کہ کچھ زاد راہ لے آئے۔ سوسوپا نے بیوفائی کی۔ اور بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کر کے اعظم خاں کے کھرپوں علی کے حوالہ کر دیا۔ اُس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی وہ اسکردو پہونچا اور وزیر محمد بیچارے کو بے خطا سکہ میدان میں نشانہ تیر اندازی بنا کر ملک عدم میں پہونچایا اور ظفر خاں و علی خاں کو پوریگ سے گرفتار کر کے منگوایا ظفر خاں کو شغر کے مون کھر میں قید کر دیا۔ اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف ملک بدر کر دیا

اس طرح اعظم خان نے اپنا راستہ صاف کر لیا۔ مگر اس ظلم سے اپنی بربادی کا سامان بھی پیدا کر لیا۔

سلیمان خان ۱۷۸۴ء تا ۱۷۸۶ء اعظم خان کی رانی فخر النساء جو سلطان مراد کی بہن تھی جیسا کہ تاریخ اسکردو میں مذکور ہو چکا ہے۔ اپنے شوہر کی ان حرکات اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھ کر بہت برہم ہوئی۔ لہذا اُس نے موضع کوارد و کا محلہ برقانی اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خان سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بداعمال کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہو گئی۔ چنانچہ اُس نے مسمی ولی کو جو وزیر محمد کا ماموں زاد بھائی اور فخر النساء کے بیٹے سلیمان کا شیر پدر تھا اپنا ہم خیال بنا کر اُس کے ذریعے شغر میں اعظم خان کے خلاف بغاوت کرا دی۔ اس فتنہ و فساد میں اعظم خان قتل ہوا۔ اور اُس کے خورد سال بیٹے سلیمان خان کو اُس کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ چونکہ سلیمان خان خورد سال تھا اور اپنی والدہ کے ساتھ اسکردو میں رہتا تھا۔ مسمی ولی مذکورہ کو اُس کا وزیر اور ولی مقرر کر کے تا بلوغت سلیمان خان حکومت شغر پر قائم کیا گیا۔ اور محمد ظفر خان کو قید سے آزاد کر کے تخت اسکردو پر متمکن کیا گیا۔

علی خان ۱۷۸۷ء تا ۱۷۸۹ء جب سلیمان خان سن تمیز کو پہونچا تو اُس کا وفادار شیر پدر اور وزیر ولی اُسے بلانے کی غرض سے اسکردو آیا کہ حکومت اُسے تفویض کر دے۔ سلیمان خان نے اثنائے گفتگو میں ولی سے دریافت کیا کہ میرے باپ کو کس نے قتل کیا ہے۔ وزیر جواب دیا کہ شغر والوں نے دوران بغاوت میں مار ا ہے۔ لڑکے نے کہا کہ جن مفسدوں نے فساد برپا کر کے میرے باپ کو قتل کرایا ہے۔ میں بکرے کی طرح اُن کے ٹکڑے کروں گا۔ اس فساد کا بانی خود ولی تھا۔ اس سے اُس کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اور اپنی جان بچانے کی تدابیر سوچنے لگا۔ چنانچہ جب وہ سلیمان خان کے ساتھ شغر کو واپس جا رہا تھا تو اثنائے راہ میں بڑی سترنگ ڈونگموں کے اوپر سلیمان خان کا کام تمام کر کے اس کی لاش کو وہیں دفن کر دیا۔ اور شغر پہونچ کر نگر سے علی خان برادر اعظم خان کو واپس طلب کر کے شغر کی حکومت پر قائم کیا۔ علی خان نے وزیر محمد مقتول کے بیٹے حسین کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور دوزخ پا سے اُسکی املاک اسے واپس دلائی چنانچہ

یادگار کے طور پر اب تک عضو اپا وزیروں کے احاطہ میں ایک مکان دو زخ پا کا موجود ہے
اعظم خاں کی عذاری اور سفاکی کا یہ انجام ہوا کہ اُس کا تخم باقی نہیں رہا۔

حسین خاں ۱۷۸۹/۱۷۹۰ء علی خان نے بحالت جلاوطنی نگر میں شادی کر لی تھی اور اس سے اُس کا ایک لڑکا حسین خاں اُسی جگہ پیدا ہوا تھا علی خاں کے فوت ہونے کے بعد حسین خاں اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے چند روزہ عہد میں کوئی اہم واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔

اعظم خاں بار اول ۱۷۹۰ء بار دویم ۱۷۹۹ء۔ بار سویم ۱۸۱۳/۱۸۱۸ء
قلی خاں بار اول ۱۷۹۰ء بار دویم ۱۸۰۰/۱۸۱۸ بار سویم ۱۸۱۸/۱۸۱۹ء

حسین خان کے تین بیٹے تھے۔ بڑا اعظم خاں جو کھپلو والی رانی کے بطن سے تھا۔ دوسرے قلی خان و دولت خاں جو علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بہن کے بطن سے تھے حسین خاں کی وفات پر اس کا بڑا بیٹا اعظم خاں اُس کا جانشین ہوا۔ مگر چھوٹے بیٹے قلی خاں نے اسکردو کی کمک کے گھمنڈ پر جانشینی کے متعلق تنازعہ کیا۔ علی شیر خاں نے اعظم خاں پر بامداد قلی خان چڑھائی کی۔ اعظم خاں منہزم ہو کر کھپلو کی طرف بھاگ گیا۔ اور قلی خان حکومت پر متمکن ہوا۔

کھپلو میں اس وقت محمد علی خان راجہ تھا۔ اُس کی غیرت نے جوش مارا اور اعظم خاں کی امداد پر تیار ہو گیا مگر اس زمانہ میں خود اُس کی حالت اچھی نہ تھی عملاً کچھ نہ کر سکا۔ مجبوراً نو سال اعظم خاں نے کھپلو میں بامید کمک بسر کیے۔ اتنے عرصہ کے بعد محمد علی خاں نے شغر پر چڑھائی کی قلی خاں نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی اور اسکردو کی طرف فرار ہو گیا۔ اور اعظم خان دوبارہ حکومت شغر پر قابض ہو گیا۔

اس وقت اسکردو میں راجہ احمد شاہ کی حکومت تھی چند سال کے بعد موقع دیکھ کر احمد شاہ نے بامداد قلی خاں اعظم خاں کے اوپر چڑھائی کی۔ اعظم خاں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر احمد شاہ کے حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور شکست کھا کر دوبارہ کھپلو کی طرف فرار ہوا اور قلی خاں دوسری دفعہ حکومت شغر پر قابض ہوا۔

اعظم خاں نے کھپلو پہنچ کر ایک حاجچو کی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ جس سے

دو لڑکے حیدر خان و حاتم خان اور دو لڑکیاں دولت خاتون اور حلیمہ خاتون پیدا ہوئیں
اس طرح سے اس دفعہ بارہ سال اس نے جلاوطنی میں بسر کئے بعدازاں کھپلو سے
امداد لے کر پھر شغر پر حملہ آور ہوا۔ قلی خان کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور فرار ہو کر اسکردو
میں پناہ گزین ہوا۔ اعظم خان سہ بارہ حکومت شغر پر قابض ہو گیا۔ لیکن صرف چند سال
حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔

اعظم خان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا حیدر خان خوردہ سال تھا قلی خان نے
موقع پا کر بامداد راجہ اسکردو پھر شغر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن موت نے حکومت کی فرصت نہ دی

حیدر خان بسرپرستی اسکردو ۱۸۱۹ء–۱۸۴۲ء اس کے فوت ہونے کے بعد حالات نے
پھر پلٹا کھایا۔ اعظم خان کی بیٹی دولت خاتون
پر جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی احمد شاہ کی نظر پڑ گئی۔ اور اُس کے ساتھ اُسنے
شادی کر لی۔ اور اُس کے صلہ میں اس نے اعظم خان کے خورد سال بیٹے حیدر خان کو
شغر کا برائے نام راجہ تسلیم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حیدر خان کے سن تمیز
کو پہنچنے تک یہی انتظام جاری رہا۔ بعدازاں حکومت پر حیدر خان کو قبضہ دیدیا گیا
اور اسکردو کا صرف اقتدار قائم رہا۔ ان حالات میں قلی خان کی اولاد اپنے باپ کی
میراث سے محروم رہی۔

احمد شاہ کی حکومت شغر اور حیدر خان کی راجگی شغر کے کوئی بڑے کارنامے
نہیں ہیں بوقت حملہ وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ شغر میں حیدر خان راجہ تھا۔ وزیر نے
بھی اسی کو راجہ تسلیم کیا مگر پورتنگ میں وزیر مذکور کے جان نثار ہونے کے بعد حیدر خان نے
علم بغاوت بلند کیا اور اسکردو پر بھی قبضہ کر لیا۔ وزیر لکھپت کی آخری مہم کے موقع پر حیدر خان
گرفتار ہوا اور مع اہل و عیال جموں پہنچایا گیا اور اسی جگہ فوت ہوا۔ اُس کے واقعات
دوسری جگہ بالتفصیل بیان ہو چکے ہیں۔ حیدر خان کا بیٹا مراد خان حیدر خان کے فوت ہونے
کے بعد جموں سے شغر میں واپس آیا۔ اس کی اولاد اب تک موجود ہے۔

امام قلی خان بسرپرستی جموں ۱۸۴۲ء وزیر لکھپت کی مہم کے وقت سلیمان خان
پسر قلی خان راجہ شغر فوت ہو چکا تھا۔ مگر

اس کی اولاد موجود تھی۔ اس کا شارہ جاگا اور وزیر لکھپت نے امام قلی خان پسر سلیمان خان کو شغر کا راجہ تسلیم کیا۔ اور اس کے گذارے کے لیے علاقہ شغر سے کچھ جاگیر اس کو عطا کی اور اس کے بزرگان کی مقبوضہ اراضیات بھی اس کو حوالہ کر دیں انتظام ملکی کے واسطے وزیر نے شغر میں ایک تھانہ دار مقرر کر دیا۔ اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ فوج بھی شغر میں تعینات کر دی۔ ان کے رہنے کے لیے قلعہ نالہ شغر کے داہنے کنارہ پر تعمیر کیا گیا۔

امام قلی خان لاولد فوت ہوا۔ اس کا بھائی عباس خان مخبوط الحواس تھا جاگیر کچھ عرصہ ضبط سرکار رہی۔ پھر عباس خان کا نابالغ بیٹا علی مردان خان جموں میں پیروی کے واسطے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے اس کی نصف جاگیر واگذار ہوئی باقی نصف کے لیے یہ حکم ہوا کہ علی مردان خان کی بلوغت کے بعد رپورٹ کی جائے۔ یہ رپورٹ کبھی نہیں ہوئی اور علی مردان خاں کو اسی نصف حصہ پر قناعت کرنا پڑی۔

علی مردان خاں ۱۳۳۲ھ ہجری میں ایک شیر خور لڑکی حلیمہ خاتون چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس وقت سے اس کا چھوٹا بھائی اعظم خاں راجہ شغر ہے۔

شجرہ نسب راجگان کھپلو مرتبہ راجہ علی شیر خان سربراہ جاگیردار کھپلو

۱۔ سلطان اسکندر اعظم
۲۔ سلطان ابراہیم
۳۔ سلطان اسحٰق
۴۔ سلطان عبدالرحیاد
۵۔ میر براہیر
۶۔ ارمان ساہیر
۷۔ بیشرب نم
۸۔ ترلوتنگ
۹۔ سلطان محمود میر غازی
۱۰۔ سلطان مہدی غزالی
۱۱۔ مہدی ابراہیم
۱۲۔ ملک حیدر شاہ
۱۳۔ سلطان ملک غزالی
۱۴۔ سلطان ملک شاہ
۱۵۔ سلطان جنید شاہ
۱۶۔ حیدر شاہ
۱۷۔ حیدر کرار
۱۸۔ شاہ ابراہیم
۱۹۔ سلطان جوہر خانی
۲۰۔ نجم الملک
۲۱۔ ملک رستم
۲۲۔ مہدی میر
۲۳۔ ملک میر
۲۴۔ ملک جبار
۲۵۔ سعد اللہ خاں
۲۶۔ سعد قردن بیگ
۲۷۔ سعد جلیل خاں۔
۲۸۔ سعد رستم بیگ
۲۹۔ عطاء اللہ خان
۳۰۔ سعد خلیل خاں
۳۱۔ سعد یعقوب خاں
۳۲۔ سعد میر غازی
۳۳۔ سعد ملک پرنور
۳۴۔ سعد بابر ملک
۳۵۔ سعد محکم خاں
۳۶۔ سعد شاہ اعظیم بیگ
۳۷۔ سعد گوہر بیگ
۳۸۔ سعد ملک شاہ شجاع

۳۹۔ سلطان بیگو
۴۰۔ بیگو لطیف بیگ
۴۱۔ بیگو شیر غازی
۴۲۔ بیگو احمد غازی
۴۳۔ بیگو نور غازی
۴۴۔ بیگو عالم گیر غازی
۴۵۔ بیگو بیوان چچ
۴۶۔ بیگو ہل غازی
۴۷۔ بیگو شیر غازی
۴۸۔ بیگو بیگ منتر
۴۹۔ بیگو تراب خان
۵۰۔ سلطان سالمونڈے
۵۱۔ سلطان بردلدے
۵۲۔ سلطان ملک بال
۵۳۔ سلطان ارزدنا
۵۴۔ سلطان ٹیکم
۵۵۔ سلطان بیکم

۵۶۔ سلطان کورکور
۵۷۔ سلطان بہرام
۵۸۔ سلطان سیکم
۵۹۔ سلطان میرخان
۶۰۔ سلطان ابراہیم
۶۱۔ سلطان غازی میرچچ
۶۲۔ سلطان حسین خان
۶۳۔ سلطان رحیم خاں
۶۴۔ سلطان حاتم خان
۶۵۔ سلطان دولت علی خان
۶۶۔ سلطان محمد علی خان
۶۷۔ سلطان یحیی حسان
۶۸۔ سلطان دولت علی خاں
۶۹۔ سلطان محمد علی خاں۔
۷۰۔ سلطان حاتم خاں
۷۱۔ سلطان ناصر علی خاں

شجرۂ نسب راجگان بیگو کھیپلو (مطابق عام روایت و تحقیقات مولف)

۱۔ بیگ منتجل (تقریباً سنہ ۸۵۰ء)
۲۔ ٹیکم بیگ
۳۔ محمود مزدقالی
۴۔ سلطان مہد غزالی
۵۔ ملک غوشالی
۶۔ ملک شاہ
۷۔ جنید شاہ
۸۔ حیدر کوار
۹۔ ملک میر
۱۰۔ جور خانے
۱۱۔ عالم ملک
۱۲۔ رستم ملک
۱۳۔ ملک کمیر
۱۴۔ ملک جبانہ
۱۵۔ مہدی میر
۱۶۔ حلیل بیگ
۱۷۔ رستم بیگ
۱۸۔ طلاب خاں
۱۹۔ مقیم خاں
۲۰۔ شاہ اعظم خان (مسلمان)
۱۴۲۰-۱۴۵۰ء

۲۱۔ نور غازی
۲۲۔ عالمگیر غازی
۲۳۔ عاصی غازی
۲۴۔ یگو بات خاں
۲۵۔ یگو سلیم وسے
۱۴۵۰-۱۴۷۵ء
۲۶۔ یگو برولدے
۲۷۔ یگو ملک بال
۲۸۔ یگو ازرو
۱۴۷۵-۱۴۸۵ء
۲۹۔ یگو بگیم
۱۴۸۵-۱۴۹۴ء

یہ نو راجگان ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے راجہ رہے ہوں۔ مگر باپ بیٹے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ شاہ اعظم سے یگو بہرام تک ۴۰۔۵۰ سال کے اندر نو پشتوں کا ہونا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ گو کہ نام اسی طرح تحقیق ہوئے۔

(بقیہ سلسلہ بر صفحہ ۶۲۶)

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۴۲۵ کا)

۲۹- یبگو بیگم

یبگو گوز گوز بر دو $\frac{۱۴۹۴}{۱۵۵۰}$ ء ۳۰ یبگو بہرام

۳۱ یبگو بیگم $\frac{۱۵۵۰}{۱۵۹۰}$ ء

۳۲ یبگو ابراہیم خان دسالنگ) $\frac{۱۵۹۰}{۱۶۰۵}$; یبگو بیگ الٰہی المعروف بیوان چود کرس) ; ۱ یبگو تراب خان دکھپلو وچھورہ بٹ $\frac{۱۵۹۰}{۱۶۰۰}$

۳۳ یبگو شیر غازی $\frac{۱۶۰۵}{۱۶۲۰}$ ء ; ۲- یبگو میر افغان $\frac{۱۶۰۰}{۱۶۱۵}$

۳۴- یبگو رحیم خان ۱۶۲۰-۱۶۹۰ ء ارگیال خاتون (زوجہ جیانگ نگیل لداخ) ; ۳- یبگو حسین خان $\frac{۱۶۱۵}{۱۶۴۰}$ (زوجہ حیا خاتون خواہر مرادشاہ) ; حمزہ خان (زوجہ لیو دختر بیوان چو)

۳۵ یبگو حاتم خان اعظم (سالنگ وکھپلو) ۱۶۳۰-۱۶۹۰ ء ; اعظم خان ; ۴- یبگو بابر ; ۵- یبگو یعقوب ; احمد میر (دشاخ کرس)

ہر دو ۱۶۴۰ تا ۱۶۸۵ ء

۳۶- یبگو دبلہ خان ۱۶۹۰-۱۷۲۵ ء

۳۷- یبگو محمد علی خان ۱۷۲۵-۱۷۶۰ ء

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵۲۷)

(سلسلہ صفحہ ۴۲۶ کا)
۳۷ یبگو محمد علی خان ۱۷۲۵-۱۷۶۰ء
۳۸- یبگو یحییٰ خان ۱۷۶۰-۱۸۱۰ء
(بسرپرستی جیون)
۴۰ یبگو دولت علی خان ۱۸۴۰ء/۱۸۶۰
۳۹- یبگو محمود شاہ المعروف مہدی علی خان ۱۸۱۰-۱۸۲۰ء
محمد خان
حکومت احمد شاہ راجہ سکردو
بذریعہ یونگ کریم کھرپون
۱۸۲-۱۸۴۰ء
۴۱- یبگو محمد علی خان ثانی ۱۸۶۰-۱۸۸۰ء
زوجہ دوئم پنجابی
زوجہ اول رانی
سکندر خان
اکبر خان
اسفندیار خان
عباس خان
یبگو علی شیر خان عرف ناصر علی خان سربراہ بجالت نابالغی
۴۲ یبگو حاتم خان ثانی ۱۸۸۰ء/۱۹۰۰
زوجہ دوئم بیوہ حاتم خان
زوجہ اول
محمد علی خان
غلام عباس
نوازش علی خان
لطف علی خان
(لاولد فوت)
۴۳ یبگو ناصر علی خان
راجہ موجودہ
دولت علی خان
یبگو فتح علی خاں
(ولی عہد)
قربان علی خان

شجرہ نسب راجگان کرس شاخ خاندان بیگو ٹھپلو
بیگو بیکم
بیگو ابراہیم خان (سامنگ)
(۱) بیگو بیگ امان المعروف بیوان چود کرس)
بیگو تراب خان دکھپلو دچھورہ بٹ)
(دختر) لیبو دزوجۂ حمزہ خان
(۲) احمد میر
(۳) امیر خان
حاتم خان
(۴) علی خان
(۵) شیر بیگ
(۶) مرزا خان
حسن خان
لاولد فوت
بہادر خان
لاولد فوت)
(۷) ذوالفقار خان
زوجہ اول درانی
زوجہ دوم بلتی
(۸) خورم خان دراجہ بوقت فتح
یعقوب خان
محمد چو
جبار خان
حیدر علی خان
سلطان خان
شاہ محمد
حسین خان
لطف علیخان
حسن خان
(۹) ذوالفقار خان
مہدی علی خان
(۱۰) محمد علی خان
(موجودہ راجا)
سکندر خان
احمد علی خان
محمد حسین خان
خاتون
زوجہ دوم بلتی
حسین علی خان
زوجہ اول رانی
(لاولد)

چوتھا باب

تاریخ خاندان ییگو کھپلو وکرس

فصل پہلی

آغاز آبادی و ابتدائی راجگان کھپلو

عام روایت یہ ہے کہ جس علاقہ بلتستان کو اب کھپلو کہا جاتا ہے اس کی آبادی کا آغاز زمانہ سلف میں وسط ایشیا کی اُن لوگوں نے کیا جو براستہ سلتورو یا رقند کی جانب سے یا براہ ہوزہ درسکم گلگت کی طرف سے یا براستہ نوبراہ لہاسہ ولداخ کے ملک سے یہاں وارد ہوئے پہلے وہ بحالت خانہ بدوشی بھیڑ بکریوں کو چراتے ہوئے اس ملک میں پھرتے رہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ یہاں آباد ہو گئے اور زراعت شروع کردی۔ خیال ہے کہ کچھ لوگ کشمیر کی طرف سے بھی یہاں آئے اور آباد ہو گئے سپہلے یہ لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد ازاں ایک قبیلہ نے اقتدار حاصل کیا۔ اس خاندان کے ایک راجہ کا نام موہوتنگ بشی شو تبلایا جاتا ہے۔ اس کے بیٹے کے عہد حکومت میں اس ملک میں طوفان عظیم آیا۔ اور کل آبادی غرق ہو گئی۔ لوگ جو اس طوفان سے محفوظ رہے وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہو گا جبکہ دریائے سندھ کچورہ کے قریب پہاڑ کے گرنے سے بالکل بند ہو گیا تھا اور کچورہ سے لے کر کھلسی تک ایک عظیم جھیل بن گئی تھی۔ لہذا دریائے شایوق کا پانی بھی رک گیا ہو گا اور دریائے شایوق میں بھی نوبراہ سے اوپر تک ایک بہت بڑی جھیل بن گئی ہو گی جس سے تمام آبادی لب دریا جہاں سے ابتدائے آبادی کا آغاز ہوا تھا غرقاب ہو گئی ہوں گی۔

بالآخر یہ بند جس نے دریائے سندھ کو روک رکھا تھا رفتہ رفتہ کٹ گیا۔ اور جھیل کا

پانی آہستگی خارج ہوگیا اور پھر زمین برآمد ہوگئی۔ کچھ مدت کے دوبارہ آبادی شروع ہوگئی اور ادھر اُدھر سے لوگ واپس آکر پھر آباد ہونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ ہونزہ کی طرف سے جو لوگ آئے وہ بمقام تھلے آباد ہوئے انھوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے تین قلعے تعمیر کیے۔ ایک چنگ کھر۔ جسے چیر خان نے موضع تھلے کے محلہ بار کھوہ کی مشرقی پہاڑی کے اوپر تعمیر کیا۔ دوسرا چھوغو کھر جسے اچیر خاں نے موضع تھلے کے محلہ ٹھروگوس کی شمالی پہاڑی پر تعمیر کیا۔ تیسرا مرچونگ کھر۔ جسے شاہ سلطان نے موضع تھلے کے مرچونگ لونگما کے جنوب مشرقی کنارے پر تعمیر کیا۔

یارقند کی طرف سے جو لوگ اس ملک میں وارد ہوئے وہ نالہ تھگس۔ نالہ سلتورو اور نالہ ہوشے میں آباد ہوئے۔ اُنھوں چار قلعے تعمیر کیے۔ (۱) سترن پوکھر۔ واقع موضع ہلدی (۲) سالنگ کھر واقع موضع سالنگ۔ اس کو سندوق کھر بھی کہتے ہیں جگتس اور چھتنگ شہر اسکے متصل واقع ہے۔ (۳) کھر کو کھر۔ واقع موضع کھر کو۔ (۴) بڑغر سکم کھر واقع موضع بڑغر لداخ کی طرف سے جو لوگ یہاں پہنچے اُنھوں نے آخری سرحدی قلعہ موضع سیرمون میں موسومہ گیا لمو کھر تعمیر کیا۔ اور چھورہ بٹ میں کچھ مستحکم مکانات تعمیر کیے۔

اس دوران میں ایک شخص گوری تھم نے اقتدار حاصل کیا اس نے دہانہ نالہ فرا کے متصل ایک چٹان کے اوپر اپنا محل تعمیر کیا۔ اور اس میں رہائش اختیار کرکے حکومت کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس موقع پر موضع رٹا خمبو آباد ہوگیا جس کو بعد میں فرو اکا نام دیا گیا۔

اسی طرح سے ایک دوسرے آدمی ہندملک نے بھی اقتدار حاصل کرکے حکومت کی بنیاد رکھی۔

بعدازاں ایک شخص بیگ منٹل نامی براہ نالہ کندوس موضع ہلدی میں وارد ہوا یہ شخص نہایت شہ زور۔ جنگجو اور باتدبیر آدمی تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اپنے زور بازو اور حسن تدبیر سے ہلدے اور چھتنگ شہر پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنا حکم چلانے لگا لوگوں نے اُسے اُس کے جابر اور تند خو ہونے کی وجہ سے شن بھچھو کا لقب دیا۔ اس نے حکمت عملی کے ساتھ آہستہ آہستہ گوری تھم اور ہند ملک کے اوپر بھی اپنا اقتدار قائم کرلیا لیکن اُن کی حکومت کو بحال رکھا۔ اور اُن کے اندرونی معاملات میں دست اندازی

نہیں کی۔ اور صرف اپنی سرپرستی پر قانع رہا۔

گوری تھم کے زمانے میں درد قوم کی ایک ڈومنی مع اپنے لڑکے کے موضع ڈوردو علاقہ لداخ سے رٹا غمبو میں وارد ہوئی۔ وہ گانے بجانے میں کمال رکھتی تھی اور حسن جمال میں بھی بے مثال تھی۔ گوری تھم اسپر فریفتہ ہو گیا اور اُس نے اس عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ اس سے اُس کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اللبدے رکھا گیا مگر وہ سن تمیز کو پہنچنے سے پیشتر فوت ہو گیا۔ بعد میں اسکی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے گوری تھم نے اپنی ڈومنی معشوقہ کے لڑکے کو جو ڈوردو سے اُس کے ساتھ آیا تھا ولی عہد مقرر کیا۔ بیگ منٹھل اور ہند ملک کو گوری تھم کی یہ حرکت نہایت ناپسند ہوئی اور انھوں نے اتفاق کر کے گوری تھم پر حملہ کر دیا۔ اسے پکڑ کر محل سے نکالا اور وسط دیہہ میں بڑی بیرحمی سے قتل کیا اور موضع فردا کو بیگ منٹھل نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

قتل گوری تھم کی یادگار میں موضع فردا میں ایک سالانہ میلا ہوتا ہے جس کا نام نزلا ہے۔ یہ رسم آج تک قائم ہے۔

اس اثنا میں ایک شخص بلدے نامی چیلاس سے وارد ہوا۔ اُس نے بیگ منٹھل سے کچھ رقبہ آبادی کے لیے طلب کیا۔ راجہ نے اُسے کل نالہ سلتورو آباد کرنے کے لیے دیدیا۔ اس شخص نے ابتدا میں موضع منڈک کے محلہ بلدے کو آباد کیا۔ رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے تمام نالہ سلتورو کو آباد کر لیا۔

اس زمانہ کا تعین کرنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ شاہ اعظم کا زمانہ سنہ ۱۴۲۰ء کے قریب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر شجرہ نسب پر اعتبار کیا جاوے تو بحساب تیس سال فی پشت بیگ منٹھل کا زمانہ تقریباً سنہ ۱۵۰۰ء ہوتا ہے

گوری تھم کے قتل کے دو تین سال بعد ایک جھیل کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس ایک میں پھر ایک بہت بڑا سیلاب آیا جس سے موضع رٹا غمبو بالکل برد ہو گیا۔ اس موقع پر بیگ منٹھل نے ایک جدید موضع آباد کیا جو اس وقت فردا کے نام سے مشہور ہے۔ گوری تھم کی وفات کے بعد ہند ملک لاولد فوت ہوا۔ شین پھو چو یعنی بیگ منٹھل نے اس کے علاقہ کو بھی اپنی حکومت کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اس طرح سے بیگ منٹھل واحد راجہ

اُس علاقہ کا ہو گیا۔ اُس نے اپنا سہاری صدر مقام ہلدے اور سرمائی صدر مقام چے تھنگ شہر کے محلہ سالنگ کو مقرر کیا اور آبادی کو ترقی دینا شروع کیا۔

بیگ منتھل کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا ٹکم بیگ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا۔ اسی طرح یہ خاندان اس ملک پر انیس پشت تک حکمران رہا۔ ان حکمرانان کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے اور شجرہ نسب میں جو نام دیے گئے ہیں وہ بھی چنداں قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تصدیق کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے

فصل دوسری

مسلمان راجگانِ کھپلو

شاہ اعظم راجہ ہلدے وسالنگ $\frac{1420}{1450}$ بیگ منتھل سے بیسویں پشت میں شاہ اعظم راجہ ہوا۔ جو پہلا مسلمان راجہ اس ملک کا بتلایا جاتا ہے۔ اس راجہ کے عہد میں درد قوم کے تین چوپان اپنے جانور لے کر چیلاس سے اس ملک میں وارد ہوئے۔ ان کی درخواست پر راجہ نے برقیہ بیر نامی کوڈوغنی سے نیچے دریائے شایوق کے اتصال دریائے سندھ تک رقبہ چرائی اور آبادی کے لیے عطا کیا۔ اور برقیہ بھور کو ہنجوری اور برقبہ چھور کو موضع پرئن سے اوپر کی طرف سرحد نوبرا تک تمام علاقہ عطا کیا۔ اس طرح ان علاقہ جات میں بھی آبادی شروع ہو گئی۔

اس کی آخری عمر میں ایک بزرگ سید محمد نوربخش کشمیر سے اسکردو میں پہونچے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قبل ازیں امیر کبیر سید علی ہمدانی بذات خود اسکردو۔ شغر۔ اور کھپلو میں وارد ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس ملک میں مذہب اسلام کی بنیاد قائم کر گئے تھے مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے بہرحال

خود امیر کبیر نے یا ان کے بعد ان کے خلیفہ سید محمد نوربخش نے تمام بلتستان میں مذہب اسلام کی اشاعت کی۔ اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ مگر کھپلو میں انھوں نے صرف تھوڑی مدت قیام کیا اور تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ بت خانہ چھچن بے رونق ہو گیا اور چھچن کی مسجد جامع کی بنیاد ڈالی گئی۔ بعد ازاں یہ بزرگ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ اور ان کی نسبت سے اُن کے معتقدین کو لوگوں نے بجائے مسلمان کے نوربخشی کہنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ لقب اہل اسلام کے دیگر فرقوں کے مقابلہ میں آج تک رائج ہے۔ سید محمد نوربخش کی وفات سنہ ۸۶۹ ہجری میں ہوئی۔

شاہ اعظم کے بعد چار پانچ راجگان کے نام تبلائے جاتے ہیں جیسا کہ شجرہ نسب میں درج ہے کہ یکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ مگر ان کے عہد کے کچھ حالات تحقیق نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے یہ نام فرضی ہوں۔ بعد ازاں شاہ اعظم سے چھٹی پشت میں سلیم الدے کا نام آتا ہے۔

یگو سلیم الدے راجہ تھور سے کھر ۱۴۵۰ء/۱۴۷۰ء

سلیم الدے کے زمانے میں نالہ ہوشے میں اور نوبراہ کی طرف سے دریائے شایوق میں پھر سیلاب عظیم آیا۔ جس سے چے تھنگ شہر کی قریب قریب کل آبادی برد ہو گئی۔ اور لوگ بے خانماں ہو گئے۔ ان میں سے کچھ چھورہ بٹ چلے گئے اور انھوں نے موضع لڑاؤ کو آباد کیا۔ کچھ لداخ جا کر نو آبادی چھچوت میں آباد ہو گئے کچھ لوگوں نے پرکوتہ اور ڈوغنی میں پناہ لی۔ اس تباہی سے سلیم الدے کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ آبادی کو ترقی دی جائے۔ لہذا اس نے موجودہ کھپلو کو جو پہلے جنگل تھا دریا کی طرف سے آباد کرنا شروع کیا۔ اور چے تھنگ شہر کا جو رقبہ سیلاب کی زد سے بچ گیا تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کا نام سانگ رکھا۔ اور دوسرے کو غورسے کے نام سے موسوم کیا اور کوشش سے سیلاب زدہ رقبہ کو برآمد کر کے دوبارہ آباد کیا۔

ان حالات میں راجہ کو اپنا صدر مقام بھی تبدیل کرنا پڑا۔ کھپلو کے متصل جو پہاڑی ہے اُس کی چوٹی پر رقبہ تھور کا مکان اُسے بہت پسند آیا۔ اس نے اُس کے مالک سے

اُسے حاصل کرلیا اور اُس کو اپنا بہاری صدر مقام بنایا۔ اور اصل بانی مکان کے نام پرا سے بھتور سے کھر کے نام سے موسوم کیا۔ آہستہ آہستہ اُس نے اس موقع پر آبادی کو ترقی دی اور اپنی حکومت کو بھی وسعت دیکر نیچے کی طرف کرس تک اور اوپر کی طرف چھورہ بٹ تک پہنچادیا۔

یگو آزرونا ۱۴۷۵-۱۴۸۵ء اُس کے بعد دو راجہ اور بتلائے جاتے ہیں جن کے زمانہ کے حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ غالباً یہ نام بھی فرضی ہیں بعد ازاں اور دیا آزرونا راجہ ہوا۔ یہ بہت دلیر آدمی تھا۔ اس نے قرب وجوار کے خود مختار علاقوں کو مسخر کیا اور پوریگ پر بھی حملہ آور ہوا۔ راجہ زانسکار نے بھی اسی زمانہ میں پوریگ پر حملہ کیا تھا۔ اُس کے ساتھ یگو آزرونا کا مقابلہ ہو گیا جس میں زانسکاریوں کو شکست ہوئی اور راجہ زانسکار مقتول ہوا۔ یگو آزرونا اُس کی رانی کو کھپلو میں لے آیا۔

اس نے قلعہ کھرکو کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور وہاں ایک عالیشان جامع مسجد بھی تعمیر کی۔

یگو بکیم ۱۴۸۵-۱۴۹۴ء اس کا بیٹا بکیم تھا۔ اُس کے حالات بھی کچھ دریافت نہیں ہو سکے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے دو بیٹے یگو کور کور اور یگو بہرام خورد سال چھوڑ کر

یگو کورکور و یگو بہرام ۱۴۹۴-۱۵۰۰ء

فوت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مشترک طور پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ بیرونی ممالک کی تاریخ میں صرف بہرام کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ اُس وقت کور کور کو بھی موجود ہونا چاہیے۔ بہرام کے زمانہ کے دو واقعات بہت اہم ہیں۔ جن سے اس ملک کی تاریخ پر بہت زیادہ روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ اسکردو کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔ میر شمس الدین عراقی کو بوجہ اشاعت مذہب شیعہ بعہد سلطان محمد شاہ اُس کے مدار المہام سید محمد بیہقی نے تقریباً ۹۰۰ھ ہجری میں بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا تھا۔ وہ پانچ چھ سال بلتستان میں ٹھہرے اور انھوں نے مذہب شیعہ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اسکردو اور شگر میں اس کام کے کرنے کے بعد وہ کھپلو میں وارد ہوئے۔ ان کے ورود کھپلو کی تاریخ درج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ اُس وقت کھپلو میں راجہ بہرام تھا چونکہ میر صاحب ۹۰۶ھ ہجری میں کھپلو سے کشمیر کو واپس ہو گئے۔ اس لئے قیاس یہی ہوتا ہے۔ کہ

[illegible] ہجری میں کھپلو میں تشریف لائے ہونگے۔ غرض کہ وہ اپنی واپسی کشمیر تک
اس ملک میں مذہب شیعہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔

بعدازاں سلطان سعید خان شاہ یارقند نے ۹۳۹ھ ہجری میں لداخ پر حملہ کیا
وہ اپنے بیٹے سلطان اسکندر خان کو بسرکردگی مرزا حیدر گورگان قبل ازیں لداخ روانہ
کرچکا تھا۔ بعد میں وہ خود بھی لداخ میں ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ لداخ کے فتح کرنے کے
بعد چونکہ اس قدر سپاہ کی گنجائش اس تنگ ملک میں نہ تھی فیصلہ یہ ہوا۔ کہ خود سلطان
ایک ہزار سپاہ لے کر بلتستان کی طرف متوجہ ہو۔ اور سلطان اسکندر خان اور مرزا حیدر
گورگان باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر کشمیر پر حملہ کریں۔

مرزا حیدر اپنی تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ "سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار
سپاہ لے کر ۹۳۹ھ ہجری میں مریول (لداخ) سے بالتی (بلتستان) کی طرف متوجہ
ہوا۔ اور موسم سرما کے آغاز میں بالتی پہنچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت
میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوپان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے قلعہ اشکار
(دشغر) کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے۔ اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں
اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اُسے
فتح کیا۔ البتہ جو قلعے اور درے مستحکم تھے انہیں چھوڑ دیا۔ اور اوائل بہار میں شلہ بالتی
سے واپس روانہ لداخ ہوا۔"

مگر اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بہرام چو کس حصہ بلتستان کا راجہ تھا جس نے
اطاعت قبول کی۔ اس نام کا ایک راجہ اسکردو میں بھی رہا ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ
اسکردو کے بہرام کا زمانہ سلطان سعید خان کے حملہ بلتستان کے زمانہ سے مطابقت
نہیں رکھتا ہے۔ یہ بہرام چو جس کا ذکر متذکرہ بالا اقتباس تاریخ رشیدی میں
ہے لامحالہ کھپلو کا بہرام ہے۔ جس کی مزید تصدیق بعد کے واقعات سے بھی
ہوتی ہے۔

سلطان سعید خان کے حملہ بلتستان کے متعلق حالات شغر میں ایک روایت
ملی ہے مگر اسکردو میں اس کے متعلق کچھ دریافت نہیں ہوا۔ جس سے ایک

خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاید سلطان اسکردو میں نہیں گیا گو کہ یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ شغر فتح کرنے کے بعد اُس نے اسکردو کو کورا چھوڑ دیا ہو۔ بہرحال بہرام کے زمانہ کے واقعات میں کھپلو میں اس قدر دریافت ہوا ہے کہ مسمی ہاشم ہور دیارقندی) نے براہ کندوس کھپلو پر حملہ کیا۔ اور تمام ملک کھپلو کو تاخت و تاراج کیا اور اہل کھپلو کو مع کور کورد و بہرام کے اسیر کر کے یارقند لے گیا۔

کھپلو کی اس تباہی سے راجۂ اسکردو نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ تمام ملک کھپلو پر قبضہ کر لیا۔ اور خاص کھپلو میں اپنا کھرپون بطور اپنے نائب کے تعینات کر دیا۔ یہ شخص بہت ظالم اور جابر تھا۔ رعایا نے تین چار سال تک اُس کا جبر و تشدد برداشت کیا۔ بالآخر لوگ تنگ آ گئے۔ اور انقلاب کی تدابیر سوچنے لگے۔ الغرض یہ قرار پایا کہ مسمیان ملان دبیکار تردپے۔ دخوشین البلدے۔ دلکھن میگ سنگے ہر چار اشخاص کو یارقند بھیجا جائے کہ کور کورد بہرام کو تلاش کر کے کھپلو میں واپس لائیں۔

اس روایت میں جس حملہ کا مذکور ہے وہ سلطان سعید خان ہی کا حملہ ہو سکتا ہے کیونکہ اور کوئی دوسرا حملہ یارقندیوں کا اس زمانے میں کھپلو پر نہیں ہوا۔ گو کہ یہ واقعہ کہ سلطان کور کورد بہرام راجگان کھپلو کو قید کر کے اپنے ساتھ یارقند لے گیا ہو بمقابلہ بیان مرزا حیدر صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے۔ جب راجہ نے اس حد تک خدمات انجام دی ہوں کہ اپنی راہبری سے شغر کو فتح کرایا اُسے سلطان کسی حالت میں قید نہیں کر سکتا تھا البتہ اصلیت اس طرح ہو سکتی ہے کہ سلطان کی واپسی لداخ کے بعد راجۂ اسکردو نے کھپلو کے اوپر اس بنا پر حملہ کر دیا۔ کہ راجۂ کھپلو نے حملہ آور ان کے ساتھ مل کر شغر اور اسکردو کو تباہ کرایا ہے۔ اور کور کورد بہرام شکست کھا کر فرار ہوئے ہوں اور لداخ میں سلطان کے پاس بطلب امداد پہونچے ہوں۔ ان کے لداخ پہونچنے تک سلطان لداخ سے واپس روانہ ہو چکا تھا۔ اس لیے انھیں اُس کے پیچھے جانا پڑا۔ اور چونکہ راستہ میں سلطان بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اُن کی مطلب برآری نہ ہو سکی۔ اور انھیں یارقند تک سفر کرنا پڑا۔ صرف انھیں حالات میں متلاشیان کا انقلاب کی خبر لے کر ان کے پیچھے یارقند جانا اغلب ہو سکتا ہے۔

بہر حال یہ چاروں اشخاص یارقند پہونچے اور انھوں نے بہرام کا پتہ چلا لیا۔ کور کور اُن کے پہونچنے سے پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ ابتداءً بہرام کو اپنے بھائی کی قبر چھوڑ کر کھپلو کی کشمکش میں واپس جانا پسند نہ ہوا۔ مگر بالآخر ان اشخاص کے اصرار پر بخیال حصول حکومت رضامند ہو گیا۔ اور اپنے متوفی بھائی کور کور کی ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ مگر آدمی مدبر تھا۔ بس چار آدمیوں کے ساتھ راجہ اسکردو کے مقابلہ کے لیے کھپلو میں آنے کی اسے جرأت نہیں کی بلکہ نوبراہ میں اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر خود لداخ میں گیالپو کے پاس پہونچا اور اُس سے امداد کا انتظام کر کے واپس نوبراہ میں آیا۔ اس اثنا میں ایلچیوں نے سرکردگان کھپلو کو بہرام کے نوبراہ میں پہونچنے کی خبر پہونچا دی تھی۔ تاکہ بغاوت کی تیاری کر لیویں۔ کھپلو سے کچھ آدمی بھی نوبراہ پہونچ گئے۔ ان سب کو ساتھ لے کر بہرام خفیہ طور پر سیرموں پہونچا۔ یہاں رؤسائے کھپلو نے بہرام کو پیغام بھیجا کہ سیرموں کے متصلہ دیہات کا لشکر ساتھ لے کر رات کے وقت براہ ہنجوری چلا آئے۔ اور تھوڑے سے کے پہاڑ میں چھپ رہے صبح ہونے پر ہم کھرپوں کو مع اُس کے ہمراہیان کے شغرن میں بغرض چوگان بازی لیجائیں گے۔ اس وقت تم کو چاہیے کہ قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور بضرب نقارہ تسخیر قلعہ کا اعلان کر دو۔ اُس وقت ہم کھرپوں کو مع اس کے ہمراہیوں کے راہی ملک عدم کر دیں گے چنانچہ اس تجویز کے مطابق بہرام اپنے آبائی قلعہ اور میراث پر قابض ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ کل علاقہ پر تسلط کر کے اس نے اپنا انتظام ملک داری درست کر لیا۔ اور اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس کے حسن انتظام اور گیالپو لداخ کی امداد کی وجہ سے راجہ اسکردو انتقام کی جرأت نہ کر سکا۔

بعدازاں اُس نے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی۔ اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اس گیالمو کے بطن سے بیگو سیکم پیدا ہوا جو اس کے بعد اسکا جانشین ہوا۔

بیگو سیکم ۱۵۵۰ء / ۱۵۹۰ء

بیگو سیکم کے عہد حکومت میں دو بھائی سید شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی یارقند سے براہ سلتورو کھپلو میں وارد ہوئے اور بمقام تھغس انھوں نے قیام کیا۔ اور تبلیغ و تعلیم اسلام میں مصروف ہو گئے۔ تھغس میں نالہ کے کنارے اُنھوں نے ایک چھوٹی مسجد تعمیر کی جو اس وقت شکستہ حالت میں موجود ہے اسکی محراب پر یہ کتبہ ہے:-

"واذیرفع ابراہیم من البیت اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم تاریخ غیب"
اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۲ھ ہجری کی ہے۔
کھپلو سے یارقند کا راستہ براہ نالہ کندوس سیاچن گلیشیر کے اوپر سے تھا جو اس کی مغربی شاخ کے اوپر سے وادی دریائے یارقند میں اترتا تھا۔ اور یہاں سے خواہ براہ درہ کاراکورم یا براہ وادی دریائے یارقند ملک یارقند میں پہونچتا تھا اس گلیشیر کے نیچے کی طرف بڑھ جانے کی وجہ سے بعد میں یہ راستہ مسدود ہوگیا جیسا کہ اسی گلیشیر کی شمالی شاخ کے جھیل خمدان کے پاس وادی شایوق میں بڑھ جانے کی وجہ سے نوبراہ سے یارقند کا قدیم راستہ براہ وادی شایوق اب مسدود ہوگیا ہے اور اس مظاہرہ کے بعد دریائے شایوق کو عبور کرکے ایک بہت لمبا چکر کاٹ کر پھر اس قدیم راستہ پر آنا پڑتا ہے۔ سیاچن گلیشیر کے اوپر انسانی فرودگاہ کے نشانات اب تک موجود ہیں جنہیں میرے اطالوی دوست پروفیسر جو تو ڈائی نیلی نے ملاحظہ کیا ہے جو اس گلیشیر پر دریائے نوبراہ کی طرف سے چڑھے اور اسے عبور کرکے وادی دریائے یارقند میں اترے اس موقع پر میں خود بھی ان ہر دو مقامات پر پہونچا ہوں۔
جس زمانہ میں کھپلو سے یارقند کا یہ راستہ کھلا ہوا تھا تو یارقندی قزاق ایام بہار میں جب انھیں موقع ملا براہ کندوس داخل ہوکر ملک کھپلو میں لوٹ مار کیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی۔ سیاچن گلیشیر کے بڑھ جانے کی وجہ سے یہ راستہ مسدود ہوگیا۔ اور ان قزاقوں کی لوٹ مار سے لوگوں کو نجات ملی یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ شاہ ناصر طوسی کھپلو میں موجود تھے۔ لہٰذا اسے بھی انھیں کی کرامات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے الغرض اس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قدرتی مظاہرہ شاہ ناصر طوسی کے زمانہ قیام کھپلو میں واقع ہے۔ گلیشیر عموماً سلسلہ کوہستان کی چوٹی سے شروع ہوتے ہیں جہاں برف باری بکثرت ہوتی رہتی ہے جب اس برف کا اجتماع چوٹی پر زیادہ ہوجاتا ہے تو اُس کے دباؤ سے یخ نیچے کی طرف بڑھتی ہے اور بعض اوقات دور تک بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب ایسے موقع پر پہونچ جائے جس کے درجہ حرارت میں وہ قائم نہیں رہ سکتی تو پگھل جاتی ہے۔ ناواقف اشخاص اسے گلیشیر کا واپس ہونا خیال کرتے ہیں اور دراصل گلیشیر صرف آگے بڑھتا ہی ہے پیچھے نہیں ہٹتا۔

فصل تیسری

حکومت کھپلو کی تقسیم

بیگو سیکم کے تین بیٹے پیدا ہوئے اور اُس نے اپنی حیات میں ان تینوں کی درمیان اپنا ملک اس طرح تقسیم کر دیا۔

بیگو ابراہیم راجہ سالنگ ۱۵۹۰ - ۱۶۰۵ء بیگو بیسر یا ابراہیم کو سالنگ وغیرہ دیہات دریائے شایوق کے داہنے کنارہ پر ڈوغنی تک دیدیے بیگ امان المعروف بیوان چو کو ڈوغنی سے نیچے کرس کا تمام علاقہ پائین حوالہ کر دیا۔

بیگو تراب خان راجہ تھوڑسے کھر ۱۵۹۰ - ۱۶۰۰ء بیگو تراب خان کو کھپلو و چھوڑہ بٹ کا کل بالائی علاقہ تفویض کر دیا

بیگو سیکم کے فوت ہونے پر اُس کے تینوں بیٹے اسی تقسیم کے مطابق اپنے اپنے ملک مفوضہ میں حکومت کرتے رہے انکے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

بیگو شیر غازی ۱۶۰۵ - ۱۶۲۰ء بیگو ابراہیم کا بیٹا شیر غازی اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت سالنگ کھر میں علی شیر خان انچن نے راجہ شغر و راجہ سالنگ کھر کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کیا۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے اور گیالپو جمیانگ نمگیل کو قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو میں لایا۔ یہاں بیگو شیر غازی نے اس کے ساتھ اپنا رابطۂ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی مسماۃ ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کے ساتھ اس قرارداد پر کر دی۔ کہ جمیانگ نمگیل کی اولاد جو سابقہ گیالمو سے ہو وہ وراثت سے محروم رہے اور ارگیال خاتون سے جو اولاد ہو اُسی کو حکومت ملے اس انتظام کے بعد جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کرا کے لداخ واپس بھیج دیا۔ اُس کے بطن

سے سنگے نگیل پیدا ہوا۔

جمیانگ نگیل کے فوت ہونے پر گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ علاقہ نوبراہ میں ہوندر کے محل میں بسر کیا۔ یہاں اُس نے اپنے شوہر کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے دو عالی شان لانے تعمیر کرائیں جو اب تک موجود ہیں۔ اور اپنے محل کے متصل ایک پاکیزہ مسجد تعمیر کی۔ اسی کے متصل وہ دفن بھی ہوئی۔ میں جب ہوندر میں گیا تو میں نے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر دیکھی اور اسکے متصل ایک چبوترہ دیکھا دریافت کرنے پر تحقیق ہوا کہ یہ قبر سنگے نگیل کی والدہ کی ہے۔ اور یہ چبوترہ کرسی ہے اُس مسجد کی جو اس گیالمو نے بزمانہ اپنے قیام ہوندر تعمیر کی تھی۔ راجہ صنم نگیل نے مجھے تبلایا کہ اس قبر کے اوپر ابتدا میں ایک نہایت شاندار عمارت بنی ہوئی تھی۔ اور قبر کے اوپر سنہرا چھتر تھا اور مسجد کی عمارت بھی بہت شان دار تھی۔

میں نے قبر کی مرمت کرادی تھی اور بعد میں دریافت ہوا کہ اس مسجد کو بھی منشی جمشید خلعت مسٹر جانسن مرحوم نے از سر نو تعمیر کر دیا ہے۔

اس گیالمو کو نوبراہ میں گذارہ کے طور پر کچھ رقبہ ملا ہوا تھا۔ اُس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے لگان کا ایک حصہ یعنی پھولی دو من اور نمک بارہ من عرصہ تک راجہ کھپلو کو ادا ہوتا رہا۔ بعد میں بعہد مسٹر جانسن وزیر لداخ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ میں تبدیل ہوا۔ اور بندوبست کے وقت سے بند ہوا۔

یبگو رحیم خاں راجہ سالنگ ۱۶۲۰ لغایت ۱۶۵۰ء یبگو شیر غازی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا رحیم خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی سے ہوئی۔ جس سے حاتم خاں و اعظم خان پیدا ہوئے حاتم خاں کی شادی دولت خاتون خواہر شاہ مراد کے ساتھ ہوئی۔ اس طرح سے لداخ و اسکردو دونوں طرف سے اس کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔

یبگو میر خان راجہ تھور سے کھر $\frac{۱۶۰۰}{۱۶۱۵}$ء تراب خاں کا بیٹا یبگو میر خاں تھا جو کھپلو چھوردبٹ میں اُس کا جانشین ہوا

اُس کا بیٹا حسین خان تھا جو اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی رانی حیا خاتون بہن شاہ مراد راجہ اسکردو کی تھی۔

بابر یعقوب راجہ تھورسے کھرپردو ۱۶۴۰-۱۶۸۵ء اس سے اُس کے دو بیٹے بابر اور یعقوب پیدا ہوئے جو اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے اُس کے جانشین ہوئے حسین خان کا ایک بھائی حمزہ خان تھا جو راجہ کرس کے ہاں بطور خانہ داماد چلا گیا۔

فصل چوتھی

متحدہ حکومت کھپلو

یبگو حاتم خان اعظم ۱۶۵۰-۱۷۱۵ء یبگو رحیم خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا حاتم خان اُس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا زبردست اور مدبر راجہ اس ملک کا ہوا ہے۔ اور بڑے بڑے معرکہ کرنے کے بعد اپنے حسن تدبیر سے اُس نے آخرکار متحدہ حکومت کھپلو قائم کی۔

اُس زمانہ میں راجگان اسکردو اپنی خانہ جنگیوں میں اور شغر کے ساتھ اُلجھے ہوئے تھے اس سے فائدہ اُٹھا کر حاتم خان نے گیالپو لداخ کے ساتھ سازش کر کے تھورسے کھرپر حملہ کرادیا۔ اور وہ بابر و یعقوب کو مع اُن کی والدہ کے اسیر کر کے لداخ لے گیا اور بمقام کھرپو قید کر دیا گیا۔ گیالپو نے لپیکن سے اوپر کے تمام علاقہ چھورہ بٹ کو حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور مابقی علاقہ تھورسے کھریعنی کھپلو کو حاتم خاں کی حکومت کے ساتھ شامل کر دیا۔

اس زمانہ میں جیسا کہ واقعات اسکردو کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے شاہ مراد نے بابر و یعقوب کو گیالپوے لداخ کی قید سے رہائی دلا کر بابر کو اُس کی آبائی میراث پر دوبارہ قائم کر دیا۔ اور موضع کونیس کو سانگنگ سے نکال کر کھپلو کے ساتھ شامل کر دیا

اور پھونگ نق پڑی کو سرحد درمیان ہر دو حکومتوں کے قرار دیا۔

بابر کچھ مدت تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد لاولد فوت ہوا۔ اور اس کی جگہ اس کا بھائی یعقوب جانشین ہوا۔ اسکردو میں شاہ مراد کے فوت ہونے پر پھر انقلاب ہوا۔ حاتم خاں نے یہ اطمینان کر کے کہ اس وقت اسکردو سے یعقوب کو امداد کے پہونچنے کا امکان نہیں ہے۔ اُسے فریب دے کر دوبارہ تھورسے کھر پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب مجبور ہو کر بغرض فریاد نواب کشمیر کے پاس جانے کے لیے مع اپنے اہل وعیال کے کرگل پہونچا اور اہل وعیال کو کرگل میں چھوڑ کر خود روانہ سری نگر ہوا۔ اثنائے راہ میں بمقام گند سرنگ علیل ہو کر فوت ہوا۔ اسکے اہل وعیال نے بحالت کس مپرسی کرگل میں نجاری کا کام اختیار کیا اور اس طریق سے اپنی شکم پری کی تدبیر نکالی۔ چنانچہ اُن کی اولاد اس وقت تک وہاں موجود ہے۔

اُن کے ساتھیوں میں سے ایک نے بمقام دراس بود وباش اختیار کی۔ اُس کی اولاد کو اس وقت تک چوچل کے لقب سے پکارا جاتا ہے ملک میں اُن کا خاصہ رسوخ ہے جس بنا پر میں نے اُس خاندان کے سرکردہ کو ذیل دار دراس مقرر کر دیا تھا۔

ان حالات میں سانگ کے ساتھ تھورسے کھر کی حکومت دوبارہ حاتم خان کے ہاتھ میں آگئی۔ اور وہ متحدہ کھپلو کا واحد حکمران ہو گیا۔ اور اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس نے اپنے تمام علاقہ سے لشکر جمع کر کے اپنے بھائی اعظم خاں کی سرکردگی میں اسکردو پر حملہ کر دیا۔ اعظم خاں نے گول کو تسخیر کرنے کے بعد اسکردو کا رخ کیا۔ محمد رفیع خاں کو تاب مقابلہ نہ ہوئی وہ کھر پوچھے میں قلعہ گیر ہو گیا۔ اعظم خان نے قلعہ کا محاصرہ کر کے ملک میں تاخت وتاراج شروع کر دی۔ اسکردو کے ملحقہ دیہات کو تباہ کر دیا۔ اور اسکردو کا سنگے ستنو اور رونتی امری مومن چو اور ہتایور کی شغرن کے خوبصورت پتھر اور کو ارود کے عالیشان ستون بطور یادگار فتح اپنے ساتھ لے کر مراجعت کی۔

سرداران لشکر بوتہ واچھکر کو اس فتح کے صلہ میں حاتم خان نے یہ دوامی عطیہ دیا کہ راجہ کے پاس جو تحائف آئیں ان کا ساتواں حصہ اُن کا حق ہوگا۔ چنانچہ یہ عطیہ آج تک نافذ العمل ہے اور بوتہ مذکور کی اولاد اس وقت تک راجہ کے تحایف کا ساتوان

حصہ وصول کرتی ہے۔

یگو حاتم خان نے آبادی میں ترقی کی۔ اور مواضعات کاندے۔ غور سے۔ ڈوغنی و براہ میں زراعت کو آبپاشی کی توسیع سے بہت بڑھایا۔ اُس کے جنگی کارناموں کا ذکر بسلسلہ تاریخ اسکردو ہو چکا ہے۔

یگو دلبہ خان ۱۷۱۵-۱۷۶۵ء حاتم خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا دلبہ خان اُسکا جانشین ہوا۔ اُس کے عہد کے واقعات زیادہ تحقیق نہیں ہو سکے۔ صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے مواضعات غوڑو سیت۔ وبھردل کو آباد کیا۔ اور اس کے عہد میں راجہ کرس ونرمنے سرکشی کی۔ دلبہ خان نے ان دونوں کو زیر کیا۔

اسی زمانہ میں دو بھائی مسمیان عارف و ابو سعید براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے سید عارف نے بمقام کھپلو بود و باش اختیار کی۔ اور سید ابو سعید بمقام کرس سکونت گزین ہوا۔ موجودہ جامع مسجد کھپلو سید عارف کی تعمیر کردہ ہے اور جامع مسجد کرس کو سید ابو سعید نے تعمیر کیا۔ یہ عالیشان عمارات ابتک اپنے بانیان کی ہمت اور محنت کی شاہد ہیں انھوں نے رفتہ رفتہ تمام کھپلو اور اسکردو کے لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا۔ اور ایک کتاب بنام فقہ نوربخشی تصنیف کی جسے عقائد اہل سنت وجماعت وعقائد شیعہ کا معجون مرکب بتلایا جاتا ہے میں نے خود اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ملا صاحبان اپنے فرقہ کے علاوہ اور لوگوں کو اس کا دکھلانا پسند نہیں کرتے۔

سید عارف کی صرف ایک بیٹی شرف النساء تھی۔ اس کا عقد سید ابو سعید کے بیٹے مختار کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس طرح سید مختار وراثتہً تمام علاقہ اسکردو و کھپلو کا واحد پیشوا ہو گیا۔ اس کا بیٹا سید اسحق تھا۔ جس کی اولاد ابتک کرس میں اور اطراف میں آباد ہے گو کہ اپنے بزرگوں کے نام کے سوا اور کچھ ان کے پاس اب باقی نہیں ہے۔

یگو محمد علی خان ۱۷۶۵-۱۸۰۰ء دلبہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خان اس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا منتظم راجہ تھا اس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اور کئی جدید گانوں آباد کئے۔ اور بہت سے مواضعات میں

آبادی کا اضافہ کیا۔

حکومت کی ہوس میں اُس نے کھرمنگ پر حملہ کر دیا۔ لیکن زیادہ کشت و خون اس نے نہیں کیا اور مصالحت کر کے واپس چلا آیا۔

شغر میں قلی خان و اعظم خان کے درمیان جانشینی کا تنازعہ برپا ہوا۔ قلی خاں نے راجہ اسکردو سے امداد لے کر اعظم خاں کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو پہونچا۔ محمد علی خاں نے امداد دیکر اسے شغر پر قابض کر دیا اور قلی خاں اسکردو بھاگ کر چلا گیا۔

یبگو یحییٰ خان ۱۸۰۰-۱۸۱۵ء

محمد علی خاں کے بعد اُس کا بیٹا یحییٰ خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانہ میں قلی خاں نے اسکردو سے امداد لے کر اعظم خاں کو دوبارہ بھگا دیا اور خود شغر پر قابض ہو گیا۔ یحییٰ خاں نے شغر پر حملہ کر کے اعظم خاں کو پھر شغر پر قابض کرا دیا۔ اس زمانہ میں علی شیر خان ثانی راجہ اسکردو تھا۔ یہ حالات شغر کے بیان میں مفصل درج کیے جا چکے ہیں۔

اس کے عہد میں لداخ کی طرف سے کھپلو پر حملہ ہوا۔ اُس نے بمقام اردورق لداخی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور انھیں شکست دیکر انکے سردار آیو کالون پنچھاپا کو اسیر کر لیا۔

مہدی علی خان ۱۸۱۵-۱۸۲۰ء

یحییٰ خان کے تین بیٹے تھے۔ دولت علی خاں محمود شاہ المعروف مہدی علی خان اور محمد شاہ۔ یحییٰ خاں کے فوت ہوتے پر اُن کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ منجھلا بھائی مہدی علی خان بمقابلہ دیگر ہر دو بھائیوں کے زیادہ چالاک اور ہوشیار تھا۔ اس نے گیالپو لداخ کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے دریائے شایوق کے بائیں کنارہ پر بطرف کھپلو بڑی خناشا اور داہنے کنارے پر بطرف ابدان بڑی لونکھا دینکھا سرحد درمیان کھپلو و لداخ قرار پائی۔ اس کے اوپر کا تمام علاقہ چھوربٹ حوالہ گیالپو لداخ کر دیا گیا۔ اور بعوض اس کے گیالپوے لداخ نے فوجی امداد سے کھپلو پر مہدیعلیخاں کا قبضہ و تسلط کرا دینے کا ذمہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی مہدی علی خاں نے رعایا میں سے اکثر لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ الغرض ان تدابیر سے مہدی علی خاں نے فوج لداخ کی مدد سے جس کا سردار لونپو بھوندر تھا تور سے کھر پر قبضہ کر کے تمام کھپلو کے اوپر اپنی حکومت

قائم کرلی اور اپنے دونوں بھائیوں کو قید کر کے لداخ بھیجدیا۔ گیالپو لداخ
نے انھیں نوبراہ میں نظر بند کر دیا۔ اس دارو گیر میں محمد علی خان فرزند دولت علی خان بباہ
گانچے کھرمنگ بھاگ گیا۔ اور وہاں سے چل کر راجہ احمد شاہ اسکردو کے پاس پناہ گزین ہوا۔
راجہ احمد شاہ نے محمد علی خان کی حمایت میں اپنے بھتیجے عبدال خان کے ذریعے
کھپلو کے اوپر فوج کشی کی۔ بیگو مہدی علی خان نے عبدال خان کو شکست فاش دی
اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خان قید کر لیا۔ اور عبدال خان کو علاقہ نوبراہ
کے مقام یارمعان واقعہ ڈگرٹانیار میں قید کر دیا۔ احمد شاہ نے اپنے قیدیوں کو رہائی دلانے
کی ہر ایک کوشش کی مگر مہدی اس پر راضی نہ ہوا۔ بالآخر عبدال خان کی رہائی کے
لیے اس کے مساوی الوزن سونا بطور فدیہ اس نے پیش کیا۔ اسے بھی قبول نہ کیا
اور یہی خیال کر کہ اگر عبدال خان زندہ رہا تو احمد شاہ کے لیے مداخلت کا بہانہ باقی رہیگا
عبدال خان کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ ہی میں اسکا کام تمام کر دیا اسکی قبر اس جگہ موجود ہے
اس کا بدلہ احمد شاہ نے بہت بری طرح لیا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
اس زمانہ میں رعایائے کھپلو دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی ایک گروہ مہدی علیخان
موجودہ راجہ کھپلو کا ہوا خواہ تھا۔ اور دوسرا دولت علی خان و محمد شاہ کا طرفدار تھا
جنھیں مہدی نے گیالپوے لداخ کی قید میں رکھا تھا۔ محمد علی خان نے اپنے باپ کے
طرفداروں کے ساتھ خفیہ خط کتابت کر کے انھیں مہدی علی خان کے خلاف بغاوت
کرنے پر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ کھپلو سے اسکردو میں آئے اور راجہ احمد شاہ کے ساتھ یہ
مصلحت کی کہ فوج اسکردو ایک معینہ وقت پر کھپلو میں داخل ہو جائے وہ وہاں بغاوت
کرادیں گے چنانچہ اس قرارداد کے مطابق اسکردو کی فوج کھپلو پہونچ گئی اور بغاوت ہو گئی
مہدی علی خان اپنے گھر کی پھوٹ کی وجہ سے اسکی مدافعت کا کچھ انتظام نہ کرسکا اور دشمن
کے ہاتھ قید ہو کر اسکردو پہونچایا گیا۔ یہاں راجہ احمد شاہ نے اسے زندان غوتی چنگرا میں
قید کر کے سخت تکالیف پہونچائیں آخر کار انھیں تکالیف سے وہ اسی زندان میں مرگیا۔
اب محمد علی خان نے اپنی آبائی میراث پانے کی درخواست کی لیکن راجہ
اسکردو اس کا استاد نکلا۔ وہ پہلے لیت و لعل کر کے محمد علی خان کو ٹالتا رہا۔ اور بالآخر

اُس کو اسکردو میں نظر بند کر دیا اور یولچونگ کریم کو کھرپوں مقرر کر کے کھپلو کا الحاق اسکردو کے ساتھ کر لیا۔ اور محمد علی خاں منہ تکتا رہ گیا۔

حکومت راجہ احمد شاہ اسکردو، بذریعہ یولچونگ کریم کھرپون ۱۸۲۰ تا ۱۸۴۰ء

یولچونگ کریم نے ڈنڈے کے زور سے حکومت کرنی چاہی۔ اس کے جبر و ظلم سے لوگ بہت تنگ ہوئے اور راجہ احمد شاہ کے خلاف مہدی علی خاں کے ساتھ بدسلوکی اور محمد علی خاں کے ساتھ وعدہ خلافی کی وجہ سے عام ناراضی رعایائے کھپلو کے درمیان پھیلی اور اپنی سابقہ فرقہ بندی کو چھوڑ کر وہ سب متفق و متحد ہو کر موقع کا انتظار کرنے لگے۔

اس اثنا میں وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ نے جب پوریگ و لداخ کے اوپر پورا تسلط کر لیا اور اُس کے حملہ بلتستان کا آوازہ ہوا۔ تو راجہ احمد شاہ نے یولچونگ کریم کو بغرض مشورت اسکردو میں طلب کیا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر حیدر خاں نے جو پھوپھی زاد بھائی دولت علی خاں کا تھا۔ اور اس وقت راجہ احمد شاہ کی فوج کھپلو کا سردار تھا کھپلو کے ہر ایک گانوں میں جاکر لوگوں سے حلف فرمانبرداری لیا۔ اور مستعد جنگ رہنے کا حکم دیا۔ مگر حیدر خاں نے یہ کسی کو نہیں بتلایا کہ جنگ کس کے ساتھ کرنی ہے۔ رستم برادر کریم کو جو بعدم موجودگی کریم اُس کا قائم مقام تھا یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فوراً راجہ احمد شاہ کو خبر بھیجی۔ اُس نے فی الفور کریم کو کھپلو واپس کیا اور کچھ فوج بھی اسکے ساتھ بھیجی۔ علاقہ کھپلو میں ہر ایک جگہ کریم کا استقبال بہت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا خود حیدر خاں بھی کھپلو کے لوگوں کو لے کر بہت دور تک اس کی پیشوائی کے لیے گیا اس سے کریم کی بدگمانی ایک حد تک حیدر خاں کی طرف سے رفع ہو گئی۔ اُس نے حیدر خاں سے دریافت کیا کہ تم نے حلف فرمانبرداری کس کے لیے لیا ہے اور کس کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار رہنے کا حکم لوگوں کو دیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ افواج جموں کے عازم اسکردو ہونے کا شہرہ ہے اس لیے رعایا کو افواج جموں کے مقابلہ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور اسی غرض کے لیے حلف فرمانبرداری بھی لیا ہے۔ اس سے کریم کا اطمینان ہو گیا اور اُس نے حماقت سے حیدر خاں کی اس خدمت کی بہت داد دی جس کا نتیجہ اُسے بھگتنا پڑا

اُس کے چند روز بعد کریم کو خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ کی فوج لداخ سے بطرف کھپلو روانہ ہوگئی ہے۔ کریم بھی اپنی سرحد کی حفاظت کے لیے تیار ہوا۔ اور اسکردو کی تمام فوج جو اُس کے ساتھ تھی۔ اُس کو اور کھپلو کے لشکر کو جمع کرکے کل آٹھ ہزار مسلح فوج بسرکردگی حیدر خاں اپنے ساتھ لے کر بطرف چھورہ بٹ روانہ ہوا۔ موضع کوسنگ میں پہونچنے پر کریم کو اطلاع ملی کہ کچھ حصہ فوج وزیر زور آور سنگھ بسرکردگی سید مدین شاہ براہ ہنولا پوئین میں پہونچ کر قلعہ پوئین پر قابض ہوگیا ہے۔ کریم نے حیدر خان کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ کریم مع فوج اسکردو اور کچھ ہمراہیان کھپلو کے پہاڑ پوئین پر مورچہ بناکر فوج ڈوگرہ سے مقابلہ شروع کرے۔ اور حیدر خاں دریاے شایوق کو عبور کرکے براہ تورتوک سکسا میں پہونچ کر فوج ڈوگرہ کے عقب کی طرف سے اُن کے اوپر حملہ کرے۔ اس قرارداد کے مطابق حیدر خان تقریبًا کل لشکر کھپلو کو ساتھ لے کر تورتوک پہونچا اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاکر دریاے شایوق کو عبور کرکے صبح ہونے تک سکسا میں پہونچ گیا۔

لداخ سے کچھ سپاہی وزیر زور آور سنگھ نے نوبراہ کے زمینداروں کو سید مدین شاہ کی امداد کی غرض سے لانے کے لیے نوبراہ بھیجے تھے وہ بھی نوبراہ والوں کو ساتھ لیکر سکسا میں پہونچ گئے۔ اُن کے ساتھ دولت علی خان بھی مع محمد شاہ کے سکسا میں آگیا اب حیدر خان نے دولت علی خاں و محمد شاہ کے ساتھ مشورہ کیا اور سب نے اتفاق کرکے سید مدین شاہ سردار فوج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کی اور اس کے ساتھ شامل ہوگئے اور اپنے ملازم بتا وار کن پا کے ذریعے کریم کو یہ پیغام بھیجا کہ حیدر خاں و دولت علی خاں دونوں نے مع تمام زمینداران کھپلو کے افواج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کرلی ہے اور تم اپنے عمل میں مختار ہو جو چاہو کرو۔

حیدر خاں کا یہ فریب معلوم کرتے کریم کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اُسنے بتا وار کا اسی جگہ بندوق سے کام تمام کردیا اور خود بحالت مایوسی مع فوج اسکردو دربار ریدی واپس روانہ ہوا کیونکہ اسے اپنی جان بچانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اُس کے پیچھے فوج ڈوگرہ بھی مع دولت علی خان و حیدر خان کھپلو پہونچ گئی۔ رعایاے کھپلو نے اسکا خیر مقدم کیا کہ انہیں ظالم کریم کے ظلم سے نجات ملی۔

رسد رسائی میں ہر طرح سے اُنھوں نے فوج ڈوگرہ کی امداد کی فوج نے تین روز کھپلو میں مقام کیا۔ بعد ازاں اسکردو کی طرف روانہ ہو گئی۔

اس اثنا میں کریم نے کرس پہونچ کر اسکردو سے کمک منگوائی اور کرس میں فوج ڈوگرہ کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ یہاں کریم نے پوری جانبازی کے ساتھ ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کیا بقول بعض تین یوم اور بقول بعض سات یوم تک جنگ جاری رہی اور اُس نے فوج ڈوگرہ کو راستہ نہیں دیا۔ مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ وزیر زور آور سنگھ کرتخشہ وغیرہ کو فتح کر کے مع اپنی تمام فوج کے پرکوتہ میں پہونچ گیا ہے۔ تو اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور مقابلہ چھوڑ کر مع اپنی فوج کے اسکردو کی طرف نکل گیا۔

سید مدین شاہ نے تین روز کرس میں مقام کیا۔ پھر وزیر زور آور سنگھ کی آمد کی خبر سُن کر دریاے سندھ کو عبور کر کے وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہو گیا۔

دولت علی خان بسرپرستی ۱۸۴۰-۱۸۶۰ء جنگ کرس کے دوران میں راجہ احمد شاہ نے محمد علی خاں کو قید سے رہا کر کے اس غرض سے کرس بھیجا تھا کہ دولت علی خان و حیدر خان کو ورغلا کر راجہ اسکردو کا طرفدار بنائے۔ مگر کرس پہونچ کر وہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور بمقام گول سید مدین شاہ نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ محمد شاہ و حیدر خاں کو وزیر کی خدمت میں پیش کیا اور اُن کی خدمات کی تعریف کی وزیر نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ محمد شاہ کو بصلہ ان کی خدمات اور وفاداری کے کھپلو میں اُن کی آبائی حکومت پر واپس بھیج دیا۔ صرف حیدر خاں کو مع کسی قدر مسلح آدمیوں کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

وزیر نے بعد فتح اسکردو موسم زمستان اسکردو میں بسر کیا۔ آغاز بہار میں بعزم تسخیر لہاسہ واپس روانہ لداخ ہوا۔ کھپلو میں پہونچکر اُس نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ پھر یہاں سے دولت علی خاں۔ محمد شاہ۔ محمد علی خاں و حیدر خاں سب کو ساتھ لے کر روانہ لداخ ہوا مگر دولت علی خاں کو لداخ سے واپس کر دیا۔ باقی ہر سہ اشخاص کو مع سپاہ کھپلو لہاسہ لیجانے کی غرض سے لداخ میں رکھا۔

محمد شاہ لداخ میں مرض چیچک میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ حیدر خان چشمہ سابو میں غسل

چونکہ احمد جان کرتا ہوا یکایک فوت ہوا۔ اُس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دولت علی خان کی اندرونی کارروائی کا تعلق تھا۔ محمد علیخاں فوج کھپلو کو لیکر وزیر زورآور سنگھ کے ساتھ پورانگ تک گیا۔ وہاں بعد جان نثار ہونے وزیر مذکور کے افواج لھاسہ کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ پورانگ میں وزیر زورآور سنگھ کے اوپر اور افواج ڈوگرہ کے اوپر جو مصیبت گذری اسکے واقعات بالتفصیل اپنی جگہ پر مذکور ہو چکے ہیں اس تباہی کے بعد افواج لھاسہ نے لداخ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلتستان میں بغاوت ہو گئی۔ ڈوگرہ حکومت کو ختم کر کے حیدر خان راجہ شگر نے اپنا راج تمام ملک میں قائم کیا۔ اور تمام راجگان اپنی اپنی جگہ خود مختاری کا دعویٰ کرنے لگے۔ بلتستان کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے جموں سے ایک مہم بسرکردگی وزیر لکھپت کشتواڑ براہ سورو و کرگل روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت نے جب اسکردو پہونچکر قلعہ کھرپوچے کو فتح کر لیا۔ تو حیدر خان مع اپنے کسان ہمراہیان کے اسکردو سے فرار ہو کر بعزم یارقند براہ نالہ بٹلے دسلتورو روانہ ہوا دولت علیخاں کو خبر ملی تو اُس نے اسے تائید غیبی سمجھکر بذریعہ اپنے آدمیوں کے ان سب کو گرفتار کر کے کھپلو میں منگوایا اور اپنے ساتھ لیکر اسکردو پہونچا اور وزیر لکھپت کے سامنے پیش کر دیا۔ وزیر لکھپت دولت علیخاں کی اس خدمت سے بہت خوش ہوا اور اس تدبیر سے اُسکی سالم جاگیر بحال رہی۔

محمد علی خان ۱۸۶۰-۱۸۸۰ء محمد علی خاں نے افواج لھاسہ کی قید سے رہائی پائی تو وہ دیوان ہری چند سپہ سالار مہم لداخ کی خدمت میں حاضر ہوا دیوان اُسے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ بطور مہمان سرکاری مقیم رہا۔ ایک شادی بھی اس نے وہاں کر لی۔ بعد میں اپنے ملک میں واپس آیا۔ اور دولت علی خاں کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین مقرر ہوا۔

حاتم خاں ثانی ۱۸۸۰-۱۹۰۰ء محمد علی خاں کا بیٹا حاتم خان ثانی تھا جس کا بیٹا ناصر علی خاں موجودہ راجہ کھپلو ہے۔ جو راجگان بلتستان میں روشن دماغ اور ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

راجگان کرس اسی خاندان کی ایک شاخ ہیں چونکہ انکا کوئی علیحدہ کارنامہ نہیں ہے اس لیے میں نے ان کے جداگانہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور صرف انکا شجرہ نسب شامل کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ موجودہ راجہ محمد علی خان ہے۔

پانچواں باب

بلتستان کی آب و ہوا پیداوار زرعی معدنیات صنعت و حرفت و تجارت

گو کہ لداخ کی طرح بلتستان بھی ان ملکوں میں شمار ہوتا ہے جہاں بارش نہیں ہوتی ہے اور جہاں ہوا میں خشکی اس قدر زیادہ ہے کہ آب پاشی کے بغیر روئیدگی کا امکان نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس حصہ ملک کی بلندی بمقابلہ لداخ کسی قدر کم ہے اور کسی قدر برف باری بھی ہوتی ہے اور گاہ بگاہ خفیف بارش بھی ہو جاتی ہے ان وجوہات سے لداخ کی طرح سردی میں شدت اور ہوا میں خشکی نہیں ہے۔ البتہ نالہ جات کے اندرونی حصص واقعی لداخ کی طرح زیادہ سرد ہیں۔

ہر دو بڑے دریاؤں سندھ و شایوق کی وادیوں میں اراضیات زرعی دو فصلی ہیں ربیع میں گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ مسور۔ باقلہ اور سرسوں اور خریف میں چینا کنگنی۔ ترنبہ اور کچھ اور کم درجہ کے غلہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ زمین عموماً زرخیز ہے مگر کھاد کا استعمال ضروری ہے جس کے لئے ان ملکوں میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے چاول اور مکئی کی کاشت کا بلتستان میں رواج نہیں ہے جا بجا ان کی کاشت کے تجربے کیے گئے اور ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی مگر ان اجناس نے رواج نہیں پایا۔

ترکاریوں میں جو چیز بوئی جاوے بہت اچھی پیدا ہوتی ہے ملکی آدمیوں کے درمیان رواج صرف کرم کے ساگ اور بعض دیگر ساگ اور شلجم کا ہے۔ شلجم ان کی اصلی ترکاری ہے۔ مرچ اور مولی۔ گاجر و پیاز بھی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے گوبھی اور کرم کلہ کئی قسم کا اور آلو اور دیگر ترکاریاں کاشت کیں جن میں پوری کامیابی ہوئی تربوز اور خربوزہ از قسم سردہ بہت اعلیٰ اور بکثرت پیدا ہوتا ہے اس کا بیج ختن کی طرف سے یہاں لایا گیا ہے۔ جانوروں کے چارے کے لیے رشقہ بکثرت کاشت ہوتا ہے۔

چونکہ موسم میں سختی نہیں ہے اس لیے بلتستان میں میوہ کی افراط ہے سب سے پہلا تیار ہونے والا میوہ توت بیدانہ و شہتوت ہے جو بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد خوبانی تیار ہوتی ہے جس کی بہت زیادہ اقسام ہیں تبلایا جاتا ہے کہ اعلیٰ قسم کی خوبانیوں کا پیوند ترکستان سے اس ملک میں پہونچا ہے۔ اس ملک کی خوبانی بہت اعلیٰ ہے اور بڑی افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ گردآلو بھی کم وبیش پیدا ہوتا ہے۔ شفتالو بھی اچھی قسم کا ہوتا ہے۔ پائینی وادی سندھ میں انگور اور زرشک کی بہت افراط ہے۔ انگور مختلف اقسام کے اور بہت اعلیٰ درجہ کے پیدا ہوتے ہیں سیب اور ناشپاتی قریب قریب کشمیر کے درجہ کے پیدا ہوتے ہیں بلکہ بلتستان کی ناشپاتی کشمیر سے بہتر خیال کی جاتی ہے اخروٹ بہت پیدا ہوتا ہے۔ مہتہ منگل نے بادام بھی یہاں رائج کیے جو اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کاشت کا زیادہ رواج نہیں ہے۔ پائینی علاقہ میں انار بھی پیدا ہوتا ہے۔ انگور اور زرشک کی تاک بنانے کا اس ملک میں رواج نہیں ہے بلکہ ان کی بیل عموماً توت کے درختوں پر چڑھادی جاتی ہے۔

گو کہ بلتستان کے بعضے نالہ جات میں اور بالخصوص نالہ بشو اور نالہ جات روندو میں چیڑ کے جنگل موجود ہیں جہاں چیڑ کے درخت اچھے پیمانہ کے پیدا ہوتے ہیں مگر عمارتی ضروریات کے لیے سفیدہ کی لکڑی عام طور پر استعمال ہوتی ہے اور جنگل کی لکڑی سے صرف خاص خاص عمارات میں کام لیا جاتا ہے۔ دریائے سندھ و شایوق پر دو چار جگہ کشتی بھی چلائی جاتی ہے۔ یہ کشتیاں جنگل کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہیں۔ بید کی لکڑی بھی عمارتی اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ بید و سفیدہ کے درخت کی اس ملک میں بہت کثرت ہے اور ان کی نشوونما بھی یہاں بہت اچھی ہوتی ہے اور عمارتی لکڑی کا انحصار انھیں پر ہے۔ ان کے علاوہ سایہ دار اور خوشنما درختوں میں چنار اور بید مجنوں اچھے درجے کے پیدا ہوتے ہیں۔ وادی شغر اور خاص اسکردو میں بید مشک بھی پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر مقامات میں بھی پیدا ہوتا ہو۔ پدم کے درخت بھی بعض نالہ جات میں پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر نالہ جات میں بھوج پتر کا درخت بھی پیدا ہوتا ہے۔

معدنیات میں طلاکشی کا درجہ سب سے اوپر ہے۔ یہ کام زیادہ تر نالہ باشہ و نالہ برالدو و نالہ پرکوتہ و نالہ سلتورو اور دریائے شغر۔ دریائے سندھ اور دریائے شایوق پر ہوتا ہے وادی شغر و باشہ و برالدو اس کے لیے بہت زرخیز مقامات ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ مجموعی طور پر خاصی مقدار سونے کی ہر سال اس ملک سے برآمد ہوتی ہے۔

آبادی شغر کے نالہ کے اندر سنگ زہر مہرہ کی کان ہے۔ اس پتھر سے برتن از قسم چائے دانی۔ پیالی۔ گلاس پیالہ پھولدان وغیرہ مختلف اقسام کے تیار کیے جاتے ہیں اور کشمیر و ہندوستان کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ پتھر نالہ چھوتروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے کام نہیں لیا جاتا۔

بلور ہر قسم کا چھوٹا اور بڑا ہر ایک چیانہ کا قریب قریب ہر ایک نالہ کے اندرونی حصہ میں دستیاب ہوتا ہے مگر باشہ برالدو اور شکر تھنگ و روندو میں بہت اعلیٰ قسم کا اور بکثرت ملتا ہے۔

اسکردو کے بالمقابل موضع کواردو کے اوپر جو پہاڑ ہے اس میں سنگ مرمر کی کان ہے۔ جس سے اعلیٰ قسم کا مرمر برآمد ہوتا تھا۔ راجگان اسکردو نے اسی مرمر کو کھرپوچھے اور تنگ سوق کی عمارات میں استعمال کیا تھا جس کے باقیات اب تک اسکردو کی عمارات سرکاری میں موجود ہیں۔ سنگ سیاہ بھی اسی سلسلہ کوہستان میں بمقام گلاب پور و چھوتروں پایا جاتا ہے۔ مجھے پروفیسر ڈاٹی نیلی نے تبلایا کہ کواردو سے باشہ تک یہ تمام کوہستان سنگ مرمر سے بھرا ہوا ہے۔

داسو بیند واقعہ وادی شغر میں زمرد کی کان ہے مگر تبلایا جاتا ہے کہ پتھر اعلیٰ قسم کا نہیں ہے

ابرق کی کان نالہ نیاسلو واقعہ وادی باشہ میں تبلائی جاتی ہے۔

سلاجیت علاقہ روندو سے برآمد ہوتی ہے۔

طوطیا علاقہ چھورہ بٹے میں برآمد ہوتا ہے۔

لوہے کی کان موضع نیندو نالہ چھوتروں واقعہ وادی شغر اور نالہ برالدو میں ہے مگر ان سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔

پھڑوا واقعہ کھپلو اور داسو واقعہ وادی شغر میں سیسہ کی کان ہے۔ کوئی فائدہ

اس سے نہیں اٹھایا جاتا۔

سنگ یشب نالہ کستی شو و نالہ دوڑ واقعہ روندو میں اور موضع گمرو میں بتلایا جاتا ہے
علاقہ چھوربٹ و برالدو باشہ و لشو میں ایک قسم کا نرم سنگ خارا پایا جاتا ہے۔
جس سے کھانا پکانے کے برتن تیار کیے جاتے ہیں جو کرگل اور لداخ تک استعمال ہوتے ہیں
سرمہ کی کان موضع تک علاقہ روندو میں بتلائی جاتی ہے۔

پھٹکری کی کان نالہ غواڑی و موضع کوار دو و نالہ چھورکا اور اشکوپو میں موجود ہے۔
چشمۂ آب گرم موضع چھوترون اور موضع مبیل واقعہ نالہ باشہ اور نالہ برالدو میں ہے
چھوترون کے سوا باقی دونوں چشمے بہت زیادہ گرم ہیں چشمہ برالدو سے پانی فوارہ
کی شکل میں ابلتا ہے۔ مختلف امراض کے مریض ان چشموں میں غسل کے لیے جاتے
ہیں۔ اس غرض کے لیے چھوترون کے چشمہ کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے۔

صنعت و حرفت کے لحاظ سے بلتستان بہت پستی کی حالت میں ہے پھر
بھی ایک طرف لداخ و کرگل اور دوسری طرف گلگت سے بہتر ہے۔ شگر اور بعض دیگر
مقامات بلتستان میں اعلیٰ درجہ کی اونی اور نیز پشمینہ کی لوئیاں اور پٹو تیار ہوتے ہیں
اور معمولی درجہ کی پشمینہ کی چادریں بھی تیار ہوتی ہیں جو گو کشمیر کی شال کے درجہ
کو نہیں پہونچتیں لیکن پھر بھی خاصی ہوتی ہیں البتہ ان کے اوپر سوزن کاری یہاں
نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سنگ زہر مہرہ کے برتنوں کی صنعت ہے جس کا اوپر
ذکر ہو چکا ہے پتھر کے ظروف خانگی جو بعض اطرافات میں تیار ہوتے ہیں۔ مقامی ضروریات
پر محدود ہیں ان کی بیرونی تجارت نہیں ہے۔

بیرونی ممالک کے ساتھ بلتستان کی تجارت کی سب سے بڑی چیز خستہ یعنی زرد
آلوے شیریں (خوبانی) کی گٹھلی کا مغز ہے جو ہزاروں من کی تعداد میں ہندوستان کو
بھیجا جاتا ہے۔ اس سے دوسرے درجہ پر خوبانی خشک کی برآمد ہے جو ہندوستان
اور لہاسہ دونوں طرف بھیجا جاتا ہے۔ لداخ کی طرف مکھن کی برآمد کی بڑی مقدار
میں ہوتی ہے۔

اونی لوئیاں اور پشمینہ کی چادریں عموماً لداخ اور لہاسہ کی طرف جاتی ہیں۔

تھوڑی مقدار میں کشمیر بھی بھیجی جاتی ہیں اور زیادہ استعمال ان کا مقامی طور پر ہوتا ہے۔ نرم ہونے کی وجہ سے ان کی بہت قدر ہے

خانگی ظروف سنگی لداخ اور کرگل تک پہونچتے ہیں۔ البتہ سنگ سبز کے برتن کشمیر اور ہندوستان تک جاتے ہیں۔ جہاں ان کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔

اُون اور پشمینہ بلتستان میں لداخ سے آتا ہے۔ اور ہندوستان سے ہر ایک قسم کا کپڑا۔ اور چائے اور لوہا۔ شکر اور گوڑ وغیرہ اور اسی قسم کی معمولی ضروریات زندگی درآمد ہوتی ہیں۔

کچھ گھی اور بھیڑ بلتستان سے گلگت کو بھی جاتے ہیں۔ بلتستان کی پیداوار کی یہ بیرونی تجارت ایک بہت معقول ذریعہ ملکی آمدنی کا ہے مگر چونکہ اراضیات مزروعی تعداد آبادی کی زیادتی کی وجہ سے تقسیم در تقسیم ہو کر لوگوں کے منفرد قبضہ میں بہت تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہے۔ جس کی پیداوار اُن کے گذارہ کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے عموماً غریب لوگ مزدوری یا نوکری کے لیے کشمیر یا ہندوستان کے پہاڑی مقامات پر موسم بہار میں جاتے ہیں اور اس محنت شاقہ سے اپنی آمدنی کی کمی کو پورا کرتے ہیں خاص بلتستان میں اس کے لیے کوئی میدان نہیں ہے۔

عام طور پر لوگ بمقابلہ لداخ اور نیز بمقابلہ کرگل کے مفلوک الحال ہیں۔ مگر تہذیب شائستگی میں اچھے ہیں۔ فارسی تعلیم کا رواج پہلے سے اس ملک میں تھا۔ اب انگریزی تعلیم حاصل کرکے نوجوان لوگ سرکاری ملازمت میں داخل ہو رہے ہیں۔

چھٹا باب

وسائل آمدنی سرکار اور اسکی درجہ وار ترقی

یہ حصہ اس لحاظ سے نہایت دلچسپ ہے کہ اس سے ایک حکومت کے اصلی انتظام کا حال معلوم ہوتا ہے جس پر نظام حکومت کا مدار ہے اس لیے اس کی مختصر کیفیت بابت عہد قدیم و عہد جدید بیان کی جاتی ہے۔

راجگان بلتستان کے زمانہ میں نقدی مالیہ کا دستور نہ تھا۔ صرف راجہ کے خانگی اخراجات کے لیے بحساب فی یول جنس مقرر کی گئی تھی۔ بارہ کھل تخم کے رقبہ کو ایک یول کہا جاتا تھا۔ ایک کھل پچیس سیر انگریزی کے برابر ہے اور اس قدر تخم اسکردو میں تقریباً دو کنال رقبہ میں کاشت ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک یول برابر چوبیس کنال یا تین ایکڑ رقبہ کے ہوتا ہے۔

یول کے تین درجے تھے:۔

(۱) ترک چوس یول۔ یعنی رقبہ مقبوضہ وزیران و دیگر اکابران و درباریان و ملازمان جو ملکی خدمات یا راجہ کی خانگی خدمات کے پابند تھے۔

ان میں سے جو اشخاص واقعی خدمات انجام دے رہے ہوں وہ ادائیگی مالیہ سے معاف تھے صرف بموقع شادی یا عید چار روپیہ نذرانہ راجہ کو پیش کرتے تھے۔

اس زمرہ کے باقی اشخاص جو کسی عہدے پر تعینات نہ ہوں فی یول ایک کھل اور پانچ برے غلہ۔ ایک برے مکھن۔ اور ایک بھیڑ کی شرح سے مالیہ ادا کرتے تھے

(۲) اگنڈ۔ یہ وہ رقبہ تھا جو راجگان نے اپنے اہتمام سے توڑ کیا تھا۔ اور بعد ازاں لوگوں کو کاشت کے لیے دیا تھا اس پر فی یول بارہ کھل غلہ بطور لگان لیا جاتا تھا۔ ان اراضیات پر حق ملکیت راجگان کا تھا اور قابضان محض کاشتکار تھے

(۳) رقبہٗ زمینداری۔ یعنی وہ اراضیات جو لوگوں نے اپنی محنت اور خرچ سے

آباد کیں۔ ان اراضیات کا مالیہ بلحاظ حالات مقامی مختلف علاقہ جات میں مختلف شرح سے وصول کیا جاتا تھا مگر عام اصول جس کے مطابق تشخیص عمل میں آتی تھی۔ حسب ذیل تھا یعنی فی یول۔

گندم ایک کھل پانچ برے۔

گرم وجو ایک کھل پانچ برے۔

مکھن دو برے۔

مرغ چار عدد۔

بکرا یا بھیڑ ایک شاخ

جن دیہات میں طلاکشی کا کام ہوتا تھا یا جو زمینداران دیگر مواضعات میں جا کر طلاکشی کا کام کرتے تھے انھیں مالیہ اراضی معاف تھا۔ اور ان سے بطور مالیہ اراضی در سوم طلاکشی فی اسامی نصف تولہ سے ایک تولہ تک سونا وصول کیا جاتا تھا طلاکشی کرنے والی اسامیاں مخصوص تھیں وہ طلاکشی کا کام کریں یا نہ کریں رسوم ادا کرنے کی پابند تھیں۔ ایک تولہ کا وزن آٹھ ماشہ ہوتا ہے۔ جس کی قیمت بقدر رائجگان بارہ روپیہ سے زائد نہ تھی۔

نالہ جات کے اندرونی حصوں کے دیہات سے جہاں بھیڑ بکری زیادہ رکھی جاتی ہے اور زراعت کمتر ہوتی ہے فی یول مالیہ بشرح ذیل وصول کیا جاتا تھا۔

اونی پٹو۔ ایک تھان۔

مکھن سات برے۔

بھیڑ یا بکرا ایک شاخ

جن دیہات کے متصل پہاڑوں پر کیل کا شکار زیادہ ہے۔ ان سے علاوہ معمولی مالیہ اراضی کے فی موضع چھ چمڑے کیل کے بطور رسوم شکار وصول کیے جاتے تھے اگر چمڑے دستیاب نہ ہوں تو ان کے عوض فی گاؤں تین کھل مکھن دینا پڑتا تھا۔

لکڑی اور گھاس کے لیے کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ حسب ضرورت زمینداران بہم رسانی کے پابند تھے۔

پہاڑوں کی سرد چراگاہوں پر گرمی کے موسم میں جو مویشی کا چرائی کے لئے بھیجے جاتے تھے اُن سے رسوم کا ہچرائی لینے کا یہ دستور تھا کہ ایک روز کا دودھ راجہ کے معتبر کی نگرانی میں جمع کیا جاتا تھا۔ اور اس کا مکھن نکال کر راجہ کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔

جب راجہ کے گھر میں ولی عہد پیدا ہوتو زمینداروں سے بطور نذرانہ فی گھر غلہ دس برے مکھن ایک برے۔ اور لکڑی ایک بار وصول کی جاتی تھی۔

ننگ جنگ یعنی رقبہ خود کاشت راجہ کی کاشت اور نگہداشت کے لیے زمینداران ذمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا تھا۔

تسخیر بلتستان کے بعد وصولی مالیہ کا انتظام راجگان ہی کے ہاتھ میں رہا اور بھگوان سنگھ تھانہ دار اور افواج متعینہ اسکردو کی رسد کے لیے یہ قرار دیا گیا کہ زمینداران سے فی یول غلہ ایک کھل مکھن ایک برے۔ لکڑی ایک بار۔ اور نمک حسب ضرورت وصول کیا جائے۔ اور راجگان اپنے رقبہ گنڈ کے لگان میں فی یول چھ کھل غلہ بحساب رسد ملازمین و فوج ادا کریں۔

اس رسد کے علاوہ عام زمینداران پر فی یول تین روپیہ کی شرح سے مالیہ تشخیص کیا گیا جو بذریعہ راجگان وصول ہو کر داخل سرکار ہوا کرتا تھا۔ یہ انتظام کیدار و تھانہ دار کے وقت تک جاری رہا۔ کیدار و تھانہ دار نے انتظام وصولی مالیہ کو راجگان کے ہاتھ سے نکال کر اپنے اہتمام میں لے لیا۔ اور راجگان کے ہاتھ میں صرف ان کی ذاتی رسوم کا اختیار چھوڑ دیا۔

مزید جان کپمار و نے یول کی تعداد کی نظر ثانی کی۔ اور فی یول تین روپیہ کی شرح پر ایک روپیہ کی ایزادی کر کے چار روپیہ فی یول مالیہ مقرر کیا۔ جس کے منجملہ ایک روپیہ کا غلہ بحساب تین کھل دس برے فی روپیہ ادا کرنا قرار دیا۔ اور سابقہ مالیہ جنسی کو بدستور قائم رکھا۔ لیکن ایک برے مکھن کے بجائے ڈیڑھ سیر گھی مقرر کر دیا اور ایک برے نمک اور ایک برے دال فی یول کی ایزادی کر دی۔ اور لکڑی ایک بار کے بجائے ایک من کر دی دور دراز کے دیہات جو لکڑی نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ان کے اوپر بجائے لکڑی

کے گھاس لگادی۔

کیدار وتھانہ دار نے تیوہار نوروز پر راجگان سے نذرانہ وصول کرنے کا اور اُن کو خلعت دینے کا رواج دیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

راجگان کلان۔ نذرانہ ایک سو روپیہ۔ خلعت۔ ایک جوڑہ دوشالہ پشمینہ۔

راجگان خورد۔ نذرانہ پچاس روپیہ۔ خلعت۔ ایک فرد دوشالہ پشمینہ۔

وزیران۔ نذرانہ دس روپیہ۔ خلعت۔ نصف تھان ململ

نمبرداران۔ نذرانہ تین روپیہ۔ خلعت چار پانچ گز لٹھا۔

بعد ازان مہتہ منگل نے بیشمار درخت نصب کرائے۔ اور آبادی میں بہت زیادہ ترقی کی۔ اور تمام بلتستان کا بندوبست اراضی کر کے رقبۂ نوآباد پر مالیہ مقرر کیا۔ اور کوئی ردوبدل مالیہ میں نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سمبت ۱۹۵۵ بکرمی میں بندوبست قانونی جاری ہوا۔ اور مسٹر کلارک نے باضابطہ تشخیص کر کے مالیہ تجویز کیا۔ جس کی ترمیم بعد میں مسٹر ٹالبٹ کے عہد میں ہوئی۔ اور جو سقم پہلے رہ گئے تھے اُن کی اصلاح کی گئی۔

ساتواں باب

حاکمانِ بلتستان

ابتدائے حکومت ڈوگرہ سے علاقہ پوریگ انتظام ملکی میں شامل بلتستان رہا ہے سٹیٹ کونسل کے زمانہ میں جب کہ گلگت ولداخ ایک وزارت سرحدی میں شامل کئے گئے۔ تو کرگل میں ایک جداگانہ تحصیل قائم ہوئی تقریباً تین سال بعد گلگت اور لداخ کی وزارتیں جدا جدا کر دی گئیں۔ تاہم بلتستان کی ہر دو تحصیلیں بدستور بحال رہیں۔

کیدارو تھانہ دار ۱۹۰۸-۲۰ وبکرمی ابتدائی زمانہ حکومت ڈوگرہ میں تمام علاقہ بلتستان کا کاردار اسکردو میں رہتا تھا۔ اس کے ماتحت ایک تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوتا تھا۔ پہلا ملکی حاکم بلتستان کا بھگوان سنگھ تھا۔ اس کے بعد گوسائوں کرم سنگھ۔ وجواہر سنگھ وغیرہ متعدد حاکم رہے مگر ان کے قابل ذکر کارنامے کچھ دریافت نہیں ہوئے۔ انتظام زیادہ تر راجگان کے ہاتھ میں تھا۔ بعد ازاں سمبت ۱۹۰۸ سے سمبت ۱۹۲۰ تک کیدارو تھانہ دار رہا اس نے راجگان کے اختیارات میں دست اندازی شروع کی۔ وصولی مالیہ کا کام اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جدید تشخیص کرکے مالیہ تجویز کیا۔ کیدارو کی قابلیت کی بہت تعریف کی جاتی ہے اس نے جدید انتظام کی بنیاد قائم کی۔ اور راجگان کے رسوخ کو گھٹا کر سرکاری حکومت قائم کی۔ اور آمدنی سرکار میں اس نے نمایاں اضافہ کیا۔ اس پر راجگان کی طرف سے اس کے خلاف شکایات ہوئیں۔ مگر یہ اپنے اصول پر کاربند رہا۔ اور اُس کے عہدِ آمد میں اس نے فرق نہیں آنے دیا۔

وزیر لعبہ جو کاردار اس کے بعد وزیر لعبہ جو کشتوار یہ آیا۔ اس نے ایک عالی شان محل اپنے رہنے کے لئے نالہ ست پری کی ایک شاخ پر جو آبادی اسکردو کے درمیان بہ کر گذرتی ہے تعمیر کیا۔ اسی کے اب کئی ٹکڑے بنا دیے گئے ہیں۔ اور شفاخانہ

ڈاک خانہ وتار خانہ اس میں رکھ دیے گئے ہیں۔ اور اسی کے ایک حصہ میں عرصہ تک تحصیلداران اسکردو بھی رہتے رہے ہیں۔

مہتہ منگل کاردار ۱۹۳۲-۱۹۴۲ بکرمی

سمبت ۱۹۳۲ میں لداخ کا مشہور اور ہر دلعزیز حاکم مہتہ منگل کشتواریہ کاردار بلتستان مقرر ہوا۔ اس نے اضافہ آمدنی سرکار۔ ترقی زراعت و آسائش اہل ملک و ملازمان کار کے متعلق وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جو اس کی یاد کو عرصہ دراز تک اس ملک میں قائم رکھیں گے۔ اس نے سورو سے دراس اور چاموش تک وادی دریائے سورو ودراس ووادی دریائے سندھ میں اور وادی دریائے شغر کی انتہائی آبادی باشہ وبرالدو تک اور وادی دریائے شایوق میں سرحد لداخ تک ملک کو درختوں سے بھر کر ایک مسلسل باغ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ بتلایا جاتا ہے کہ پانچ لاکھ کے قریب درختان بید وسفیدہ اور نصف لاکھ سے زائد درختان ثمردار اس نے نصب کیے ہیں اور مختلف مقامات پر ایک سو سے زائد باغات اس نے نہال کئے ہیں۔ اس کے بعد کسی دوسرے حاکم کو اس شعبہ میں شہرت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ کسی دوسرے نے جو تھوڑا بہت کام اس سلسلہ میں کیا وہ بھی چندروز بعد مہتہ منگل کی طرف منسوب ہو گیا۔

ملازمین سرکاری کے لیے اسکردو سے متصل گھاس اور جلانے کی لکڑی بہم پہونچانے کی غرض سے بیس کے قریب وسیع رقبہ جات جنھیں مقامی طور پر رکھ کہا جاتا ہے۔ اس نے محفوظ کئے اور بیرونی علاقہ جات میں ان مقامات کے قریب جہاں ملازمان سرکاری تعینات تھے یا بوقت دورہ انھیں کچھ عرصہ توقف کرنا پڑتا تھا۔ گاہ وہیزم سوختنی کے لیے جابجا حسب ضرورت رکھ محفوظ کیں۔ تاکہ اہل ملک پر ان چیزوں کی بہم رسانی کا بوجھ نہ رہے۔

تعمیرات کے کام میں اس نے اس حد تک دلچسپی لی کہ اس میں ترقی کی گنجایش نہیں چھوڑی۔ اپنے رہنے اور کچہری کے لیے ایک عالیشان عمارت موسومہ رنبیر گڈھ اس نے اسکردو میں تعمیر کی جس کے اندر تمام عملہ سرکاری متعینہ اسکردو کی رہایش کا بھی انتظام تھا۔ یہ عمارت آجتک جزوی تبدیل کے ساتھ اسی غرض کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

مہتہ منگل کشتواریہ
تھانہدار لداخ اور بعد ازاں کاردار بلتستان

اُس کے ساتھ اُس نے ایک بہت بڑا باغ لگایا جس میں انواع واقسام کے درختان میوہ دار بلتستان و کشمیر سے منگوا کر نصب کئے۔ اور پھولوں سے اسے گلزار بنا دیا۔

عمارت کوتوالی درست کی اور ملزمان زیر تفتیش و زیر تجویز کے لیے حوالاتیں تیار کیں۔ عملہ کوتوالی کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کئے۔

قلعہ اسکردو چونکہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا جہاں ملازمانِ جنگی تنگ رہتے تھے۔ اُن کے رہنے کے لیے نالہ ست پر کے کنارے ایک قلعہ نما وسیع چھاؤنی اس نے تعمیر کی اور ملازمین جنگی کی آرام و آسایش کا ہر ایک انتظام درست کیا۔

اسی عمارت کے اندر قید خانہ بنایا۔ جو اب تک اس غرض کے لیے استعمال ہو رہا ہے عیالدار ملازمین سرکاری کے لیے اُن کی ضروریات کے مطابق مکانات سکونتی تعمیر کئے باغات سرکاری کے اندر جا بجا تفریح کے لیے بارہ دریاں تعمیر کیں۔

بازار اسکردو میں دوکانات تعمیر کیں۔

تمام علاقہ میں جا بجا کرم کشی ابریشم کے لیے کارخانہ جات تعمیر کیے۔

اسکردو سے سورو تک ایک طرف۔ اور اسکردو سے استق تک دوسری طرف اور اسکردو سے کھپلو تک تیسری طرف ہر ایک پڑاؤ پر لب سڑک مسافر خانے عام مسافروں کے لیے اور آرام گاہیں معززین کے لئے تعمیر کیں۔

شغر اور استق میں سپاہیوں کے لیے چھاؤنیاں تعمیر کیں۔ اور دیگر ملازمین سرکاری کے لیے مکانات سکونتی تعمیر کیے۔

کوٹھیات غلہ اسکردو۔ شغر اور استق میں بڑے پیمانہ پر اور دیگر مقامات میں جہاں جہاں ضرورت تھی حسب ضرورت تعمیر کیں

علاقہ روندو میں تانبہ کی کان دریافت ہوئی تھی اس سے تانبہ نکالنے کے لئے ایک کارخانہ موضع مندی میں تعمیر کیا اور اس کام کو جاری کیا۔

سرمہ گوگرد۔ اور ابرق کی کانیں بھی اس نے دریافت کیں۔ مگر یہ کام با منفعت ثابت نہیں ہوا اس لیے جاری نہیں کیا گیا۔

مختلف مقامات پر نو آبادیاں بنائیں۔ اور جدید مواضعات آباد کیے۔ جو آج تک آباد ہیں۔ جزوی نو توڑوں کی کوئی حد نہیں ہے۔

اُس کے ساتھ ہی اہل ملک کے ساتھ اُس کا برتاؤ اس درجہ مخلصانہ و پدرانہ درانہ تھا کہ کچھ لوگ مجھے ایسے ملے ہیں جو اسے خدا رسیدہ بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایسا کامیاب ملکی افسر دوسرا ملک بلتستان میں نہیں آیا۔ اور کشتوار میں مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی کہ اس کا خاندان آج تک آباد اور باعزت ہے۔

مہتہ منگل کے دو سالہ عہد حکومت کے بعد بھائی گنگا سنگھ۔ اس کے بعد رائے بہادر پنڈت رادھا کشن کول۔ اُس کے بعد لالہ دھنپت رائے۔ اُس کے پیچھے سید غلام جیلانی شلو یکے بعد دیگرے کاردار بلتستان رہے۔ مگر ان کے زمانہ کا کوئی بڑا کارنامہ مجھے دریافت نہیں ہوا۔ بعد ازاں کارداری ٹوٹ کر اسکردو میں تحصیل قائم ہوگئی۔ اور یہ دونوں تحصیلیں وزارت سرحدی کے ماتحت رہیں۔ بعد میں وزارت لداخ کے ماتحت ہوگئیں۔ اس کے بعد وزارت لداخ کا سرمائی صدر مقام اسکردو اور گرمائی صدر مقام لیہ لداخ مقرر ہوا اس زمانہ میں بلتستان میں نمایاں ترقیات ہوئیں جن کے دیکھنے والے ابھی دیر تک موجود رہیں گے اس لیے ان کی تفصیل کی سر دست ضرورت نہیں ہے۔

آٹھواں باب

اشاعتِ مذہب اسلام بلتستان و پوریگ و گلگت و لدّاخ میں

اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام کو عام طور پر حضرات امیر کبیر سید علی ہمدانی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر اس کے متعلق واقعات کچھ نہیں تبلائے جاتے۔ تاریخ کشمیر سے پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر کبیر تین دفعہ کشمیر میں تشریف لائے ہیں۔ ابتدائے سلطان شہاب الدین کے عہد (۱۳۶۰ء لغایت ۱۳۷۸ء) میں سید حسن بہادر بن سید تاج الدین بیہقی حضرت امیر کبیر کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم ورواج دریافت کرنے کے لیے کشمیر آیا تھا یہاں پہنچ کر جب یہ باریاب بارگاہ سلطانی ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اس کی حسن قابلیت سے خوش ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

بعد ازاں جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی سلطان شہاب الدین کے آخری حملہ پنجاب کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں میں کشمیر میں تھا وہ اُن کی خدمات انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہکر آپ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ ۷۷۴ھ مطابق ۱۳۷۲ء میں بمقام فیروزپور پہنچے تو سلطان شہاب الدین بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور آپ ہی کی تحریک سے فیروز شاہ تغلق اور سلطان شہاب الدین کے درمیان صلح ہوئی۔

دوبارہ بعہد سلطان قطب الدین ۷۸۱ھ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء میں جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے۔ اس دفعہ آپ کے ہمراہ سات سو سادات بھی تھے۔ سلطان قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں آپ کی مہمان نوازی پر مامور

رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لب دریا ایک صفہ یعنی دالان تیار کر کے عبادت آلہی میں مشغول ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ سلطان قطب الدین عموماً آپ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے کرتا رہا۔ حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے تبرکاً اپنی کلاہ مبارک اُسے عطا فرمائی جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا۔ اُس کے بعد اُس کی اولاد بھی بدستور اُس کو تاج میں رکھتی رہی یہانتک کہ آخر کار ۱۵۱۷ء میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرکہ اپنے ساتھ قبر میں لے گیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اُس زمانہ کے مشائخ کے سر حلقہ تھے پیشین گوئی کی کہ "تاج شاہی از سر شاہان کشمیر بر افتاد۔ و سرداری آں ہمہ رو بہ نگونساری نہاد" یعنی شاہی تاج بادشاہان کشمیر کے سر سے اتر گیا اور ان کی حکومت اُلٹ گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُسی دن سے حکومت میں زوال پیدا ہو گیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر کبیر چھ ماہ تک کشمیر میں قیام پذیر رہے اُس کے بعد تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ ہجری مطابق ۱۳۸۳ء میں پھر وارد کشمیر ہوئے لیکن جلدی ہی بعزم زیارت حرمین کھیلی تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اس جہان فانی سے دار البقا کا راستہ اختیار کیا۔ لاش مبارک ختلان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

ان دونوں سفروں کے سلسلہ میں کسی دفعہ آپ کا بلتستان تشریف لیجانا یا بلتستان کی راہ سے وارد یا واپس ہونا مذکور نہیں ہے۔ لیکن بلتستان میں آپ کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ میرے دوست مولوی سید عباس ساکن چھور کا نے جو حالات اشاعت اسلام کے لکھکر مجھے دیے ہیں ان میں وہ لکھتے ہیں کہ "آپ ایک عصا ہاتھ میں لیے ہوئے وارد کشمیر ہوئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اُس کے بعد اسکردو پہونچے۔ وہاں آپ کے وعظ و نصیحت کی برکت سے لوگوں کے دل رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آں حضرت نے کھری ڈونگ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی۔ اُس ملک میں یہ پہلی مسجد ہے جو تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد گمبہ اسکردو کی مسجد جامع نماز جمعہ و جماعت کی غرض سے تعمیر کی گئی۔ اور راجہ علی شاہ کے زمانہ تک

اس میں نماز جمعہ بجماعت ادا کی جاتی تھی پھر موضع کفچوں میں اس کا انتظام ہوا۔
اسکردو میں یہ انتظام کرنے کے بعد حضرت امیر کبیر شغر میں تشریف لے گئے اور شغر میں بھی طریق اسلام کو رائج کیا اور کو تھنگ سے لے کر نالہ براہلدو کے اخیر تک ایک طرف اور نیلی سے لے کر باشہ تک دوسری طرف آوازہ اسلام بلند کیا۔ بعد ازاں موضع امبورک میں قیام کر کے مسجد امبوڑک تعمیر کی جو علاقہ شغر کی پہلی مسجد ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے گنبد میں آں حضرت کا عصا اس وقت تک موجود ہے اس کے بعد مسجد چھبرونجی تعمیر ہوئی۔ اور اس مسجد کے اندر دیواروں پر سورۂ مزمل کو بخط جلی سیاہی کے اندر سفیدی میں بدستخط خود آں حضرت نے تحریر کیا۔ دروازہ شرقی سے بسم اللہ شروع کر کے چاروں طرف چکر دے کر اسی جگہ پہونچ کر ختم کر دیا۔ یہ تحریر آج تک موجود ہے
حضرت امیر کبیر جس زمانہ میں انھیں مسجدوں میں گوشہ گیر رہتے تھے آپ نے کتاب ذخیرۃ الملوک و کتاب المودت تصنیف کی۔ یہ کتابیں اب تک ملایان شغر کے پاس موجود ہیں۔ اہل تصوف اب تک انھیں پر عمل کرتے ہیں علاوہ ازیں کتاب منتخب مسمی بدعوات آداب ذکر خفی میں لکھی ہے الغرض آن حضرت نے پانچ سال تک اپنے اوقات شغر اور اطراف تبت میں چھورہ بٹ تک بسر کیے بعد ازاں سری نگر کو واپس چلے گئے۔

تاریخ سے ان واقعات کی تصدیق نہیں ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت امیر کبیر کے شاگردوں اور خلیفوں نے جو خدمات مذہبی بنام آن حضرت ملک بلتستان میں انجام دی ہیں انھیں بعد میں خوش اعتقادی سے لوگوں نے آں حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔
اہل کشمیر کے موجودہ لباس کو بھی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے اختراع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ آپ کے ورود کشمیر سے پیشتر اہل کشمیر ہندوستانی وضع کے چھوٹے کرتے اور دھوتی یا تنگ پاجامے پہنتے تھے آں حضرت کے ارشاد کے مطابق سلطان قطب الدین نے لباس تبدیل کیا یہ لباس ترکی وضع کا تھا اور حضرت امیر نے بجائے جبہ کے لمبا کرتا اس ملک کے لیے تجویز کیا۔ سلطان کے دیکھا دیکھی تمام ملک میں اس کا رواج

ہو گیا۔ جو جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک کشمیر کے ہندو مسلمانوں میں رائج ہے۔

بعد ازاں سلطان سکندر کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نوجوان فرزند سید میر محمد ہمدانی بائیس سال کی عمر میں تین سو ہمراہیان کو ساتھ لے کر ۷۹۶ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں وارد کشمیر ہوئے اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہ کر یہیں رحلت فرمائی۔ ان کا مقبرہ سری نگر میں موجود ہے۔ سلطان سکندر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اختیار کی۔ اور سلطان قطب الدین نے جس جگہ حضرت امیر کبیر کے لیے صفہ یعنی دالان بنوایا تھا اُس جگہ حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ معلی تعمیر کرائی اس کے اندر وہ صفہ بھی موجود ہے جہاں حضرت امیر کبیر سکونت پذیر رہے تھے اور آں حضرت کا چوغا اور عصا بھی یہاں رکھا ہوا ہے

باوجود اس طول طویل قیام کشمیر کے سید میر محمد ہمدانی کا بھی بلتستان جانا تاریخ کشمیر سے ثابت نہیں ہوتا۔ بالآخر قرعہ حضرت سید محمد نوربخش کے نام نامی پر پڑتا ہے۔

بعد میں حضرت سید محمد نوربخش جو حضرات امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہر زادے اور شاگرد خاص تھے اور راہ سلوک بھی رکھتے تھے بطور آن حضرت کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے۔ اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُن کی ذات سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں اُن کا ذکر ہے مگر ماہ و سال ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی۔ ان کی تاریخ وفات سنہ ۸۶۹ھ مطابق سنہ ۱۴۶۴ء درج ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت سنہ ۸۴۰-۵۰ھ کے مطابق سنہ ۱۴۳۵-۴۵ء کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہونگے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چو ہونگے
شگر میں غازی تھم اور
کھپلو میں شاہ اعظم

حکمران تھے۔ حضرت سید محمد نوربخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی چنانچہ اہل ملک نے یکے بعد دیگرے مذہب

اسلام اختیار کرنا شروع کردیا اور تھوڑے عرصہ میں کل آبادی اس دائرہ میں داخل ہو گئی۔
غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا اسلامی نام غازی میر رکھا۔ اور مسجد امبوڑک و مسجد چھ بروجی جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ غالباً سید محمد نور بخش نے باہتمام غازی میر تعمیر کیں۔

روایت میں اسکردو کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے مگر متذکرہ بالا بیان میں جو کام حضرت امیر کبیر کی طرف منسوب کیے ہیں وہ سید محمد نور بخش کے کام ہونے چاہئیں۔ غوطہ چھنگے کی بابت نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کے اوپر مذہب اسلام کا کہاں تک اثر ہوا۔ الغرض آپ اسکردو سے شغر میں آئے۔ اور شغر سے کھپلو تشریف لے گئے۔ کھپلو میں آپ نے تھوڑے ہی عرصہ قیام کیا اور تلقین اسلام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور آپ نے جامع مسجد چقچن کی بنیاد ڈالی۔ بعد ازاں آپ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ مگر اس عرصہ میں بلتستان کے تمام باشندوں کو مسلمان کر گئے۔

پوریگ کی بابت اس بارہ میں تحقیقات نہیں ہو سکی مگر بنائے اس واقعہ کے کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نور بخش کے پیرو تعداد کثیر موجود ہیں خیال یہی ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی دو ایک مقام پر موجود ہیں ممکن ہے کہ سید صاحب اسی راستہ سے اسکردو تشریف لے گئے ہوں اور پہلے اسی ملک میں تلقین اسلام کا کام شروع کیا ہو۔ یا یہ کہ کھپلو سے براہ ہنولا یہاں تشریف لائے ہوں۔ بہر حال پوریگ میں مذہب نور بخشی کے بانی حضرت سید محمد نور بخش ہی ہو سکتے ہیں جن کا نام آج تک اس علاقہ میں بڑے احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

مولوی سید عباس نے کتاب فقہ احوط نامی کی تصنیف کو بھی سید نور بخش کی طرف منسوب کیا ہے کہ انھوں نے اپنے فرزند شاہ قاسم فیض بخش کے نام پر تصنیف کی جو آج تک ان کے معتقدین کے درمیان رائج ہے۔ مگر بعد کے واقعات سے پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب تصنیف میر شمس الدین عراقی کی ہے جنھوں نے اپنے آپ کو حضرت سید محمد نور بخش کا خلیفہ ظاہر کر کے اُن کے مذہب کی تجدید کی اور در اصل مذہب شیعہ کی بنیاد قائم کی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

بعد ازاں سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام پر سنہ ۸۹۲ھ ہجری مطابق سنہ ۱۴۸۶ء میں میر شمس الدین عراقی خراسان سے تحائف لے کر کشمیر میں وارد ہوئے۔ لیکن بادشاہ کی علالت اور بعد میں اس کی وفات کے باعث دربار میں پیش نہ ہو سکے تاہم وہ کشمیر ہی میں ٹھہرے رہے۔ سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے زمانے میں وہ بابا اسمٰعیل کی خدمت میں پہونچے۔ اور اُن کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن در اصل وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ اور انھوں نے دوران قیام میں بابا علی نجار کو اپنے مذہب کا معتقد بنا لیا تھا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کیا اور سید محمد بیہقی اُس کا مدار المہام تھا تو میر شمس الدین عراقی کو اپنا وطن یاد آیا۔ اور آٹھ سال کے بعد سنہ ۹۰۰ھ ہجری مطابق سنہ ۱۴۹۵ء میں واپس خراسان چلے گئے۔ لیکن وہاں بھی انھیں رہنا نصیب نہیں ہوا اور خراسان سے جلا وطن ہو کر انھوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ یہاں پہونچ کر بابا علی نجار کی معاونت سے وہ علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ کاجی چک اور غازی چک آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے۔ اور اُن کے طریق کے پھیلانے میں ان کے معاون اور مددگار ثابت ہوئے۔

جب سید محمد بیہقی مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اُس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

کشمیر سے ملک بدر ہو کر میر صاحب اسکردو میں پہونچے تو چونکہ یہاں حضرت سید محمد نور بخش کا نام ہر شخص کے ورد زبان تھا۔ اور لوگ اُن کے نام پر جان دیتے تھے میر صاحب نے اپنے آپ کو سید صاحب موصوف کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت شروع کر دی اور اس میں نہایت کوشش کی۔ اس وقت

اسکردو میں مقپون بوخا

شگر میں گاوری۔

کھپلو میں راے بہرام

پورگ میں جلیب چو

حکمران تھے۔ ہر ایک جگہ سید محمد نور بخش کے نام سے میر صاحب کی بڑی عزت ہوئی

اور اس حکمت سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہوئے۔ پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کی خبر پہونچی تو میر صاحب تقریباً ۹۰۸ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء عیسوی میں واپس کشمیر چلے گئے۔

ممکن ہے کہ غوطہ چو سنگے یا بہرام سید محمد نوربخش کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہوں گر بوخا کے بیٹے شیر شاہ کی نسبت روایت ہے کہ اُس نے میر شمس الدین عراقی کا مذہب اختیار کیا۔ غالباً شغر و کھپلو میں بھی یہی صورت ہوئی ہوگی۔ مگر پوریگ میں سید محمد نوربخش کا مذہب جاری رہا۔

روایت کے مطابق بگوسکم یا بگو بمپر یعنی ابراہیم کے عہد میں دو بھائی سید ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ نالہ سلتورو تھگس میں وارد ہوئے۔ یہ سید محمد نوربخش کے پیرو تھے اور اسی مذہب کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ تھگس میں نالہ کے کنارے انھوں نے ایک چھوٹی مگر نہایت شاندار مسجد تعمیر کی۔ اور جب تک یہاں ٹھہرے اسی میں گوشہ نشین رہے۔ یہ مسجد اس وقت تک خستہ حالت میں موجود ہے اُس کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

"واذ یرفع ابراہیم من القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تاریخ غیب"

اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۲ھ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء کی ہے۔

تھگس سے یہ دونوں بزرگ تلقین اسلام کرتے ہوئے اور مساجد جامع بناتے ہوئے شغر پہونچے اس علاقہ میں بھی انھوں نے یہی کام کیا۔ اور سید محمد نوربخش کے مذہب کو خوب ترقی دی۔ کچھ عرصہ وہ بمقام چھوردن دداسوسنید مقیم رہے۔ پھر سید ناصر کہیں چلے گئے اُن کا پتہ نہیں لگا۔ اہل شغر کا اعتقاد ہے کہ داسوسنید کے پہاڑ پر غائب ہو گئے۔ بعد ازاں ان کا چھوٹا بھائی سید علی ملک اسکردو میں اشاعت مذہب نوربخشی کرتا رہا۔ اور بالآخر بمقام کواردو واصل بحق ہوا۔ اُس کا مزار اُس جگہ اس وقت تک موجود ہے۔ اور مرجع خواص و عوام ہے۔

یہ واقعہ عبداللہ خان اور حسن خان کے کسی درمیانی راجہ کے عہد کا یا راجہ امام قلی خان کے ابتدائی عہد کا ہونا چاہیے۔ جب کہ یہ دونوں بزرگ شغر پہونچے اور اُس

علاقہ میں انھوں نے سید محمد نوربخش کے عقیدہ کے مطابق تبلیغ اسلام کی اور مساجد جامع تعمیر کیں۔

اسکردو کے حالات میں تحقیق نہیں ہو سکا کہ سید علی طوسی کے اُس علاقہ میں وارد ہونے کے وقت کون راجہ تھا۔ غالباً یہ زمانہ غازی میر اور اُسکے ولیعہد علی شیر خان انچن کے جنگ و جدال کا ہونا چاہیئے

بعد ازاں راجہ اعظم خاں کے عہد حکومت شگر میں دو بھائی سید یحیٰی اور سید مختار غالباً ترکستان سے وارد شگر ہوئے یہ دونوں بھائی علاقہ شگر میں تبلیغ اسلام کرتے رہے کچھ عرصہ شگر میں اور بعد ازاں چھورکا میں مقیم ہے پھر راجہ نے چھوٹے بھائی سید یحیٰی کے ساتھ سازش کر کے سید مختار کو تکلیف پہونچانی چاہی وہ کریس چلے گئے۔ وہاں انھوں نے جامع مسجد تعمیر کی اور سید محمد نوربخش کے مذہب کو خوب استحکام دیا پھر وادی شایوق میں چھورہ بٹ تک قریب قریب ہر ایک گانوں میں مساجد اور جابجا جامع مساجد تعمیر کیں۔ اور اپنے شاگردوں میں سے ملا ہر ایک مسجد میں تبلیغ و تعلیم کی غرض سے تعینات کئے اور چھورکا واقعہ وادی شگر میں بھی اپنا قائم مقام تعینات کیا انکی اولاد ابتک ان مقامات میں موجود ہے۔

الغرض سید محمد نوربخش کی اشاعت اسلام کو استحکام انھیں فقرا اور مشائخ کے ذریعے سے ہوا ہے جنکے مزار جابجا موجود ہیں اگر اُن سب کے حالات لکھے جائیں تو ایک پوری کتاب اسی مضمون پر بن جائیگی

سورو و کرتسے میں مذہب اسلام کی ابتدا ارگیل یوم لدے سے ہوئی ہے جس نے تقریباً ۱۵۲۵ء مطابق ۹۳۲ھ میں کشمیر میں مذہب اسلام اختیار کیا۔ اس کے ساتھ کشمیر سے کچھ مسلمان علمار آئے انھوں نے طبہ میں سکونت اختیار کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔

اس کے بعد کونگا تھگیل راجہ سورو و کرتسے نے اپنے بیٹے تھی تھگیل کی شادی اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ کی۔ جو کرتسے میں پہونچ کر بڑلا خاتون کے نام سے مشہور ہوئی اسکے ساتھ اخون محمد شریف اسکردو سے آئے اُس نے گانوں بہ گانوں علما بغرض تبلیغ اسلام تعینات کر دیے اور خود بھی اسی کام میں مصروف ہو گیا۔ اُس کی محنت بتدریج بار آور ثابت ہوئی۔

تھی تھگیل کے بیٹے تھی محمد سلطان کو تعلیم دینے کے لیے ایک عالم سید میر ہاشم نام کشمیر سے منگوائے گئے۔ انکے ساتھ کچھ علمار اور طلابھی کشمیر سے آگئے۔ انھوں نے مختلف دیہات میں سکونت اختیار کی اور تبلیغ کے کام میں مصروف رہے۔

ان سب کی مجموعی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام ملک میں مذہب اسلام پھیل گیا اور بلتستان کی طرح اس ملک میں بھی کوئی نام لیوا سابقہ مذہب کا باقی نہیں رہا۔ ان بزرگوں کے مقبرے

جابجا موجود ہیں اور ان میں سے بعض کی اولاد بھی مختلف دیہاتوں میں پائی جاتی ہے۔

بعد ازاں سنہ ۸۴۰ھ مطابق سنہ ۱۴۳۵ء میں سوت چگتن و شگر میں سید محمد نور بخش نے مذہب اسلام کی بنیاد قائم کی جسے بعد میں ان کے شاگرد استحکام کو پہونچاتے رہے جس کا اثر آج تک باقی ہے اور اہل ملک بتعداد کثیر اس وقت تک ان کے پیرو ہیں۔

شغر سنگھو دور اس کی درد اقوام میں مذہب اسلام غالباً استور و گلگت کی طرف سے پہونچا ہے وہ لوگ عموماً مذہب حنفی کے پیرو ہیں۔

بودھ کھرپو سے اوپر کے علاقہ میں اسلام کا اثر نہیں پہونچا کیونکہ کوئی باقاعدہ مبلغ اس طرف نہیں گیا۔ ملک لداخ میں اسلام نے جو قدرے قلیل نفوذ کیا ہے وہ کشمیری و یارقندی سوداگروں کے اثر تک محدود ہے۔ اس پر نمایاں زیادتی اُن لوگوں کے ذریعے ہوئی ہے جو کشمیر اور بلتستان سے ترک وطن کر کے لداخ میں آباد ہوے اور اپنی عملی مثال سے باہستگی اپنا مذہب پھیلاتے رہے۔ چنانچہ آہستگی کے ساتھ اس کی ترقی جاری ہے۔ جس کی اکثر تعداد شہر لداخ اور دو تین ملحقہ دیہات میں پائی جاتی ہے اور نوبراہ کے دو چار دیہات میں بھی کسی قدر پائی جاتی ہے۔

زانسکار میں اسلام ایک کشمیری تاجر رزاق جو کے ذریعے پہونچا جسے گیالپو سنگے نمگیل نے سنہ ۱۶۱۰-۲۵ء میں اپنے بیٹے دے چھوک نمگیل کی امداد کے لیے بھیجا تھا اور بالا خر وہ زانسکار میں آباد ہو گیا۔ اور بتدریج ملک میں اثر ڈالتا رہا۔ اس سے اب تک دو دیہات میں تیس چالیس گھرانے اہل اسلام کے پیدا ہو گئے ہیں اور آہستگی کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔

گلگت کے متعلق روایت ہے کہ اس ملک میں اسلام کی بنیاد آذر و شمشیر کے زمانہ (سنہ ۱۱۱۱ء) پڑی ہے گو کہ خود شمشیر نے بعد تسخیر گلگت اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مگر اس کے عہد میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی۔ سید سلطان علی۔ سید شاہ ولی سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ سید میر ابراہیم اس ملک میں وارد ہوے۔ انھوں نے مذہب اسلام کی تلقین کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا۔ ان بزرگوں کے

مزار گلگت کے مختلف علاقہ جات میں اب تک موجود ہیں اور مرجع خواص وعوام ہیں اور طرح طرح کی کرامات وخرق عادات ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

بعد میں تراخاں کے زمانہ میں سنہ ۱۲۹۰-۳۳۵ء تاج مغل نے بدخشان سے گلگت پر حملہ کیا اُس نے ایک جدید مذہب گلگت میں رائج کیا جس کا نام اُس کے رائج کرنے والے کے نام پر مغلی رکھا گیا۔ جو بعد میں کثرت استعمال سے بگڑ کر مولائی ہو گیا تراخاں نے اس مذہب کو اختیار کیا اور اُس کی اشاعت میں کوشش کی۔

پونیال۔یاسین۔ چترال۔ اور ہونزہ میں بھی اسی تاج مغل کے ذریعے یہ مذہب رائج ہوا۔ جہاں یہ آج تک موجود ہے۔ مگر خاص گلگت میں اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور جس زمانہ میں۔ میں گلگت میں تھا سنہ ۱۹۴۹-۳۰ء ایک گھرانے (راجہ کمال خاں لوٹل) کے سوا میں نے اور کوئی شخص اس تمام علاقہ میں اس مذہب کا پیرو نہیں دیکھا۔

مجھے اس مذہب کے عقائد معلوم نہیں ہیں۔ کیونکہ جس کسی سے میں نے دریافت کیا۔ اس نے انکے اظہار سے گریز کیا۔ حتی کہ چترال کے بڑے پیر صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ پہلے ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ پھر عقائد بتلائے جائیں گے۔ گلگت کے مولویوں کا خیال ہے کہ یہ مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فضیلت دیتا ہے۔ پیر کے حکم کو وحی آسمانی کی طرح مانتا ہے۔ اُس کے پیرو پیر سے بہشت کا پروانہ حاصل کر کے اپنے ساتھ قبر میں لیجاتے ہیں۔ حج ان کا بمبئی کے پیر کے طواف پر محدود ہے حرمت خمر کے قائل نہ تھے۔ مگر حال میں معلوم ہوا کہ بمبئی سے اُس کی ممانعت ہو گئی ہے لہذا اس کا استعمال اب بند ہو گیا ہے۔ موجودہ سرگروہ اس فرقہ کے بمبئی کے ہز ہائی نس سر آغا خاں ہیں۔ جن کے نائب اس علاقہ میں تعینات ہیں ان کی تنظیم بہت باقاعدہ ہے

بعد میں علی شیر خان انچن راجہ اسکردو سنہ ۱۵۹۵-۱۶۳۳ء اور اس کے پوتوں شیر شاہ علی شاہ وشاہ مراد سنہ ۱۶۹۶-۱۷۱۰ء کے حملوں کے سلسلہ میں اسکردو کے ساتھ گلگت کا تعلق پیدا ہو گیا۔ اس سے متاثر ہو کر مرزا خاں راجہ گلگت سنہ ۱۶۶۵-۱۷۰۰ء نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔ اس طرح سے شیعہ مذہب کی اشاعت اس ملک میں شروع ہو گئی جس نے

خاصی ترقی اس ملک میں حاصل کی خود میر شمس الدین عراقی اس ملک میں نہیں آئے۔ مگر اسکردو کی طرف سے مجتہدین وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے رہتے ہیں۔ الغرض اس وقت یہی دو مذہب یعنی اہل سنت وجماعت و اثنا عشری گلگت میں رائج ہیں نگر کے لوگ شیعہ ہیں اور گلگت سے نیچے وادی سندھ میں چیلاس و خود مختار اقوام سب اہل سنت وجماعت ہیں۔ ان کے درمیان مجھے بعض مولوی بہت اعلیٰ تعلیم کے اور بہت روشن خیال ملے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ کوہستانی بمقابلہ ہندوستان کے دیہاتیوں کے بہت زیادہ شائستہ ہیں۔

مذہبی آثار قدیمہ اس ملک میں ان چھ بزرگوں کے مزاروں کے سوا جن کے نام اوپر مذکور ہوئے یا ان چند بزرگوں کے مزاروں کے سوا جنھوں نے بعد میں اس مذہب کو استحکام دیا اور کچھ اس ملک میں موجود نہیں ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمدن اس ملک کا بلتستان کے درجہ تک کبھی نہیں پہونچا۔ البتہ اب سرکار جموں وکشمیر کے انتظام کی برکت سے اس ملک میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

مردم شماری تحصیل اسکردو (بلتستان)

سال		مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۸۷۳ء (سرسری) اسکردو وزگل مع نمانسکار		۲۹۸۸۱	۲۸۱۴۹	۵۸۰۳۰
سنہ ۱۸۹۱ء (سرسری) صرف تحصیل اسکردو		۴۵۱۲۶	۴۱۸۴۰	۸۶۹۶۶
سنہ ۱۹۰۱ء باقاعدہ	علاقہ حراموش	۳۰۲	۲۹۳	۵۹۵
	باقی تحصیل اسکردو	۵۰۰۲۴	۴۹۰۸۰	۹۹۱۰۴
	میزان	۵۰۳۲۶	۴۹۳۷۳	۹۹۶۹۹

علاقہ وار شمار سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ باخراج حراموش

علاقہ	مرد	عورت	میزان
روندو	۴۹۵۳	۴۷۰۲	۹۶۵۵
اسکردو	۱۱۰۸۳	۱۰۹۵۶	۲۲۰۳۹
وادی شغر	۹۱۸۲	۸۸۶۰	۱۸۰۴۲
وادی باشہ	۲۰۱۲	۱۸۱۴	۳۸۲۶
وادی برالدو	۱۵۲۲	۱۶۱۳	۳۱۳۵
پرکوتہ	۴۳۰۳	۴۰۱۸	۸۳۲۱
کرس	۴۳۶۱	۴۴۷۷	۸۸۳۸
کھپلو	۱۳۲۷۶	۱۴۰۵۷	۲۷۳۳۳
چھورہ بٹ	۲۵۳۵	۳۰۷۱	۵۶۰۶
میزان کل	۵۳۲۲۷	۵۳۵۶۸	۱۰۶۷۹۵

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار تحصیل اسکردو

سال	مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۱۵۷۲	۵۱۱۷۳	۱۰۲۷۴۵
سنہ ۱۹۳۱ء	۵۴۴۸۱	۵۲۹۹۶	۱۰۷۴۷۷

پانچواں حصہ

تاریخ پوریگ و زانسکار

(کرگل)

دیباچہ

اس ملک کے تحریری حالات مجھے بالکل دستیاب نہیں ہوسے اور اس کا تمدن بظاہر اس درجہ پست رہا ہے کہ غیر ممالک کی تاریخ میں اس کا حوالہ بھی بہت کم پایا جاتا ہو لہذا تمامتر انحصار اس ملک کی تاریخ کا قومی روایات پر ہے جن کا کھوج لگانے میں میں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور جہاں تک کہ ممکن تھا لداخ اور بلتستان اور نیز گلگت کے واقعات سے اُن کی تصدیق کی ہے۔ ذکاراللہ کی تاریخ ہند میں صرف ایک جگہ اس ملک کا حوالہ پایا گیا جس سے میں نے فائدہ اٹھالیا ہے۔

اس ملک میں طوائف الملوکی کا دور زیادہ دیر تک جاری رہا ہے بعد میں سورو دکرتسے سوت اور پشکم میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں مگر دراس اور شنگھو شغر میں طوائف الملوکی کا دور بدستور قائم رہا تاوقتیکہ ہمسایہ ریاستوں نے انھیں جذب کر لیا۔ زانسکار کی بھی قریب قریب یہی حالت رہی ہے۔ اس لیے اس ملک کی تاریخ کو میں نے چار باب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب کی پہلی فصل میں علاقہ پوریگ یعنی سوت دپشکم دسورو دکرتسے کی ابتدائی آبادی کا بالاجمال ذکر کیا۔ دوسری تیسری اور چوتھی فصل میں سورو دکرتسے پھوکر دلمبہ دو اکھا کی تاریخ مذکور ہوئی ہے۔

دوسرے باب میں سوت دچکتن وپشکم کی تاریخ کا بیان ہے۔

تیسرے باب میں شغر شنگھو و دراس کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں زانسکار کے حالات کا بیان ہے

اس علاقہ کے حالات کی تحقیق میں مولوی محمد حسین نے بڑی امداد کی ہے اور بہت مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں۔ اور مرزا محمد خان نے بھی بہت امداد کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکرگذار ہوں۔

گولا گنج لکھنؤ
۱۰ - اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

پانچواں حصہ

تاریخ پوریگ و نیز انسکار (کرگل)

پہلا باب

تاریخ سورو۔ کرتسے۔ پھوکر۔ ملبہ و واکھا

(۱) ابتدائی حالات پوریگ (۲) تاریخ سورو و کرتسے (۳) تاریخ سورو و کرتسے بعد تقسیم (۴) حکومت نیامگیل گیالپوے لداخ بذریعہ تبعیت (۵) تاریخ پھوکر۔ ملبہ۔ و واکھا بعد تقسیم

(۱)

نالہ لامہ یورو و دنلا کے اتصال دریائے سندھ سے لیکر درہ زوجی لا تک اور رنگدوم کی درمیانی وادی سندھ کے جو ملک ہے اس کا نام زمانۂ سلف میں پوریگ تھا۔ اور اب بھی جزوی تبدیلی حدود کے ساتھ اس کو پوریگ کہا جاتا ہے گو کہ کرگل میں تحصیل قائم ہو جانے کی وجہ سے سرکاری طور پر اس کا نام کرگل ہو گیا ہے۔ مگر اہل ملک کے درمیان اب بھی پوریگ کا نام زیادہ تر زبان زد خواص و عوام ہے۔

علاقہ پوریگ بلحاظ آب و ہوا اور پیداوار کے لداخ کی طرح ہے۔ البتہ پائیں وادی سورو میں سردی کی وہ شدت نہیں ہے اور برف باری بھی یہاں ہوتی ہے بارش بھی کسی قدر ہوتی ہے۔ لیکن اتنی نہیں جس سے زراعت کو کوئی فائدہ پہونچ سکے۔ زراعت کا انحصار آب پاشی اور برف باری پر ہے بوقت تخم ریزی جبکہ کوبل یعنی گاؤں کی نہر بوجہ یخ بستہ ہونے

کے بند ہوتی ہے۔ کھیتوں میں خاک ڈالکر برف کو پگھلاتے ہیں جب برف کے اوپر خاک چھڑک دی جائے تو برف کی تہہ خواہ چند انچ یا ایک دو فٹ موٹی ہی کیوں نہ ہو۔ دو ایک روز کی دھوپ سے پگھل جاتی ہے اور اراضی کو تر کر دیتی ہے۔ یہ طریقہ میں نے اسی ملک میں دیکھا ہے۔ اس سے دو فائدے ہیں اراضی تخم ریزی کے لیے برف کے قدرتی طور پر پگھلنے سے چند روز پیشتر برف سے صاف ہو جاتی ہے اور آب پاشی بھی ہو جاتی ہے۔

پیداوار گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ غرس۔ ترنبہ۔ چینا۔ کنگنی۔ باقلہ۔ مسور اور سرسوں وغیرہ قریب قریب لبتستان کی طرح ہیں۔ خوراک کا انحصار زیادہ تر گرم پر ہے۔ ترکاریوں میں شلجم عام ہے اور بعض اقسام کی دوسری ترکاریاں اور ساگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جانوروں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے

میوہ بہت کم ہے۔ وادی سورو وادی دراس کے پائینی حصہ میں زرد آلو پیدا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے وادی سندھ میں خوبانی اور زرد آلو اور انگور اچھا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کثرت سے ہے۔ اور پھول بھی بکثرت کاشت کیے جاتے ہیں جنکے دردلوگ بہت شوقین ہیں۔

چیڑ کا جنگل گوکہ کرگل کے قریب ایک نالہ میں موجود ہے لیکن چوب عمارتی زیادہ تر سفیدہ اور بید کے کاشت کردہ درختوں سے لی جاتی ہے۔ جنگل سے لکڑی لانے کی تکلیف لوگ نہیں برداشت کرتے۔

صنعت و حرفت اس علاقہ میں کچھ نہیں ہے صرف خانگی استعمال کے لیے اونی کپڑا از قسم پٹو قریب قریب ہر گھر میں تیار ہوتا ہے۔ اور زن و مرد تمام سال اونی لباس استعمال کرتے ہیں۔ ایک قسم کا پشمدار پٹو جو دیکھنے میں چرم معلوم ہوتا ہے اس علاقہ کی خصوصیت ہے از قسم پیداوار کسی چیز کی برآمد اس علاقہ سے نہیں ہے بلکہ پارچات سوتی اور گوڑ شکر دبائے وغیرہ کی قسم کا سامان کشمیر اور ہندوستان سے درآمد ہوتا ہے اور کچھ غریب لوگ موسم سرما میں جب کہ زراعت کا کام بند ہوتا ہے۔ ہندوستان کے پہاڑی مقامات میں مزدوری کے لیے چلے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے یابو اور بیل لے کر سرینگر اور کرگل کے درمیان بارکشی کا کام بھی کرتے ہیں اور اس طرح سے اپنی نقدی ضروریات کی کمی کو پورا کرتے ہیں

عموماً لوگ خوش گندراں ہیں ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں۔ درد اقوام کا مذہب عموماً سنی اور باقی لوگوں کا مذہب نوربخشی ہے کچھ شیعہ بھی ہیں مگران کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ سرحد لداخ کی طرف کچھ بودھ بھی آباد ہیں اور وادی سندھ میں چند دیہات میں ایسے درد لوگ آباد ہیں جو اپنے قدیمی مذہب پر آج تک قائم ہیں ان کا رسم و رواج عام بودھ لوگوں سے مختلف ہے اور لباس بھی مخصوص رکھتے ہیں۔

طلاکشی کا کام وادی دراس اور دریائے دراس و سورو کے اتصال سے نیچے اس متحدہ دریا کے سندھ کے ساتھ نقطہ اتصال تک بکثرت ہوتا تھا۔ کان کھود کر اندر سے خاک طلا نکال کر اُسے دھویا جاتا تھا اور ریگ طلا برآمد کی جاتی تھی حال میں یہ کام ترک ہو گیا کہا جاتا ہے کہ اب کافی مقدار سونے کی برآمد نہیں ہوتی ہے اور محنت کا پورا صلہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا جسے اب صرف دریائے سندھ میں جاڑے کے موسم میں دریا کے کنارے کی ریت کو جس کے اوپر اب خزیں کے موسم میں دریا چلتا رہا ہو۔ دھو کر ریگ طلا برآمد کی جاتی ہے اس میں بمقابلہ کان کی مٹی کے سونے کی مقدار کم ہوتی ہے۔ مگر محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔

از قسم معدنیات تبلایا جاتا ہے کہ تانبہ اور ابرق رنگدوم کے قریب پایا جاتا ہے۔ بلور جابجا نالوں کے اندرونی حصوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ مگر ان کانوں سے کام نہیں لیا جاتا۔

اس علاقہ کے تاریخی حالات نہایت تاریکی میں ہیں کوئی تحریر یا کتبہ ایسا نہیں ملا جس سے ابتدائی آبادی اور قدیم حالات کا پتہ چل سکے۔ صرف لوگوں کی زبانی روایات اور قومی گیتوں کی تحقیق و تنقید کرنے کے بعد بڑی کوشش سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتداءً اس علاقہ میں دو شخص دستق بلدن اور سرگیا موتق مع اپنے ہمراہیوں کے ہندوستان کی طرف سے وارد ہوئے۔ انھوں نے موضع پشکم کے محلہ دُودُو میں نالہ شاکو لچے کی پہاڑی میں ایک غار کے اندر سکونت اختیار کی۔ اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ایک مکان موضع پشکم کے محلہ کھر دنگ کے بالمقابل ازن تھنگ میں بنایا جو سرگیا موتق کھر کے نام سے مشہور ہوا۔ رفتہ رفتہ انھوں نے نہریں تعمیر کیں اور زراعت کو ترقی دی۔ کہا جاتا ہے کہ ابتدائی نہر کربہ تھنگ اور نہر سالس کوٹ کے بانی بھی یہی لوگ تھے۔ یہ اب متروک ہو چکی ہیں۔

یہ لوگ اس کام میں مصروف تھے کہ علاقہ زانسکار کی طرف سے لامہ نارو صاحب مع گورو ادرگین پدما کے دس ملک میں تشریف لائے وہ وستی پلدن اور سرگیا موتق کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے جب وہ کشمیر جا رہے تھے تو انھوں نے دراس میں ایک چٹان کے اوپر بیرو کھر کے بالمقابل دریا کے دوسری جانب شکچہ میں ایک مورت کندہ کی جو اب تک موجود ہے لامہ پدما کی یادگار میں کربتھنگ میں ایک چھورتن تعمیر کی۔ اس کا نام ونشان میں نے کہیں نہیں پایا البتہ ندا ایک جگہ کچھ پتھر پڑے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ یہ پتھر اس عمارت کی یادگار ہوں۔

اس زمانہ میں کچورا واقعہ بلتستان سے لے کر کھلسی تک دریائے سندھ نے ایک جھیل سی بنائی تھی اور کشمیر کی جھیل کا پانی بتدریج خارج ہو رہا تھا۔ اور زمین برآمد ہو رہی تھی جس میں آبادی کا انتظام جاری تھا۔ اس آبادی کا آغاز رقبہ پامپور سے ہوا۔ لامہ نارو نے پامپور میں قیام کیا جب کشمیر کی آبادی میں ترقی ہوئی تو اہل کشمیر اپنے مال ومویشی لے کر چرائی کے لیے اور نیز شکار کی غرض سے پوریگ کی طرف آنے لگے۔ یہ دستور اب تک جاری ہے۔ البتہ آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے صرف پہاڑوں کی دھاروں تک محدود ہے۔

اسی طرح سے جب دریائے سندھ کی جھیل مذکورہ بالا کا پانی خارج ہونے لگا۔ اور زمین برآمد ہونی شروع ہوئی تو وسط ایشیا کی آریا اقوام جن کی آبادی کا سلسلہ گلگت اور استور تک پہونچ گیا تھا بلتستان کی طرف بالائی وادی سندھ میں بڑھیں۔ پہلے یہ لوگ چرائی مال ومویشی اور شکار کے لیے بلتستان اور پوریگ میں آتے رہے۔ رفتہ رفتہ انھوں نے یہاں آباد ہونا شروع کر دیا۔ یہ نسل اب تک بلتستان پوریگ اور لداخ میں موجود ہے جنھیں عام طور پر بُرد کپا یا لکو کپا کہا جاتا ہے۔

ان آبادکاروں میں تین طایفے تھے ایک شین۔ دوسرا ایشکن اور تیسرا ڈوم۔ شین غالباً وہی لوگ ہیں جنھیں زمانہ قدیم میں اشخین کہا جاتا تھا۔ اس قوم کی حکومت ایک زمانہ میں شمالی ہندوستان تک رہی ہے۔ اور اب تک اپنے ملک میں انھیں اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

پوریگ میں ان گلگتی اقوام کے وارد ہونے کے متعلق روایت ہے کہ سب سے پہلے سارل۔ ہیورل۔ بارل۔ لاغس برچے اور یغ چو پوریگ میں آئے۔ ان میں سے سارل اور ہیورل نے سوت کے علاقہ میں شنمان کے راستہ پر سکونت اختیار کی۔ اور لوٹو بھنگ کو نو

کو ڈکر کے مزروعہ بنایا یارل نے گرگل میں آبادی شروع کی۔ اور لاغس پہچے نے سمجی کے
موقع پر سکونت اختیار کی اور زراعت کا آغاز کیا۔ بنج چونے بردمیں آبادی کی بنیاد قائم کی۔ یہ
لوگ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے ان کے درمیان کوئی حاکم و محکوم نہ تھا۔

تحقیقات سے پایا گیا ہے کہ لداخ میں ابتدائی آبادی گرگیا کے لوگوں نے جنہیں لداخ
کی زبان میں مون کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ملک کو مون یول کا نام دیا جاتا ہے۔ بمقام گیا شروع
کی۔ اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ رونگ۔ ٹاپچی۔ چمرے۔ وساکٹی میں پھیل گئے۔ اسی زمانہ میں سمیان
تی سوک و گنگا سوک جو غالباً اسی نسل سے تھے مع اپنے ہمراہیوں کے پائین وادی سندھ
میں چلے آئے۔ اور انھوں نے چگتن کی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ چگتن کی آبادی کے قائم ہو جانے
کے بعد انھوں نے دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر اجنا تھنگ کو آباد کیا۔ اور ہر دو
آبادیوں کے درمیان آمد و رفت کے لیے دریائے سندھ کے اوپر جھولا بنایا۔

یہ جھولا موجودہ زمانہ کے معلق پل کی ابتدائی صورت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ
ہے کہ بھوج یا بید کے درخت کی پتلی شاخوں کو اُمیٹھ کر موٹے رسے تیار کیے جاتے ہیں۔ اور
ایسے چھ چھ سات رسوں کو ایک ساتھ بٹ کر تین موٹے رسے بنائے جاتے ہیں۔ دریا کے
دونوں جانب اگر چٹان مل گئی تو چٹان پر کچھ انتظام کر کے ورنہ دریائی گول پتھروں سے پایہ
تیار کر کے اس کے ساتھ ایک موٹا رسہ دریا سے گذار کر دونوں جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں
اس رسہ سے تقریباً تین چار فٹ کی بلندی پر مابقی ہر دو موٹے رسے ایک دوسرے سے
تین چار فٹ کے فاصلہ پر اس طرح سے کہ پہلا رسہ ان کے وسط میں رہے۔ دریا سے گذار کر
ہر دو جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں پھر ہر دو بالائی رسوں کو پھیلی ہوئی دو شاخہ ✓ لکڑیوں
کے ساتھ جا بجا جکڑ دیتے ہیں تاکہ یہ رسے اپنی اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ بعد ازاں ان تینوں رسوں
کو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر درخت کی شاخوں کے معمولی رسوں سے باندھ دیتے ہیں کہ پائینی
رسوں کا تعلق بالائی رسوں کے ساتھ قائم رہے اس کا نام بیرونی اشخاص کی زبان میں جھولا ہے
ملکی آدمی مختلف مقامات پر اسے مختلف نام دیتے ہیں۔ اس کے اوپر چلنے کا یہ دستور ہے کہ
انسان پائینی رسہ پر پاؤں رکھتا ہے اور بالائی رسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے اور وزن
برابر رکھکر ہاتھ اور پاؤں باری باری سے اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور دو شاخہ لکڑیوں کو

نانگھ کر نکل جاتا ہے چونکہ جھولے کو درمیان سے دریا کے کناروں کے ساتھ باندھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اس کا درمیانی حصہ ہوا سے جھولتا ہے۔ اس کی وجہ سے اور نیچے بہتے ہوئے پانی کو دیکھکر یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ جھولا اوپر کی طرف اڑا چلا جا رہا ہے۔ اس سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو چکر آنے لگتا ہے۔ لیکن جب عادت ہو جائے تو پیٹھ پر بوجھ لادکر انسان دوڑتا ہوا اس کے اوپر سے گذر جاتا ہے۔

تی سوک اور رگیا سوک کے ہمراہیوں میں سے چوچو کونزدم اور چو پلدن نے سمرا کو آباد کیا اور رونگ مرزن نے تگچہ کو آباد کیا۔ الغرض علاقہ چگیتن کی آبادی کی بنیاد اُن لوگوں نے قائم کی جو لداخ کی طرف سے ان اطراف میں وارد ہوئے۔

وادی سورو میں بھی آبادی کا آغاز قریب قریب اسی زمانہ میں ہوا۔ اسکی نسبت پرانے گیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص رونگ لوچن نامی جو گلگتی درد نسل سے تھا رنگ یول (بدخشاں) سے وادی سورو میں آیا۔ اس نے وادی سورو میں پہونچ کر کوہ کے بالمقابل آبادی شروع کی اور اسے اپنے نام کی نسبت سے لوچنے کا نام دیا۔ آبادی سے متصل ایک پہاڑی کے اوپر قلعہ تعمیر کیا جس کا نام لوچنے کھر رکھا۔ اب یہ قلعہ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ اس موقع پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے جسے اس قلعہ کی باقیات تصور کیا جا سکتا ہے۔

رونگ لوچن کی اور اس کے ہمراہیوں کی اولاد نے رفتہ رفتہ وادی سورو کا بالائی حصہ آباد کر لیا۔ اس اثنا میں پورانگ سے کچھ آدمی آکر نالہ فو میں آباد ہو گئے اور انھوں نے اس موقع پر زراعت شروع کر دی۔

رونگ لوچن نے جو آبادیاں قائم کیں اُن کی حکومت بھی اسی کے ہاتھ میں رہی اور اس کے بعد ورا ثتہً اس کی اولاد کو ملی۔ نالہ فو کی آبادی بھی رونگ لوچن کی اولاد نے اپنی حکومت میں شامل کر لی بعد میں انھوں نے کرتسے میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرکے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس نسل کا آخری حکمران تھی تھل سنگبو سوک تھا جس کے حالات آگے چل کر مذکور ہوں گے۔

اسی زمانہ میں یا اس کے قریب زمانہ میں دو بھائی کھیوا کھی لون یا بروایت دیگر

کھیوا اکھی الدے اور شیلو گن ٹونگ رونگ یول کی جانب سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے شکار کھیلتے ہوئے لنگشٹ کے راستہ سے زانسکار جا پہونچے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دونوں شخص شارل کی اولاد میں سے تھے جو لنگشٹ کے راستہ سے زانسکار میں وارد ہوئے انھوں نے زانسکار میں بمقام ہیمی لنگ آبادی شروع کی۔ ہیمی لنگ یعنی شکاری آدمی اور لنگ شٹ یعنی شکارگاہ کے نام ان کے بانیان کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں ان میں شیلو گن ٹونگ نے اسی جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کی اولاد نے بعد میں رملا کیا گانگ بھی آباد کیا۔ جہاں وہ اب تک آباد ہیں انھوں نے اپنی اکثر آبائی رسوم کو اس وقت تک قائم رکھا ہے۔ شی ٹمنبا نمبردار ہیمی لنگ اسی کی نسل میں سے ہے۔

کھیوا اکھی الدے کو زانسکار پسند نہیں آیا وہ بعد میں ہیمی لنگ سے سورو کرتسے کے راستہ پوریگ پہونچا۔ اس نے بمقام پشکم رہائش اختیار کی اور زراعت شروع کر دی اور موجودہ پشکم کے محلہ گرٹونگ میں پررونق گھر تعمیر کیا اور اس میں آرام سے رہنے لگا۔ اس کے کھنڈر آج تک موجود ہیں۔

اس کی اولاد اور اس کے ہمراہیوں نے کرت۔ تیجا۔ کوکستے۔ لوچم۔ اکبو۔ اور گل کے مواضعات کو آباد کیا۔ اور وہ عرصہ تک اس حصہ ملک کے حکمران رہے۔ ان کا آخری راجہ نم کھار گیال تھا۔ اس نے تیجا رونگ میں قلعہ تعمیر کیا جس کے نشانات اس وقت تک موجود ہیں اس کی اپنی رانی سے کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک غیر صحیح النسب لڑکا منتھل سگبوسوک تھا جو خانہ دامادی کے طور پر کرتسے میں حکمران رہا۔ مگر بالآخر اپنے خسر کی سازش سے قتل ہوا۔ اس طرح اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

سارل وغیرہ کے زمانہ کے قریب ہی ایک بارسوخ آدمی ٹھاچو مع منل بگ کے بروشال و گلگت کی طرف سے آکر نالہ پھوکر میں آباد ہوا۔ اس نے اپنا قلعہ گوٹنا می راہ کے مقام پر تعمیر کیا۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ اس کا بیٹا بوسکنگ چن گیا پو یعنی گدھے کے کانوں والا راجہ تھا منل بگ کے دو بیٹے سمبا اور سوپلی تھے۔ ان کی اولاد بہت بڑھ گئی انھوں نے اپنی تعداد کے گھمنڈ پر اس معذور راجہ کی اطاعت سے سرکشی کی۔ اتفاق سے انہیں ایام میں پہاڑ کے اوپر سے گارہ اور پتھر کا سیلاب آیا جس میں سمبا اور سوپلی کے سوا اس خاندان کے

سب لوگ مع گھر بار کے دب گئے سان دونوں نے از سر نو آبادی کا انتظام کیا اور کچھ عرصہ تک آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد میں مشرق کی طرف سے ایک شاہزادہ کو لاکر اپنا راجہ بنایا جس کے حالات آگے مذکور ہوں گے۔

ٹھاچو کے زمانہ میں یا اُس کے قریب جلبی کولال اور گوٹا مع چند ہمراہیوں کے بروشال کی جانب سے یہاں وارد ہوئے۔ جلبی کولال مع اپنے ہمراہیوں کے واکھا میں آباد ہو گیا۔ اور زراعت کرنے لگا۔ چند روز میں اُس نے اپنی آبادی کا سلسلہ موضع ملبہ کے اُس حصہ تک پہونچا دیا جہاں اب چمبا کی مورت ہے۔ اس آبادی کے بالائی حصہ میں اس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی اور پائینی حصہ اُس کے اپنے پاس رہا۔ ملبہ کے باقی حصہ کی آبادی ارگیال بوم الدے کے زمانہ میں ہوئی ہے جو زمانہ قریب کا واقعہ ہے۔ جلبی کولال کی اولاد سے حیدر مہدی وزیر ساکن واکھا آج تک موجود ہے۔

جلبی کولال کے ایک بھائی نے بودھ کھربو میں جاکر آبادی شروع کر دی جس کی اولاد سے ارگیال ڈشق لوک چوپا بودھ کھربو میں موجود ہے۔

گوٹا نے پہلے تکچا بروق آباد کیا۔ پھر رفتہ رفتہ تکچا کا موضع اس کی اولاد نے آباد کیا۔ اُسکا بیٹا رگا می ہٹی بہت بارسوخ آدمی تھا اُس کی اولاد اپنے گانوں میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ کے حملہ تک ممتاز سمجھی جاتی تھی۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص دانی نامی علاقہ گلگت کے موضع سسلی سے چل کر اس جگہ پہونچا جہاں اب داہ بروق واقع ہے۔ اُس نے اس مقام پر آبادی کی بنیاد رکھی رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے درچکس۔ چرچن۔ سلموں۔ اور لالونگ کو آباد کیا۔ اُس کا بیٹا گیال سنگے بھی اس کے ساتھ تھا۔ ابتدا میں کچھ عرصہ تک اُن کی اولاد کی حکومت ان آبادیوں پر قائم رہی۔ مگر بعد میں ان کے طاقتور ہمسایوں نے انھیں اپنی حکومت میں جذب کر لیا۔

دانی اور گیال سنگے کے زمانہ کے قریب قریب ایک شخص نگن ڈو نامی بونجی سے چل کر پوریگ میں آیا۔ اُس کے متعلق جو گیت اب تک لوگوں کو یاد ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ پوریگ کا جس قدر حصہ اُس وقت آباد تھا یہ شخص اُن سب مقامات میں گیا۔ حتیٰ کہ لداخ میں بھی پہونچا۔ مگر کوئی جگہ اُسے سکونت کے لیے پسند نہ ہوئی ٹمبس کے خشک پہاڑ

اور لوبنچے کا کالا راجا اُسے بہت ناپسند ہوئے۔ اسی طرح سے کنور میں آیا۔ یہاں اُس نے
ایک مچھلی آگ میں بھوننے کے لئے ڈالی جب آگ کے اندر سے نکالنے لگا تو ایک کے بجائے
دو مچھلیاں برآمد ہوئیں۔ اس لیے یہ مقام بھی اُسے پسند نہ ہوا۔ یہاں سے گذر کر شکم پہونچا
یہاں کے لوگوں کا چاے پینا اور چست کپڑے پہننا اُس کو بہت ناپسند ہوا۔ اسی طرح سے
لداخ بھی اُسے نہیں بھایا۔ اور وہ وہاں سے واپس ہو کر نالہ فوکر میں اُس جگہ پہونچا جہاں
اب موضع کرمبا آباد ہے۔ یہاں اُس نے پہاڑ کو سرسبز پایا اس لیے یہ مقام اُسے مرغوب
ہوا اور یہاں وہ آباد ہو گیا۔ اُس کی اولاد نے رفتہ رفتہ نالہ فوکر کے جملہ دیہات اور واکھالو
لمبہ آباد کیا۔ اور بعد ازاں یہ تمام علاقہ انھیں کی حکومت میں رہا۔ ان کا صدر مقام
دار الحکومت کرمبا تھا۔ ان کے قلعہ کے کھنڈرات موضع کرمبا میں اب تک موجود ہیں
آخری زمانہ میں جب کہ بودھ کھر بوکو راجگان کھپلو نے فتح کر لیا تو تھمن ٹو کی اولاد نے اپنی
دار الحکومت کو کرمبا سے لمبہ میں منتقل کر دیا۔ اور اُس وقت تک حکمران رہے جب کہ
نیا ٹھی استن کی اولاد نے اس پر قبضہ حاصل کیا۔

بعد ازاں اور طائفے آتے گئے جن میں کھرسیون۔ نابورہ۔ تخ الدے۔ میکے
اور میلو قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کھرسیون نے کرتسے آباد کیا۔ اور نابورہ و تخ الدے
نے علاقہ سورو میں سنورو کا گاؤں آباد کیا۔ میکے علاقہ ڈونگ یا درچے یعنی بونجی سے
براہ وادی سندھ و شایوق سفر کر کے کھپلو پہونچا۔ وہاں سے کوستنگ کے نالہ سے پہاڑ
عبور کر کے موضع گنوخ کے بالمقابل وارد ہوا۔ اور پہاڑ کے اوپر ملیدو ربرق میں ایک
جھونپڑی بنا کر اُس نے سکونت اختیار کر لی۔ اور زراعت شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ اس کی
اولاد نے داہ و گرکونہ کے دیہات آباد کیے اُس کی اولاد چار پشت تک ان آبادیوں پر
باعزت حکمران رہی۔ ان کے نام یہ ہیں:- میکے اُس کا بیٹا گیال سنگے۔ اسکا بیٹا گیال اگسر
اُس کا بیٹا گاپو۔ موخر الذکر لداخ کے گیالپو سنگے نمگیل کا ہم عصر خیال کیا جاتا ہے۔
میلو نے غالباً میکے کی طرح کھپلو کے راستہ سے آکر موضع ہنو کی بنیاد ڈالی۔ اسکی
اولاد تین پشت تک اچھی حالت میں رہی۔ میلو کا بیٹا ڈاکھوکس اُس کا بیٹا ٹشی گنگ چو
اُس کا بیٹا چھوپ نگیپ ٹسیں بتلائے جاتے ہیں۔

ان تمام گلگتی اقوام میں سب سے آخری طائفہ بانیان مواضعات داہ و ہنو کا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنی قومیت۔ مذہب۔ زبان۔ اور رسم و رواج کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ شغر شنگھو۔ اور ورا س کی بقیہ اقوام میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے۔ صرف مذہب اُن کا تبدیل ہو گیا ہے۔

ان نو وارد در د لوگوں نے اپنے اسلاف کی یادگار میں سالانہ میلے مقرر کیے ہیں جن میں اُن کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں اور اُن کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

میکے کے بیٹے گیال سنگے کی یادگار میں ایک میلا جس کا نام سنڈدم ہے پہلے سال داہ بیں اور دوسرے سال گرکونہ میں منعقد ہوتا ہے۔ بعد ازاں دو سال ملتوی رہتا ہے پھر داہ سے شروع کیا جاتا ہے۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ گیال سنگے کی بیوی نے اُس کے چھوٹے بھائی کو ایک تقریب کے موقع پر زہر دینے کا انتظام کیا مگر گھبراہٹ میں یہ زہر سہواً خود گیال سنگے کو دیا گیا اور وہ اُسے کھا کر فوت ہوا۔ چونکہ وہ بزرگ قبیلہ اور بہت ہر دلعزیز تھا سب لوگوں نے اپنے کپڑے۔ زیورات اور پھول اُتار کر پھینک دیے اور رونا پیٹنا شروع کیا۔ یہی نقشہ اُس میلے کا کھینچا جاتا ہے۔

اسی طرح سے میلو کی یادگار کے طور پر بھوشل مین ٹھاناہ۔ ناہرن۔ مور پی بھن اور شاہ ناصر نامی میلے بالترتیب ہنو۔ درچکیں۔ سلمون۔ گنوخ۔ اور رچوچن میں سالانہ منعقد ہوتے ہیں اور گوٹا کی یادگار کے طور پر ایک میلا ما مانی نامی ہر سال سنکچہ میں ہوتا ہے۔

غیر اقوام کے ساتھ ان کا میل جول بالکل نہیں ہے۔ رشتہ داری اپنے قبیلے کے باہر بالکل نہیں کرتے شادی بیاہ عموماً قریب کے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔ زمانہ سلف میں جب کہ اس قوم کے ایک ایک گھرانے کی آبادی الگ الگ تھی بھائی بہن کے درمیان بھی بیاہ ہو جاتا تھا۔

قدیم الایام میں ان لوگوں میں یہ دستور تھا کہ میت کو ایک بڑی قبر میں مع اُسکی پوشاک اور زیورات کے دفن کیا جاتا تھا۔ اور کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ رکھ دیا جاتا تھا۔ اس قسم کی قبریں گرکونہ۔ داہ بدق۔ سلمون۔ لالونگ۔ سنکچہ۔ اور شیکم۔ اور اس کے قرب دجوار کے

دیہات میں اب تک ملتی ہیں۔ جو زیورات ان قبروں سے برآمد ہوئے ہیں اُن میں ہر قسم کی دھات کا استعمال پایا جاتا ہے اور برتن عموماً پتھر۔ مٹی۔ تانبے۔ اور پیتل کے ملتے ہیں۔

طرز معاشرت ان کا بالکل سادہ بلکہ وحشیانہ تھا۔ سادگی ان میں اب تک پائی جاتی ہے۔ غلہ کے لیے تھوڑا رقبہ کاشت کر لیتے تھے۔ اصلی خوراک اُنکی جنگلی جانوروں کا گوشت تھا۔ اس زمانہ میں جنگلی جانور اُس ملک میں کثرت سے تھے۔ شکار عموماً گڈھے میں جانور کو دھوکے سے گرا کر۔ یا پھندے سے پکڑ کر۔ یا تیر کمان سے مار کر کیا جاتا تھا۔ لوگ نہایت جفاکش اور محنتی تھے۔ شکار کے لیے دور دراز کا سفر کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

بھیڑ بکری کثرت سے پالتے تھے ان کی اُون سے کپڑا بناتے تھے۔ علاوہ ازیں جنگلی جانوروں کے چمڑے کا لباس بھی استعمال کرتے تھے۔

آپس میں بڑے سلوک سے رہتے تھے۔ جھگڑا فساد ان کے درمیان نہ تھا۔ جھوٹ چوری دغا و فریب سے بالکل پاک تھے۔

وسط ایشیا کا مذہب وہ اپنے ساتھ اس ملک میں لائے تھے۔ بعد میں ان لوگوں نے اس ملک میں پون مذہب اختیار کیا۔ بعد ازاں کچھ بودھ ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ لوگ اب تک اپنے سابقہ مذہب پر قائم ہیں۔ جس میں بودھ مذہب کے رسم و رواج بتدریج داخل ہو رہے ہیں۔

ابتدا میں ان کے درمیان حکومت کا دستور نہ تھا۔ ہر شخص اپنے گھر کا راجہ ہوتا تھا جب انکی تعداد میں ترقی ہوئی تو مورث اعلی کی نسل میں سے سب سے بڑی عمر کا آدمی۔ یا قوم میں جو شخص سب سے برگزیدہ اور بزرگ مانا جاتا ہو اُسے سردار قوم تسلیم کیا جانے لگا۔ اس کو ترا ملک کہتے تھے اسکا حکم اُس کے گاؤں میں ہر شخص کے لیے واجب التعمیل ہوتا تھا۔

جب ان کی تعداد میں مزید ترقی ہوئی تو انھوں نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ تمام طایفوں کے ترا ملکوں میں سے ایک کو جو کا لقب دے کر ترا ماے اعظم مقرر کیا جاتا تھا جو اپنی تمام قوم کے اوپر حکمرانی کرتا تھا۔ طریق حکومت کے تفصیلی حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ مگر سکت الدمے نیا گون کے داخلہ لداخ کے وقت جس بروقپا نبدو رسکیس کی حکومت حوالی لداخ میں تھی وہ انھیں اقوام میں سے تھا۔ ممکن ہے کہ وہ بیج چو ہو جس نے برو آباد کیا۔

گو کہ ان لوگوں کا اندرونی انتظام خاصہ تھا۔ لیکن آبادی اس قدر وسیع نہ تھی کہ ہمسایہ ملک کی دستبرد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اور کشمیر میں اُس زمانہ میں متمدن حکومت قائم ہو چکی تھی اس لیے یہ ملک برائے نام کشمیر کے ماتحت متصور ہوتا رہا۔ لیکن سلطنت کشمیر کا کوئی حاکم یہاں کبھی تعینات نہیں رہا۔ اور اپنے ملک کے انتظام میں انھیں کامل خودمختاری حاصل رہی۔ جب کبھی کشمیر کی جانب سے کسی نے حملہ کیا تو یہ بلا مقابلہ اطاعت قبول کر لیتے تھے۔ اور جب وہ واپس چلا جاتا تھا تو پھر جیسے کے تیسے خودمختار بن جاتے تھے۔ اس طرزِ عمل نے ان کی خودداری اور شجاعت کے مادے کو زائل کر دیا اور آپس میں تنازعات و فسادات برپا ہونے لگے۔

کشمیر کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہوئی تو مشرقی تبت کو گے و پورآنگ سے زانسکار پر حملہ ہوا۔ جس میں ظالم حملہ آوروں نے علاقہ زانسکار کی اصل اقوام کے تخم کو نابود کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر جب پوریگ میں پہنچی تو لوگ حواس باختہ ہو گئے۔ پوریگ کے علاقہ میں سب سے پہلے پھوکر کے لوگ پیش دستی کر کے پورآنگ کے ایک شاہزادے کو اپنے ملک کی حکمرانی کے لیے لے آئے۔ اس کی اطاعت تمام علاقہ نے قبول کی۔ یہ شاہزادہ غالباً نیاٹھی ستن تھا جس کی نسبت تاریخ لہاسہ میں ذکر ہے کہ ۵۰۰ قبل مسیح میں ٹی گوم جن پوجب لونیو لونگ تم کے مقابلہ میں قتل ہوا تو اُس کے تین بیٹے شاٹھی۔ نیاٹھی۔ جاٹھی مقام کونگ بو نامی میں بھاگ گئے۔ چونکہ نیاٹھی ستن مع چند ہمراہیوں کے پورآنگ کی جانب سے اس علاقہ میں آیا اس لیے اس علاقہ کا نام پوریگ مشہور ہوا۔

شجرہ نسب حکمرانان سورو۔کرتسے پھوکر۔پلبہ۔وواکھا

- نیاٹی ستن (تقریباً ۵۵ قبل مسیح)
  - × (متعدد پشتوں کے بعد)
  - ×
  - زوگی راغوز
    - زوگی بیٹا
      - ارگیال بوم الدے (سنہ ۱۳۴۵/۱۴۰۰ء)
      - چھوز بوم الدے (سنہ ۱۴۰۰/۱۴۲۰ء)
        - نیگ الدے (سنہ ۱۴۲۰/۱۴۷۰ء)
          - تھونگ الدے (سنہ ۱۴۷۰/۱۵۰۰ء)
            - ٹوبنا گیا لپو (سنہ ۱۵۲۰/۱۵۳۰ء)
              - کوچوک سنرب ستن
            - لوبزانگ گیا لپو (سنہ ۱۵۳۰/۱۵۶۰ء)

کونچوک شرب ستن (سنہ ۱۵۶۰/۱۶۰۰ء)

(سنہ ۱۶۰۰/۱۶۶۶ء) کونگا نمگیل (سور دکرتسے)
ٹھی نمگیل (سنہ ۱۶۶۰/۱۷۰۰ء)
(سنہ ۱۷۰۰/۱۷۴۰ء) محمد ٹھی سلطان — ٹھی ارگیال چو — ملک سلطان — ٹھی گیالمو (دختر)
زوجۂ اوّل رانی (لاولد) — عورت داشتہ: ارگیال سنگ

کونگا چھو رگیل (رگذارہ خور)

کونچوک رنچن (ملبہ) (سنہ ۱۶۰۰/۱۶۳۰ء)
بولا خان سنہ ۱۶۳۰/۱۶۴۵ — غوری تھم: ارگیال دے — سلطان بیگ

گیو سنگے (پھوکر) سنہ ۱۶۰۰/۱۶۳۵
دمبہ سنگے ۱۶۳۵/۱۶۴۵
علی مردچو — ارگیال بیگ — نصیب بیگ
سنگے نمگیل گیالپو لداخ نے تسخیر کر کے قبضہ حاصل کیا

ارگیلدے چو (دوالکھا)
بابر خان
ناصر خان
سلطان خان
حسین خان
اکبر خان
ظفر خان
روزی خان
ہاشم خان
اعظم خان
غلام خان
علی رضا خان ذمبردار دوالکھا — علی مردان خان

(۲) تاریخ سوروو کرستے

۵۵ء قبل مسیح کے قریب زمانہ میں کشمیر اور لہاسہ دونوں ملکوں کی حکومتوں میں انقلاب پیدا ہوا۔ اس بنا پر نیا ٹھی ستن شاہزادہ لہاسہ فرار ہو کر کوگے کے علاقہ میں پہنچا لیکن تعاقب کے اندیشہ سے وہاں اس کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اس لیے کچھ نفری جمع کر کے وہ مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور غیر آباد پہاڑوں اور جنگلوں کو عبور کر کے زانسکار کے علاقہ میں پہونچا۔ اس ملک میں حکومت کشمیر کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے کوئی باقاعدہ انتظام ملکی نہ تھا اس لیے نیا ٹھی ستن نے اپنا تمام دلی بخار اس بیکس علاقہ پر نکالا۔ راجاؤں کے محلات اور امرا کے مکانات کو منہدم کر دیا۔ رعایا کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ بھاگ گئے باقی کو اسیر کر لیا۔ الغرض تمام علاقہ بالکل ویران اور نوع انسان سے خالی ہو گیا۔ اور صدیوں کے بعد دوبارہ آبادی قائم ہوئی۔

جب علاقہ زانسکار کے فراری پوریگ میں پہونچے اور اپنے ملک کی آفت ناگہانی کا ذکر کیا تو یہاں کے لوگوں نے مرعوب ہو کر مشورہ کیا کہ مبادا یہاں بھی اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اس لیے بہتر ہے کہ اس ظالم کے پنجہ ظلم سے بچنے کے لیے اسے اپنا حکمران بنا کر لیا جا سکے لہذا پوریگ سے چند معززین کا وفد روانہ ہوا جو نیا ٹھی ستن کو یہاں لے آیا اور تمام اہل ملک نے اپنا راجہ تسلیم کر لیا۔

اس سے پہلے اس علاقہ میں آتھین نسل کے لوگ آباد تھے اب اختلاط شروع ہو گیا نیا ٹھی ستن کے ساتھ کوگے و پورانگ سے جو آدمی تبتی نسل کے آئے تھے وہ پھوکر کے علاقہ پھوہ میں آباد ہو گئے۔ اور اس تاریخ سے یہ علاقہ حکومت پورانگ یا پریگ کے نام سے موسوم ہوا۔

نیا ٹھی ستن کی اولاد کی حکومت عرصہ دراز تک اس علاقہ میں قائم رہی جس کے حالات دریافت نہیں ہو سکے آخری زمانہ میں جب کہ اس خاندان کی حکومت کمزور ہو گئی اور ملک کے اکثر حصہ پر ٹھاٹھا خانی حکومت قائم ہو گئی۔ اس خاندان کے دو شاہزادے ارگیال یوم الدے اور چھوز یوم الدے یتیم رہ گئے۔ چونکہ ان کے خاندان میں کوئی قابل آدمی باقی نہ رہا تھا

اس لیے خاندان پشکم کے ایک چھوٹے درجے کے شاہزادے منٹھل سوگبوسوگ کے ساتھ
ان لڑکوں کی بیوہ ماں کا عقد کر دیا گیا۔ اور بحیثیت سربراہ نابالغان حکومت کا کام بھی اُس کے
سپرد کر دیا گیا۔ اس سے انھیں کچھ آرام ہوا مگر یہ حالات زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہے
کیونکہ اُن کی والدہ چند ہی روز بعد فوت ہو گئی۔ اب منٹھل سوگبوسوک خود مختار راجہ ہو گیا
اُس نے سورو کے خاندان نادالدے سے غالباً الدے چو کی بیٹی کے ساتھ اپنا بیاہ کر لیا
اور بدستور حکومت کا کام جاری رکھا۔ یہ دونوں لڑکے بھی اُسی کے پاس پرورش پاتے رہے

لڑکوں کی بدقسمتی سے یہ حالات بھی دیر تک جاری نہ رہ سکے۔ منٹھل سوگبوسوک
استھین نسل سے تھا اور پوریگ کے لوگ بھی استھین نسل سے تھے۔ اس لیے ان میں
نوروز کی رسم ان کے اصلی وطن کے دستور کے مطابق جاری تھی اور اس موقع پر جشن اور
کھیل تماشے کیے جاتے تھے۔ جب نوروز کا زمانہ قریب آیا تو منٹھل سوگبوسوک نے اپنے
خسر الدے چو نادالدے کے ہاں آدمی بھیج کر چوگان بازی کے لیے اُس کا گھوڑا موسوم
نور بوشوق پاچن جو اُس ملک میں نامی گھوڑا تھا طلب کیا۔ سورو کا راجہ اس پر دل سے
رضامند نہ تھا مگر اپنے داماد کو آزردہ کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا اور چاروناچار گھوڑا اپنے
سائیس کے ہاتھ بھیج دیا۔ اور سائیس کو ہدایت کر دی کہ گھوڑے کے متعلق جو بات جیت ہو
وہ غور سے سنتا رہے اور اس کو اطلاع دے۔

نوروز کے دن منٹھل نے اُس گھوڑے پر سوار ہو کر چوگان بازی کی تین ٹاپھوک
مارے۔ گلگت بلتستان۔ ولداخ میں چوگان بازی شروع کرنے کا یہ دستور ہے کہ ہر دو
فریق میں جو معزز اور ممتاز کھلاڑی ہو وہ گیند لے کر اپنے گول کے قریب سے مخالف گول
کی طرف دوڑتا ہے اور وسط میدان میں پہنچ کر گیند کو ہوا میں پھینک کر اُسے چوگان
سے مارتا ہے اس کے بعد دونوں فریق کے دوسرے کھلاڑی کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔
اُسے ٹاپھوک کہتے ہیں پھر ایک گول کے بعد جس شخص نے گول کیا ہے وہ ٹاپھوک مار کر
دوسری بازی شروع کرتا ہے۔ راجہ منٹھل نے جو ٹاپھوک مارے ان میں گیند میدان سے
پار نکل جاتا رہا۔ اس کی بڑی تعریف ہوئی۔ راجہ نے خوشی میں آکر یہ ڈینگ ماری کہ یہ گھوڑا
اور میں اگر مل جائیں تو سورو دز انسکار تک ایک سر باقی نہیں رہ سکتا۔ گھوڑا جب واپس

سورو پہونچا تو سائیس نے اپنے آقا کو منطل سوگبو سوک کی شیخی کا واقعہ سنایا۔ اس سے اُس کو
بڑا تردد پیدا ہوا اور اپنے ملک کے اکابر سے اس بارہ میں اُس نے مشورہ کیا۔ مجلس میں
طے پایا کہ زیادہ تردد نہ کیا جائے منطل سوگبو سوک کو یہاں مدعو کر کے ہلاک کر دیا جائے چنانچہ
منطل کو دعوت دی گئی وہ خوشی خوشی اپنے خسر کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں
درچے رچواہ کے مقام پر چند آدمی سورو چو نے کمین گاہ میں بٹھا دیے تھے۔ جب وہ انکی
گولی کی زد میں آیا انھوں نے بندوق سے اُسکا کام تمام کر دیا۔

اس سے سورو کے راجہ الدے چو ناوالدے کی اپنی بیٹی بیوہ ہوگئی اور خاندان
کرتسے کے دونوں لڑکے ارگیال بوم و چھوز بوم ازسرنو یتیم ہوگئے۔ بعد میں اس بیوہ نے
ایک شخص کارازرگی کے ساتھ عقد کر لیا۔ اس شخص کا خاندان دریافت نہیں ہو سکا۔ مگر
اس کو اچھین نسل سے خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے ایک سال کے اندر ہی لڑکا پیدا ہوگیا
اس واقعہ سے کارازرگی اور اُس کی رانی ناوالدے پا کی نیت یتیموں کی طرف سے بدل
گئی۔ اور انھوں نے ارادہ کیا کہ ارگیال بوم الدے اور چھوز بوم الدے دونوں کا کام کسی
طرح تمام کر دیا جائے تو ہمارا لڑکا وارث حکومت ہو جائے۔ وہ ابھی اس تجویز ہی میں تھے
کہ راز افشا ہوگیا۔ اور یتیموں کے نگران نے انھیں مشورہ دیا کہ بھاگ کر اپنی جان بچاؤ۔ وہ
کرتسے کے گھر سے رات کے وقت نکل کر روانہ ہوگئے اور صبح ہونے تک کشمیر اور کرتسے کے
درمیانی پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گئے۔ یہاں سے وہ کشمیر چلے گئے اور راجہ کشمیر کی حمایت
میں پرورش پاتے رہے۔

اس اثنا میں بانہال کے پہاڑ میں ایک مردم خوار اژدہا ظاہر ہوا۔ اُس کے ہلاک
کرنے کے لیے کشمیر سے لوگ بھیجے گئے ان کے درمیان یہ دونوں بھائی ارگیال بوم الدے
اور چھوز بوم الدے بھی چلے گئے۔ ان کی قسمت نے یاوری کی اور یہ خونخوار جانور ان کے
ہاتھ سے مارا گیا۔ اس سے اُن کی شہرت ہوگئی حکمران کشمیر یا کسی رئیس کے ہاں دو لڑکیاں
سیتا رانی اور گنگا رانی تھیں۔ ان کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کی نسبت کر دی گئی۔ مگر
اتفاق سے بڑی لڑکی سیتا رانی محل سے گر کر مر گئی اس لیے چھوٹی لڑکی گنگا رانی سے
ارگیال بوم الدے کی شادی ہوگئی۔

ان دنوں کشمیر میں مذہب اسلام پھیل رہا تھا کسی طرح سے یہ میاں بیوی اور چھوز بوم الدے تینوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ گنگا رانی کا اسلامی نام مسلم بیگم رکھا گیا۔ اب چونکہ ارگیال بوم الدے حکومت سنبھالنے کے قابل ہو گیا تھا اس لیے حکومت کشمیر کی طرف سے فوجی امداد دے کر اپنے آبائی ملک میں واپس آیا۔ مسلم بیگم بھی اپنے خاوند کے ساتھ روانہ ہوئی اور کشمیر کا علاقہ چھتر گل سے سوہنہ مرگ تک اُس کو جہیز میں ملا۔ جو کچھ عرصہ تک حکومت پوریگ کے ساتھ شامل رہا۔

ارگیال بوم الدے فوجی جمعیت کے ساتھ جب کشمیر سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا تو اُس نے نالہ جیلونگس کے راستہ سے پہلے سورو پر حملہ کیا۔ الدے چو مقابلہ نہ کر سکا اور فرار ہو کر شان سٹے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ارگیال بوم الدے ۱۳۴۵ء تا ۱۴۰۰ء سورو فتح کرنے کے بعد ارگیال بوم الدے نے کرتسے کی طرف رخ کیا۔ اور معمولی مقابلہ کے بعد کارازرنگی کو مع اُس کی رانی اور اُن کے بیٹے کے ملک عدم کو روانہ کیا۔ اور خود حکومت پر قابض ہو گیا بعد میں اس نے نالہ شان سٹے میں مہم بھیج کر الدے چو کو قتل کیا۔ اس طرح سے ارگیال بوم الدے اطمینان کے ساتھ سورو۔ کرتسے چھوکر۔ اور ملبہ کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ سوت وشکر چکتن کی طرف ٹھا ٹھا خانی حکومت بدستور قائم رہی۔

ارگیال بوم الدے نے آبائی دار الحکومت کو ترک کر کے ملبہ کو اپنا دار الحکومت بنایا اور اُس کے ساتھ کشمیر سے جو دو مسلمان آئے تھے اُن سب کو لے کر مع اپنی رانی اور بھائی کے ملبہ میں رہنے لگا۔ وہاں اس نے مسجد بھی تعمیر کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی یہاں تک کہ ملبہ کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ملبہ کے قرب وجوار میں بھی اسلام پھیلنے لگا یہ مسجد اب تک موجود ہے اور کھچے مسجد یعنی کشمیری مسجد کے نام سے مشہور ہے اُس کی ساتھ ایک مقبرہ ہے جس میں ارگیال بوم الدے اور مسلم بیگم کی قبر ہے۔ ایک تیسری قبر بھی وہاں ہے لیکن دریافت نہیں ہو سکا کہ وہ کس کی ہے ممکن ہے چھوز بوم الدے کی ہو۔ ان دونوں کا اسلامی نام دریافت نہیں ہو سکا۔ اپنے ملک میں وہ اپنے بچپن کے نام سے مشہور ہیں مسجد اور مقبرے کی حالت ذوریر ذورآور سنگھ کے حملہ تک کہا جاتا ہے۔ اچھی تھی۔ حملہ کے وقت جنگی

آدمیوں نے ان کی چھت کی لکڑی اتار کر جلادی۔ اس کے بعد کسی نے ان کی مرمت نہیں کی اور خراب خستہ حالت میں تھیں بعد میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم نے اس مسجد کی مرمت کرکے درست کردیا تھا۔ لبے کے گانوں کے اندر اس راجہ کی یادگار میں ایک چٹان پر کتبہ بھی ہے ارگیال بوم الدے ایک دانا۔ اور ہوشیار اور اچھا راجہ اس ملک کا سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے بڑھاپے کے زمانہ میں بوجہ لاولد ہونے کے حکومت اپنے چھوٹے بھائی چھوز بوم الدے کو سپرد کرکے خود خلوت نشینی اختیار کی۔

چھوز بوم الدے ۱۴۲۰ء چھوز بوم الدے نے بودھ گھرانے میں شادی کی تھی اس لیے ارگیال بوم الدے کے بعد اُس نے اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

ٹینگ الدے ۱۴۲۰ الغایت ۱۴۷۰ء اُس کے بعد اُسکا بیٹا ٹینگ الدے راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی نمایاں کارنامہ دریافت نہیں ہوا۔ اُس کے

تھونگ الدے ۱۴۷۰ الغایت ۱۵۲۰ء ہاں تھونگ الدے پیدا ہوا۔

ٹونبا گیالپو ۱۵۲۰-۱۵۳۰ء تھونگ الدے کے ہاں دو لڑکے ٹونبا گیالپو اور لوبزانگ گیالپو پیدا ہوئے۔ ٹونبا گیالپو نے حکومت اختیار کی۔ اور لوبزانگ گیالپو لامہ بن گیا۔ لیکن ٹونبا گیالپو فقیرانہ خیال کا آدمی تھا۔ وہ حکومت سنبھال نہ سکا اور اپنے بھائی کو حکومت سپرد کرکے خود لہاسہ کو چلا گیا۔

لوبزانگ گیالپو ۱۵۳۰-۱۵۶۰ء لوبزانگ گیالپو کے زمانہ میں جمیانگ نگیل گیالپو لداخ نے پوریگ پر حملہ کیا اور بودھ کھربو کے مسلمان حاکم کو فریب کے ساتھ قلعہ سے نکال کر خود قابض ہوگیا۔ اس کے بعد سوم گران کا رخ کیا لیکن اسکردو و کھپلو کے راجگان گیالپو سیوانگ نگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام کی غرض سے حملہ لداخ کی تیاری کر رہے تھے۔ جمیانگ نگیل کی روانگی بودھ کھربو کے بعد جب انھوں نے میدان خالی دیکھا تو فوراً لداخ پر دھاوا کر دیا۔ اس لیے جمیانگ نگیل کو اپنا حملہ ناتمام چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ جس کی تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے

کونچوک شرب ستن سنہ ۱۵۶۰ء - ۱۶۰۰ء ڈونباگیالپو کے ہاں کونچوک شرب ستن پیدا ہوا۔ یہ ریافت نہیں ہوا کہ اُس کی پیدائش اُس کے باپ کے لھاسہ چلے جانے کے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں۔ بہر حال اُس لڑکے کے بالغ ہونے تک اُسکا چچا لامہ لونزانگ گیالپو حکومت کا انتظام کرتا رہا۔ جیسے ٹونباگیالپو حکومت سپرد کر گیا تھا جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہونچا تو لوبزانگ گیالپو نے اسے حکومت سپرد کردی اور خود اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا۔ ان حالات میں کونچوک شرب ستن اپنے باپ کا جانشین ہوا اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اس کے پانچ لڑکے تھے۔ اُس کے بڑھاپے میں انتظامی کمزوری کی وجہ سے کرتسے کے لوگوں کو اپنے علاقہ کی حکومت کی علحدگی کا خیال پیدا ہوا۔ انھوں نے اتفاق کر کے راجہ سے درخواست کی کہ اپنے ایک لڑکے کو کرتسے میں علیحدہ راجہ مقرر کردے روایت اسی طرح ہے مگر ممکن ہے کہ کونچوک شرب ستن کو بربنائے وجوہات سیاسی خود یہ ضرورت محسوس ہوئی ہو کہ ملک کو لڑکوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ بہر حال پہلے اُس نے اپنے لڑکوں میں سے دو بڑے لڑکوں کونگا نگیل و کونگا چھوزگیل کو سوردو کرتسے کی حکومت کے لیے منتخب کیا اور یہ انتظام کیا کہ چھوٹا کونگا چھوزگیل ٹمبس کے راستہ سے جائے اور بڑا اردسی لا کے راستہ سفر کرے دونوں کو ایک ہی وقت روانہ کیا۔ اور یہ شرط کی کہ کرتسے کھر میں جو پہلے پہونچے وہی سوردو کرتسے کا راجہ ہوگا۔ ٹمبس کا راستہ قریب تھا کونگا چھوزگیل نے سفر میں سستی کی اور اثنائے راہ میں سیر و تماشہ میں مصروف رہا۔ کونگا نگیل کا راستہ لمبا تھا مگر اس نے کوشش کر کے تیز سفر کیا اور اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ اس لیے اپنے چھوٹے بھائی پر جو چھوٹے راستہ سے روانہ ہوا تھا سبقت لے گیا اور کرتسے کھر میں اس سے پہلے پہونچ کر حکومت پر قائم ہو گیا۔

کونگا نگیل راجہ سوردو کرتسے سنہ ۱۶۰۰ء - ۱۶۶۰ء اُس کے باپ نے اُسے شاباش دی اور سوردو کرتسے کا راجہ اُس کو تسلیم کیا۔ اس وقت سے سوردو کرتسے کی حکومت علحدہ ہو گئی۔ کونگا چھوزگیل کو حکومت سے محروم کر کے ٹمبس میں گذارہ دیدیا۔

اس کے بعد اس نے بقیہ علاقہ جات پھکر، ملبہ اور ردانکا کو بھی اپنے تین لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے ایک حکومت کے بجائے چار چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر دیں۔ اور اپنے خاندان کی تباہی کا سامان پیدا کر دیا جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا۔

(۴۳)

تاریخ سورودکرتسے بعد تقسیم

جیساکہ واکھا دلبہ کے بیان سے واضح ہوگا علی شیر خان انچن کے اچانک حملہ لداخ کی وجہ سے سوت اور سورودکرتسے کی ہر دو حکومتیں گیالپو جمیانگ نمگیل کی دستبرد سے بچ گئی تھیں۔ اور پھوکر۔ لبہ۔ دواکھا کی علحدگی کے بعد کونگا نمگیل کی حکومت صرف سورودکرتسے پر محدود ہوگئی تھی۔ اس وقت اسکردو کے خاندان کا زور تھا۔ کونگا نمگیل نے تقویت حاصل کرنے کی غرض سے اسکردو اور کشمیر کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کا آغاز اس نے اس طرح کیا کہ خاندان اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ اپنے بیٹے تھی نمگیل کا رشتہ مانگا۔ راجۂ اسکردو نے اس شرط پر قبول کیا کہ تھی نمگیل مسلمان ہو جائے اور مذہب اسلام کی اشاعت میں کوشش کرے کونگا نمگیل اور تھی نمگیل نے ان شرائط کو قبول کیا لہٰذا تھی نمگیل کے ساتھ اسکردو کی شاہزادی کا بیاہ ہوگیا جو بعد میں تھی لاخاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اخون محمد شریف مع چند علماء کے اس کے ساتھ بھیجا گیا کہ سورودکرتسے میں تبلیغ اسلام کا کام انجام دیں۔

تھی نمگیل ۶۶۰-۱۷۰۰ء

کونگا نمگیل کی وفات کے بعد تھی نمگیل راجہ ہوا۔ اس کی رانی تھی لاخاتون مذہبی خیال کی عورت تھی اس نے اپنا تمام اسباب جہیز اور زیورات بیچ کر کرتسے کھر میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کی اس کے لیے کاریگر کشمیر سے بلائے گئے۔ اور اس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا گیا کہا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ کی دوسری عمارت اس وقت تمام تبت میں نہ تھی۔ اس کی دیواروں پر تاریخی قطعات اور اشعار منقوش تھے۔

بوقت حملہ ذزیرکھیپت گوساؤں کی سرکردگی میں کرتسے کھر پر حملہ کیا گیا۔ کرتسے کھر کے لوگ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حملہ آور سپاہ نے گاؤں کی لوٹ مار کے سلسلہ میں اس مسجد کو بھی آگ لگادی اور یہ عالی شان عبادت گاہ خاکستر ہوگئی۔ اس کے بعد ان سپاہیوں نے

سنکیاں گونگہ میں اخون محمد شریف کے مکان کو بھی آگ لگا کر تباہ کیا۔ بعد میں جب گوساؤ ن مذکور بحیثیت تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوا تو اُس نے اپنی اس حرکت کے لیے معذرت کی اور اس گانوں کے لوگوں کو تین سال کے لیے کار بیگار معاف کردی کہ پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرلیں۔ چنانچہ اس موقع پر ایک معمولی مسجد لوگوں نے تعمیر کرلی جو اس وقت بھی موجود ہے۔

اخون محمد شریف نے گانوں بہ گانوں علما بغرض تبلیغ اسلام تعینات کردیے اور خود بھی اس کام میں مصروف ہوگیا۔ اُس کی محنت بآہستگی بار آور ثابت ہوئی۔ یہ رہنے والا خاص اسکردو کا تھا جہاں اُس کا خاندان اب تک موجود ہے۔ اور علاقہ کرتسے کے پھنالہ میں اسکی اولاد سے اخون محمد مہدی اور اخون محمد جان دو بھائی اب تک موجود ہیں۔

راجہ بھٹی تکیل کا لڑکا رانی بھٹی لا خاتون سے بھٹی محمد سلطان پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم کے لیے کشمیر سے ایک عالم سید میر ہاشم منگوائے گئے۔ ان کے ساتھ سبحان میر منشی اور اخون فاضل بھی آئے۔ سید میر ہاشم نے کرپوکھر میں سکونت اختیار کی اور مذہبی کام کرتے رہے بالآخر بھٹی محمد سلطان کی حیات میں فوت ہوئے ان کا مقبرہ کرپوکھر میں موجود ہے سبحان میر منشی کا کام کرتا تھا۔ اور اخون فاضل کو سید میر ہاشم نے راجہ واکھا کی درخواست پر واکھا میں تعینات کردیا جس کی اولاد سے اخون مقبل واکھا میں موجود ہے۔

بھٹی محمد سلطان ۱۷۰۰ء تا ۱۷۳۰ء بھٹی محمد سلطان اپنے باپ کی وفات پر راجہ ہوا۔ وہ بڑا مدبر اور بہادر راجہ تھا۔ اُس کے اپنے ملک سے باہر نکل کر کشتوار کو فتح کیا۔ جہاں بھٹی سلطان کے نام کا شغرن آج تک موجود ہے۔ (تاریخ کشتوار میں اس فتح کا حال مجھے دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ اس شغرن کا نام ہی سنے سنا بہر حال کرتسے میں جو حالات دریافت ہوئے انھیں یہاں پر درج کردیا گیا)

بھٹی محمد سلطان بہار کے موسم میں کرپوکھر میں اور سردی کے موسم میں کرتسے کھر میں رہتا تھا اس کی رانی کھیلو کے خاندان سے تھی کہتے ہیں کہ کھیلو کے خاندان سے ایک شخص مع اہل و عیال ان اطراف میں آیا اور علاقہ کرگل میں سکونت پذیر ہوگیا۔ اُس کی لڑکی ارگیل بی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی کنور کے وزیر کے ساتھ اُس کی شادی ہوگئی۔ محمد بھٹی سلطان کو

یہ حال معلوم ہوا تو اُس سے طلاق دلا کر خود نکاح کر لیا بعض کا قول ہے کہ یہ خاتون راجہ احمد شاہ اسکردو کی بہن تھی۔ بہر حال اس سے بھٹی محمد سلطان کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ایک بے نکاحی عورت سے اُس کا ایک لڑکا گیال سرنگ بتلایا جاتا ہے۔

چونکہ لاولد تھا اس لیے بڑھاپے میں اسے متبنیٰ بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ ارگیال بی کی رائے تھی کہ اسکردو یا کھپلو کے کسی شاہزادے کو متبنیٰ بنا دیا جائے وزیر علی یار بھی اس کے ساتھ متفق تھا لیکن بودھ وزیر اس کا مخالف تھا جس کی وجہ سے رانی اُس سے ناراض ہو گئی۔ ایک روز بھٹی محمد سلطان کو چوگان بازی کے لیے شغرن میں جانا تھا رانی نے وزیر کو روک لیا کہ ہم اس کے ساتھ شطرنج کھیلیں گے جب سب لوگ چلے گئے تو رانی اور بودھ وزیر بالاخانہ پر شطرنج کی بازی میں مصروف ہوئے رانی نے وزیر کو چھت کے کنارے کی طرف بٹھلایا جب وہ کھیل میں محو ہوا تو رانی نے دھکا دیکر اُسے نیچے گرا دیا۔ یہاں پر نیچے کی طرف چٹان تھی چنانچہ گرتے کے ساتھ ہی وزیر کی روح پرواز کر گئی اس چٹان کا نام اب تک "دچھیا تانس پے پھونگس" مشہور ہے۔ رانی کی اس حرکت سے تمام بودھ رعایا اس سے برگشتہ ہو گئی۔ اور بھٹی محمد سلطان کو مجبور کیا کہ گیالپو لداخ کو متبنیٰ بنائے۔ وزیر علی یار اور رانی ارگیال بی اخیر دم تک اس کے مخالف رہے لیکن اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخرالامر بھٹی محمد سلطان نے گیالپو لداخ ینا نگیل کو اپنا متبنیٰ مقرر کیا۔ ارگیال بی نے اس کو نفرت میں اپنے تمام زیورات جلا کر خاکستر کر دیے اور خود زہر کھا کر مر گئی۔ بھٹی محمد سلطان نے کمال وفاداری کے ساتھ ایک وسیع قبر اُس کے لیے تیار کی اور اُس میں رانی کو بشمول اُس کے تمام مال و اسباب اور گھوڑے کے دفن کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ گھوڑے کے لیے عمارت قبر میں ایک کھڑکی رکھی گئی تھی جس کے راستہ سے روزانہ خوراک اُسے پہونچائی جاتی تھی۔ چند روز بعد یہ گھوڑا بھی اس قبر کے اندر مر گیا۔

جب تبنیت کا فیصلہ ہو گیا تو گیالپو لداخ کی طرف سے کالون فستن گیالپو کے تبنیت کرنے والے باپ بھٹی محمد سلطان کے پاس اظہار عقیدت کے لیے آیا اور موضع ٹھنگام میں توقف کر کے سلطان کو کرتسے میں اطلاع دی۔ اس نے جواب دیا کہ اگرچہ تم بحیثیت بیٹا ہونے کے باپ سے چھوٹے ہو مگر بیٹے کے ذاتی وقار کو میں نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اس لیے پہلے میں تمہاری ملاقات کے لیے حاضر ہونگا

کالون اسپر راضی نہوا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر باپ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے۔ ایک ہفتہ تک یہی بحث جاری رہی آخرکار تھی محمد سلطان بلا اطلاع کالون کے پاس چلا گیا اُسے پتہ لگا تو اپنا خیمہ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اور جب سلطان وہاں بیٹھ گیا تو دروازے سے اندر داخل ہو کر کورنش بجالایا۔ الغرض اس کے بعد تھی محمد سلطان کے تعلقات پدرانہ نیما نگیل گیالپو ے لداخ کے ساتھ قائم رہے۔ فوت ہونے پر وہ کرپو کھر میں مدفون ہوا۔ اس کی قبر ابتک موجود ہے۔

(۴)

حکومت نیما نگیل گیالپو ے لداخ بذریعہ تبنیت ۷۴۶ء

تھی محمد سلطان کے فوت ہونے پر تبنیت کا عملدرآمد ہو گیا۔ نیما نگیل کا دوسرا بیٹا تشی نگیل سوروکرتسے کا راجہ مقرر ہو کر آ گیا۔ اور اُس نے قبضہ کر لیا جن لوگوں نے گیالپو کی تبنیت کی مخالفت کی تھی انھیں سزائیں دی گئیں۔ وزیر علی یار مع اُس کے بیٹے کے قید کر کے لداخ بھیجا گیا۔ وہاں پہونچکر اس نے گیال خاتون کے رشتہ داروں کے ذریعے سفارش کرا کے رہائی حاصل کی۔ اور بعزم ترک وطن اپنے وطن میں آیا۔ مگر یہاں پہونچکر دونوں باپ بیٹے دنیا سے رخصت ہو گئے اُن کی قبریں ٹھسگام میں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تشی نگیل چند سال بعد لامہ ہو گیا اور حکومت کھرپونوں کے ہاتھ میں رہی۔

کھرپون ہا ے گیالپو لداخ کی طرف سے دراس والہ صابر بہادر شاہ کھرپون سوروکرتسے مقرر ہوا۔ اور سانکو والہ داؤد خان اُس کا وزیر بنایا گیا۔ انھوں نے اپنے آقا کی یہ خدمت کی کہ تھی محمد سلطان کے غیر صحیح النسب لڑکے گیال سرنگ کو شکار کے بہانے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ گیالپو لداخ کو اس ظلم کا حال معلوم ہوا تو اُس نے کھرپون اور وزیر دونوں کو علحدہ کر دیا۔ اور وزیر کی جائداد ضبط کر کے دوسروں کو حوالہ کر دی۔

اس کے بعد جبر یا کھرپون رہا۔ اُس کے بعد تشی وانچوک کھرپون رہا۔ اس کے بعد کالون بلجور کھرپون مقرر کیا گیا یہ لیہ میں رہتا تھا اُس نے اپنی طرف سے عبدو کاظم کو

کاردار مقرر کر کے کرتسے میں تعینات کیا۔ اُسکے بعد اخون عزیز کھرپون ہوا۔ جو اخون محمد شریف کے خاندان سے تھا۔ اس کے بعد تھوٹن پاچو حلبی رلسیان کھرپون رہا۔ اس کے بعد نونو توغ الدن المہ یالدراخ سے کھرپون مقرر کر کے بھیجا گیا۔ جو ٹمبس میں رہتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں وزیر زور آور سنگھ مع افواج ڈوگرہ کے اس ملک میں داخل ہوا

(۵)

تاریخ بھوکر ملبہ۔ دوا کھا بعد تقسیم

اس موقع پر اصلی واقعات کا بیان شروع کرنے سے پہلے بعض پچھلے اہم واقعات کی صراحت کر دینی ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ واقعات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

جب ٹونا گیالپو اپنے چھوٹے بھائی لامہ لو بزانگ گیالپو کو اپنی حکومت سپرد کر کے خود لھاسہ چلا گیا تو حکومت میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اسے دیکھکر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے اس پر حملہ کر دیا۔ پہلے وہ بودھ کھربو میں وارد ہوا۔ جہاں علی شیرخاں ولی عہد راجہ اسکردو کی طرف سے ایک مسلمان حاکم مقرر تھا۔ اور کچھ فوج بھی تعینات تھی چونکہ رعایا سب بودھ مذہب کی تھی اُن کے ساتھ گیالپو نے سازباز کر کے فریب سے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور راجہ اسکردو کے سپاہیوں کو تباہ کر دیا۔

ان مسلمان حاکموں کی یادگار میں بودھ کھربو میں پلتی شغرن یعنی میدان چوگان بازی اور ایک مسجد اب تک موجود ہے شغرن لب دریا ہے اور مسجد قلعہ کے نیچے گانوں کی آبادی میں ہے۔ مسجد کو گیالپو نے گونپہ میں تبدیل کر دیا تھا مگر بعد میں گونپہ بھی اس میں نہ رہا اور مسجد خراب خستہ حالت میں پڑی تھی۔ حال میں مرزا احمد خاں رئیس چکلم نے اسے مرمت کر کے درست کر دیا ہے جمیانگ نمگیل نے بودھ کھربو کی تسخیر کے بعد سوم گران کا رخ کیا۔ اُدھر سے لوبزانگ گیالپو بھی مقابلہ کے لیے نکلا۔

علی شیرخان انچن راجہ اسکردو جمیانگ نمگیل کی نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا جب وہ لداخ سے فوج لے کر پوریگ کی طرف روانہ ہوا ہے تو علی شیرخاں بھی اپنی فوج لے کر کرتخشہ میں آگیا۔ اور موقع کا منتظر رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ گیالپو بودھ کھربو سے سوم گران

کی طرف روانہ ہوا ہے تو وہ فوراً لداخ پر پہونچ گیا۔ وہاں گیالپو موجود تھا وہ بلا مزاحمت قابض ہو گیا۔

ہمیانگ نگیل کو علی شیر خاں کے حملہ لداخ کا حال معلوم ہوا تو وہ جنگ لمبہ کو چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس روانہ ہوا۔ مگر اس کے پہونچنے تک لداخ کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ علی شیر خاں نے اُس کو شکست دی اور اسے قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

الغرض متذکرہ بالا واقعات کی بنا پر لوبزانگ گیالپو کو اس بلائے ناگہانی سے نجات ملی اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنے ملک میں حکومت کرتا رہا۔ اور جب بوڑھا گیالپو کا بیٹا کوچوک شرب ستن جوان ہوا تو لوبزانگ گیالپو نے حکومت اُس کے سپرد کر دی اور خود بدستور اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا

کوچوک شرب ستن چونکہ چھوٹی عمر میں حکومت پر پہونچا اور آدمی مدبر تھا اُس نے لمبے عرصہ تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر اس کے ناعاقبت اندیش لڑکوں نے حکومت کی تقسیم کر کے اپنی خرابی کے سامان پیدا کر لیے۔ اس کے پانچ لڑکے تھے سب سے بڑا کوگا نگیل کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اُس نے سورو و کرتسے کی حکومت سپرد کر دی تھی۔ اور اُس کے چھوٹے بھائی کو ٹبس میں گذارہ دیدیا تھا۔

اس خراب نظیر کے قائم ہو جانے کی وجہ سے باقی تین لڑکوں کے دلوں میں بھی خودمختاری کا خیال جوش مارنے لگا چنانچہ وہ بھی باپ کی حیات میں یا اُس کی موت کے بعد جداگانہ علاقوں پر قابض ہو گئے جن کی تقسیم اس طرح تھی۔

گیلو سنگے۔ علاقہ بھوکر۔

کوچوک رینچن۔ لمبہ

گیلدسے چو۔ واکھا۔

بھوکر میں گیلو سنگے کے ہاں دیلہ سنگے پیدا ہوا۔ اور دیلہ سنگے کے تین لڑکے علی مدد چو ارگیاں بیگ۔ اور نصیب بیگ تھے۔

لمبہ میں کوچوک رینچن کے ہاں تین لڑکے بولا خاں شوری تھم اور سلطان بیگ ہوئے غوری تھم کا لڑکا ارگیالدسے تھا۔

سب سے چھوٹے لڑکے گیلدے چو کے ہاں اُس وقت اولاد نہ تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ یہ سب مسلمان تھے۔

جیسا کہ پوریگ کے بیان سے واضح ہوگا کہ جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ بودھ کھر بو کی طرف سے فتوحات کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اُس نے بودھ کھر بو پر قبضہ حاصل کرنے اور علی شیر خاں اچن کی فوج مشینہ کو تباہ کرنے کے بعد سوم گران کی طرف رخ کیا۔ یہاں ارگیال بوم اندسے کے خاندان سے خاتا لوبزانگ گیالپو حکمران تھا۔ اس نے مقابلہ کی پوری تیاری کر لی تھی۔ طرفین سے جنگ شروع ہوئی مگر حالات تبدیل ہو گئے۔ اور جمیانگ نمگیل بوجہ علی شیر خان اچن کے حملۂ لداخ کے گھبراہٹ میں اپنے گھر کی حفاظت کی غرض سے لداخ کو واپس ہوا۔ اور علاقہ پوریگ اُس کی دستبرد سے بچ گیا۔

اس واقعہ کے بعد جب سلطان ملک راجہ سوت تھا اور اس کا چچا سنزنگ ملک راجہ چگتن وشکم تھا سلطان ملک نے چگتن پر حملہ کر دیا اور سنزنگ ملک اور اُس کے بیٹے سنکھن ملک کو قتل کر کے اُس کے دونوں لڑکوں آدم ملک اور چھوسنزانگ ملک کو قید کر لیا۔ اور چگتن وشکم کا الحاق حکومت سوت کے ساتھ کر لیا۔ لیکن اُسے رعایا کے دلوں پر قابو حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی اہل ملک نے لداخ و اسکردو کے راجگان کے ساتھ سازش شروع کر دی۔ چنانچہ راجہ اسکردو کے دباؤ ڈالنے سے سلطان ملک نے آدم ملک وچھوسنزانگ ملک کو قید سے آزاد کر کے حکومت چگتن وشکم پر بحال کر دیا۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ نابالغ تھے انتظام ملک بدستور اپنے ہاتھ میں رکھا لداخ میں اس وقت سنگے نمگیل گیالپو تھا۔ اس نے موقع کو ہاتھ سے نہ دیا اور انتقام لینے کے بہانہ سے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھر بو اُس کا اپنا ملک تھا اور چگتن میں آدم ملک اس کے خیر مقدم کے لیے حاضر تھا۔ یہاں اُس کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ واکھا میں پہونچا تو ارگیالدے چو مرتا ایک گاؤں کا راجہ تھا اس نے فی الفور اطاعت قبول کر لی۔

لبر میں غوری تھم راجہ تھا۔ اور باقی دو بھائی اس کے تابع تھے بھوکر میں دلبہ سنگے خود موجود تھا اور اُس کے تینوں بیٹے بھی زبردست اور دلیر آدمی تھے ان سبھوں نے اتفاق کر کے لبر کی سرحد پر سنگے نمگیل کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ اور خوب داد مردانگی دی۔ مگر لداخ کی فوج تعداد میں زیادہ تھی۔ مدافعت کرنے والوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ لبر کے تینوں بھائی اور

غوری بھم کا بیٹا ارگیلدے اور بھوکر کے تینوں شاہزادے اس جنگ میں مقتول ہوئے اور خود دلبہ سنگے اسیر ہوگیا۔

ملبہ اور بھوکر میں سنگے نگیل نے یہ انتظام کیا کہ کالون رنستن کو ملبہ میں اور کالون صنم ٹنڈوف کو بھوکر میں لبطور تھرپون کے تعینات کر دیا۔اس کے بعد کرتسے پر چڑھائی کر دی سلطان کو نگانگیل معمولی مقابلہ کے بعد اسیر ہوگیا۔اس جگہ بھی انتظام کرنے کے بعد گیاپو مظفر و منصور حملہ سوت کی تیاری میں مصروف ہوا۔

سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔یہ سنگے نگیل کے داخلہ بودھ کھربو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ سنگے نگیل کے خلاف سازش کر رہا تھا۔راجہ اسکردو نے خود سنگے نگیل پر حملہ کرنے کی جرات نہ کی مگر سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ابھی سنگے نگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کرپوکھر میں مقابلہ ہوا سنگے نگیل شکست کھا کر فرار ہوا۔اس دوران میں اس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے حسن بیگ افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کر لی اپنے پیش کش مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے۔

ان حالات میں کرتسے اور سوت سنگے نگیل کی دستبرد سے بچ گئے۔اور لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار از سر نو قائم ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد پوریگ کی حکومت کی یہ صورت قرار پائی کہ۔

ملبہ کی حکومت کالون رنستن اور۔

بھوکر کی حکومت کالون صنم ٹنڈوف۔

کے خاندان میں گیا لیکن لداخ کی سرپرستی میں منتقل ہوگئی اور یہ حالات حملہ زیزورآور سنگھ تک جاری رہے

واکھا میں خاندان سابق بدستور البتہ بسرپرستی لداخ حکمران رہا۔

سورو د کرتسے کا راجہ سلطان کو نگانگیل بدستور اپنے ملک پر قابض رہا۔اور اس کی خود مختاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

کھیوا کھی الدے کی اولاد کی حکومت پشکم کا خاتمہ سرنگ ملک نے کر دیا تھا۔لہذا

چگتن د پشکم کا راجہ آدم ملک تھا۔ اور

سوت میں محمد سلطان خود مختار حکمران تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ملبہ و بھوکر کے دونوں کالون آپس میں لڑ پڑے بھوکر کے کالون پیبر کی بہن ملبہ کے کالون بلجور کے عقد میں تھی۔ کالون بلجور نے کالون پیبر کے قتل کا ارادہ کر کے اُسے ملبہ میں اپنے پاس بلایا۔ ملبہ میں پہونچنے پر کالون پیبر پر یہ بھید کھل گیا اس لیے دوسرے دن صبح سویرے بے خبری میں نکل کر وہ بھوکر کو واپس روانہ ہو گیا۔ کالون بلجور کو پتہ لگا تو اُس نے کہا کہ جنگ میں کالون پیبر کے خلاف کامیابی کی امید نہیں ہے۔ کسی حکمت سے اُسے پھانسنا چاہیے۔ اس مشورہ میں ملا عیدی بھی شامل تھا جو لداخ کے سپاہاماں کے خاندان سے تھا۔ اُس نے ذمہ اُٹھایا کہ میں کالون پیبر کو واپس لے آؤنگا۔ اس نے لکڑی کے ایک تختہ کو خوبصورت کتاب کپڑے میں لپیٹ کر اپنے ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کالون پیبر کے پیچھے دوڑا۔ اور ہوک سپنگ میں کالون پیبر کے پاس پہونچ گیا۔ اور اُس سے کہا تمہیں کالون بلجور کے خلاف غلط اشتباہ ہو گیا ہے تم کو کون مار سکتا ہے تم واپس چلو اور تماشہ دیکھو جس کے لیے تمہیں بلایا ہے اُس نے انکار کیا۔ تو ملا عیدی نے اُس فرضی قرآن کو جو وہ لکڑی کے تختہ سے بنا کر لایا تھا اپنے سر پر رکھکر قسم کھائی کہ کوئی شخص تم کو نقصان پہونچانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے۔ اسپر کالون پیبر اس بے ایمان ملا کے دھوکے میں آگیا۔ اور اس کے ساتھ ملبہ کو واپس چلا آیا۔

ایک طرف ملا عیدی اس فریب سے کالون پیبر کو واپس لا رہا تھا دوسری طرف کالون بلجور کے ہوا خواہ ایک پھندا تیار کر رہے تھے کہ کالون پیبر جب زینہ سے بالاخانہ پر چڑھ رہا ہو تو گلے میں ہی ڈال کر اُسے ہلاک کر دیا جائے اور اس کام کرنے کے وقت باجہ کے ذریعے شور کیا جائے تاکہ اگر کالون پیبر چیخ مارے تو اس کی بہن کو خبر نہ ہو سکے بالآخر اسی تجویز پر عمل کیا گیا جب زینہ کے اوپر کالون پیبر کے گلے میں پھندا ڈالا گیا تو کالون نے پھندے والوں کو تیر مارا۔ مگر وہ خطا گیا۔ پھر بہن کو آواز دی مگر یہ بھی اُس کے کان تک نہ پہونچی۔ اور کالون پیبر کا کام تمام ہو گیا۔

کالون پیبر کا لڑکا صنم تگیل نابالغ تھا۔ گر بھوکر کے لوگوں نے پوری وفاداری اور جوانمردی کے ساتھ اُس کا ساتھ دیا۔ اور کالون بلجور کو بھوکر پر قبضہ نہیں کرنے دیا۔ لہٰذا اس بیگناہ قتل سے بجز روسیاہی کے اور کچھ اُسے حاصل نہوا۔

صنم تگیل کی اولاد نہ تھی اس لیے دوربجے تگیل نکپا کو متبنیٰ بنایا گیا جو حملہ زورآور سنگھ تک قابض رہا اور بالآخر جنگ میں کام آیا۔

داکھا کے راجہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس تقریب پر اُس نے میر ہاشم کو کرتسے سے بلوایا ان کے ساتھ دخون فاضل بھی آ گیا بچہ کا نام بابر خان رکھا گیا۔ اور مسلمانوں میں شامل کیا گیا۔

دخون فاضل نے راجہ کی درخواست پر داکھا میں سکونت اختیار کی اُس کی اولاد اب تک اس موضع میں موجود ہے میر ہاشم واپس کرتسے چلے گئے۔

یہ خاندان داکھا میں حملۂ ڈوگرہ اور رنگھ تک برسر حکومت رہا۔ اس کی اولاد اب تک اس گاؤں میں موجود ہے علی رضا خان نمبردار داکھا اُن کا سرکردہ ہے اُس کے باپ کو سرکار سے کچھ مقررہ پنشن تھی جو اب بند ہو گئی ہے۔

کالون بلچور کی اولاد کے درمیان بھی حکومت تقسیم ہو گئی صنم نگپیس طبہ میں کالون رہا اور اُس کا چھوٹا بھائی ٹمبس میں بحیثیت جاگیردار الگ ہو گیا۔ صنم نگپیس کا لڑکا سیو انگ نگمیل بوقت فتح ڈوگرہ کالون طبہ تھا۔ اب اس کی یادگار جگبمت نگمیل نمبردار طبہ باقی ہے چھو غضنفر دل کی یادگار حیدر خاں ہے جو ٹمبس میں ایک معمولی حیثیت کا زمیندار ہے۔ ان کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے

کالون رفستن
|
چھتن بلچور
|
سرنگ رفستن
|
سرنگ وانگبو
|
کالون بلچور

- صنم نگپیس (کالون طبہ)
  - سیو انگ نگمیل (کالون بوقت فتح)
    - مل رام
      - جگبمت نگمیل (نمبردار طبہ)
    - ہیرامن لاولد جنتی
      - سیو انگ رگزن (پٹواری) کالون لونز آگ سیو انگ سالماخ الکا (تحصیل لدّاخ)
    - چھو سکیپ
- چھو غضنفر دل نگمیل (جاگیردار ٹمبس)
  - چھتن نگمیل
    - کونگا نگمیل
    - چھندور
      - ×
      - ×
      - حیدر خان (ساکن ٹمبس)
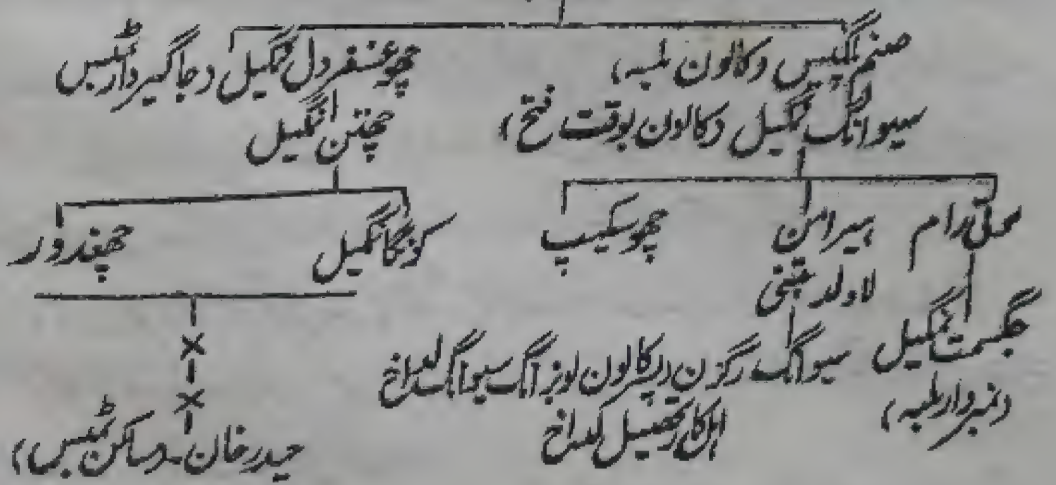
شجرہ نسب ٹھاٹھا خان

۱- ہاشو ٹھاٹھا خان (تقریباً ۸۰۰-۸۲۵ء)

۲- بوتی خان ۸۲۵/۸۵۰ء — ناوالدے

۳- زاتی خان ۸۵۰-۸۷۵ء — چھ مازی ہستن

۴- بوری ہتم ۸۷۵-۹۰۰ء

۵- زاگیر آباد ۹۰۰-۹۲۵ء

۶- زیم خان ۹۲۵-۹۵۰ء

۷- مزمل بیگ ۹۵۰-۹۷۵ء

۸- جبیم بیگ ۹۷۵-۱۰۰۰ء

۹ عبدال خان ۱۰۰۰-۱۰۲۵ء

۱۰ نصیر بیگ ۱۰۲۵-۱۰۶۰ء

۱۱- چچنبر انگس چہ (ہمعصر لوسا وا) ۱۰۶۰-۱۰۹۰ء

۱۲- چھپ استن چہ ۱۰۹۰-۱۱۵۶ء

۱۳- مغل بیگ ۱۱۵۶-۱۲۲۲ء

۱۴- ارگیال بوم الدے چہ ۱۲۲۲-۱۲۸۸ء

۱۵- لنبا وچہ ۱۲۸۸-۱۳۵۴ء

۱۶- ڈنیگ باک ۱۳۵۴-۱۴۲۰ء

[illegible]

۱۷- المعروف استر گیا چہ ۱۴۲۰-۱۴۵۰ء (ذر بخشی)

۱۸- امردو چہ (یا مرید خان) ۱۴۵۰-۱۴۷۵ء

۱۹- ڈوزدو چہ ۱۴۷۵-۱۴۹۵ء (لاولد) — حبیب چہ (بزمانہ عراقی)

۲۰ احمد ملک ۱۵۱۰/۱۵۲۵ (دختر سلطان حسین شاہ ... حیدر)

متوفی ... ابن عم

۲۱- کھوکھور بعزم ۱۵۳۵-۱۵۵۵ء

۲۲- ارگیال ملک (سوت) ۱۵۵۵/۱۶۰۰ء

۲۲- سیرنگ ملک (جگتن و پشکم) ۱۵۵۵/۱۶۰۰

۲۳- سلطان ملک (سوت جگتن و پشکم) ۱۶۰۰/۱۶۳۰ء

۲۳- سنگھن ملک (بحیات والد خود مقتول)

۲۴ محمد سلطان (سوت) ۱۶۳۰-۱۶۵۰

مرزا سلطان (سوت) ۱۶۵۰-۱۶۶۰

۲۴- آدم ملک (جگتن و پشکم) ۱۶۱۰-۱۶۴۰ لاولد

چھوسنر انگ ملک (جگتن و پشکم) ۱۶۴۰-۱۶۴۵

۲۵- ہورچخان ۱۶۴۵-۱۶۶۵

(زوجہ دوم دختر گیال بولداخ)

زوجہ اول

۲۵- مرزا بیگ ۱۶۶۰/۱۶۹۰

۲۶- ارگیال ملک (جگتن) ۱۶۶۵/۱۶۸۵

حبیب خان (پشکم) ۱۶۹۵/۱۶۹۵

۲۶- عزیز بیگ ۱۶۹۰/۱۷۲۰

۲۷- حسن خان (جگتن) ۱۶۸۵/۱۷۳۵

۲۷- آدم خان (پشکم) ۱۶۹۵/۱۷۴۵

۲۷- بعزم بیگ ۱۷۲۰/۱۷۵۰

۲۸- احمد خان (گذارہ خور) ۱۷۳۵-۱۷۴۵

۲۸ حنیفہ خان (جگتن و پشکم) ۱۷۴۵/۱۸۰۰

۲۸- جنگیر بیگ ۱۷۵۰/۱۷۸۰

۲۹- رحیم خان

۲۹- محمد علیخان (جگتن پشکم) ۱۸۰۰ لغایت ۱۸۳۴ راجہ بوقت فتح)

کالون رحیم خان

۲۹- یحیٰی خان ۱۷۸۰/۱۸۱۰

۳۰- علی شیر خان

۳۰ غلام حیدر

۳۰- سلام خان ۱۸۱۰/۱۸۳۴ (راجہ سوت بوقت فتح)

۳۱- حسن خان

۳۰ حسین خان

۳۱ جعفر خان (معافیدار و انعام خور سمرا)

۳۱- عضنفر خان

جعفر خان

۳۱- مہدی خان

سلیمان خان

۳۲- محبوب علی خان (معافیدار پشکم)

۳۲ اکبر خان

۳۳ جمشید علیخان

حسین علی خان

(انعام خور سوت و نمبردار یو ریلبنگ)

۳۲- محمد علی خان

شیر علی خان

جعفر علی خان

اسفندیار خان

علی شیر خاں

(ذیل دار جگتن و نمبردار یوغا گھربو)

دوسرا باب

تاریخ سوت جگپتن و پشکم

(۱) ٹھاٹھا خان کا سوت میں حکومت قائم کرنا (۲) جگپتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا (۳) حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر جگپتن کے ساتھ الحاق کیا جانا (۴) جگپتن و پشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی (۵) پشکم و جگپتن کی علیحدگی اور دریس کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا (۶) جگپتن کا حکومت پشکم و راس کے ساتھ شامل ہونا اور اس کا خاتمہ۔

(۱) ٹھاٹھا خاں کا سوت میں حکومت قائم کرنا

ٹھاٹھا خان کے حسب و نسب کے متعلق مختلف روایات ہیں ایک روایت کی رو سے اسے گلگت کا شاہزادہ بتایا جاتا ہے جسے شری بگور تھم نے حکومت سے محروم کر کے ترک وطن پر مجبور کیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گلگت کا ایک راجہ بڑا ظالم آدم خور تھا۔ اسے منجموں نے بتلایا کہ تمھاری سلطنت کو اس وضع کے ایک شخص گاشوپا کے ہاتھ سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے وہ اوصاف ٹھاٹھا خان میں جمع پائے گئے لہذا اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ راز افشا ہو جانے پر ٹھاٹھا خان اپنے وطن سے جان لے کر فرار ہو گیا۔

تاریخ گلگت پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ خاندان شاہ رئیس کے بانی ابود گاموکے بیٹوں میں ایک شخص ٹھاکن ہے ابود گاموکا بڑا بیٹا شری بگور تھم اس کے ساتھ لنگولی سے گیا تھا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ ابود گاموں نے سابق خاندان گلگت کے آخری راجہ اگور تھم کو قتل کرنے کے بعد اس کی بیوہ سے یا اس کے خاندان میں بیاہ کر لیا ہو جس سے ٹھاکن پیدا ہوا۔ ابود گاموکے فوت ہونے پر اس کا بڑا بیٹا شری بگور تھم اس کا جانشین ہوا تھا تب اس وقت ٹھاکن کے ہوا خواہوں نے سابق حکمران خاندان سے اس کی قرابت کی بنا پر

اُس کے نام پر فتنہ و فساد برپا کیا۔ اس وجہ سے سری گورو تھم نے اُسے نقصان پہونچانا چاہا اور وہ اپنی جان لے کر فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ ان واقعات کی بنا پر ہر دو روایات متذکرہ بالا میں سے مقدم الذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ تھاکن اور ٹھاٹھا خان ایک ہی نام کی دو شکلیں ہیں۔

بہر حال یہ ٹھاکن یا ٹھاٹھا خان اپنے خانگی فسادات سے مجبور ہوکر اپنے گھر سے فرار ہوکر اپنے دودھ باپ اور دودھ بھائی کے ساتھ مطابق روایت مقامی سکت الدے نگون کے پورہ ہنگ میں وارد ہونے سے تقریبًا دو ڈھائی سو سال پیشتر پوریگ میں وارد ہوا۔ یہ زمانہ ازروئے حساب ۱۶۰۰ء کے قریب ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر بارہ سال کے قریب بتلائی جاتی ہے اس کا دودھ بھائی اس کا ہم عمر ہونا چاہیے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارہ پر موضع کوکشو کی آبادی ورگو کے بالمقابل پہونچے جو اُس وقت غیر آباد تھی تو ہموار زمین چشمہ جھاڑیاں اور بہتا ہوا دریا دیکھکر یہ جگہ انھیں بہت پسند ہوئی۔ لیکن درمیان میں دریائے سندھ حائل تھا۔ وہاں پہونچنا مشکل معلوم ہوا۔ یہ زمانہ آغاز بہار کا تھا۔ جب کہ دریائے سندھ میں اس جگہ پر یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے بہتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ لب دریا بیٹھے ہوئے عبور کی تدابیر سوچ رہے تھے کہ یخ کا ایک بہت بڑا ٹکڑا بہتا ہوا کنارہ پر آلگا انھوں نے اُسے تائید غیبی سمجھ کر بطور کشتی استعمال کیا۔ اور ورگو میں پہونچ گئے۔ مگر بے سروسامانی کی وجہ سے اُس غیر آباد جگہ میں ٹھہرنا ناممکن تھا مجبورًا آباد حصہ ملک کی تلاش میں آگے بڑھے۔ ٹھاٹھا خان کی جیب میں اخروٹ کا ایک دانہ تھا اس کو اُس نے چشمہ کے کنارے زمین کھود کر دبا دیا۔

یہاں سے آگے بڑھکر وہ اُس موقع پر پہونچے جہاں اب موضع کوکشو آباد ہے۔ یہ موقع بھی انھیں بہت پسند ہوا مگر یہاں بھی آبادی نہ تھی۔ ٹھاٹھا خان کے ہاتھ میں بھوج کے درخت کا ایک سبز ڈنڈا تھا اُسے اُس نے اس جگہ نصب کر دیا۔ اور تینوں آگے کی طرف روانہ ہوگئے

آگے چل کر یورہ بتک میں پہونچے۔ یہاں دو گھر آباد تھے ان کا مالک ان کا ہم وطن تھا لہذا اُس کے پاس امداد کے وعدہ پر ملازمت اختیار کر لی اور رہنے لگے۔ ٹھاٹھا خان اور اُس کا دودھ بھائی بکریاں چراتے تھے اور ان کا باپ گھر کا کام کاج کرتا تھا جس جگہ یہ مکانات واقع تھے

اُسے اب شغازی لا۔ اور ان گھروں کا رقبہ مزروعہ جس موقع پر تھا اسے اب لوٹھنگ بو کہتے ہیں۔ اُس کے قریب کی پہاڑی پر ٹھاٹھا خان بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ذکر ہے کہ یہ پہاڑی کے اوپر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بڑا راجہ ہے اور بہت سے آدمیوں کو جمع کرکے قلعہ تعمیر کر رہا ہے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ تن تنہا بستر خاک پر پڑا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد۔ البتہ پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ گھر پہونچا تو اپنے آقا سے اپنا خواب بیان کیا اُس نے اُس کی تعبیر کی کہ کسی وقت یہ لڑکا اس ملک کا راجہ ہوگا۔ اس لئے اُس کی پرورش اور تربیت میں وہ زیادہ دلچسپی لینے لگا۔

اس اثنا میں ٹھاٹھا خان کے اور ہوا خواہ بھی غالباً گلگت سے ملک بدر ہو کر یہاں پہونچ گئے۔ اور اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس سے اس کو بڑی تقویت ہوئی اور اپنے آقا سے کھانے پینے کی امداد لے کر اپنی جماعت کے ساتھ اپنے پسند کیے ہوئے موقع درگور کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں فیندرم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھکر چاروں طرف نظر دوڑائی تو وادی درس میں گوخیال تک وادی دریائے سوروم میں گنڈیچے تک اور وادی دریائے سندھ میں گھنسی تک ملک نظر آیا۔ اسے فال نیک سمجھکر وہ آگے روانہ ہو گیا۔ کوکشو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کا عصا جڑ پکڑ کر درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ درگو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کے بوئے ہوئے دانہ اخروٹ نے پھوٹ کر درخت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ان واقعات سے اُس کی حوصلہ افزائی ہوئی کہ بخت یاور ہے۔ چنانچہ درگو میں اُس نے آبادی شروع کر دی اور چند روز بعد آگے بڑھکر کوکشو میں بھی آبادی کا آغاز کر دیا۔ یہاں اس نے دو مکان تعمیر کیے۔ ان میں سے ایک نالہ کے شمالی جانب موجودہ محلہ کوکشو۔ کے موقع پر تھا۔ اس کا نام اس نے ٹھوٹھوکھر رکھا اور اس میں خود سکونت اختیار کی۔ دوسرا اس کے بالمقابل نالہ کے جنوبی طرف تھا اس کا نام پاٹوکھر رکھا۔ اس میں اُس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی جب یہ گاؤں آباد ہو گیا تو لوگوں نے اسے "کوکس گاشو" یعنی چھ بالوں کی آبادی کا نام دیا۔ یہ کثرت استعمال سے بگڑ کر کوکشو بن گیا۔

کوکشو میں ٹھاٹھا خان کے نصب کئے ہوئے بوج کے درخت نے اب تک بہت ترقی کی ہے اور نئے نئے کلے نکال نکال کر اس نے خاصے رقبہ کو گھیر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ گاشو پا خاندان میں پیدائش کے موقع پر اس درخت میں ایک نیا کلا پیدا ابھر جاتا ہے اور موت کے موقع پر

ایک پُرانی شاخ سوکھ جاتی ہے۔ درگو میں اس کا نہال کردہ درخت اخروٹ حملہ زور آور سنگھ تک موجود تھا۔ بزمانہ جنگ گر گیا۔ اس درخت کی جگہ پر لوگوں نے ایک برجی اُس کی یادگار میں تعمیر کردی ہے۔

جب ٹھاٹھا خاں بفراغت آباد ہو گیا اور اُسے اطمینان حاصل ہوا تو وہ سیر و شکار کی طرف راغب ہوا کہتے ہیں کہ ایک روز بوقت شکار اُس نے ایک کیل کو زندہ پکڑ لیا۔ اور اُس کے سینگھوں کو پکڑ کر اس قدر زور کے ساتھ کھینچا کہ اُس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے (یہ مجھے محض افسانہ معلوم ہوتا ہے) اس واقعہ سے ٹھاٹھا خان کی شہ زوری کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا۔

ٹھاٹھا خان نے رفتہ رفتہ کوشو سے آگے بڑھ کر موضع جگتن دکھنس کو آباد کیا۔ جب آبادی میں ترقی ہو گئی تو اُسے حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ اور تائید ایزدی سے اُس کے اسباب بھی فراہم ہونے لگے۔

اُس زمانہ میں دریائے سورو و دریائے دراس کے نقطہ اتصال پر جو جنگل تھا اس میں اتفاق سے ایک آدم خور شیر آگیا۔ ہر دو دریاؤں کے مین نقطہ اتصال پر ایک بڑا پتھر آج تک موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس پتھر کے اوپر یہ شیر بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے دونوں طرف ہر دو دریاؤں کے کنارے راستہ تھا جس راستہ پر کوئی آدمی گذرتا چھلانگ مار کر اُس پر حملہ کرتا تھا اور دم کا کام کر کے پھر چھلانگ مار کر اُسی پتھر پر پہنچ جاتا تھا۔ ٹھاٹھا خاں کے پرانے آقا کو یہ خیال ہوا کہ ٹھاٹھا خاں شہ زوری کے لیے مشہور ہے اگر یہ شیر اُس کے ہاتھ سے مارا جائے تو حکومت پر اُس کا استحقاق قائم ہو جائیگا۔ اور اس طرح سے پھوکر کے خاندان پورانگ کی حکومت سے جو غیر لوگ ہیں انھیں نجات مل جائے گی۔ اُس نے ٹھاٹھا خان کو صلاح دی کہ اس بارہ میں اپنی تقدیر آزمائی کرے۔ یہ جوانمرد فوراً اس جانبازی کے لیے تیار ہو گیا اور انتظام کر کے اس مہم پر روانہ ہو گیا

راستہ میں اُس موقع پر پہنچا جہاں اب بلارگو کا گاؤں آباد ہے۔ یہاں پر اُس زمانہ میں صرف دو چار گھروں کی آبادی تھی۔ اسے ایک جگہ پر توبلے کھیلتے ہوئے ملے۔ اس بنا پر اُس نے اس آبادی کو بلارگو (توبلے) کا نام دیا۔ اس گاؤں کا آج تک یہی نام ہے۔

اس جگہ ایک بوڑھی عورت نے اُسے خبردار کیا کہ آگے مت جاؤ۔ دریا کے کنارے شیر آدمی کو مارتا ہے۔ ٹھاٹھا خان نے جواب دیا کہ میں اسی شیر کو مارنے کی غرض سے جا رہا ہوں"

بڑی بی نے پوچھا کہ شیر کو مارنے کا سامان کیا لائے ہو۔ اُس کے پاس اس عورت کی مرضی کے مطابق سامان نہ نکلا۔ اس پر اُس نے صلاح دی کہ درخت سیبت کے دو دو رُخے نوکدار ڈنڈے تیار کرکے ساتھ لیجاؤ۔ شیر جب حملہ کرے تو بائیں ہاتھ سے یہ دونوں ڈنڈے اُس کے منھ میں گھسیڑ دینا اور دا ہنے ہاتھ سے تلوار کے ذریعے اُسکا کام تمام کر دینا۔ تھاتھا خاں نے اس پر عمل کیا۔ اور تائید ایزدی سے وہ اس آدم خور شیر کے مارنے میں کامیاب ہوا۔ اس سے تمام ملک میں اس کی دھاک بندھ گئی۔ اس کے آقا نے اپنی حکومت اُس کے حوالہ کر دی۔ یہ بنیاد اس کی حکومت کی ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام سوت و شکر جگپتن کی حکومت اسکے ہاتھ میں آگئی

خیر یہ تو محض افسانہ ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ لداخ میں جو مون اقوام آباد تھیں ان کے اوپر یارقندیوں نے حملہ کیا۔ لداخ فتح کرنے کے بعد ایک حصہ اس فوج کا جگپتن تک پہونچا رونگ مرزن نے کھلسی کے متصل ان کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں وہ مارا گیا۔ جگپتن میں پہونچ کر تی سوک گنگا سوک۔ چوچو کونزوم وچھ پلدن کو اس فوج نے قید کر لیا اور اپنے ساتھ یارقند لے گئے۔ ان کے اس ملک سے لیجانے کے بعد تھاتھا خان کل علاقہ جگپتن پر قابض ہو گیا۔ روایات سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس علاقہ کا قبضہ کس طرح اور کس کی طرف سے تھاتھا خاں کو ملا۔ مگر چونکہ اس کا اس جنگ میں یارقندیوں کے خلاف شامل ہونا ثابت نہیں ہے اور خاتمہ جنگ پر جگپتن پر قابض ہو جانا ثابت ہے اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ تھاتھا خاں نے یارقندی فوج کے ساتھ رسوخ پیدا کیا اور انھیں امداد دی جس کے صلہ میں اُن کی واپسی پر حکومت اُس نے حاصل کرلی۔

الغرض جب تھاتھا خاں کا تسلط اس ملک پر قائم ہوگیا۔ تو اُس نے اُس کی آبادی کو بڑھانے کی طرف توجہ کی۔ کھرل کے بالمقابل بموقع اتصال دریائے سورو دو راس جو جنگل تھا اس کو صاف کرکے اس نے مزروعہ بنایا۔ اور اپنے دودھ بھائی کو یہاں آباد کر دیا اور اس بنا پر اُس آبادی کا نام اوما چک تھنگ یعنی دودھ دینے والوں کی آبادی ہوا۔ جو آج تک مشہور ہے جاداں اس موقع سے اوپر پوئیں کی آبادی تک جو جنگل تھا اُسے صاف کرکے آباد کیا۔ پھر وہ لداخ اور اسکردو سے لوگوں کو ترغیب دے کر یہاں لایا۔ اور اپنے ملک میں آباد کیا۔ غرضکہ ہر طرح سے وہ آبادی میں ترقی کرتا رہا۔ اور اپنی طاقت کو بڑھاتا رہا۔

اب تک کوکشو اس کا صدر مقام اور دارالحکومت تھا لیکن حکومت کی توسیع کی وجہ سے اب یہ مرکزی مقام حکومت کا نہیں رہا تھا اور یوربتنگ ترقی کر رہا تھا۔ اس لیے اسے خیال پیدا ہوا کہ دارالحکومت کو کوکشو سے منتقل کر کے ملک کے بڑے اور مرکزی مقام میں لانا چاہیے چنانچہ اس نے یوربتنگ میں اس جگہ پر جہاں اُس کے مربی کا مکان تھا ایک عالی شان قلعہ تعمیر کیا جو فیلکر کھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس قلعہ کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ اور تھاٹھا خان کی نسل کے موجودہ سرکردہ راجہ اکبر خان کا مکان سکونتی اُسی کے متصل واقع ہے اس موقع پر ایک تاریخی پتھر بھی ہے جس پر کتبہ کندہ ہے۔

جب دریاے سورو زنسکم اور دریاے سندھ کے درمیان کا تمام علاقہ تھاٹھا خاں کے قبضہ میں آگیا تو اُس نے ٹرسیون کی جانب رخ کیا جہاں وحشی لوگ باشندگان دہیہ کو تنگ کرتے تھے۔ راستہ میں کرگل - بروسنجی کو تسخیر کرتا ہوا ٹرسیون پہونچا۔ اور شرارت پیشہ لوگوں کی سرکوبی کر کے وہاں قلعہ بیوکھر تعمیر کیا پہلے یہاں کی آبادی کو ترقی دے کر دریا کے کنارے تک پہونچا دیا۔ اور بجاے ٹرسیون (خبات کا گانوں) اُس کا نام لوچے رکھا جس نام سے وہ آج تک مشہور ہے۔

تھاٹھا خاں کے اس اقتدار کو دیکھ کر قسے اور سورو کے لوگوں نے گرمجوشی کے ساتھ اُسکا خیر مقدم کیا۔ سورو چونکہ زانسکار اور کشتوار کی سرحد پر واقع تھا اور راجہ بھوکر کا وہاں کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس لیے تھاٹھا خاں نے اپنے ایک لڑکے ناوالدے کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے لڑکے جوراڑی استن نے وہاں خود مختار حکومت قائم کرلی۔ مگر اُسکے بیٹے الدے چو پر اس کا خاتمہ ہوگیا۔

اب تھاٹھا خان کا پیمانہ عمر لبریز ہوا اُسکی وفات کے بعد اُس کا بیٹا لوتی خان اور بروایت دیگر راموبی گا شو چو اُس کا جانشین ہوا۔

ہاشو تھاٹھا خاں تا مزل بیگ

راجہ سوت ۸۰۰ لغایت ۹۷۵ ھ

تھاٹھا خان کے شجرۂ نسب میں بہت اختلاف ہے زبانی روایات کے علاوہ جو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی ہیں مجھے دو تحریریں دستیاب ہوئی ہیں جن کے مصنفین اپنی اپنی تحریر کے معتبر ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر وہ بھی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔ مجبوراً ان میں سے ایک کو میں نے بغیر کسی دلیل کے اختیار

کرلیا ہے۔ چونکہ یہ تحریریں بھی زبانی روایات پر مبنی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ناموں کے متعلق کچھ حالات دریافت نہیں ہو سکے ان کی صحت کا اطمینان کرنا ناممکن ہے۔

جدیم بیگ ۹۷۵ لغایت ۱۰۰۰ء بوتی خاں کا بیٹا زانی خان۔ اُس کا ہوری بیگم اُس کا زاگیر باد۔ اُس کا زیم خان۔ اُس کا مزلی بیگ ان کے کچھ حالات دریافت نہیں ہوئے۔ مزلی بیگ کے بیٹے جدیم بیگ کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ یہ بڑا دلیر راجہ تھا۔ اس نے لیدو۔ تغنا چک۔ لامہ یورو۔ وخا۔ تنگشٹ۔ تو کسر۔ کنجی۔ ہگنس کو۔ پودھ کھربودا شکچہ کو جو اپنی اپنی جگہ خود مختار تھے یکے بعد دیگرے فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کیا۔ اور لداخ و پوریگ کے درمیان پل کھلسی سرحد قرار پائی۔ جہاں ہر دو حکومتوں کی طرف سے درآمد اموال و اسباب پر رسوم وصول کرنے کی غرض سے چوکیاں مقرر کی گئیں تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا مذکور نہیں ہے اگر یہ شجرہ نسب درست ہے تو جدیم بیگ کو ہم عصر سکت الدے ینا گوں کا ہونا چاہیئے۔

عبدال خاں ۱۰۰۰-۱۰۲۵ء اس کے بعد اس کا بیٹا عبدال خاں راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ ہمبیس کو جسے آج کل دراس کہا جاتا ہے برقیہ اقوام سے فتح کرکے اپنے ملک کی سرحد زوجی لا کے اوپر قائم کی۔

نصیر بیگ ۱۰۲۵-۱۰۶۰ء اس کا بیٹا نصیر بیگ۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا چھبنز انگس چو

چھبنز انگس چو ۱۰۶۰-۱۰۹۰ء راجہ ہو۔ اس کے عہد حکومت میں لامہ لوسا واریچن زانگبو بعد حصول تعلیم ہندوستان سے براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے اور اس ملک میں مذہب بودھ کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ اب تک اس ملک کے لوگ اپنے قدیم مذہب وسط ایشیا یا پون چھوس کے پیرو تھے لاموصوف نے متعدد لہاکھنگ۔ یعنی بودھ مذہب کے مندر اس علاقہ میں تعمیر کیے۔ ان عمارات کے کھنڈر اب تک جا بجا موجود ہیں۔ ان میں سے ملبہ کی چباد (بودھا) کی مورت اور جگپن کا لہاکھنگ اس وقت بھی اچھی حالت میں باقی ہیں۔ اُس واقعہ کی بنا پر چھبنز انگس چو راجہ سوت دگتن ہم عصر لہاچن چکس پا الدے یا ہم عصر اُس کے بیٹے لہاچن جنگ چھوپ سمس پا گیا لبہ لداخ کا ہونا چاہیے۔

چھب ستن لغایت ڈینگ ملک ۱۰۹۰ لغایت ۱۴۲۰ء اس کا بیٹا چھب ستن چو اُس کا مغل بیگ اس کا گیالبوم الدے چو اُس کا بنداچو اُس کا ڈینگ ملک۔ ان سب کے کچھ حالات دریافت نہیں ہوسکے

استرگیا چو ۱۴۲۰-۱۴۵۰ء ڈینگ ملک کے بعد اُس کا بیٹا استرگیا چو راجہ ہوا اُس کا اصلی نام دریافت نہیں ہوسکا۔ چونکہ اسے چکور کے شکار کا بہت

امرود چو یا مرید خاں ۱۴۵۰ء-۱۴۷۵ء شوق تھا اس لیے چکور والا راجہ اُس کا لقب ہوگیا اور اسی نام سے وہ مشہور ہوا۔ غالباً اُس کے زمانہ میں مذہب اسلام اس ملک میں پہونچا۔ اور خود اُس نے یا اُس کے بیٹے امرود چو نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا اور اسی بنا پر امرود چو کا اسلامی نام مرید خان ہوا۔

ڈورو چو ۱۴۷۵-۱۴۹۰ء مرید خاں چو کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام ڈورو چو اور چھوٹے کا نام حبیب چو ہے۔ مرید خان کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا ڈورو چو راجہ ہوا۔ مگر یہ شخص عیاش مزاج اور بے پروا تھا اور زیادہ تر ناچ تماشہ میں مصروف رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملازمین نے رعایا پر ظلم و زیادتی شروع کردی جس سے رعایا اس کی حکومت سے بیزار ہوگئی۔ گیالپو لداخ اس حکومت سے خار کھائے ہوئے تھا چنانچہ گیالپو لوٹوس چھوک الدن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حملہ کرکے فوراً تمام ملک بشمول تغاچک اور کھنجی کے فتح کرکے لداخ کے ساتھ الحاق کرلیا۔ اور جگپتن کی حکومت بجائے پل کھلسی کے نالہ کھنجی کے نیچے تک محدود ہوگئی۔

اسی طرح سے راجہ استور نے براہ تلیل مہیس پر حملہ کرکے گنڈ بال چھوتک ملک حکومت سوت سے نکال کر اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

ارگیال بوم الدے نے راجہ کشمیر کی امداد سے سوروہ کرتسے۔ ادرچھو کر پر قبضہ کرلیا غرض کہ ہر طرف سے ملک اُس کے ہاتھ سے نکلتا گیا یہاں تک کہ اس کی حکومت محض سوت وجگپتن پر محدود ہوگئی۔

ڈورو چو کی اُس ناقابلیت کی وجہ سے اُس کی قوم نے اُس کے لیے یہ سزا تجویز کی

کہ روزانہ خوراک میں سالم روٹی کے بجائے آدھی آدھی روٹی کاٹ کر اُسے دی جائے اور دیگر اشیائے خوردنی نصف حصۂ طباق میں رکھی جائیں اور نصف طباق خالی رہے۔ تاکہ صبح و شام اُس کو اُن نقصانات کی یاد دلا کر شرمندہ کیا جائے کہ آئندہ نسل کے لیے باعث عبرت ہو۔

جیب چو ۱۴۹۰ - ۱۵۱۰ء یہ کارہائے نمایاں کرکے ڈور وچو لاولد فوت ہوا۔ اور اُسکی جگہ اُس کا چھوٹا بھائی جیب چو راجہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت شروع ہو گئی تھی۔ اور ارگیال بوم الدے نے وہاں مذہب اسلام قبول کرکے اس تحریک کو کرتسے میں پہونچا دیا تھا اور اسکردو میں بھی مذہب اسلام پہونچ گیا تھا۔ جیب چو نے بھی مذہب اسلام اختیار کیا۔ جس وجہ سے راجگان کرتسے کے ساتھ سلسلہ اتحاد قائم ہو گیا۔ اور موضع سمرا اُن سے جیب چو کو واپس مل گیا۔

علاقہ پوریگ میں مذہب اسلام کی اشاعت کے متعلق حالات کی پوری تحقیق نہیں ہو سکی مگر اس واقعہ کی بنا پر کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نوربخش کے پیرو کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی دو ایک مقام پر موجود ہیں۔ چونکہ کھپلو سے پوریگ کا راستہ نزدیک ہے اور چنداں دشوار گذار بھی نہیں ہے خیال ہوتا ہے کہ وہ اسی راستہ سے تشریف لائے ہیں۔

میر شمس الدین عراقی کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں شغر میں ضمناً دریافت ہوا ہے کہ اس وقت پوریگ میں جیب چو راجہ تھا۔ اور پوریگ میں کہا جاتا ہے کہ جیب چو پہلا مسلمان راجہ پوریگ کا ہے۔ اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ زیر اثر میر صاحب اس نے مذہب اسلام قبول کیا۔ یہ واقعہ ۹۰۶ ہجری (۱۵۰۰ء) کا ہونا چاہیے مگر میر شمس الدین عراقی کو اس علاقہ میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مرید خان اور جیب چو دونوں باپ بیٹوں کو پہلا مسلمان راجہ بتلایا جاتا ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں نے ایک ساتھ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔

جیب چو نے فیکر کھر کو ترک کرکے یورجنگ کی پہاڑی کے اوپر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا جسکا نام پسری کھر رکھا۔ اور اُس کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ یہ قلعہ حملہ وزیر زور آور سنگھ تک راجگان سوت کا دار الحکومت رہا ہے۔ بعد میں دیوان ہری چند کے حملہ لداخ کے موقع پر اسے مسمار کیا گیا اُسکے

کھنڈر اب تک موجود ہیں یہ قلعہ عین اُس مرقع پر تعمیر کیا گیا تھا جہاں اس خاندان کے مورث اعلیٰ ٹھاٹھا خان نے اپنے بچپن کے زمانہ میں خواب دیکھا تھا کہ وہ قلعہ تعمیر کر رہا ہے۔ اور جہاں نیند سے بیدار ہونے پر پتھروں کا ڈھیر اپنے سامنے اُسے نظر آیا تھا۔ گو کہ خود ٹھاٹھا خان کو اس موقع پر قلعہ بنانے کی دسترس نہ ہوئی مگر اُس کی اولاد نے اُس کے خواب کو پورا کیا۔

حبیب چو کے بھائی کے عہد میں گیالپو لداخ نے پوریگ پر حملہ کرکے بالائی حصہ اس کے بزرگوں کے ملک مفتوحہ کا واپس لے لیا تھا۔ اس لیے حبیب چو کو حکومت پر پہونچنے کے ساتھ ہی گیالپو سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہوا لیکن وہ اکیلا لداخ پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لیے عملاً کچھ نہیں کر سکا جب کہ مذہب اسلام نے تمام بلتستان و پوریگ میں رابطہ یگانگت پیدا کر دیا۔ تو اُس نے کھپلو شغر و اسکردو کے ساتھ اتحاد کرکے لداخ پر حملہ کر دیا۔ گیالپو لداخ محصور ہو گیا۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا محاصرہ نے طول کھینچا بالآخر گاذری کی حکمت عملی سے لداخی قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہوئے جیسا کہ قبل ازیں مفصل بیان ہو چکا ہے اس جنگ آزمائی سے گو کہ حبیب چو کو چنداں فائدہ نہ پہونچا مگر گیالپو لداخ کی دستبرد سے کم از کم کچھ عرصہ کے لیے اُسے اطمینان ہو گیا۔ البتہ گاذری نے اپنا مطلب پورا کر لیا۔ جیسا کہ تاریخ شغر میں مذکور ہو چکا ہے۔

احمد ملک ۱۵۱۰-۱۵۳۵ء حبیب چو کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد ملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانہ میں سلطان سعید خان والی یارقند کا حملہ لداخ و کشمیر بسر کردگی مرزا حیدر گورگاں واقع ہوا۔ مرزا حیدر لداخ سے براہ زانسکار دسورو یہاں وارد ہوا۔ احمد ملک نے تعلقات ہم مذہبی کی بناء پر اور نیز بوجہ اپنی کم حیثیتی کے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ سلطان خود یہاں ٹھہر گیا۔ اور مرزا حیدر کو مع اپنے بیٹے کے کشمیر روانہ کر دیا غالباً یہیں سے سلطان روانہ بلتستان ہوا اور جیسا کہ کھپلو کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے۔ غالباً ہنولا کے راستہ وہ پہلے کھپلو میں پہونچا لیکن مرزا حیدر اپنی چار ہزار سپاہ کے ساتھ پوریگ سے سیدھا براہ دراس کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ کے مفصل حالات خود اُس کے قلم سے لکھے ہوئے لداخ کی تاریخ میں مذکور ہو چکے ہیں اس میں اُس نے اپنے سفر کشمیر کے حالات بالتفصیل بیان نہیں کئے ہیں۔ پوریگ میں جو کچھ تحقیق ہوا وہ یہ ہے کہ اس حملہ کی یادگاریں اس علاقہ میں حسب ذیل موجود ہیں۔

۱۔ حور کھو یعنی یار قندیوں کا قلعہ یہ موضع اسکبو میں ہے جو نالہ اسکبو دریائے داکھا کے نھال کے مقام پر ہے

۲۔ حور ڑنگسا یعنی یار قندیوں کی قیام گاہ۔ ہٹیس کے غیر آباد میدان میں ہے۔

۳۔ حورلم یعنی یار قندیوں کی سڑک یہ گند ٹنگلپور و سالس کو کے درمیان میں ہے۔

الغرض کشمیر سے واپس ہو کر مرزا حیدر اسی راستہ لداخ کو چلا گیا۔ غالباً کچھ حصہ اپنی فوج کا اُس نے زانسکار کے راستہ بھیجا۔ اور سلطان کے یار قند کو واپس چلے جانے کے بعد مرزا حیدر نے اور سانگ یعنی لہاسہ پر حملہ کیا۔ اُس طرف سے واپس آنے پر پھر اُس کی فوج زانسکار ڈیک پی اور سورو کرتسے کے ساتھ بھی اُس کی خلش جاری رہی۔ مرزا حیدر کے لداخ سے واپس چلے جانے کے بعد سیوانگ نمگیل نے بالائی لداخ پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور پھر بلتستان پر براہ نبولا حملے کرنے شروع کر دیے۔

۲۔ چگتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا

کھو کھور بغرم $\frac{1535}{1555}$ء اس زمانہ میں احمد ملک فوت ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اُس کا بیٹا کھو کھور بغرم راجہ تھا اس کے لیے ضروری ہوا کہ اپنے ملک کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اُس نے گیالپو لداخ کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کیا اور سرحد کی حفاظت کی غرض سے اپنے بیٹے سرنگ ملک کو چگتن میں بطور حاکم کے تعینات کر دیا اور ولی عہد ارگیال ملک کو اپنے ساتھ رکھا۔ جو باپ کی وفات کے بعد راجۂ سوت ہوا۔

سرنگ ملک نے چگتن کھر تعمیر کیا اور کچھ عرصہ بطور حاکم صوبہ کام کرتا رہا۔ مگر باپ کی وفات کے بعد اُسے خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی۔ تاہم بڑے بھائی کے ساتھ علانیہ مقابلہ کرنے کی جرات اُس نے نہیں کی۔ اس لیے لداخ کے گیالپو کے ساتھ رابطۂ اتحاد پیدا کر کے حکمت عملی سے کام نکالنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ چنانچہ سیاحت لداخ کے بہانہ سے دربار لداخ میں حاضر ہوا۔ اور ایک طویل عرصہ کے قیام کے بعد گیالپو کے ساتھ راہ و رسم بڑھا کر رابطۂ اتحاد مضبوط کر لیا۔ اس وقت جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ تھا۔ اس کے ساتھ سرنگ ملک کو وسیلہ یہ اختیار کرنا پڑا کہ اس نے اپنی رانی کو جو جمیانگ نمگیل کی منظور نظر

ہوگئی تھی طلاق دے کر گیالپو کے حوالہ کر دیا اور گیالپو جمیانگ نمگیل نے اُس کے ساتھ عقد کر لیا جس کے بعد یہ رانی سرنگ گیالمو کے نام سے مشہور ہوئی کہتے ہیں کہ یہ رانی پہلے سے حاملہ تھی جس سے لھوانگ نمگیل پیدا ہوا۔

اس کے تبادلہ میں گیالپو نے اپنی بیٹی کا نکاح سرنگ ملک کے ساتھ کر دیا۔ اور امداد کا وعدہ کر کے اُسے مع اُس کی نئی رانی کے اُس کے وطن کو واپس بھیج دیا۔ جمیانگ نمگیل کو اس انتظام سے بہت اطمینان ہوا کہ پوریگ کی طرف دست اندازی کرنے کا اُسے موقع مل گیا۔

لداخ سے واپسی کے بعد سرنگ ملک نے علانیہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس سے دونوں بھائیوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی۔ اور نوبت مخالفت تک پہونچ گئی۔

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ علی شیر خاں ولی عہد غازی میر راجہ اسکردو پرکوتہ وکرتخشہ کی فتوحات میں مصروف تھا اور کرتخشہ سے گیالپوے لداخ کے کھرپون اور سپاہ کو نکال کر اُس ملک پر متصرف ہو گیا تھا۔ وہ لداخیوں کے تعاقب میں مردل اور گنوخ تک آیا۔ اس وقت سوت اور جگپتن کے درمیان فساد برپا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرنگ ملک نے اُس سے امداد چاہی۔ الغرض یہ موقع دیکھ کر علی شیر خاں نے سوت پر حملہ کر دیا۔ اور سرنگ ملک کو حکومت جگپتن پر قائم کر دیا۔ اور اُس کے صلہ میں بودھ کھربو کو مع دیہات ملحقہ کے اپنی حکومت میں شامل کر کے یہاں اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے تعینات کر دیا۔ بعد ازاں لداخ کے چند دیہات کو تاخت وتاراج کر کے کرتخشہ کو واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی اس دستبرد سے بہت برافروختہ ہوا۔ اور اُس نے تیاری کر کے پوریگ پر حملہ کر دیا کہ بنائے فساد کی بیخ کنی کر دے قلعہ کھربو میں گو کہ علی شیر خاں کی سپاہ زیادہ نہ تھی مگر قلعہ بہت مستحکم تھا اور بزور اُس کا تسخیر کرنا وقت سے خالی نہ تھا۔ لہذا گیالپو نے یہ چال چلی کہ فوتولا عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ ساز وباز کرنا شروع کر دیا۔ رعایاے بودھ کھربو نے بوجہ ہم مذہب ہونے کے جمیانگ نمگیل کا خیر مقدم کیا اور اُس کے ساتھ مل گئی۔ ان لوگوں نے گیالپو کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تم نے براہِ راست قلعہ پر حملہ کیا تو بوجہ اُس کے کہ قلعہ قدرتی طور پر بہت مستحکم ہے اُس کے فتح کرنے میں بہت خونریزی ہوگی۔ اور مشکلات پیش آئیں گی ممکن ہے کہ محاصرہ طول کھینچے۔ اور اس اثنا میں لمبہ کی طرف سے کمک پہونچ جائے تو اور بھی دقت ہوگی

بہتر ہے کہ پہلے تم اپنے کچھ آدمی خفیہ طور پر یہاں بھیج دو۔ جمعہ کے دن سب ملتی سپاہی نماز ادا کرنے کے لیے دریا کے کنارے چھورس پینگ پر جاتے ہیں اور قلعہ قریب قریب خالی رہتا ہے اس موقع پر ہم تمھارے آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کردیں گے۔ اس تدبیر سے جب قلعہ پر تمھارا قبضہ ہوجائے تو فوراً باہر سے حملہ کردیا جائے اس طرح بغیر خونریزی کے ملک کے اوپر تمھارا قبضہ ہوجائیگا۔ گیا لپو نے اس پر عمل کیا اور بلاتکلیف قلعہ اور علاقہ بودھ کھر بو پر قابض ہوگیا۔ ملتی سپاہی اور افسر جو قلعہ کے اندر یا باہر تھے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسکردو کی طرف فرار ہوئے۔ اور علی شیر خاں کو اپنی تباہی کا حال سنایا۔

بودھ کھر بو میں سرنگ ملک نے بھی اپنے خسر کا خیر مقدم کیا۔ لہٰذا جمیانگ نمگیل نے اُس کی خود مختاری میں دست اندازی نہیں کی۔ اس اثنا میں گیا لپو کی لڑکی سے سرنگ ملک کا لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ گیا لپو نے اپنے نواسے کا نام سنکھن ملک رکھا۔

جمیانگ نمگیل نے بودھ کھر بو فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ اور یہاں سے سید ھا واکھا کا رخ کیا۔ اس جگہ ارگیال دے جو صرف ایک گانوں کا راجہ تھا۔ اور گیا لپو کا مقابلہ کرنا اُس کی طاقت سے باہر تھا اُس نے بلا چون وچرا اطاعت قبول کرلی۔ گیا لپو نے اُسکی حکومت اپنی سرپرستی میں بحال رکھی وہاں سے اُس نے ملبہ کا رخ کیا۔

جمیانگ نمگیل واکھا میں پہونچا تو حالات بدلے ہوئے نظر آئے۔ ملبہ میں ارگیال بوم الدے کے خاندان سے ٹونا گیا لبو یا لونز آنبگ گیا لپو نے اُس کے مقابلہ کی پوری تیاری کرلی تھی اور طرفین سے جنگ شروع ہوگئی۔

علی شیر خاں کا حوصلہ پرکوتہ اور کرتخشہ کی فتح سے بہت بڑھ گیا تھا۔ اور وہ کرتخشہ سے واپس ہونے کے ساتھ ہی راجہ کھپلو کے ساتھ اتحاد کرکے سیوانگ نمگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام میں بڑے پیمانہ پر حملۂ لداخ کی تیاری کررہا تھا جب اُسے جمیانگ نمگیل کے حملہ پوریگ اور اپنی سپاہ متعینہ بودھ کھر بو کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے فی الفور آندھی کی طرح لداخ پر دھاوا کردیا جمیانگ نمگیل کو یہ خبر پہونچی تو اُسے پوریگ بھول گیا اور جنگ چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس ہونا پڑا۔ مگر اس کے ہاتھ میں اسیر ہوگیا۔ اور اسی حالت میں اسکردو پہونچایا گیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ الغرض ان حالات

میں پوریگ کو جمیانگ نمگیل کی دستبرد سے نجات رہی اور سرنگ ملک اور ارگیال ملک اپنی اپنی جگہ پر کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے اور وا کھاد لبہ کی حکومتیں بدستور بحال رہیں۔

جمیانگ نمگیل تھوڑا عرصہ اسکردو کی ہوا کھانے کے بعد اپنی حکومت پر بحال کردیا گیا۔ مگر اُسکے بعد اُس نے پوریگ کا رخ نہیں کیا۔ اُس کی آخری عمر میں سرنگ ملک کو اپنی حکومت کے وسعت دینے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ قدرت نے اُس کی مدد کی۔ اور خود بخود اُس کا موقع پیدا ہوگیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۳۔ حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر جگتن کے ساتھ الحاق کیا جانا

قبل ازیں مذکور ہوچکا ہے کہ علاقہ پشکم میں یکسو اکھی الدے کی اولاد حکمران تھی سرنگ ملک کے زمانے میں پشکم کا ترا اما نے بیٹے کے لیے جگتن کے ایک شخص کو نجوک پا کی بیٹی کو "خفیہ شادی" کے طریقے پر پشکم میں اپنے گھر لے آیا اور بیٹے کے ساتھ اُسکا بیاہ کردیا "خفیہ شادی" کا رواج اب تک لداخ میں موجود ہے۔ یہ صراحت نہیں ہوئی کہ اس واقعہ میں کیا خاص پیچیدگی واقع ہوئی کہ لڑکی کا باپ کنجوک پا بالآخر اس پر حسب دستور ملک رضامند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ صاحب اولاد بھی ہوگئی کہا جاتا ہے کہ وہ فقیرانہ بھیس میں پشکم میں آیا اور اپنی بیٹی کو اپنی آنکھ سے پشکم کے ترا کے گھر میں دیکھ گیا۔ جگتن واپس پہونچ کر اُس نے سرنگ ملک سے فریاد کی۔ وہ فوراً پشکم کے ترا ما سے انتقام لینے پر تیار ہوگیا۔ اس بہانہ سے اُس نے پشکم پر حملہ کردیا۔ ترا ما کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اُس نے مجبوراً اطاعت قبول کرلی لیکن سرنگ ملک کے سر پر ملک گیری کا بھوت سوار تھا۔ اُس نے مصالحت کو قبول نہ کیا۔ اور کل علاقہ پشکم کا الحاق حکومت جگتن کے ساتھ کرلیا اور ترا ما کو نسلاً بعد نسلٍ اس علاقہ کا وزیر مقرر کردیا۔ یہ انتظام راجگان سوت جگتن کی حکومت کے قیام تک قائم رہا اور آخر میں اُس کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس وقت اس خاندان کا سرکردہ وزیر عبد الکریم خلف وزیر عزیز اللہ پشکم میں موجود ہے جو علاقہ پشکم کا انعام خور اور شمول بھیسکور علاقہ پشکم کے سات دیہات کا نمبردار ہے۔

اس طرح سے پشکم۔ اکبو۔ لوچم۔ کوستے۔ تیچر کرت۔ کرگل۔ برد۔ منجی و کنور جملہ دس دیہات جن کے اوپر خاندان پشکم حکمران تھا ترا ما کے قبضہ سے نکل کر جگتن کی حکومت میں شامل ہوگئے۔

اصل واقعہ اغوا کا فیصلہ سرنگ ملک نے اس طرح کیا کہ اُس کا شوہر حسب رواج ملک تاوان ادا کرے۔ لڑکی کو رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اُس کے شوہر نے ۸۰ یاک ۸۰ گھوڑے ۸۰ بھیڑ ۸۰ بکری ۸۰ اکبرے ۸۰ اکبری ۸۰ اجاؤ سونا۔ اور ایک تیر مار اراضی مزروعہ تاوان میں کو بچوک باکو دینا قبول کیا۔ اراضی مزروعہ سرنگ ملک نے بطور رسوم عدالت خود رکھلی اور باقی اشیا کو بچوک باکو حوالہ کر دیں

۲۔ چگتن و پشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی

سلطان ملک راجہ سوت چگتن و پشکم ۱۶۰۰-۱۶۱۰ء سوت میں ارگیال ملک کے فوت ہونے کے بعد اُس کا بیٹا سلطان ملک راجہ ہوا۔ اُس کو سرنگ ملک کی حرکات بہت ناپسند ہوئیں۔ اس لیے اُس نے سوت کے لوگوں کو غیرت دلا کر چگتن پر حملہ کر دیا۔ جس میں پہلوان شرا بھی شامل تھا۔ یہ مہم براستہ منسو سونڈو آئی۔ ادھر سے سرنگ ملک نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ خاص چگتن کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بڈھا سرنگ ملک میدان جنگ میں مارا گیا۔ اُس کا بیٹا نکھن ملک بھاگتے ہوئے چگتن کھر کے نیچے میدان میں مارا گیا۔ اس کے دونوں لڑکے آدم ملک و چھو سرانگ ملک قید ہو گئے اور سوت پہونچے۔ حکومت چگتن و پشکم کا الحاق سوت کے ساتھ ہو گیا۔ یہ دونوں لڑکے کچھ عرصہ پسری کھر میں قید رہے بعد ازاں اُنھیں گذارہ دیکر قلعہ یو غا کھر میں نظر بند کر دیا گیا۔

سلطان ملک نے چگتن و پشکم کی حکومت بزور حاصل ضرور کر لی لیکن رعایا کی اطاعت کے حاصل کرنے میں اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ چگتن و پشکم کی رعایا زیادہ تر بودھ مذہب کی تھی انھیں سرنگ ملک اور اُس کی اولاد سے گیالپو لداخ کے ساتھ اُن کے تعلقات کی وجہ سے اُنس اور ہمدردی تھی۔ اِس لیے سرنگ ملک کے خلاف سلطان ملک کا یہ فعل وہ غاصبانہ خیال کرتے تھے اور سلطان ملک کی حکومت سے آزاد ہونا چاہتے تھے تاہم علانیہ سرکشی کا اُنھوں نے حوصلہ نہ کیا اور اندرونی سازش سے کام نکالنا چاہا چنانچہ لداخ اور دسکر دو دونوں طرف اُنھوں نے سازش شروع کر دی۔ لداخ میں جیانگ نگیل اس وقت

حکومت سے کنارہ کش یا فوت ہو چکا تھا۔ اور اُس کا بیٹا سنگے نمگیل گیالپو تھا وہ اس زمانہ میں لاسہ سنک سنگ راسپا کی آمد کی وجہ سے مصروف تھا۔ اس لیے جلد تر چگتن کی طرف توجہ نہ کر سکا۔

اسکردو میں چگتن کا ایک طبیب چھو سزانگ کشی طبابت کرتا تھا۔ اُس کے ذریعے سازش کر کے اہل چگتن نے کوشش کی کہ اسکردو سے امداد حاصل کی جائے۔ اتفاق سے راجۂ اسکردو کی رانی بیمار ہوئی اور چھو سزانگ کشی کے علاج سے وہ صحتیاب ہو گئی۔ راجہ اس پر بہت خوش ہوا اور انعام واکرام سے اُس کی عزت افزائی کرنی چاہی۔ طبیب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میری عزت افزائی منظور ہے تو پوریگ کے اس واقعہ میں سلطان ملک کی دستبرد کے خلاف ہماری امداد کی جائے اور سنگھن ملک کے لڑکوں کو اُن کی آبائی میراث پر بحال کیا جائے۔ راجہ نے اسے قبول کیا مگر محض طبیب کی خاطر سوت پر چڑھائی کرنا وہ نہیں چاہتا تھا صرف اخلاقی حد تک اُس نے امداد کا انتظام کر دیا۔ اپنے وزیر کو مع چند کس معززین کے سلطان ملک کے پاس بھیجا کہ کمزوروں پر زیادتی کرنا اچھا نہیں ہوتا ہے بہتر ہے کہ آدم ملک و چھو سزانگ ملک کو قید سے رہا کر کے اُن کے باپ کی میراث پر بحال کر دیا جائے۔

آدم ملک راجہ چگتن و شکم ۱۶۱۰-۱۶۴۰ء سلطان ملک نے اس وفد کا بڑا احترام کیا۔ اور دونوں لڑکوں کو قید سے رہا کر کے اُنکی حکومت پر بحال کر دیا۔ لیکن بوجہ اُس کے کہ وہ نابالغ تھے اپنا انتظام بصورت سرپرستی بحال رکھا۔

۵۔ سنگے نمگیل کا حملۂ پوریگ

اس اثنا میں گیالپو سنگے نمگیل بھی اپنی بہن کے پوتوں کا انتقام لینے کے لیے تیار ہو گیا اور اُس نے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھرباد ر چگتن ہیں تو اُسے کسی قسم کی رکاوٹ کا اندیشہ نہ تھا۔ یہاں سے گذر کر سیدھا واکھا پہونچا۔ ارگیالدے جو صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا اس نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی اُس کی حکومت بحال رہی اور وہاں سے آگے بڑھ کر اپنے ملبہ کو تسخیر کیا اس کے بعد سنگے نمگیل نے کرتسے پر حملہ کر دیا۔

محمد سلطان راجہ سوت ۱۶۱۰-۱۶۵۰ء سلطان کو نگا نمگیل معمولی مقابلہ کے بعد اسیر ہو گیا۔ اور کرتسے پر گیالپو سنگے نمگیل کا تسلط

ہوگیا۔ یہاں اپنا انتظام کرنے کے بعد گیالپو نے فتح وظفر کے نشہ میں مست ہوکر بڑے کر دفر کے ساتھ حلہ سوت کی تیاری کی۔ سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔ یہ سنگے نمگیل کے دخلہ بودھ کھر بو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ اُس کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ لیکن اب وہاں علی شیر خان انچن موجود نہ تھا کہ سنگے نمگیل کی سرکوبی کی غرض سے فوراً لداخ پر حملہ کر دیتا مگر اس کی اولاد نے اتنا ضرور کیا کہ صوبہ کشمیر کو سنگے نمگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نمگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج میں پہنچ گئی کر بوکھر میں مقابلہ ہوا۔ اور سنگے نمگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ مگر چونکہ اُس کا ملک دور تھا اور تعاقب کا اندیشہ تھا۔ افسر فوج مغل کے پاس ایلچی بھیج کر اُس نے صلح کر لی۔ اور پیش کش کی ادائگی قبول کر لی کہ بادشاہ کے پاس بھیجتا رہوں گا۔ اور کرتسے سے دستبردار ہو گیا۔

اس واقعہ کو جلوس شاہجہانی کے بارھویں سال ۱۰۴۸ھ ہجری مطابق ۱۶۱۸ء عیسوی کے واقعات میں ذکار اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہو کر آیا تو آدم خان زمیندار تبت خورد نے اس کو لکھا کہ سنگے نمگیل زمیندار تبت کلاں نے ایک حصہ پور یگ پر جو کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کر لیا ہے اور باقی حصہ پر بھی قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۵۔ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ ہجری کو نواحی کر بوکھر میں سنگے نمگیل مقابلہ میں آیا۔ اور میٹ پاکر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ وطن دور ہے راہ ہی میں کام تمام ہو جائیگا۔ حسن بیگ خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کر لی۔ اس نے پیش کش مقرر کر دی کہ بادشاہ پاس بھیجتا رہے"

یہ کام کر کے حسن بیگ مع اپنی فوج کے کشمیر کو واپس چلا گیا۔ اور سنگے نمگیل لداخ کو واپس ہو گیا۔ کرتسے اور سوت دونوں اس کی دستبرد سے بچ گئے۔

چھوسنر انگ ملک چگتن وشکم ۱۶۴۰-۱۶۴۵ء اب آدم ملک اطمینان کے ساتھ چگتن وشکم پر حکومت کرنے لگا۔ اُس کے لاولد فوت ہونے پر اُس کا چھوٹا بھائی چھوسنر انگ ملک اُس کی جگہ راجہ ہوا۔ وہ سن رسیدہ آدمی تھا چند روز حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا حور چو خان

برسرحکومت آیا۔ اُس کی دو رانیاں تھیں۔ پہلی رانی سے ارگیال ملک پیدا ہوا۔ بعد میں اسنے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی اُس سے حبیب خان پیدا ہوا۔

۵۔ پشکم و چگتن کی علحدگی اور دراس کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا

حور چو خاں $\frac{1645}{1665}$ء حور چو خاں نے سسرال کے دباؤ سے اپنی زندگانی ہی میں پشکم کی حکومت حبیب خان کو سپرد کردی۔ جب حور چو خاں بیمار ہوا تو گیالپو لداخ نے اپنا چھیغز دت بھیج کر یہ قطعی فیصلہ کرادیا کہ حور چو خاں کی حکومت اُس کے دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کردی جائے۔ حبیب خان پشکم کا راجہ رہے اور ارگیال ملک چگتن کا راجہ ہو۔ حور چو خاں کے فوت ہونے پر اسی پر عملدرآمد ہوا۔

حبیب خان پشکم ۱۶۶۵-۱۶۹۵ء حبیب خان نے پشکم میں چولی کھر نامی قلعہ آبادی کھر دنگ کی پہاڑی کے اوپر تعمیر کر کے اس کو

ارگیال ملک چگتن ۱۶۶۵-۱۶۸۵ء اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ انتظام اس خاندان کی حکومت کے قیام تک جاری رہا۔ بعد میں دیوان ہری چند نے اس قلعہ کو مسمار کیا جسکے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں۔

آدم خاں $\frac{1685}{1745}$ء راجہ پشکم و دراس حبیب خاں کے بعد اس کا بیٹا آدم خاں راجہ ہوا۔ اس کی شادی بھی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ جو پشکم میں پہونچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ گیالپوے لداخ نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح علاقہ دراس حکومت لداخ سے نکل کر پشکم کے ساتھ شامل ہوگیا۔ یہ انتظام فتح ڈوگرہ تک جاری رہا۔

حنیفہ خان پشکم و دراس و چگتن ۱۷۴۵-۱۸۰۰ء آدم خاں کے بعد اُس کا بیٹا حنیفہ خان راجہ ہوا۔ اُس کا رشتہ لداخ کے ساتھ کئی پشتوں سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ لداخ کے زور پر اسے بھی پشکم و چگتن کی حکومتوں کو ایک کرنے اور اپنی حکومت کو وسعت دینے کی ہوس پیدا ہوئی

۱۰۔ چگپتن کا حکومت پشکم و دراس میں پھر شامل ہونا اور اُس کا خاتمہ

حسن خان چگپتن ۱۶۸۵-۱۷۳۵ء دوسری طرف ارگیال ملک کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا حسن خان راجہ چگپتن ہوا۔ اور اُسکے

احمد خان چگپتن ۱۷۳۵-۱۷۴۵ء فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد خاں راجہ ہوا

اُس کے زمانہ میں حنیفہ خاں کے لیے چگپتن کی علیحدگی ناقابل برداشت ہو گئی۔ اُس نے گیالبو لداخ کی طرف سے دباؤ ڈال کر احمد خاں کو چگپتن کی حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُس کو یوغا کھربو اور شکر کے دیہات گذارہ میں دے کر خود چگپتن پر قابض ہو گیا۔

احمد خان کی اولاد اب تک یوغا کھربو میں آباد ہے۔ احمد خان کا گذارہ اُن کے پاس نہیں ہے جس زمانے میں میں حاکم لداخ تھا حسن خان اس خاندان کا سرکردہ تھا وہ علاقہ چگپتن کا ذیلدار اور پانچ دیہات کا نمبردار تھا۔ اُس کے بڑے بیٹے محمد علی خاں کو میں نے تعلیم دلا کر پٹواری بنا دیا تھا۔ غالباً اب وہی سرکردہ اُس خاندان کا ہے۔

محمد علی خان پشکم و دراس و چگپتن ۱۸۰۰-۱۸۳۴ء حنیفہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خاں راجہ پشکم و دراس و چگپتن ہوا۔ اُس کا چھوٹا بھائی رحیم خاں اُس کا وزیر تھا۔ جسے کالون کا خطاب دیا گیا تھا۔ بوقت فتح وزیر زورآور سنگھ یہ دونوں بھائی برسر حکومت تھے۔ اُن کے اُس زمانہ کے حالات بسلسلہ مہمات ڈوگرہ مذکور ہو چکے ہیں۔ وہاں دیکھنا چاہیے

محمد علی خاں کی اولاد میں سے اس وقت محبوب علی خاں موجود ہے جو صرف [illegible] سالانہ کا معافیدار ہے اور پشکم میں رہتا ہے اُس کے چھوٹے بھائی کالون رحیم خان کی اولاد میں سے جعفر خاں موجود ہے جو [illegible] سالانہ کا معافیدار اور علاقہ چگپتن کا انعام خور اور تین دیہات کا نمبردار ہے اس کی سکونت موضع سمرا علاقہ چگپتن میں ہے۔

مرزا سلطان راجہ سوت ۱۶۵۰-۱۶۶۰ء مرزا بیگ نغافت

یحییٰ خاں ۱۶۶۰-۱۶۸۱ء سوت میں محمد سلطان کے بعد اُس کا بھتیجا یحییٰ ...

مرزا سلطان راجہ ہوا۔ اُس کے بعد مرزا بیگ۔ عزیز بیگ۔ بغرم بیگ۔ جنگیر بیگ اور یحییٰ خان یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے اُن کے زمانہ کا کوئی اہم واقعہ دریافت نہیں ہوا بجز اس کے کہ چگتن اور نیکم کے جھگڑوں سے اُنھوں نے اپنے آپ کو علحدہ رکھا اور اپنی خود مختاری میں کسی بیرونی حکومت کو دست اندازی کا موقع نہیں دیا۔ کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

سلام خان راجہ سوت ۱۸۱۰ الغایت ۱۸۳۴ء یحییٰ خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا سلام خاں راجہ تھا جب کہ وزیر زرآور سنگھ کلھوریہ نے ۱۸۳۴ء میں اس علاقہ پر تصرف حاصل کیا۔ اس زمانہ کے حالات بسلسلہ مہات ڈوگرہ مذکور ہو چکے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

سلام خاں کا پوتا اکبر خاں میری موجودگی لداخ کے زمانہ میں اس خانداں کا سرکردہ تھا۔ جو علاقہ سوت کا انعام خوار اور دو دیہات کا نمبردار تھا۔ اب اُس کا بیٹا جمشید علی خان اس خاندان کی یادگار اور معمولی حیثیت کا آدمی ہے۔

تیسرا باب

تاریخ شغر شنگھو و دراس

چونکہ علاقہ ابیس یعنی دراس پوریگ کے ساتھ شامل رہا ہے۔ اور اب بھی تحصیل کرگل کے ساتھ ہے اور علاقہ شغر شنگھو کا قریبی تعلق دراس کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ان دونوں علاقہ جات کی تاریخ ایک ساتھ شامل کر کے پوریگ کے بیان میں داخل کر دی گئی ہے۔ ورنہ سیاسی تقسیم کے مطابق شغر شنگھو کو کھرمنگ کے ساتھ ملانا چاہیے تھا۔ جس جاگیر میں یہ علاقہ اب تک شامل ہے۔ اور گو کہ جاگیر کھرمنگ موجودہ تقسیم ملکی میں تحصیل کرگل کے ساتھ شامل ہے مگر اس خاندان کی تاریخ قدیم تعلقات کی بنا پر بلتستان کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے صرف اس جاگیر کی مردم شماری ملکی تقسیم کی وجہ سے تحصیل کرگل کے ساتھ دکھلائی گئی ہے علاقہ شغر شنگھو و دراس میں دردا اقوام کی آبادی ہے ان کا شجرۂ نسب جو تحقیق ہوا ہے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

شان ٹھاٹھا خان (جسٹیر و چیلاس)

(دختر) سیل بوبوری

ہولو — ڈرامون

بھیلی

ماسین

کینسر سین

زلہائی — ×

بابوائی

برٹن لون

× — ×

شیری مون چوٹو (دگوش)

دگول (× دگول) ڈوم با (دگوٹو ملیل)

پوٗنؑ لون

روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں چیلاس کے جبٹیروں (دردساے) میں سے ایک شخص شان ٹھاٹھا خان تھا۔ اُس کی ایک بیٹی موسومہ سیل بویوری تھی۔ اُس سے دو جڑواں لڑکے ہولو اور ڈراموں پیدا ہوئے۔ ان دونوں کے درمیان رقابت ہوگئی۔ ڈراموں ہوشیار تھا اُس نے ہولو کو تنگ کرنا شروع کیا۔ ہولو بیزار ہو کر علاقہ استور میں چلا آیا۔ اور آباد ہوگیا۔ اس کی چوتھی پشت میں کینہ سین پیدا ہوا۔ اُس کے دو لڑکے تھے۔ ایک ژولوئی۔ دوسرے کا نام تحقیق نہیں ہوا۔ ژولوئی کا لڑکا بابوئی اور اس کا لڑکا پوٗنؑ لون ہے۔ پوٗنؑ لون کے سات بیٹے ہوئے۔ چولوک ساٹو۔ پاتیو۔ سوکو۔ لائی۔ کھورائی۔ سنگ یون۔

اس اثنا میں ایک شخص اجاریو کوچٹی نامی جو پوٗنؑ لون کا بھانجا تھا اور نالہ ٹری سنگ میں بمقام بھتینگ رہتا تھا۔ پوٗنؑ لون کی بیوی کے ساتھ مل گیا اور پوٗنؑ لون کو قتل کر کے اس کے گھر بار اور جائداد پر قابض ہوگیا اور اس کی بیوہ کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ پوٗنؑ لون کے لڑکے جب جوان ہوئے تو ان کی غیرت نے جوش مارا اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کے درپے ہوگئے لیکن کوچٹی صاحب رسوخ آدمی تھا۔ اس لیے اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ انھیں نہیں پڑتا تھا۔ انھیں ایام میں لوسر کا تہوار آگیا۔ لوسر کے موقع پر سرد ملکوں میں جانور فربہ ہوتے ہیں اور

ورد لوگ حسب ضرورت جانوروں کو ذبح کر کے موسم زمستان کی خوراک کے لیے گوشت کا ذخیرہ کرلیتے ہیں۔ موسم خزاں کی ہوست میں گوشت سوکھ جاتا ہے سڑتا نہیں ہے اور تمام سردی بھر قابل استعمال حالت میں رہتا ہے۔ ایک روز کوچوٹی نے اس غرض کے لیے بھیڑ ذبح کرنے کا انتظام کیا۔ اور ایک لڑکے سے کہا کہ گھر سے چھرا لے آؤ۔ لڑکا چلا گیا مگر راستہ میں اُسے کچھ وسوسہ پیدا ہوا۔ واپس آکر کوچوٹی سے کہا کہ ماں نے کہا ہے چھرا گھر میں نہیں ہے۔ اُس نے لڑکے کو دوبارہ بھیجا۔ اس دفعہ بھی اُس نے وہی حرکت کی۔ اس پر کوچوٹی کو طیش آگیا۔ اُس نے غصہ میں آکر لڑکے سے کہا کہ پوئن لون کو جس چھرے سے مارا تھا وہ صندوق میں پڑا ہے اپنی ماں سے کہو کہ نکال دیوے لڑکا یہ پیغام لے کر اس دفعہ اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ اُسے بڑی فکر پیدا ہوئی مگر چھرا صندوق سے نکال کر اُس نے لڑکے کو حوالہ کر دیا۔ اس واقعہ سے انتقام کا جوش تازہ ہوگیا۔ اور یہ ساتوں بھائی کوچوٹی سے بدلہ لینے کے لیے بالکل تیار ہوگئے اور اُس کی تدبیر سوچنے لگے ایک روز انھوں نے آپس میں فیصلہ کر کے کوچوٹی سے کہا۔ کہ ابا جان اوسرا گوشت بہت جمع ہوگیا ہے۔ گھر میں اُس کے رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس گوٹھل (ذخیرہ) بھی کافی وسیع نہیں ہے (سرد ملکوں میں دستور ہے کہ اشیاے خوردنی کے ذخیرہ کے لیے مکان سکونت سے علیحدہ لکڑی کا ایک کمرہ تیار کرتے ہیں۔ اُسے گلگتی زبان میں گوٹھل کہتے ہیں) جنگل میں چل کر کوئی اچھا درخت تجویز کر کے اُس کی لکڑی کاٹ کر لائیں اور گوٹھل تعمیر کریں۔ کوچوٹی نے اس سے اتفاق کیا۔ اور ساتوں لڑکوں کو مع ضروری اوزاروں کے ساتھ لے کر جنگل میں پہونچا۔ ایک درخت کی اُس نے نشان دہی کر دی لڑکے اُس کے گرانے میں مصروف ہوئے۔ اور کوچوٹی کے سر پر فرشتہ موت سوار تھا وہ دوسرے درخت کے نیچے سو گیا۔ اُسے اُس حالت میں دیکھ کر لڑکے درخت کو چھوڑ کر کوچوٹی کے کاٹنے پر آمادہ ہوگئے۔ مگر پہلا وار کرنے کے لیے کسی کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ آخر کار سب سے چھوٹے لڑکے سنگ یون نے کہا کہ میں اس شرط پر یہ خطرہ برداشت کرتا ہوں کہ مجھے گھر کا بزرگ تسلیم کیا جاوے سب بھائی میری تعظیم کریں اور حسب رواج کھانا پہلے میرے سامنے رکھا جایا کرے۔ اس شرط کو سب بھائیوں نے قبول کیا۔ اپر سنگ یون نے کلھاڑی کا پہلا وار کوچوٹی پر کیا۔ پھر اور بھائی بھی اس کے شریک ہوگئے اور سب نے مل کر کوچوٹی کا کام تمام کر دیا۔

کوچونی اس قبیلہ کا سر کردہ تھا اور تمام قوم اُس کی تابع فرمان تھی اس لیے لڑکوں کو حوصلہ نہ ہوا کہ اُس کا خون کرنے کے بعد گاؤں میں واپس جائیں۔ لہذا جنگل ہی سے وہ بھاگ گئے۔ راہ میں بکریوں کا گلہ ملا ایک ایک بکری ہر ایک نے اپنے ساتھ لے لی اور مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ حدود استور سے نکل کر میدان دیوسئی میں پہنچے تو تسلی ہوئی کہ اب تعاقب کا خوف نہیں رہا۔ پڑ کر سو رہے۔ خواب میں دیکھا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ بیدار ہوئے تو اسے اشارہ غیبی سمجھ کر جس طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا خواب میں دیکھا تھا۔ اسی جانب راستہ کی تلاش کی۔ بالآخر ایک نالہ نظر آیا جو مشرق کی طرف اُترتا تھا۔ اس کامیابی کے شکرانہ میں ہر ایک نے اپنی اپنی بکری قربانی کر دی۔ مگر ایک لڑکے نے قربانی سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے پاس خوراک نہیں ہے۔ ہم اپنی بکری محفوظ رکھیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا اولاد سے محروم رہا۔

الغرض اس نالہ کے راستہ یہ ساتوں بھائی روانہ ہوئے اور شغر سے گذر کر اُس مقام پر پہنچے جو اب کرکت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جگہ انھیں بہت پسند آئی اور یہاں وہ آباد ہو گئے۔ اور زمین درست کر کے کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہو گئے۔ رفتہ رفتہ جب ان کی اولاد بڑھی اور اُس جماعت کے لیے کرکت میں گنجایش نہ رہی تو یہ لوگ منتشر ہو گئے۔ چولوک کرکت میں ٹھہر گیا۔ جب اُس کی اولاد زیادہ ہو گئی تو اُس کے لڑکوں میں سے رانیس نے تھلے میں سکونت اختیار کی۔ بائنیس نے اُس جگہ سکونت اختیار کی جو اب گونیال کے نام سے مشہور ہے۔ بوداٸی نے اُس مقام پر آبادی کی بنیاد ڈالی جو اب مٹیال کہلاتا ہے۔ ان کی اولاد اب تک ان مقامات پر قابض ہے ساتو د بایتو میں سے ایک لاولد رہا۔ دوسرے کی اولاد نے کھرلو، شتا، گنڈیال اور کوردنیال کو آباد کیا۔ ان کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

سوکو نے موضع ککسر کی آبادی شروع کی۔ اُس کی اولاد اب تک وہاں قابض ہے لاٹھی نے دریا عبور کر کے کرکت کے بالمقابل لب دریا اُس موقع پر آبادی شروع کی جو اب چھلی اسکمپو کے نام سے مشہور ہے۔ میاں لاٹھی کی اولاد اب تک قابض ہے۔

کھوراٸی نے موضع فولٹوکس کے مقام پر رقبہ مزروعہ کر کے سکونت اختیار کی اُس کی

اولاد اب تک یہاں آباد ہے۔

سنگ یوں نے نالہ برسچل میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ اُس کو شریال بھی کہتے ہیں اب تک اُس کی اولاد یہاں قابض ہے۔ اور چونکہ کوچوٹی پر پہلا وار کرنے کے صلہ میں سنگ یوں کو اُس کے سب بھائیوں نے بزرگ خاندان تسلیم کیا تھا۔ اب تک اُس کی اولاد کو اس علاقہ میں امتیاز حاصل ہے اور یہ لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

کینہ سین کا ایک بیٹا جس کا نام تحقیق نہیں ہو سکا چیلاس میں واپس چلا گیا تھا اور کول کولوٹ کے مقام پر اُس نے سکونت اختیار کی تھی۔ اُس کی اولاد سے تیسری پشت میں ایک شخص شری مون چوٹو پیدا ہوا۔ اُس کا اُس کے مذہبی پیشوا کے خاندان کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جس میں اس سے اپنے مرشد کی شان میں کچھ گستاخی سرزد ہوئی۔ اُس کی سزا میں شری مون چوٹو کو مع اُس کے چھوٹے بھائی اور ایک دوسرے شخص کے جو اس ملک میں بعد میں ڈوم پا کے لقب سے مشہور ہوا چیلاس سے جلاوطن کیا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ ایسے موقع پر سکونت اختیار کریں جس کی مٹی میں یہ تعریف ہو کہ ایک گڈھا کھودنے سے جس قدر مٹی نکلے وہ پھر اُسی گڈھے میں سما جاے اور جہاں اس قسم کا چشمہ ہو اور ایسے پتھر پاے جائیں جیسے کہ کرل کوٹ کی عبادت گاہ کے متصل ہیں۔

یہ حکم سزا سن کر شری مون چوٹو اپنے آبائی ملک سے نکلا اور بتلاش ایسے مقام کے جس کی اُسے ہدایت کی گئی تھی دیوسئی سے گذر کر دراس میں پہونچا۔ اُسے اس علاقہ میں کوشن کا چشمہ و پتھر حکم کے مطابق معلوم ہوے اب اُس نے مٹی کا امتحان کیا وہ بھی پورا نکلا۔ لہذا اُس نے اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ اور رقبہ ٹودن لونس کو مزروعہ بنانا شروع کیا۔ جب شری مون چوٹو اُس جگہ پر آباد ہو گیا۔ تو ڈوم پا نے اس سے نیچے کی طرف اُس قطعہ میں جس کا نام گوڑ دیل ہے آبادی کی بنیاد ڈالی۔ لیکن شری مون چوٹو کے چھوٹے بھائی نے اُس جگہ کو پسند نہ کیا اور دریا کے کنارے کنارے نیچے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور چلتے چلتے کسی راستہ سے اسکردو کی حدود میں جا پہونچا۔ گول کے مقام پر پہونچا تو یہ جگہ اُسے پسند آئی اور یہاں اُس نے سکونت اختیار کی۔ اُس کی اولاد اب تک گول میں آباد ہے اور وزیر حسن ساکن گول اور وزیر غلام محمد نمبردار اولڈنگ اُسی کی اولاد سے ہیں۔

ان دونوں بھائیوں کی اولاد گوشن اور گول دونوں جگہ کمینہ پا کے نام سے مشہور ہے جنھوں نے علاقہ شغر شگھو دراس کے الحاق اسکردو کے متعلق بہت نمایاں حصہ لیا ہے جس کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر درج کی گئی ہے۔

شری مون چوٹو کی اولاد میں سے کھوم چو۔ کھوم لیو۔ کھوم سنگ نے تیا غربو۔ کورد ٹیال سوکو ٹیال۔ ویولبو میں آبادی قائم کی۔ کھوم چو کے ایک لڑکے مسمی شلین نے سورو کی طرف بڑھکر تونگل کا موضع آباد کیا۔ اس کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

علاقہ دراس کے باقی دیہات انھیں ہر دو خاندانوں کی اولاد کے آباد کردہ ہیں۔ اُن کی اولاد کی جیسی جیسی تعداد بڑھتی گئی اسی کے مطابق آبادی میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ ڈدم پا کا آباد کیا ہوا موضع گوڑومیل سیلاب سے برد ہو گیا تھا اور عرصہ تک غیر آباد رہا۔ بعد ازاں موجودہ حکومت کے زمانے میں دوبارہ از سر نو آباد کیا گیا جو اب رنبیر پور کے نام سے مشہور ہے۔

علاقہ شگھو شغر ودراس میں جب آبادی کا آغاز ہوا تو یہ لوگ خود مختار و آزاد تھے۔ جب اُن کی نسل بڑھی تو خاندان میں جو سب سے زیادہ عمر کا آدمی ہوا اُسے سرکردہ تسلیم کیا جانے لگا۔ اور حفاظت جان ومال کی غرض سے قلعے تعمیر کیے گئے یہ قلعے اس وقت تک جا بجا موجود ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کشمیر میں اہل ہنود کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور شاہ میر نے مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت بھو لڑکس میں کھوریا بڑا آدمی تھا اس نے کشمیر میں سلسلۂ تجارت آمد و رفت شروع کی اور رفتہ رفتہ سلطان کشمیر کے دربار تک اسکی رسائی ہو گئی اور کشمیر کی طرف سے لداخ و اسکردو کے ساتھ سفارت کا کام اُس کے ذریعے ہونے لگا۔ جس سے اُس نے بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ اور اس کا نام شاہمیری کھوریا پڑ گیا۔

کھوریا کی وفات کے بعد ایک اور شخص شاسامون نے زور پکڑا۔ اور کھربو میں قلعہ تعمیر کر کے ایک طرح کی حکومت اُس نے قائم کر دی۔

بھوکرکی تبتی نسل کی حکومت نے جب اپنی ہمسایہ قوم درد کو اس طرح زور پکڑتے دیکھا تو انھیں اندیشہ پیدا ہوا اور اُن کا زور توڑنے کے لیے اُنھوں نے پیش قدمی کر کے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا اور کھرل میں قلعہ تعمیر کر کے اپنے سپاہی تعینات کر دیے۔

اس خاندان کے ایک راجہ نے درد قوم کی ایک لڑکی بیرڈامی سے شادی کر لی اس وجہ سے اُس کی سابقہ گیالمو ناراض ہو کر موضع کھر میں چلی گئی۔ راجہ کو اس خانگی فساد سے بڑی پریشانی ہوئی اُس نے سوچ سمجھ کر دراس کے قلعہ میں پولبو کے مقام پر دریائے دراس کے ہر دو کناروں پر بالمقابل دو قلعے تعمیر کیے۔ مشرقی جانب کے قلعہ میں گیالمو کو آباد کیا اس لیے یہ قلعہ گیالوکھر کے نام سے مشہور رہے اور غربی طرف کے قلعہ میں چھوٹی رانی بیرو کی رہائش کا انتظام کیا چنانچہ یہ قلعہ بیروکھر کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ ان ہر دو قلعوں کے درمیان آمد و رفت کی غرض سے دریائے دراس کے اوپر ایک جھولا بنایا۔ ان دونوں رانیوں نے دراس کی طرف سڑک کے ہر دو جانب دو دو بت پتھر کے اوپر کندہ کرا کے کھڑے کیے تھے۔ یہ آج تک موجود ہیں۔ دو اچھی حالت میں ہیں۔ اور دو خراب ہو گئے ہیں چونکہ اس قسم کی مورتیں بالعموم لامہ لوسا دارین پوچھے کے اہتمام میں تعمیر ہوئی ہیں اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یہ واقعہ لامہ لوسا دارین پوچھے کی مذہبی سرگرمی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں خاندان مقپون کی حکومت زور پکڑ رہی تھی۔ جب دونوں سوتوں گیالمو اور بیرو کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے دراس میں بدنظمی پھیلی تو راجہ شیر شاہ یا اُس کے بیٹے علی خاں نے یہ واقعات معلوم کر کے اس طرف دست اندازی کا ارادہ کیا اُس نے گول کے کینہ پا لوگوں کو لالچ دیکر حکمت عملی سے اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں آمادہ کیا کہ اپنے اہل خاندان ساکنان شغر شگھو دراس کے ساتھ سازش کر کے انہیں حکومت اسکردو میں شامل ہو جانے کے لیے تیار کریں۔ گول کے کینہ پا لوگوں نے فوراً شغر شگھو اور دراس میں اپنے قبیلہ اور ہم قوم لوگوں کے ساتھ سازش شروع کر دی اور انہیں دربار اسکردو میں لا کر یہ درخواست دلا دی کہ اُن کے ملک کو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل کر کے انہیں چلاس اور استور والوں کے حملوں سے بچایا جائے۔ اور گیالمو اور بیرو کی دوعملی سے نجات دلائی جائے چنانچہ راجۂ اسکردو نے محض سیاسی چالبازی سے بلا فوجی کارروائی کے امن و امان کے ساتھ شگھو شغر و دراس کے علاقہ جات پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس خدمت کے صلہ میں گول کے کینہ پا خاندان کو جاگیر دے کر وزیروں میں شامل کر لیا۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ بلتستان کے قدیم کوہستانی راجہ زمانہ حال کے "پر امن قبضہ" کے اصول کو خوب سمجھتے تھے۔

ساجہ علی خان نے الحاق کے بعدان علاقہ جات پر فی پول (یہ مزروعہ رقبہ کا کا ایک پیمانہ ہے جس کا اندازہ تخم کی تعداد سے کیا جاتا تھا) ایک بکری مالیہ مقرر کیا اور نالہ شغر میں متصل کرابوش اور نالہ شنگھو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں اور برج تعمیر کر دیے جن میں بہار کے موسم میں سپاہی تعینات کئے جاتے تھے جس کے لیے گرول کا کینہ یا خاندان ذمہ دار تھا۔

علاقہ دراس میں بمقام گوش ایک باقاعدہ قلعہ راجۂ اسکردو نے تعمیر کیا۔ دراس میں فوج تعینات کر دی اور شاساموں کی نسل سے ایک کھرپون علاقہ دراس میں اور برچل کے سنگ یون خاندان سے راجو تولو نامی ایک شخص کو علاقہ شغر شنگھو کا کھرپون وصولی مالیہ کے واسطے مقرر کر دیا غرضکہ اس طرح سے ہر دو علاقہ جات شغر شنگھو دراس پر خاندان مقپون اسکردو کی حکومت مکمل طور پر قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد شاسامون خاندان کا کھرپون فوت ہوا۔ اور اس کا لڑکا نابالغ رہ گیا اس موقع پر راجو تولو نے کوشش کی کہ اُسے ہر دو علاقہ جات کا کھرپون مقرر کر دیا جائے چنانچہ وہ اپنے علاقہ کا مالیہ وقت سے پہلے وصول کر کے براہ دیوسی روانہ اسکردو ہو گیا کہ اپنی نیک نامی اور شاساموں نابالغ کھرپون کی نالائقی ثابت کرے۔ نابالغ کھرپون کی والدہ مساۃ راج سکھ ل مالیہ کی وصولی کر کے دریا کے راستہ بکریاں لے کر روانہ ہوئی۔ راجو تولو کو میدان دیوسئی کے اوپر موسم ناموافق ملا۔ اور سفر میں بڑا وقت صرف ہوا۔ سردی کی شدت سے بکریاں راہ میں بکثرت ضائع ہوئیں اور دیر سے اسکردو پہونچا۔ راج سکھ ل مع اپنی بکریوں کے صحیح وسلامت اُس سے پہلے پہونچ گئی۔ اور راجو تولو اپنی بدنیتی کی وجہ سے بجائے فائدے کے نقصان میں رہا۔

علی خان راجہ اسکردو نے ان ہر دو علاقہ جات میں زراعت اور آبادی کے بڑھانے میں بہت کوشش کی اُس نے موضع گلتری کو آباد کرایا۔ اور شاہزادہ مراد کو یہاں بھیجا جس نے موضع مراد باغ آباد کیا (اس شاہزادہ مراد کا نام شجرۂ نسب اسکردو میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ شاہ مراد راجہ اسکردو کے زمانہ کا ہو۔ یہ دونوں گاؤں اس وقت تک موجود ہیں) بعد میں جب شیر شاہ نے کرتخشہ پر اپنی حکومت مستقل طور پر قائم کر لی تو دراس اور

شنگو شغر علاقہ کرتخشہ کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے شیر شاہ کے قبضہ میں آ گئے
اُس نے اسمٰعیل خان و ابراہیم خان کو دراس و شغر سنگھو کا کھرپون مقرر کیا۔ یہ دونوں
دراس میں رہتے تھے۔ اور مصطفیٰ مقپون کو کھرل کا کھرپون مقرر کیا۔ دراس کے کھرپون
موسم زمستان میں کھرمنگ چلے جاتے تھے۔ اور دراس میں چول احمد یا میر ملک کو نائب
قائم مقام مقرر کر کے چھوڑ جاتے تھے۔ اُنھوں نے یولبوس میں اپنی سکونت کا انتظام کیا
اور اپنے مکانات بنائے اور رقبہ آباد کیا۔

شیر شاہ راجہ کھرمنگ نے اس علاقہ کے مالیہ میں ایک روپیہ فی یول اضافہ کر دیا
اس سے اور کھرپونوں کے اخراجات اور سالانہ آمد و رفت کی بیگار سے اور چول کی
خانگی خدمات کے بوجھ سے دراس کے لوگ حکومت کی طرف سے دل برداشتہ
ہو گئے۔ اور اُنھوں نے تنگ آکر اپنے ہم قوم بھائیوں سے جو گنڈ سرینگ علاقہ کشمیر
میں رہتے تھے شکایت کی۔ یہاں کے ملک اُس زمانہ میں صاحب اقتدار اور
طاقتور تھے۔ محمود ملک نے کشمیر کی طرف سے حملہ کر کے مقپون حیدر اور راجہ کریم
کھرپون کو نکال دیا۔ اور دراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن شنگھو شغر کے اوپر اُسے
دسترس حاصل نہ ہوئی۔

راجہ کھرمنگ نے شنگھو شغر کے لوگوں کے ساتھ سازش کی اور چلیاس کے
لوگوں کو بھی اُن کے ساتھ شامل کر کے دراس پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں محمود ملک بمقام
گوڑ دبل قتل ہوا۔ با این ہمہ راجہ کھرمنگ کو دراس پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیابی
نہ ہوئی کیونکہ اہل ملک راجہ سے بیزار اور ملکان گنڈ سرینگ کے طرفدار تھے اور
حکومت کھرمنگ کو اتنی طاقت نہ تھی کہ بزور انھیں اپنا مطیع رکھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمود
ملک کا بھائی رسول ملک دراس کا حکمران ہو گیا۔

اس بدنظمی کا حال لداخ کے گیالپو کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے سود کرتسے کے کھرپون
کو حکم دیا کہ دراس پر حملہ کر کے قبضہ کر لے۔ چنانچہ اُس نے پیش قدمی کر کے رسول ملک کو
بھگا دیا اور دراس پر قابض ہو گیا۔ اُس زمانہ میں رنجیس۔ شانٹے اور ملا علی ایک دوسرے
کے بعد اس علاقہ میں کھرپون رہے۔ جن میں سے کھرپون شانٹے مے ٹھا موچھن تھا۔

تعمیر کیا۔ مالیہ اس وقت تین یا چار جاؤ فی بول وصول ہوتا تھا۔

بعدازاں آدم خان راجہ پشکم کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو پشکم میں پہونچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ گیالپو لداخ نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح سے اس علاقہ پر راجہ پشکم کا قبضہ ہوگیا اور یہ انتظام حملہ ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

دراس کے مقامی روساء میں سے شامتاموں کی اولاد ہمیشہ ہر ایک حکومت کے زمانہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہے۔ شعبات ذیل دار اُسی نسب میں سے تھا۔ جس کا بیٹا عبداللہ اب ذیل دار اور چند دیہات کا نمبردار ہے۔

چوبل احمد کی اولاد میں سے بوقت فتح ڈوگرہ چوبل رسول اس خاندان کا سرکردہ تھا اُس نے اس موقع پر سیاسی خدمات انجام دیں جن کے صلہ میں اسے معافی عطا ہوئی جس پر اُس کی اولاد چوبل حسین اور چوبل غلام عباس اب تک قابض ہیں اور علاوہ ازیں بڑا بھائی چند دیہات کا نمبردار و انعام خور بھی ہے۔ اور چھوٹا بھائی کچھ عرصہ سے ایک حصہ دراس کا ذیل دار ہے۔

فتح ڈوگرہ کے بعد مالیہ فی گھر چار روپیہ کی شرح سے مقرر رہا۔ بعد میں یہ انتظام بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ بندوبست قانونی میں اُس کی باقاعدہ طور پر درستی ہوگئی۔

شجرہ نسب راجگان زانسکار

(۱) خاندان قدیم شاخ راجگان کوگے

لھاچین ستن تھوپ (اسکی رانی اسکردو کے خاندان لوچے کی شاہزادی)

x (اس کی رانی از خاندان کشمیر یا کشتوار)

لونزانگ لوزنگ الدے (دریا کے دائیں طرف باتستمائے چھیدہ روز انگلا) (راجہ پاتوم)

ھمی نم الدے (راجہ زانگلا۔ دریا کے بائیں طرف بشمول چھیدہ ور دزانگلا)

گیالپو رنچن سپلدے (اسکی اولاد پر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اسکی حکومت اولاد دے چھوک تگیل نے جذب کرلی)

سنگ گیالپو ماتوح انگ گیالپو دے چھوک سکیاپا

(ان تینوں بھائیوں کے درمیان انکے باپ کا ملک تقسیم ہوگیا)

(۲) خاندان جدید شاخ راجگان لداخ

گیالپو سنگے نمگیل (لداخ)

(۱) دے چھوک پلسپ نمگیل (راجہ پدم)

(۲) ناکپو انگ چھوک پلس نمگیل (راجہ زانسکار) — وانگ چھوک نمگیل — تو فیوت نمگیل

(۳) ڈوک تا نزن نمگیل — حب تو نگ نمگیل (ولامہ) — (۵) دے چھوک سکیپ نمگیل

(۴) دستن چھوک توبدن نمگیل (لاولد) — (۶) سیوانگ نمگیل

(۷) ستن نوربو توبدن می گیو چھتن نمگیل المعروف رنچن شندوپ نمگیل (راجہ پدم) — پہ نستی نمگیل (راجہ زانگلا) — (۷) دے چھوک نمگیل (راجہ متیجا)

(۸) x — (۸) x — (۸) x

(۹) چھتن وانگل — (۹) x — (۹) x

(۱۰) چھو وانگل (بحالت قید جموں میں فوت ہوا) راجہ پدم بوقت فتح — (۱۰) لیشے تونبو پیل (راجہ زانگلا بوقت فتح) — (۱۰) مگے نوربو (راجہ متیجا بوقت فتح)

پلجور وانگل (ولیعہد) (لاولد فوت) — x — x

صنم شنڈوپ نمگیل (جاگیردار زانگلا) — صنم نمگیل (جاگیردار دوفیلدار)

چوتھا باب

تاریخ زانسکار

(۱) جائے وقوع اور پیداوار وغیرہ (۲) ابتدائی حالات (۳) قدیم راجگان زانسکار (۴) سنگے نمگیل گیالپو سے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا (۵) اولاد سنگے نمگیل کی ناقابلیت سے زانسکار میں بدنظمی (۶) وزیر زور آور سنگھ کا زانسکار کو فتح کرکے جموں کے ساتھ الحاق کرنا ضمیمہ مردم شماری تحصیل کرگل

(۱)

زنگس تبتی زبان میں تانبہ کو کہتے ہیں۔ زمانہ سلف میں مقام پدم ایک قلعہ تھا جس کے اوپر تانبہ منڈھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اُس کا نام زنگس کھر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کا اطلاق تمام علاقہ پر ہونے لگا جو کثرت استعمال سے زنسکر اور پھر زانسکار ہو گیا۔

یہ چھوٹا سا علاقہ لداخ سے قریب قریب جنوب کی طرف پھولونگ ڈنڈا سے نیچے کی طرف نمیوں تک وادی دریائے زانسکار میں اور پدم سے اوپر کی طرف رنگ ددم تک نالہ رنگ ددم کی وادی میں واقع ہے۔ دریائے زانسکار کا تبتی نام ستوت سنگمیس پوچ ہے۔ جو نمیوں کے بالمقابل دریائے سندھ میں گرتا ہے اس علاقہ میں چھوٹے چھوٹے پچیس سو اصناف ہیں۔ جن کی اکثر تعداد دونوں وادیوں کے اتصال کے موقع پر ہے جو مرکز اس علاقہ کا ہے ملک سخت پہاڑی ہے۔ آب و ہوا حد درجہ سرد ہے اور درخت کا نام و نشان تمام علاقہ میں نہیں ہے۔ زراعت کا موسم تنگ ہے گاہ بگاہ فصل سردی کی شدت سے پختگی کو پہنچنے سے پہلے سردی کی شدت سے جھلس جاتی ہے اس علاقہ کے یابو جفاکشی اور راہوار چال کے لیے مشہور ہیں جو بکثرت ہوتے ہیں۔ بھیڑ بکری اور مویشی لوگوں کے پاس کثرت سے ہے اور یہی جانوران کا بڑا ذریعہ معاش ہیں لوگ عموماً قانع خوش باش اور خوش حال ہیں۔

اجناس اس علاقہ میں گرم۔ غریں۔ ترنبہ۔ شلجم کاشت ہوتی ہیں میوہ کا نام و نشان نہیں ہے گیہوں کی کاشت بہت کم ہے۔ خوراک کا انحصار زیادہ تر گرم پر ہے۔ اور

چھنگ بھی اسی سے تیار کی جاتی ہے جس کا استعمال یہاں بہت زیادہ ہے بھیڑ بکری بکثرت ہے اُون اور مکھن زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور لداخ کے ساتھ ان کی تجارت ہے زانسکاری ابوے کی تجارت لداخ بلتستان وکرگل اور نیز کشمیر وغیرہ ممالک سے ساتھ خاصی حد تک ہے۔

صنعت وحرفت کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگ اونی کپڑا اپنے استعمال کے لیے گھروں میں بنالیتے ہیں اور فالتو اُون لداخ وکرگل میں لیجاکر فروخت کر دیتے ہیں۔

زانگلا کی کان میں سے خفیف مقدار میں تانبہ برآمد کیا جاتا ہے اور اسکا استعمال زیادہ تر مورتیوں کے بنانے اور بعض اچھی قسم کے خانگی ظروف کی تیاری میں کیا جاتا ہے یہ تانبہ ملائم اور خوش رنگ ہوتا ہے اور خالص خیال کیا جاتا ہے

چینی چائے لداخ سے اور ہندی ازراں قسم کی چائے کرگل سے لائی جاتی ہے اور معاشرتی ضروریات کی دیگر اشیاء سے عموماً کشمیری مسلمان باشندگان زانسکار کشمیر وغیرہ سے لاکر فروخت کرتے ہیں اور اس تجارت کی وجہ سے زانسکار کے مسلمان بمقابلہ باشندگان کرگل وبلتستان کے خوش حال ہیں۔

یہ لوگ عموماً فتنہ وفساد سے الگ رہتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے مگر شائستگی کے لحاظ سے اس علاقہ کے لوگ پست خیال کیے جاتے ہیں۔

بودھی رسم ورواج اس علاقہ میں مطابق عمل لداخ کے ہے۔ گنپہ جات بکثرت ہیں اور عوام الناس عموماً لامہ فرقہ کے ساتھ بہت زیادہ خوش اعتقادی رکھتے ہیں۔

۲- ابتدائی حالات

اس علاقہ سے ایک پرانی تحریر دستیاب ہوئی ہے جس میں آغاز آبادی کے حالات اس طرح درج ہیں۔ ابتدا میں اس کوہستان پر لنگ کیسر گیالپو نے قبضہ کیا۔ اُس وقت یہاں آبادی نہ تھی۔ بعدازاں گورو ارگین پدما تشریف لائے۔ غالباً یہ لامہ ناروصاحب کے زمانہ کا ذکر ہے کیونکہ جہاں تک دریافت ہوا ہے یہ دونوں بزرگ ہندوستان کی طرف سے آئے تھے انھوں نے ارواح خبیثہ پر قابو حاصل کرکے اُنھیں ملک سے

باہر نکال دیا اور اُن کو ملک سے دور رکھنے کی غرض سے مختلف درّوں پر مختلف دیوتا کھڑے کیے جیسے کہ ایک پہاڑ پر چھور تن کا نیکا۔ دوسرے پر دیوتا نانیم گورو۔ تیسرے پر دیوتا چھبا ژنگ نانیم گورو کا بت بنایا۔ اُس کے بعد اُنھوں نے قرب وجوار کے لوگوں کو ترغیب دی کہ اس ملک میں آباد ہو جائیں۔ چنانچہ چرواہن آنے شروع ہوگئے اور سب سے پہلے موضع ستنی میں آبادی کا آغاز ہوا۔ اُس زمانہ میں کشمیر متمدن ہو چکا تھا۔ کسی طرح سے اس علاقہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ ہوگیا۔

نیاٹھی ستن کا حملہ اور زانسکار کی تباہی بعد ازاں تقریباً ۱۵۵ قبل مسیح میں لہاسہ کی حکومت میں انقلاب پیدا ہوا۔ یعنی لونپو نے نیٹی گوم چھن پو کو قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اُس کے لڑکے کونگ بو کی طرف بھاگ گئے۔ ان میں سے چھوٹے لڑکے چاٹھی نے دوسرے لونپو رولا اسکیس کی امداد سے اپنے باپ کی میراث حاصل کر لی۔ اور بڑا لڑکا لاپتہ رہا۔ اور منجھلے لڑکے نیاٹھی ستن نے مغرب کی طرف رخ کیا اور کوگے پہونچ کر وہاں کی وحشی اقوام کو اپنے ساتھ ملا کر سلطنت قائم کرنے کی غرض سے جد وجہد شروع کر دی جب وہاں اُس کے پانوں جم گئے۔ تو اُس نے کوگے کی جانب سے زانسکار پر حملہ کر دیا۔ قلعہ موسومہ ڈونگ دے پر اُس نے قبضہ کر لیا پھر زانسکار کو تباہ کیا۔ عمارتیں منہدم کر دیں۔ لوگ بھاگ گئے جو رہ گئے۔ اسیر ہوئے اور ملک زانسکار انسان سے بالکل خالی اور ویران ہوگیا۔

اس تباہی کے بعد عرصہ تک یہ علاقہ غیر آباد رہا پھر رفتہ رفتہ لوگ آ کر آباد ہونے لگے ایک طرف پدم میں ترنگ رونگ نے آبادی شروع کی دوسری طرف اسکیا پا نے آبادی کا آغاز کیا۔ تنگدسے میں لہاسہ پا کونگ لون اور کھی شونگ نے آبادی شروع کی۔ ان میں سے کونگ لون اور کھی شونگ غالباً وہی اشخاص ہیں جو پوریگ کے بیان میں کھیو اکھی لون یا کھیو اکھی الدے اور شیلو گنونگ کے نام سے درج کیے گئے ہیں

۳۔ قدیم راجگان زانسکار

جب یہ بستیاں آباد ہو گئیں اور آبادکاروں کی نسل میں ترقی ہو کر آبادی کی تعداد

بڑھ گئی تو لوگوں نے حکمران کی ضرورت کو محسوس کیا۔ چنانچہ انھوں نے علاقہ سپتی و کوگے کی طرف سے ایک شاہزادہ لھاچین ستق عتوپ کو لاکر زانسکار کا راجہ بنا لیا۔ اُس کی شادی بالتی یول میں بروشے قوم کے اونچے خاندان میں کی جو اسکردو میں حکمران تھا۔ شادی کے دوسرے سال جب کہ لھا مع دولہن کے اسکردو کی طرف جارہا تھا تو راستہ میں بیگو راجہ نے حملہ کرکے لھاچین ستق عتوپ کو قتل کر دیا۔ اور رانی کو پکڑ کر لے گئے۔ رانی حاملہ تھی۔ دارالحکومت میں پہونچنے کے کچھ عرصہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ پانچ سال تک اس کی پرورش بیگو کے محل میں ہوتی رہی بعد ازاں بیگو راجہ نے اسے غیر سمجھ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ وہ عرصہ تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ بعد ازاں پھرتا پھراتا کشمیر میں جا پہونچا۔ اور مسافرانہ طور پر بسر اوقات کرتا رہا۔ ایک روز اتفاق سے راجہ کی سواری کے سامنے آگیا۔ راجہ کے ہاتھی نے اُس کی طرف دیکھکر سونڈھ اُٹھائی۔ راجہ نے خیال کیا کہ ہاتھی اس لڑکے کو شریف النسل خیال کرکے سلام کرتا ہے چنانچہ اُس کے نصیب جاگے اور وہ راجہ کے محل میں داخل ہو گیا جب وہ جوان ہوا تو راجہ نے اپنی لڑکی کے ساتھ اُس کا بیاہ کرکے کشتوار کا علاقہ اُسے جاگیر میں دیدیا لیکن اس واقعہ کا تاریخ کشتوار میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بہر حال زانسکار کی روایت یہی ہے۔ کشتوار میں اُس کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے کو کشتوار کا راج دیا۔ اور خود مع اپنی رانی اور دو دوں لڑکوں کے زانسکار کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں کے نام لوبزانگ۔ لوزنگ الدے اور بھٹی نم الدے تھے۔ زانسکار پہونچ کر اپنے باپ کی میراث پر قابض ہو گیا اور حکومت کرتا رہا۔ بالآخر اُس نے اپنے ملک کو ان دونوں لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے کہ دریا کے داہنی طرف کا ملک باستثناء سے چھید و روز انگلا لوبزانگ لوزنگ الدے کو عطا کیا۔ اور دریا کے بائیں طرف کا ملک بشمول چھید و روز انگلا بھٹی نم الدے کو حوالے کیا۔

ان کی حکومت کے زمانے میں لوبزانگ لوزنگ الدے کے پاس چو بلتر نامی ایک شخص مشرقی کوگے کی طرف سے آیا۔ اُس نے ایک زرنگار زین مع لگام کے جس میں فیروزے جڑے ہوئے تھے راجہ کو پیشکش کے طور پر دی۔ راجہ اس تحفہ سے بہت خوش ہوا اور اس کے صلہ میں تین گانوں سپے چا۔ چاہ۔ اور شون اُسے بطور جاگیر عطا کئے۔ چو بلتر یہاں آباد ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے زور پکڑا ابتدائی سوداگروں کی آمد و رفت زانسکار میں بھی اُسنے

سازش کر کے ان کے ستر آدمیوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے دریا کے کنارے زمین میں دبا دیا۔ ابتدا میں ان مسافروں کے گم ہونے کا کسی کو خیال نہیں ہوا۔ مگر بہار کے دنوں میں جب دریا چڑھا اور جہاں ان مسافروں کی لاشیں دبی ہوئی تھیں اُس کے اوپر پہونچ گیا تو مردے باہر نکل آئے۔ اب تحقیقات شروع ہوئی۔ آبادی سٹون کے لوگ جو اس سازش میں شامل تھے مع چوپلتر کے خوف کے مارے مرچونگ کی طرف بھاگ گئے صرف چوپلتر کالدکا ننگ سو وہاں رہ گیا غالباً اس وقوعہ قتل کے ساتھ اُس کا تعلق نہ تھا۔ راجہ نے اُس کے حال پر رحم کیا اور بیپ چا کا موضع اُسے گذارہ میں دیدیا۔ باقی سب جاگیر ضبط کر لی۔

راجہ لوبزانگ لوزنگ الدے کے تین بیٹے تھے۔ سنگ گیالپو۔ داقوق گیالپو۔ اور دے چھوک سکیاپا ان کے درمیان اُس نے اپنے علاقہ کو تین ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا۔

بھٹی نم الدے کے ہاں گیالپو رینچن سلدے پیدا ہوا۔ اس کی والدہ زمیا گیالمو بھی اپنے بھٹی نم الدے کی وفات پر اپنے علاقہ کے تین مواضعات وقف کر دیئے۔ اور موضع چھیدو میں گون موچے لاکھنگ تعمیر کیا۔ بعد ازاں گیالپو رینچن سلدے کے پاس لہاسہ کے تین لامہ اشاعت مذہب بودھ کی غرض سے وارد ہوئے اُس نے اشاعت مذہب میں اُن کی بڑی امداد کی۔ سنگیہ گیالپو اور دے چھوک سکیاپا نے بھی معافیات گونپہ جات کو عطا کیں۔

حملہ مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۵ء: وہ زمانہ ہے جبکہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند نے ۹۳۹ھ ہجری میں (۱۵۳۵ء) بسر کردگی اپنے بیٹے اور مرزا حیدر گورگان کے لداخ پر حملہ کیا جب اس کی فوج کا ایک حصہ جس کی تعداد تین ہزار مذکور ہے بعزم کشمیر زانسکار کے قریب پہونچا تو راجہ سنگ گیالپو مع اپنی رعایا کے لالونگیا کی طرف بھاگ گیا۔ پدم کے زانگس کھر کے اوپر مغول فوج کا بلا مزاحمت قبضہ ہو گیا وہ زانسکار میں رہنے کے ارادے سے تو آئے نہ تھے۔ لیکن حالات زانسکار میں مذکور ہے کہ اوپنو ددپا نے انھیں ڈرایا کہ لاہول کی طرف سے لہاسی فوج زانسکار کی کمک کی غرض سے آرہی ہے۔ بہر حال مغول فوج جلد تر وردوکرتسے کی طرف روانہ ہو گئی۔ (مرزا حیدر نے اپنے سفر کشمیر کے تفصیلی حالات اپنی کتاب میں نہیں لکھے ہیں۔ اس لیے یہ واقعہ اُس میں مذکور نہیں ہے ممکن ہے کہ ایک حصہ فوج اُس نے براہ زانسکار روانہ کیا ہو۔ اور وہ یہاں سے رسد حاصل

کرکے سورو کے راستہ چلی گئی ہو)

منگول فوج کے زانسکار سے چلے جانے کے بعد سنگ گیالپو راجہ نے شکرانہ ادا کیا اور پدم میں واپس آیا۔ ادنپو کو انعام واکرام سے مالامال کیا۔ گونپہ جات میں نذرانے دیئے۔ جب منگول فوج کشمیر سے واپس ہوئی تو لامہ ٹونپا رستن نے زانسکار کی طرف سے تین گھوڑے اور دیگر تحائف بطور نذرانہ پیش کیے۔

اُس کے بعد لداخ کے گیالپو بھاگن نے۔ (یہ گیالپو لھاچن بھاگون نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اُس کی اولاد میں سے کوئی راجہ نمگ موگانگ، یا راجہ لداخ ہو) بزگو کی طرف سے حملہ کرکے راتون گیالپو کو گرفتار کر لیا۔ اور بہت بھاری فدیہ لے کر اُس کو رہائی دی۔ اور اُس کے ملک پر اُسے بحال کیا۔ راتون نے برسرِ حکومت پہونچنے کے بعد جو کچھ مال و اسباب اُس کے پاس باقی رہتا تھا وہ بھی گونپہ جات کو نذرانہ میں دیدیا۔

گیالپو لوزانگ الدے کے بیٹوں نے پی پی تنگ میں گونپہ تعمیر کیا۔ اور بہت خیرات کی۔ غرض کہ اس داد و دہش اور کمزوری اور عدم قابلیت نے اس خاندان کا قریب قریب خاتمہ کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد ان کے لاولد فوت ہونے پر ان کی حکومتوں کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ صرف دریائے زانسکار کے بائیں جانب راجہ نمی نم الدے کا کچھ وقار باقی رہا۔

(۴) سنگے نمگیل گیالپوے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا

ان حالات میں سنگے نمگیل گیالپو لداخ نے سنگ گیالپو اور اُس کے بھائیوں کے ملک پر قبضہ کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور اپنے چھوٹے بیٹے دیے چھوک نمگیل کو اس ولایت کا حاکم مقرر کر کے زانسکار میں تعینات کر دیا۔ لیکن اس وقت نمی نم الدے کی اولاد کو اُس نے کہیں چھیڑا اور اُن کا قبضہ ان کے ملک پر بدستور بحال رکھا مگر یہ حالات کب تک جاری رہ سکتے تھے۔ چند روز میں انکا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور دیے چھوک نمگیل کی اولاد کل زانسکار پر قابض ہو گئی۔

دیے چھوک نمگیل نے محلات میں پرورش پائی تھی۔ زانسکار کی تعیناتی اُسے جلا وطنی کی سزا کے برابر معلوم ہوئی۔ چند روز بعد اُس نے اپنی تکالیف کے متعلق شکایتی عرضداشتیں

پے در پے اپنے والد کو بھیجنا شروع کردیں

اُس زمانے میں ایک کشمیری تاجر رزاق جو نامی لداخ میں تجارت کے لیے آیا کرتا تھا سینگے نمگیل کو اپنے لڑکے کی تنہائی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس کا دل بہلانے کی غرض سے اُس نے رزاق جو کو انعام و اکرام دے کر زانسکار میں تجارت قائم کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے لڑکے کو اس انتظام کی اطلاع دیکر اُس کی حوصلہ افزائی کی۔ کچھ روز بعد وہ خود بھی زانسکار گیا اور اپنے بیٹے کے آرام و آسائش کا مناسب طور سے انتظام کردیا۔

اس کے کچھ دن بعد رزاق جو بھی مع اپنے بھائی فتح جو کے اسباب تجارت لے کر زانسکار پہنچ گیا۔ اس سے دے چھوک نمگیل کو بہت تقویت ہوئی اُس نے رزاق جو کی بہت قدر کی اور زانسکار میں آباد ہو جانے پر راضی کرلیا۔ چنانچہ وہ خود زانسکار میں رہنے لگا۔ وہاں اُس نے شادی بھی کرلی۔ اور اپنے کاروبار کو ترقی دی۔ اس کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی فتح جو کو سورو میں آباد کردیا۔ اس طرح سے اُس نے اپنے کاروبار تجارت کو بہت فروغ دیا۔ رفتہ رفتہ سورو کا راستہ بھی درست ہوگیا اور لدے ہوئے جانور آسانی سے سورو اور زانسکار کے درمیان آنے جانے لگے۔ اس سے تجارت میں بہت سہولت پیدا ہوگئی

اس رزاق جو کی نسل سے اُس وقت زانسکار میں کشمیری مسلمانوں کے تیس چالیس گھرانے آباد ہیں۔ یہ سب پدم و اُفتی کے مواضعات میں قریب قریب ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں۔ بودھوں کے عہد حکومت میں انھیں بہت رسوخ حاصل تھا۔ اب معمولی زمیندار اور تجارت پیشہ ہیں۔

دے چھوک نمگیل کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ نیما آنگ چھوک نمگیل۔ دا آنگ چھوک نمگیل اور تونیوت نمگیل۔ ان میں سے بڑا لڑکا لاولد رہا۔ دوسرے کے ہاں دو لڑکے ڈوک تسزن نمگیل اور جب ٹونگ نمگیل پیدا ہوئے۔ ان میں سے پہلے کے ہاں استن شوک تو بدن نمگیل پیدا ہوا۔ جو لاولد رہا۔ اور جب ٹونگ لامہ بن گیا جس نے گونپہ سنی تعمیر کیا۔ اور اسکی دیواروں پر تاریخی حالات لکھے جو آج تک موجود ہیں۔ تیسرے لڑکے تونیوت نمگیل کے ہاں دے چھوک سکیپ نمگیل پیدا ہوا۔ اُس کے بعد اسکا بیٹا سیو آنگ نمگیل راجہ ہوا۔

اس کے عہد میں محمد شاہ سلطان نے ... طان کرتے ... زانسکار پر حملہ کیا۔ اس کے

واقعات اس طرح ہیں کہ محمد بھٹی سلطان کی بہن بھٹی گیالمو کی شادی سیواگ نگیل گیالپو زانسکار کے ساتھ ہوئی تھی کسی وجہ سے گیالپو نے ناراض ہوکر اُسے طلاق دیدی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس پہونچی اور اپنی مصیبت کا حال اُسے سنایا۔ اُس نے اُس کا انتقام لینے کی غرض سے زانسکار پر حملہ کردیا۔ اس کی خبر معلوم ہونے پر راجہ نے دریا کا پل توڑدیا اور پدم میں اپنے محل کے اندر گھس گیا اور گونپہ کرشا کے دروازے بند کر دیے۔ حملہ آور نہ دریا کو عبور کر سکے اور نہ گونپہ کو زیر کرنے میں کامیاب ہوئے تب انھوں نے یہ چال چلی کہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے اور پنزی لا کو بھی عبور کر کے سورو کی طرف نکل گئے۔ جبکہ زانسکار والوں کو اطمینان ہوگیا کہ لشکر حملہ آور واپس ہوگیا ہے تو انھوں نے بے فکری سے اپنے معمولی کاروبار شروع کردیے محمد بھٹی سلطان گھات میں تھا موقع دیکھکر اُس نے شب خون مارا اور دریا کے بائیں جانب کے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کیا۔ گونپہ کرشا کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس میں جو کچھ مال و اسباب تھا سب لوٹ کر لے گیا اور واپس اپنے ملک کو چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں ایک بڑی دیگ تھی۔ اس میں جو کھانا پکایا گیا اس کے کھانے سے کئی آدمی مرگئے۔ اُس سے خیال ہوا کہ دیگ زہر میں بجھی ہوئی ہے۔ اس لیے اس دیگ کو اُس نے گونپہ کرشا میں نذر کے طور پر واپس بھیج دیا۔

گیالپو سیواگ نگیل اس فتنہ و فساد سے بہت تنگ ہوا۔ اور اس نے اس جھگڑے کا یوں تصفیہ کیا کہ بھٹی گیالمو کو اپنی زوجیت میں واپس لے لیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔

سیواگ نگیل کے تین لڑکے تھے۔ ان کے درمیان یہ علاقہ اس طرح تقسیم ہوا بڑا بیٹا ستن شون نوبدن می لگپور تھیتن نگیل جس کا دوسرا نام ریچن ٹنڈوپ نگیل بھی بتلایا جاتا ہے پدم کا راجہ ہوا۔ دوسرا بیٹا ٹشی نگیل زانگلا میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا دیے چھوک نگیل تیتھا کا راجہ بنا۔ حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت اس کی اولاد سے سنگے فونسوق راجہ تیتھا تھا۔

راجہ پدم کی اولاد میں سے حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت ریچن ٹنڈن نگیل کا پوتا چھتن وانگل راجہ تھا۔ اور مہم وزیر کچھمن کے وقت اس کا بیٹا سچے مورد انگل راجہ اور اسکا بیٹا لچھوں وانگل ولی عہد تھا۔ سچے مور وانگل قید ہوکر جموں پہونچایا گیا۔ جہاں وہ فوت ہوا اور لچھوں کشمیر میں لبارضہ چیچک فوت ہوا۔

زانگلا میں حملہ ڈوگرہ کے زمانہ میں ایشے تونبوت راجہ تھا۔ یہ سیونگ نمگیل کے
بیٹے ٹشی نمگیل کی اولاد میں سے تھا۔ اُس کی اولاد میں سے راجہ صنم ٹنڈوپ نمگیل میرے
حاکم ہونے کے زمانے میں جاگیردار زانگلا تھا

(۵) اولاد سنگے نمگیل کی ناقابلیت سے زانسکار میں بدنظمی

جب کہ خاندان لداخ و زانسکار کی تباہی کے دن آئے۔ تو گیالپو ٹنڈوپ نمگیل
لداخ کا راجہ ہوا۔ سپے مور علاقہ پدم کا راجہ ہوا۔ سنگے تُونسوق تیتھا کا راجہ ہوا۔ اور ایشے
تونبوت سپل زانگلا کا راجہ ہوا۔ حکومت کی بدانتظامی اور اہلکاروں کے ظلم وستم کی وجہ سے رعایا
کو بھی مصیبت جھیلنی پڑی۔ زانسکار کی ہمسایہ اقوام نے حکومت زانسکار کی کمزوری دیکھ کر زانسکار
پر ڈاکہ زنی شروع کر دی۔ کلو، کرجا۔ اور کھونو والوں نے اتفاق کر کے پہلا ڈاکہ مارا۔ یہ دلیر لوگ بالائی
وادی دریائے زانسکار کی آبادیوں کو لوٹتے ہوئے کرشا تک پہونچے۔ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا
جس کسی نے مزاحمت کی اُسے قتل کیا۔

دوسرا منظم ڈاکہ رتن شیر خان کا کشتوار کی طرف سے براہ اُماسی لا واقع ہوا۔ یہ لوگ
لوٹ مار کرتے ہوئے پدم تک چلے آئے۔ نقد وجنس۔ مال مویشی جو کچھ ہاتھ آیا۔ لوٹ لیا۔
اور اہل ملک کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ جس کی بابت لداخ کی مرکزی حکومت سے امداد
لی گئی۔ اُلٹا گیالپوئے پدم کو جواب دہی کے لیے لداخ طلب کیا گیا۔ جس سے ملک میں اور
بدنظمی پھیلی۔

تیسرا ڈاکہ مرداوردن کے ملک لوگوں کا تھا۔ یہ لوگ پہلے سوداگری کے سلسلہ میں
زانسکار آیا کرتے تھے۔ اور گانوں بہ گانوں پھیری کر کے خرید و فروخت کیا کرتے تھے
اُنھوں نے جب دیکھا کہ انتظام ملک ڈھیلا پڑ گیا ہے تو تختہ ملک۔ فتح ملک۔ دوائم ملک کی
سرکردگی میں براہ درہ بھوتوکول، وعلاقہ سورو اُنھوں نے حملہ کیا اور لوٹ مار کرتے ہوئے بردن گونپہ
تک چلے گئے۔ غلہ۔ مال مویشی۔ نقدی اور پٹو وغیرہ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ کرلے گئے جس کسی نے
مزاحمت کی اُس کی جان نکالی۔

اس قسم کے متواتر حملے تین سال تک اس ملک پر ہوتے رہے۔ جس سے حکومت

کی طرف سے رعایا بہت دل برداشتہ ہو گئی۔ اور اس کی تبدیلی کا سامان پیدا ہو گیا۔

(۱۶) وزیر زورآور سنگھ کا زانسکار کو فتح کر کے جموں کے ساتھ الحاق کرنا

وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ نے پاڈر فتح کرنے کے بعد تسخیر زانسکار کا ارادہ کیا۔ رانا سوجان سنگھ حاکم پاڈر نے اطاعت قبول کر لی۔ پاڈر کا انتظام کرنے کے بعد وزیر مذکور نے رانا سوجان سنگھ مذکور کی معرفت بذریعہ سفارت تسخیر زانسکار کا راستہ صاف کرنا چاہا۔ رانا نے اپنا قاصد سنگگے فونسوق راجہ تیتھا کے پاس بھیجا کہ وزیر کی فوج زبردست ہے ہم کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہوئی اور ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ تم بھی وزیر کے پہونچنے پر اطاعت مان لو تاکہ جنگ سے بیکار جان و مال کا نقصان نہ ہو۔ چنانچہ سنگگے فونسوق اور راجۂ زانگلا نے اس سے اتفاق کیا۔ اور فوج ڈوگرہ کے پہونچنے پر انھوں نے اطاعت قبول کر لی لیکن چھتن داگل نے بلا جد و جہد اپنی آزادی کو ہاتھ سے دینا پسند نہیں کیا اور سامان جنگ تیار کر کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گیا۔

وزیر کی فوج لنگ پل کے مقام پر پہونچی تو سنگگے فونسوق اور راجہ زانگلا اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر کا لشکر پدم میں پہونچا تو چھتن داگل مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ مگر یہ چند جوانوں کے ساتھ وزیر کی فوج کے ساتھ کیا کر سکتا تھا آخر کار گرفتار ہوا۔ اور مع اہل و عیال جموں بھیجا گیا۔ وہاں اس نے معافی مانگی اور بحال ہو کر واپس آ گیا تیتھا اور زانگلا کا انتظام بدستور بحال رہا۔ راجہ تیتھا کی اولاد سے اب نونو صنم ہنگیل جاگیردار تیتھا اور ذیل دار زانسکار موجود ہے زانگلا کا راجہ صنم ٹنڈون جاگیردار زانگلا و جمعیدار ہے۔ وزیر زورآور سنگھ نے زانسکار میں لار سنگھ کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور کچھ فوج وہاں تعینات کر دی۔ اور خود مع باقی فوج کے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا واپس جموں کو روانہ ہوا۔

بعد ازاں جب وزیر تسخیر لداخ کے بعد واپس جموں کو جا رہا تھا تو سورو پہونچنے پر اسے خبر لگی کہ زانسکار میں فساد ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ لار سنگھ نے

لوگوں کو جمع کر کے تسخیر کرجا کے لیے آمادہ کیا۔ جب وہ لشکر زانسکار سے کرم لنگ کے مقام پر پہونچا تو کسی بات پر لشکر کے ساتھ اُس کا جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے ایکا کر کے لار سنگھ کو قتل کر دیا۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے رستم شاہ کو ہراول میں بھیجا اُس کے پیچھے خود روانہ ہوا زانسکار داروں نے اس دفعہ بھی وزیر کا مقابلہ نہیں کیا اور فوج کے پہونچنے پر فوراً اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنی بیگناہی کے عذرات پیش کئے۔ وزیر نے مان لیا اور انھیں معافی دے دی چونکہ لداخ میں پھر فساد ہو گیا تھا لہٰذا زانسکار سے دوبارہ وزیر واپس روانہ لداخ ہوا۔

اس حملہ کے وقت راجہ زانگلا نے فوج کی بہت خدمت کی مسلسل حاضر رہا اور رسد رسانی کا انتظام عمدگی کے ساتھ کرتا رہا۔ وزیر نے پدم کے پرانے قلعہ کو منہدم کرا دیا۔ اور موضع اُفتی میں نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اس میں دینو جمعدار کو مع دس سپاہیوں کے تعینات کیا اور خود فوج کے دو حصہ کر کے عازم لداخ ہوا۔ ایک حصہ نالہ زنگدوم کے راستہ روانہ کیا اور دوسرے حصہ فوج کو اپنے ساتھ زانگلا کے راستے گیا اور خرنق جا نکلا وہاں سے لداخ پہونچا۔

اس کے بعد جب وزیر زور آور سنگھ پورنگ میں مارا گیا۔ اور فوج ڈوگرہ تباہ ہوئی۔ تو لداخ سے زنجی لا اور زانسکار تک ایلچی دوڑائے گئے کہ حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہو گیا ہے جہاں جہاں ڈوگرہ سپاہی تعینات ہیں قتل کر دیے جائیں۔ اس سلسلہ میں چانگپا قاصد زانسکار میں راجہ پدم کے پاس پہونچے اور اُسے اس سازش میں شامل کر کے سپاہیان متعینہ قلعہ زانسکار کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ دینو جمعدار اور اس کے ماتحت جملہ دس سپاہیوں کو تمام علاقہ پر حصہ رسدی تقسیم کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت پدم میں چچے مور گیالپو تھا۔ اور اُس کا بیٹا بلچوں ولی عہد تھا۔ اسے چانگپا قاصدوں کے ساتھ مبارکباد کے لیے لداخ بھیجا گیا۔

جب وزیر لکھپت مہم بلتستان سے براہ کشتوار آیا ہے تو غالباً بلتستان سے واپسی کے وقت اُس نے زانسکار کی طرف توجہ کی ہے وہ زانسکار پہونچا تو لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ اسنے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چچے مور کو مع اہل و عیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ اور اُس کی تمام جائداد ضبط کر لی چچے مور جموں میں بحالت قید فوت ہوا۔ بلچوں اس وقت زانسکار میں موجود نہ تھا۔ جب واپس پہونچا تو اپنی میراث

کی واپسی کی پیروی کے لیے کشمیر چلا گیا۔ وہاں فتح کدل میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا جس سے اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ بستی رام کو تھانہ دار مقرر کیا اور کچھ سپاہی اُس کے ساتھ تعینات کر دیے وزیر زورآور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے اس داران میں اُس نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرضکہ فوجی اور ملکی تمام انتظام درست کرنے کے بعد جموں کو واپس ہوا۔

بعد ازاں مہتہ بستی رام کا لڑکا آگیا رام ایک کان کے ملاحظہ کے لیے کہیں جا رہا تھا اسے زانسکار کے ایک آدمی نے گولی سے مار دیا۔ اس پر فساد ہو گیا۔ مگر مہتہ بستی رام نے حکمت عملی کے ساتھ جنگی قانون نافذ کر کے مفسدہ پردازوں کو سزا دی اور فساد فرو کر دیا۔ مہم کی نوبت نہیں پہونچی۔

یہ علاقہ عرصہ تک انتظامی اغراض کے لیے وزارت کشتوار کے ساتھ شامل رہا ہے لیکن تحصیل کرگل کے قائم ہونے کے بعد سے کرگل کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ اس لیے میں نے اس کی تاریخ کو پوریگ سے ملا دیا ہے۔

ضمیمہ (مردم شماری تحصیل کرگل دپوریگ)

سال	مرد	عورت	میزان
۱۸۹۱ء باستثنائے زانسکار	۱۳۰۵۸	۱۲۴۳۴	۲۵۴۹۲
۱۹۰۱ء باستثنائے زانسکار	۱۶۸۳۰	۱۵۹۷۶	۳۲۸۰۶

علاقہ شماری باقاعدہ سال ۱۹۱۱ء بشمول زانسکار

علاقہ	مرد	عورت	میزان
زانسکار	۲۳۸۰	۲۴۷۹	۴۸۵۹
سورو	۱۴۸۷	۱۶۳۳	۳۱۲۰
کرستے	۴۴۶۲	۴۷۰۵	۹۱۶۷
دراس	۲۰۸۷	۱۹۸۱	۴۰۶۸
سوت و پشکم	۳۲۸۰	۳۰۹۰	۶۳۷۰
شکر چکتن	۱۶۰۴	۱۷۵۷	۳۳۶۱
لمبہ	۲۴۱۱	۲۴۴۱	۴۸۵۲
جاگیر کورسنگ یعنی کرتخشہ و شرگھو	۶۱۲۳	۵۸۰۸	۱۱۹۳۱
میزان کل	۲۳۸۳۴	۲۳۸۹۴	۴۷۷۲۸

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار کل تحصیل کرگل

سال	مرد	عورت	
۱۹۲۱ء	۲۳۰۷۰	۲۴۶۰۹	۴۷۶۷۹
۱۹۳۱ء	۲۴۴۴۶	۲۵۷۹۲	۵۰۲۳۸

چھٹا حصہ
تاریخ گلگت (دردستان)

دیباچہ

جیسا کہ میں دیباچہ کتاب میں ظاہر کر چکا ہوں اس تالیف کا آغاز وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کی مہم لداخ و بلتستان وغیرہ کے حالات سے ہوا ہے اور بتدریج اس میں ترقی ہوئی ہے دیگر حصص کی تحقیق میں نے موقع پر کر لی۔ مگر گلگت کی تاریخ لکھنے کا خیال بہت بعد از وقت پیدا ہوا۔ ۳۶-۱۹۳۵ء میں جب کہ میں لکھنؤ میں بیٹھ کر ان مسودات کو ترتیب دے رہا تھا اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اگر تاریخ گلگت کو نظر انداز کیا گیا تو اس کتاب کا موضوع جیسا کہ اب بن گیا ہے۔ ادھورا رہ جائیگا۔ کیونکہ گلگت وہ سرحد ہے جہاں ڈوگروں نے اپنی سپاہگری کا پورا مظاہرہ دو ایک مہموں میں نہیں بلکہ متعدد مہموں میں مسلسل نصف صدی تک دکھلایا ہے۔ اور اپنی سرحد کو ایک طرف کاشغر کے ساتھ اور دوسری طرف افغانستان کے ساتھ ملا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان مسودات کو تلاش کیا جنھیں میں اپنے دہ سالہ قیام گلگت کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً شوقیہ طور پر لکھتا رہا تھا۔ اور انھیں ترتیب دینا شروع کیا۔ اس میں مجھے بڑی مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ یہ تحقیقات باقاعدہ اور مکمل نہ تھی اور اس کی تکمیل کے وسائل بھی لکھنؤ میں مہیا نہ ہو سکتے تھے۔ بہرحال جو کچھ مصالح موجود تھا اُسی پر قناعت کرنی پڑی۔ اور چونکہ میں ملک دردستان کے طول و عرض میں استور سے لے کر چترال تک اور ہونزہ سے لیکر چیلاس تک قریب قریب ہر ایک جگہ رہ آیا ہوں۔ اور ہر ایک علاقہ کو کم و بیش واقفیت رکھتا ہوں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ان مسودات پریشان کو میں نے ترتیب دیدیا۔ اور با امداد دیگر تصانیف کے ان میں حسب ضرورت اضافہ بھی کر دیا۔ امید ہے کہ بصورت موجودہ ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور اس مختصر بیان سے سرحد گلگت پر ڈوگرہ تلوار کا پورا زور نتھے شاہ کی سرکردگی میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے ۱۸۴۲ء میں گلگت کا قبضہ حاصل کرنے سے لیکر بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ جرنیل باج سنگھ کے زمانہ کے دور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۱۸۹۵ء میں فتح چترال تک بخوبی ظاہر ہوگا جس کے بعد سرحد گلگت پر کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں ہوا۔

زمانہ سلف کی کوئی تاریخ گلگت مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ اس لیے جو حالات میں نے لکھے ہیں وہ صرف قومی گیتوں اور قومی روایات سے بڑی محنت کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں اور بادی النظر میں بہت نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ مجھے تحقیق نہیں ہو سکا۔

مختلف راجگان سلف کے زمانہ کا تعین میں نے لداخ پورگیگ۔ اور بلتستان کی تاریخ کی امداد سے کیا ہے اور درمیانی خلا کو حسابی طور پر پُر کر دیا ہے۔ سکھوں کے تسخیر گلگت سے معتبر تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔

ہونزہ۔ نگر۔ پونیال۔ یاسین۔ چترال داریل۔ تانگیر۔ وچلاس کی ملحقہ اقوام کے حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان اقوام کے ساتھ جہاں تک مہمات وغیرہ کا تعلق ہے۔ وہ حالات میں نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اور ہونزہ نگر۔ یاسین و چترال کے حکمران خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب بھی میں نے تحقیق کر کے درج کر دیے ہیں تاکہ گلگت کی تاریخ کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ راجہ ہونزہ اپنا سلسلۂ نسب سکندر اعظم تک پہونچاتا ہے میں نے اُسے چھوڑ دیا ہے اور صرف وہی چند پشتیں درج کر دی ہیں جن کا تعلق تاریخ گلگت کے ساتھ رہا ہے

اس حصہ کو میں نے سات باب پر تقسیم کیا ہے پہلا باب متعلق تاریخ راجگان سلف ہے یعنی خاندان ابتدائی۔ خاندان شاہ رئیس۔ خاندان تراخانی وغیرہ و خاندان نگر دوسرا باب دور جدید یعنی گلگت کو سکھوں کے فتح کرنے اور مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر کی فتوحات سرحدی کے متعلق ہے تیسرا باب جو کہ دور جدید کا سلسلہ ہے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی کے متعلق ہے جیسے کہ گلگت کا دوبارہ تسخیر کرنا۔ مہم یاسین۔ دوسرا حملہ یاسین اور فتح مندوری کوٹ مہم ہونزہ۔ فتح داریل اس کے بعد میں نے یاسین کے فسادات اور چترال کی رنجش کو مختصراً دکھلا دیا ہے چوتھا باب دور جدید کی ایک عدیم المثال شاخ یعنی پولیٹیکل ایجنسی گلگت کے متعلق ہے جس کے سلسلہ میں انگریزی افسران ایجنسی کی رہنمائی میں مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ تسخیر ہونزہ و نگر علاقہ گور کا مطیع ہونا۔ تسخیر چلاس اور ملک چترال پر فوج کی تعیناتی سے اقتدار قائم کرنا۔

پانچواں باب دراصل مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کا سلسلہ تسخیر چترال کے متعلق ہے جس میں ریاست کشمیر کی فوج کے ساتھ سرکار انگلشیہ ہند کی افواج بھی شامل رہی ہیں۔ کئی انگریز افسر مقتول و مجروح اور اسیر ہوئے۔ ریاست کا نہایت قابل جرنیل باج سنگھ اور کمان افسر میجر بھیکم سنگھ اور کئی کمیشن افسر اور بہت سپاہی مارے گئے اور ڈاکٹر رابرٹسن تقریباً سات ہفتہ قلعہ چترال میں محصور رہے اور بالآخر کرنیل کیلی نے پلٹن پایونیر سرکار ہند اور ریاست کے توپ خانہ پہاڑی اور ریاست کی افواج ڈیویاں کی کمک سے گلگت کی طرف سے اور جنرل سر رابرٹ لو کی زبردست مہم افواج سرکار انگلشیہ ہند نے پشاور کی طرف سے زور کرکے محاصرہ کو اٹھایا اور چترال کو تسخیر کرکے اس ملک میں سرکاری چھاؤنیاں قائم کیں اور تمام ملک خوشوقتیہ یعنی یاسین و مستوج کا الحاق کشمیر کے ساتھ کر لیا۔ چھٹا باب ۱۹۳۵ء میں سرکار انگلشیہ ہند کے گلگت پر بطور اجارہ قبضہ حاصل کر لے اور گلگت سے افواج ڈوگرہ کی واپسی کے متعلق ہے گو کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے بعد کے واقعات اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ مگر اس اہم واقعہ کا میں نے مختصراً ذکر دیا ہے ساتواں باب۔ گلگت کی آب و ہوا۔ پیداوار اور صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کے متعلق ہے۔ جس پر اس بیان کو میں نے ختم کر دیا ہے اور آخر میں سرحدی صوبہ گلگت کی تین گذشتہ مردم شماریوں کا گوشوارہ سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۳۱ء کے شمار کی بابت دے دیا ہے اس میں درہ شاندور کے پار کا ملک چترال شامل نہیں ہے جس کے اعداد مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

زمانہ سلف کے حالات کی تحقیق میں میرے دوست وزیر محمد خان رئیس گوری کوٹ علاقہ استور نے جو وزیر غلام حیدر سابق وزیر گلگت کے کشمیر میں نظر بند کئے جانے کے بعد وزیر گلگت مقرر کئے گئے تھے۔ وقتاً فوقتاً میری بڑی مدد کی ہے جس کے لئے میں اُن کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اس حصہ کی تالیف میں اپنی ذاتی تحقیقات کے علاوہ میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں دل سے شکر گذار ہوں۔

۱۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام۔

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوقؔ

۳۔ گلدستۂ کشمیر مصنفہ ہرگوپال خستہ

۴۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو۔

۵۔ دی میکنگ آف اے فرانٹیر مصنفہ کرنیل ڈیورینڈ۔

۶۔ دیر تھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ۔

۷۔ چترال مصنفہ سر جارج رابرٹسن

۸۔ تاریخ چترال مصنفہ عزیز الدین ۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۱۴۔ دسمبر ۱۹۳۹ء

حشمت اللہ خان

شجرۂ نسب راجگان گلگت

(۱) قدیم خاندان کا آخری راجہ
(تقریباً سنہ ۷۵۰ء) اگور تھم (جس سے خاندان شاہ رئیس نے قبضہ حاصل کیا)

---

(۲) خاندان شاہ رئیس از لم کوئی
(بودھ) ابو دگامو (تقریباً سنہ ۷۵۰ء لغایت سنہ ۸۰۰ء)

خستہ گلپو — ٹھاکن — (تقریباً ۸۰۰–۸۴۰ء) شیری بگور تھم

متعدد پشتوں کے بعد تقریباً ۸۴۰–۱۰۸۰ء

(تقریباً ۱۰۸۰–۱۱۲۰ء) شیری بدت (اس سے آزر و شمشیر نے قبضہ حاصل کیا)

---

(۳) خاندان تراخانی از ہسکردو
(مسلمان) آزر

خسرو خاں — شمشیر (شوہر) نور بخت (دختر شیری بدت) (تقریباً ۱۱۲۰–۱۱۶۰ء)

فردوس شاہ — ملک (۱۱۶۰–۱۲۰۵)

خان ۱۲۰۵–۱۲۴۵

ترا ترا خان ۱۲۴۵–۱۲۹۰ (بیوہ ترا ترا خاں ۱۲۹۰–۱۳۱۰ء)

ترا خان ۱۳۱۰–۱۳۳۵ (مغلی مذہب اختیار کیا)

دختر (زوجہ شاہ راجہ نگر) — سو ملک تقریباً ۱۳۳۵–۱۳۹۰ء — (دختر) زوجہ فرائش راجہ یاسین

خسرو خان

دختر ۲ زوجہ جعفر خاں راجہ نگر)

علی داد خاں (از ۱۸۶۰ء) (خطابی راجہ گلگت)

کمال خاں (معافیدار نوّل)

کریم خاں

حسین علی خان

چلیس خاں

شجرہ نسب راجگان نگر

ڈول بادشاہ

شاہ

گرگس

مغلوٹ

علی داد

کمال خان

رحیم خاں — فردوس — دولاد

شیر دو

حبیب خاں — آزر — دین ملک

رحیم خاں — الف خاں

طاہر شاہ — سلطان شاہ

شاہ سکندر خاں (دیجھو گلگت) — کریم خان

جعفر خان

زوجہ اول

زوجہ دوم دختر زمینا تر اخانی

سِتراخاں — گوری تھم — شاہ سکندر خان — دگس ملک

(موجودہ راجہ)

سی آئی ای — کے بی او

(ولیعہد) جمعلی خاں — محبوب علی خاں

علی داد خاں (دیکھو گلگت) — کمال خان

کریم خاں — حسین علی خان

چلیس خان

محترم شاہ کٹور ثانی ۱۸۳۳ ۱۸۳۷

زوجہ اول دختر بادشاہ — زوجہ دوئم دختر بادشاہ — زوجہ عالم دختر بادشاہ

فرخ سیر — میر غضب — غضب شاہ — مقرب — (۱۲) شاہ افضل ثانی ۱۸۳۷ ۱۸۵۲ء — تجمل شاہ — بخلور شاہ — تحول شاہ — مقدم شاہ

ہمایوں — ریحان شاہ — معتصم شاہ — فرامل شاہ

نایب شاہ — تحمل شاہ — سیف علی شاہ

زوجہ اول — زوجہ دوئم بی بی تماسیہ — زوجہ سوئم — زوجہ چہارم

(۱۳) محترم شاہ ثالث (آدم خور) ۱۸۵۲-۱۸۵۴ء

(۱۴) مہتر امان الملک ۱۸۵۴-۱۸۹۲

میر افضل خان (۱۶) شیر افضل خان

۱۰ نومبر ۱۸۹۲ تا ۴ دسمبر ۱۸۹۲ء

شاہ نادر خان — دختر زوجہ شجاع الملک

زوجہ اول بنت غزن خان والی دیر

(۱۷) مہتر نظام الملک — (۱۵) افضل الملک

۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء لغایت یکم جنوری ۱۸۹۵ء — ۳۰ اگست تا ۱۸۹

لغایت ۸ نومبر ۱۸۹۲ء

زوجہ چہارم حضرت علی خان اسمار

(۱۸) امیر الملک

جنوری ۹۵ء لغایت یکم مارچ ۹۵ء

(۱۹) شجاع الملک (ہز ہائی نس سر مہتر چترال مستوج نواب)

کے سی آئی ای سلامی ۱۱ توپ

یکم مارچ ۱۸۹۵ء لغایت اکتوبر ۱۹۳۶ء

زوجہ اول بیوہ افضل الملک — زوجہ دوئم دختر خان دیر — زوجہ سوئم دختر شیر افضل خان

(۲۰) ناصر الملک (ہز ہائی نس کپتان)

اکتوبر ۱۹۳۶ء مہتر چترال

بہادر خان (حاکم مستوج) — محمد علی بیگ — کوکن بیگ — یادگار بیگ — شادمان بیگ

شجرۂ نسب راجگان یاسین (خاندان خوشوقت)
محمد بیگ (مہتر چترال)
محترم شاہ اول (کٹور) (شاہ چترال)
(۱) شاہ خوش وقت (شاہ یاسین) تقریباً ۱۷۰۰-۱۷۴۰ء
(۲) شاہ عالم (چترال و یاسین) تقریباً ۱۷۰۰-۱۷۵۰ء
(۳) فرامرز شاہ (شاہ از چترال تا بونجی) تقریباً ۱۷۵۰-۱۷۸۰ء
عصمت اللہ
شاہ بردش
(۵) بادشاہ تقریباً ۱۷۹۰-۱۸۹۵
عالمگیر
فرامرز شاہ
(۴) خیر اللہ (یاسین و مستوج) تقریباً ۱۷۸۰-۱۷۹۰
خوش احمد
میر قوت خان
شیر شاہ
(۶) ملک امان
نور شاہ
(۷) سلیمان شاہ ۱۸۰۰-۱۸۳۰
تقریباً ۱۷۵۵-۱۸۰۰
زوجہ اول (سلسلہ بر صفحہ ۶۲۴)
زوجگان مابعد
خرم
داراب شاہ
سخاوت شاہ
بادشاہ ثانی
(۹) عظمت شاہ ۱۸۶۰ء
خوش وقت (یسین گلگت)
شیر اعظم (حاکم یاسین)

ملک امان
زوجہ اول
زوجگان مابعد
دُر امان
(۸) گوہر امان
میر امان
راہب خان
اکبر خان
خدا امان
حیت امان
مرتضیٰ امان
گلشیر خان
رحیم امان
دولت امان
۱۸۳۰–۱۸۶۰
زوجہ اول خالہ امان الملک مہتر چترال
زوجہ دوم خواہر امان الملک مہتر چترال
زوجہ سوم دختر آزاد خان راجہ پونیال
(۱۰) ملک امان
(۱۱) میر ولی
(۱۲) غلام محی الدین المعروف پہلوان بہادر (۱۸۷۰–۱۸۸۰)
مقدس امان
پختون ولی خان
محمد ولی خان
گوہر امان
عبدالرحمٰن خان و حاکم یاسین ابعد جنگ چترال)
محمد حلیم خان
غلام محی الدین المعروف بپ مہتر
میر نبی
میر غازی
بادشاہ
شاہ عالم
احمد غازی
شیر غازی

چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب

عہد راجگان سلف

(۱) دردستان کی وسعت مقامی۔ اقوام اور گلگت کی وجہ تسمیہ (۲) ابتدائی خاندان اور خاندان شلوٹیس (۳) خاندان ترا خانی (۴) خاندان یاسین۔ دیونیال دیگر کی چند روزہ حکومتیں اور گلگت کی خود مختاری کا خاتمہ

(۱)

زمانہ سلف کے حالات کا جہاں تک کہ عام روایات اور قومی گیتوں سے پتہ چلتا ہے یہی دریافت ہوا ہے کہ گلگت میں حکومت راجگان کی رہی ہے جمہوری حکومت کا رواج جیسا کہ گلگت کے بعض ملحقہ علاقہ جات میں آج تک چلا آتا ہے اس ملک میں نہیں پایا جاتا ممکن ہے کہ ابتدائی آبادی کے زمانہ میں کچھ عرصہ حکومت کی یہ صورت رہی ہو۔ اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن راجگان کا پتہ چلتا ہے وہ عموماً بیرونی اشخاص تھے۔

وسعت مقامی استق علاقہ روندو سے نیچے دریائے سندھ کے پانی ڈھال کا تمام ملک ریاست امب کے قریب تک دردستان کہلاتا ہے۔ اور اس کے باشندوں کو قوم درد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وجہ تسمیہ اس کی دریافت نہیں ہو سکی۔ اسکا غربی حصہ چترال ہے جس کے آگے کافرستان (موجودہ نورستان) واقع ہے اور داریل دتاگیر کی خود مختار اقوام ہیں۔ شمال میں ہونزہ دنگر و سلسلہ کوہستان پامیر واقع ہیں جنوب میں چلاس اور بعض خود مختار جمہوری اقوام درد واقع ہیں ان کے آگے پنجاب اور کشمیر کا

ملک ہے اور شرق میں بلتستان ہے۔ اس خطہ کے درمیانی حصہ کا نام گلگت ہے جہاں سے راستہ ہر طرف نکلتا ہے۔

تحقیقات سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ گلگت کا قدیمی نام سرجن تھا۔ بعد میں اسے گیلیت کا نام دیا گیا۔ سرجن اور گیلیت دونوں کی وجہ تسمیہ کچھ دریافت نہیں ہو سکی۔ بعض مورخین نے قدیم سنسکرت کتابوں کے گھالاتا کے نام کے ساتھ گیلیت کے نام کی مشابہت کو مطابقت دی ہے۔ مگر اس کی تائید میں کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گذری۔

بعد ازاں سکھ اور ڈوگرہ فاتحین کی زبان سے گیلیت بگڑ کر گلگت بن گیا۔ مگر اہل ملک آج تک اسے گیلیت ہی بولتے ہیں۔ بونجی سے اوپر شرق کی طرف برزل دکامری تک کے علاقہ کا اصلی نام استور ہے جو بعد میں بگڑ کر حصورہ ہو گیا۔

ملک دردستان کی آبادی زیادہ تر دو بڑے طایفوں شین اور یشکن میں تقسیم ہے۔ یہ آریائی نسل سے ہیں مگر شین اور یشکن کی وجہ تسمیہ کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وسط ایشیا سے نقل مکان کرکے جو آریائی اقوام اس ملک میں آباد ہوئیں ان کے درمیان ایک طایفہ آشین لوگوں کا تھا۔ یہ نام کثرت استعمال سے بگڑ کر شین ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اشین لوگ اپنے مورث اعلیٰ آشین نامی سے منسوب ہیں اسی کے چھوٹے بھائی کا نام یشکن تھا۔ اُس کی اولاد اُس کی طرف منسوب ہوئی۔ قدیم زمانے کے راجگان گلگت انہیں لوگوں میں سے تھے۔

اگورتھم تقریباً سنہ ۷۰۰ء گلگت کا ابتدائی راجہ جس کا پتہ روایات سے چلتا ہے اگورتھم تھا۔ اس کا حسب نسب کچھ دریافت نہیں ہوا اس کے

ابودگامو تقریباً سنہ ۷۵۰-۸۰۰ء عہد میں ایک شخص ابودگامو باشندہ لم کوئی علاقہ بلتستان نے مع اپنے بیٹے شیری بگورتھم کے گلگت پر حملہ کیا۔ اور اگورتھم کو قتل کر کے گلگت پر قبضہ کر لیا اس کے خاندان کا نام شاہ رئیس بتلایا جاتا ہے ان راجگان کے زمانہ کے تعین کا کوئی معیار موجود نہیں ہے۔ راجہ علی داد خان سے فی پشت ۳۰ سال کے حساب سے ابودگامو کا زمانہ تقریباً سنہ ۷۵۰ء کے قریب ہوتا ہے۔

شیری بگورتھم سنہ ۸۰۰ء شری بدت سنہ ۸۸۰ء ابودگامو کے بعد اس کا بیٹا شیری بگورتھم

حکمران ہوا۔ اُس کی کئی پشتوں کے بعد شیری بدت راجہ ہوا۔ اس خاندان کا مذہب بودھی تھا۔ شیری بدت نے اپنی مذہبی عقیدت کے اظہار میں گلگت سے بجانب غرب تقریباً دو میل کے فاصلہ پر نالہ کارگاہ کے ہر دو طرف عمودی چٹانوں میں سطح زمین سے تقریباً سو سو فٹ کی بلندی پر بدھا کی مورت قدآدم سے بہت بڑے پیمانہ پر کندہ کرائی۔ شرقی طرف کی مورت ابتک موجود ہے گو کہ اس موقع کی تراش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سامنے از قسم غرفہ یا ایوان کچھ عمارت بھی جو اب گر گئی ہے۔ مگر غربی طرف کی مورت سنگلاخ کے گر جانے سے منہدم ہو گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی قسم کی مورتیں اس نے پونیال اور یاسین وغیرہ مقامات میں بنوائی تھیں جن میں سے کچھ اب تک موجود ہیں۔ مگر میری نظر سے نہیں گذریں البتہ میں نے بودھی کتبہ جات استوپ و چترال کے درمیان لب سڑک چٹانوں پر دیکھے ہیں مگر اس زمانہ میں بودھی حروف اور بودھی زبان سے واقف نہ تھا۔ اور نہ کوئی دوسرا شخص اُس زبان کا واقف اُس ملک میں ملا۔ اس لیے ان کتبہ جات کے مضمون کا انکشاف نہ کر سکا۔

گلگت میں شیری بدت کا محل جنوبی پہاڑ کے دامن میں شاندار بنا ہوا تھا جس کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک ڈوگرہ افسر جواہر سنگھ نے پتھر کا ایک ستون دو ڈھائی گز لمبا جس کا قطر دو فٹ کے قریب تھا نکلوایا۔ اور اُس پر مہاراجہ رنبیر سنگھ کا نام کندہ کرا کے برسر راہ نصب کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُن پتھروں میں شیری بدت کی پتھر کی زین بھی اب تک موجود ہے۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ مگر مجھے نظر نہیں آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض افسانہ ہے۔

شیری بدت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ظالم اور جابر راجہ تھا۔ رعایا کا مال جبراً لے لیتا تھا۔ اور انھیں بہت تنگ کرتا تھا لوگ اُس کے ظلم سے بہت بیزار تھے اور انقلاب کی خواہش رکھتے تھے۔

(۳) خاندان تراخانی

اُس زمانہ میں تراخانی خاندان کے ایک رئیس آزر نامی نے مع اپنے بیٹوں کے اسکردو سے اس ملک پر حملہ کیا۔ آزر اور اُس کے بیٹوں کا مذہب مسلمان بتلایا جاتا ہے۔ مگر

میری تحقیق میں اسکردو میں اس زمانہ تک مذہب اسلام نہیں پہونچا تھا اور آزر اور ترا خاں ترکی نام ہیں۔ اس لیے آزر اصلاً یارقندی ترک ہونا چاہیے۔ بہر حال روایت یہ ہے کہ آزر نے اپنے تین بیٹوں کے ساتھ جن میں چھوٹا شمشیر تھا۔ اُس سے بڑا خسرو خان۔ اس سے بڑا ایک اور تھا جس کا نام دریافت نہیں ہو سکا۔ اسکردو کی طرف سے براہ نالہ ہوشے ہونزہ د نگر پر حملہ کیا۔ اہل ملک نے سختی کے ساتھ اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر انہیں شکست ہوئی۔ اور آزر ان دونوں علاقوں پر مسلط ہو گیا۔ اُس ملک کا انتظام درست کرنے کے بعد اُس نے اپنے تینوں بیٹوں کو گلگت پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا جہاں شیری بدت کے جبر و ظلم نے بیرونی حملہ آوروں کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ یہ تینوں بھائی پہلے دنیور میں وارد ہوئے اور یہاں انھوں نے رعایا کو اپنے ساتھ ملایا۔ یہ انتظام کرنے کے بعد متحدہ افواج کے ساتھ انھوں نے گلگت پر حملہ کر دیا۔

شیری بدت نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر چونکہ اقبال اُس سے منھ موڑ چکا تھا میدان کارزار میں شمشیر کے تیر نے اُسکا کام تمام کر دیا۔ اور گلگت پر شمشیر کا قبضہ ہو گیا لیکن شیری بدت کا خوف لوگوں کے دل پر اس درجہ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کی موت کو لوگوں نے باور نہیں کیا اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ فرار ہو کر یاسین کی طرف چلا گیا ہے اور کوہ ٹھکن کے گلیشیر کے نیچے زندہ موجود ہے۔ چنانچہ یہ رسم قائم ہوئی کہ ہر سال ایک روز معینہ پر تمام علاقہ میں آگ روشن کی جاتی تھی کہ شیری بدت یا اُس کی روح کو گلگت کی طرف آنے سے ڈرایا جائے۔ اب کچھ عرصہ سے یہ رسم موقوف ہوئی ہے۔

شمشیر راجہ گلگت ۱۱۲۰-۱۱۶۰ء جب کہ فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ اور ملک میں امن و امان قائم ہوا تو شمشیر نے شیری بدت کی بیٹی نور بخت سے بیاہ کر لیا اور اُس کے وزیر بوڑو کو اپنا وزیر مقرر کیا اور عیش و کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس وقت اُس کے دونوں بھائی خسرو خان وغیرہ اُس کو گلگت میں چھوڑ کر خود ہونزہ و نگر کو واپس چلے گئے۔

اشاعت اسلام شمشیر نے مذہب اسلام کی اشاعت میں براہ راست کوئی حصہ نہیں لیا مگر اس کے عہد حکومت میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی سلطان علی

سید شاہ ولی۔ سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ اور سید میر ابراہیم ان اطراف میں وارد ہوئے اور انھوں نے مذہب اسلام کی تبلیغ کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا ان بزرگوں کے مزار اب تک اس علاقہ میں موجود ہیں اور مرجع خواص و عوام ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اقوام یشکن۔ کرین۔ وڈدم نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور قوم شین نے بہت دیر کے بعد اس مذہب کو قبول کیا۔ اس لیے جو اقوام پہلے مسلمان ہوئی تھیں انھوں نے طنزاً انھیں ابوجہل کی اولاد کہنا شروع کر دیا۔

ان بزرگوں کے مزاروں کے علاوہ کوئی قدیم بودھی یا اسلامی عمارت اس ملک میں نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف اہل ملک کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔ اور اُن کا تمدن پستی کی حالت میں رہا۔

شمشیر کا عہد حکومت خاصہ لمبا تھا۔ روایت ہے کہ اُس نے پونیال یاسین۔ اور چترال کو بھی فتح کیا۔ اور اُن علاقہ جات میں بھی اشاعت مذہب اسلام کی اُسی کے عہد میں شروع ہوئی۔

ملک سنہ ۱۱۶۰ء–۱۲۰۵ء شمشیر کے بعد اُس کا بیٹا ملک راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلیر آدمی تھا۔ اُس نے داریل کو فتح کیا۔ اِس جنگ میں اُس کے ایک بازو پر شدید زخم پہونچا تھا مگر بعد میں درست ہوگیا۔ اُس نے استور کو بھی تسخیر کیا۔ اور اپنی حکومت کو بہت وسعت دی۔

خان ۱۲۰۵ء–۱۲۴۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا خان راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے اُس کی دو بیٹیاں تھیں اُن کی شادی اُس نے ڈھکی اور نگر میں کردی۔ اور وہاں اُن کی حکومت بھی قائم کردی ڈھکی مجھے دریافت نہیں ہوسکا کون سی جگہ ہے۔

ترتراخان ۱۲۴۵ء–۱۲۹۰ء خان کے بعد اُس کا بیٹا ترتراخان اُس کا جانشین ہوا اُس کی شادی داریل میں ہوئی تھی اُس کی بیوی کے سات بھائی تھے چونکہ اسے چوگان بازی کا بہت شوق تھا وقتاً فوقتاً اپنے سالوں کے ساتھ چوگان کھیلنے کی غرض سے داریل جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ شرط قرار پائی کہ جو فریق بازی جیتے فریق ثانی کو قتل کردے۔ ترتراخان کی جیت رہی۔ اُس نے شرط پوری کی اور اپنے سالوں کو قتل

کردیا۔ اُس کی اِس وحشیانہ حرکت سے اُس کی رانی بہت ناراض ہوئی۔ اور اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے اُس کو زہر دیکر اُسکا کام تمام کردیا۔ اور خود حکومت کرنے لگی۔

بیوہ ترا ترا خان ~~سنہ~~ ۱۲۹۰ تا ۱۳۱۰ء اس واقعہ کے کچھ روز بعد اس رانی سے ترا ترا خاں کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تراخاں رکھا گیا۔ مگر اس کینہ ور عورت نے اپنے قاتل شوہر کی اولاد کو پرورش کرنا گوارا نہ کیا۔ اور اُسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہادیا۔ اس صندوق کو بمقام ہُڈا علاقہ چیلاس دو لڑکوں نے دیکھا جو بہتی ہوئی لکڑیوں کے جمع کرنے کے لیے دریا پر گئے تھے۔ وہ اُس صندوق کو نکال کر اپنے گھر لے گئے اُن کی ماں نے اُسے کھول کر دیکھا تو اُس کے اندر سے ایک خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔ اُس نے بڑی محبت سے اُس کی پرورش کی۔ جب وہ بڑا ہوا تو آہستہ آہستہ اُسے پتہ لگا کہ وہ کہاں سے چل کر چیلاس میں پہونچا ہے جوانی پر پہونچا تو اُسے حکومت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ اس ارادے سے ان دونوں لڑکوں کو جنہیں وہ اپنا حقیقی بھائی سمجھتا تھا ساتھ لے کر اپنے آبائی ملک گلگت میں آیا۔ اس وقت یہاں اُس کی ماں کی حکومت تھی۔ تراخاں نے گلگت کے محلہ پر انداس میں ایک مکان تیار کر کے خاموشی کے ساتھ بود و باش اختیار کی۔ جب اس کی ماں کو خبر ہوئی کہ کچھ نو وارد اشخاص گلگت میں آباد ہوے ہیں اُس نے ان تینوں بھائیوں کو طلب کر کے ان کے حالات دریافت کیے جب اُسے اپنے بیٹے کا حال معلوم ہوا تو اُس کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا اور چونکہ وہ خود سن رسیدہ ہوچکی تھی حکومت تراخاں کو سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہوگئی۔

تراخان سنہ ۱۳۱۰ تا ۱۳۳۵ء تراخاں کی حکومت پونیال یاسین۔ استور۔ اور ہونزہ ذگر تک تھی اس نے اپنی بیٹی کی شادی ایک شخص شاہ نامی باشندہ ہونزہ کے ساتھ کردی اور ہونزہ ذگر کی حکومت اپنی بیٹی کو حوالہ کردی۔ اس سے دو جوڑواں لڑکے گرگس اور مغلوٹ پیدا ہوے۔

حملۂ تاج مغل تراخاں کے عہد میں تاج مغل نے بدخشان سے ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ چترال۔ یاسین اور پونیال کو فتح کرتا ہوا گلگت پہونچا۔ تراخان کو شکست ہوئی اور تاج مغل گلگت پر قابض ہوگیا۔ اُس نے بیادگار اپنی فتح کے موضع جوٹیال کے اوپر پہاڑ کی

سلامی میں ایک عالیشان برج تعمیر کیا جو آج تک اچھی حالت میں موجود ہے۔ اور مغلائی برج کے نام سے مشہور ہے۔

تاج مغل کو مذہب کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی تھی وہ اسمعیلیہ مذہب کا پیرو تھا جو آجکل ہزہائی نس آغاخان کے معتقدین کا مذہب ہے۔ تاج مغل گلگت میں اس مذہب کی اشاعت کرنا چاہتا تھا۔ تراخان چالاک آدمی تھا۔ اس نے فوراً اس کا مذہب اختیار کرکے اپنا رسوخ قائم کرلیا اور اس تدبیر سے اس نے گلگت کی حکومت تاج مغل کے ہاتھ سے حاصل کرلی۔ اس مذہب کا نام اطراف گلگت میں اس کے شائع کرنے والے تاج مغل کے نام کی نسبت سے مغلی یا مغلائی مشہور ہے جو بگڑ کر مولائی بن گیا ہے۔ اس کا ذکر میں بلتستان کے حصہ میں بسلسلہ اشاعت اسلام کرچکا ہوں۔

تاج مغل نے اپنا ایک سردار شاہ رئیس نامی چترال میں تعینات کیا بعض کہتے ہیں کہ شاہ رئیس تراخان کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اور اس کی صلاح سے چترال بھیجا گیا تھا بہرحال اس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ چترال میں مذہب مغلی کی اشاعت کرے۔

الغرض تاج مغل حکومت گلگت تراخان کو واپس حوالہ کرکے خود ہونزہ پہونچا۔ اور اس ملک کو بھی اس نے تسخیر کیا۔ راجہ ہونزہ نے تراخان، کی طرح مذہب مغلی اختیار کرکے اپنی حکومت کو بچا لیا ہونزہ میں اب تک یہی مذہب رائج ہے۔

تاج مغل نے ہونزہ فتح کرنے کے بعد نگر کے حملے کا قصد نہیں کیا۔ اور سیدھا پامیر سے گذر کر کاشغر چلا گیا اور وہاں بھی اسی قسم کی مذہبی خدمات انجام دیں۔

سوملک $\frac{۱۳۳۵}{۱۳۹۰}$ء اس کی واپسی کے بعد تراخان کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اور بالآخر اس دار فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سوملک اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنی بہن کا بیاہ ایک شخص زناکش نامی باشندہ یاسین کے ساتھ کر دیا اور یاسین کی حکومت بھی اسی کو حوالہ کر دی۔

تاج مغل کا دوسرا حملہ روایت ہے کہ اس کے عہد میں تاج مغل نے دوبارہ ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ حدود یاسین میں پہونچا تو سوملک کے بہنوئی نے اس سے ملکر سازش کی۔ سوملک خود بذات فوج لے کر مقابلہ کے لیے گیا۔ اسی اثنا میں تاج مغل

یاسین کو فتح کر چکا تھا۔ اور لب دریا اپنی فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ سوملک یہاں پہونچا تو اُس کے بالمقابل دریائے یاسین کے دوسری طرف ٹھہر گیا۔

دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فریقین نے جوانمردی کے بڑے بڑے کرتب دکھلائے مگر آخرکار مغلوں کو شکست ہوئی۔ اور وہ پسپا ہوئے سوملک نے کوئل دار گوت تک ان کا تعاقب کیا مگر یہاں پہونچ کر وہ بیہوش ہوگیا۔ اور گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے اُسے پکڑ لیا۔ اور قید کر کے بدخشاں لے گئے۔ اُس کے معنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنگ میں سوملک کو شکست ہوئی۔ وہ قید ہوگیا۔ تاج مغل اُسے اور قیدیوں کے ساتھ بدخشاں لے گیا۔ وہ وہاں غلامی میں رہا۔ بہر حال روایت یہ ہے کہ سوملک دو سال تک شاہی باورچی خانہ میں لکڑی بہم پہونچانے کی خدمت پر مامور رہا۔ بعد ازاں چونکہ اُسے گھوڑوں کی شناخت میں مہارت تھی وہ داروغہ اصطبل شاہی ہوگیا۔ دو سال تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اس اثنا میں اُس نے ایک گھوڑا توقار نامی منتخب کیا اور اس پر سوار ہو کر گلگت کی طرف فرار ہوا۔ اس کے تعاقب میں سوار بھیجے گئے۔ مگر اس کے قریب کوئی نہیں پہونچ سکا۔ بالآخر آٹھویں دن گوجال میں ایک سوار نے کسی تدبیر سے اُسے گھیر لیا۔ مگر سوملک آدمی چالاک تھا رشوت دے دلا کر اُس سے اپنی جان چھڑائی۔ اور یاسین میں اپنی بہن کے پاس پہونچ گیا۔

چند روز یاسین میں اُس نے آرام کیا پھر اپنے بہنوئی فرامُش کو ساتھ لے کر گلگت آیا اُس کی غیر حاضری میں اُس کی رانی حکومت کا کام چلاتی رہی تھی۔ سوملک نے واپس پہونچ کر اپنی حکومت پھر شروع کر دی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سوملک بہت مغلوب الغضب آدمی تھا۔ ایک دفعہ اُسے ایک بزرگ نے نصیحت کی کہ جب کبھی تمھیں غصہ آئے تو نزدیک کا ہتھیار کبھی استعمال نہ کرو۔ اس نصیحت پر وہ اپنی تمام بقیہ عمر میں کاربند رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ ناد انستگی کی حالت میں اپنے بیٹے خسرو خاں پر تیر چلانے کا ارادہ کیا مگر بزرگ کی نصیحت یاد آگئی اور خسرو خاں کی جان بچ گئی۔

خسرو خاں ۱۳۹۰ء تا ۱۴۳۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا خسرو خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت کے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ اس وقت یاسین چترال میں عیسٰی سنگی حکمران تھا۔ اور ہونزہ نگر میں گرگس و مغلوٹ کی حکومت تھی۔

حیدر خان ۱۴۳۵ / ۱۴۸۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا حیدر خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت سے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ یاسین و چترال میں بدستور سنگلی اور نگر میں علی داد حکمران تھے۔

چلیس خان ۱۴۸۰ / ۱۵۱۵ء حیدر خان کے بعد اُس کا بھتیجا چلیس خاں راجہ ہوا۔ اُس نے تیس برس حکومت کی۔ اس کا وزیر شومن تھا۔ اُس نے سنگلی کے ملک کو فتح کرنے کا قصد کیا۔ اس غرض کے لیے دریل و ہونزہ و نگر سے امداد کا انتظام کیا۔ مگر چلیس خاں کو حملہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور واپس چلا آیا۔ سنگلی کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے گلگت پر چڑھائی کردی مگر اسے بھی کامیابی نہ ہوئی اور مار کھا کر پسپا ہونا پڑا۔

نور خان ۱۵۱۵ / ۱۵۶۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا نور خان راجہ ہوا۔ یہ شکار کا بڑا شائق تھا اُس کا وزیر حاجی تھا جو اُس کی طرف سے حکومت کا کام چلاتا تھا دینار ترنگفا جو گلگت کا نمبردار اعلیٰ ہے اسی کی اولاد میں سے ہے۔

مرزا خان ۱۵۶۵ / ۱۶۰۰ء اُس کا بیٹا مرزا خان اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے مغلائی مذہب ترک کرکے شیعہ مذہب اختیار کیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ اس کے عہد میں سنگلی نے چترال سے گلگت پر حملہ کیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سنگلی نے کتنی لمبی عمر پائی تھی۔ تاریخ چترال میں سنگین علی کی وفات سنہ ۱۵۰۰ء درج ہے بہرحال روایت ہے کہ مرزا خان کو اُس کے مقابلہ کی تاب نہ ہوئی۔ وہ بھاگ کر بلتستان چلا گیا۔ اور وہاں جاکر شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ پھر علی شیر خان انچن کو سنگلی کی سرکوبی کے لیے ساتھ لایا۔ اُنے گلگت سے لیکر چترال تک تمام ملک کو روند ڈالا۔ اور بہ یادگار اپنی فتح چترال کے۔ چترال کے ایک درخت چنار میں پن چکی کا پاٹ پرو دیا۔ وہ اب تک موجود ہے۔ اُس کے مفصل حالات تاریخ خاندان مقپون اسکردو میں درج کیے جا چکے ہیں۔

اس طرح سے مرزا خان کی حکومت گلگت میں دوبارہ قائم ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہب شیعہ کی بنیاد بھی گلگت میں قائم ہوگئی۔ جو اب تک بار آور ہے اس کا عہد حکومت پینتیس سال بتایا جاتا ہے۔

علی شیر خان ۱۶۰۰-۱۶۳۵ء اسکے بعد اُس کا بیٹا علی شیر راجہ ہوا اس کے دو وزیر تھے

ایک کا نام عبداللہ تھا جس کی اولاد سے اب تک رشیو نامی ایک زمیندار گلگت میں موجود ہے۔ دوسرے وزیر کا نام شوداری تھا جس کی اولاد سے سوملک نامی ایک زمیندار سنکر میں موجود ہے۔

اس زمانہ میں خوش وقت راجہ یاسین نے علی شیر کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دینے کا وعدہ کیا جب علی شیر شادی کے لیے یاسین میں پہونچا تو خوش وقت نے اُن کو مع اُس کے وزیر عبداللہ کے قتل کر دیا۔ اور عبداللہ کے بھائی رشیو کے ساتھ یہ سازش کی کہ تمھیں میں اپنا وزیر بنا کر گلگت میں رکھوں گا۔ تم تسخیر گلگت میں میرے معاون رہو۔ رشیو بھی سازش میں کامل تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں گلگت جاتا ہوں اور رعایا کو تمھاری اطاعت کے لیے آمادہ کرتا ہوں۔ جب انتظام مکمل ہو جائے گا تو تم کو بلالوں گا۔

رشیو گلگت میں پہونچا اور اُس نے تمام رعایا کو اپنا مطیع بنا لیا۔ اور خوش وقت سے علی شیر و عبداللہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے انھیں آمادہ کر دیا۔ پھر خوش وقت کو اطلاع دی کہ سب انتظام درست ہو گیا ہے تم بلا اندیشہ چلے آؤ۔ خوش وقت یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً روانہ ہو گیا۔ رشیو بھی خفیہ طور پر فوج لے کر بظاہر خوش وقت کے استقبال کے لیے گلگت سے روانہ ہو کر بونیال پہونچا۔ خوش وقت ابھی پونیال میں داخل نہیں ہوا تھا کہ اُسے اصلیت کا پتہ لگ گیا۔ اور وہ اُلٹے پاؤں یاسین کو واپس ہو گیا۔ رشیو نے اُس کا تعاقب کیا۔ اور اُس کی فوج کے تین سو آدمی ہلاک کیے مگر خوش وقت بچ کر نکل گیا۔

رشیو وزیر ۱۶۳۵ء تا ۱۶۵۲ء اب رشیو نے علی شیر کی جگہ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سترہ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر خوش وقت نے اُسے چین نہ لینے دیا۔ اور قریب قریب ہر سال گلگت پر حملہ کرتا رہا۔ لیکن رشیو کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

مرزا خاں جب اسکردو گیا تھا تو اپنی لڑکی جواری کو وہاں کے راجہ کے پاس چھوڑ آیا تھا اس اثنا میں جواری گلگت میں واپس آ گئی۔ رشیو نے اس کا بہت احترام کیا۔ اور کمال خاں راجۂ نگر کے بیٹے فردوس خان کو بطور خانہ داماد لا کر جواری کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ اور ظاہر داری کے طور پر اُسے علی شیر کا جانشین تسلیم کیا۔ لیکن حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رکھی۔

جواری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حبیب خان تھا۔ اب ریشو کو اس رقیب کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اُس نے جواری اور حبیب خان کو قلعہ سنکر میں بھیج دیا۔ اور فردوس خان سے کہا کہ تمھارا ملک نگر ہے۔ تم اپنے آبائی ملک میں واپس چلے جاؤ۔

جواری کو یہ قید بہت ناگوار ہوئی۔ اُس نے علی شیر کے ہواخواہوں کے ساتھ سازش کی کہ ریشو غاصب ہے اصل حقدارِ حکومت میرا بیٹا ہے۔ اُسے راجہ بنایا جائے اور ریشو کو قتل کیا جائے چنانچہ بگروٹ کے لوگوں نے کسی بہانہ سے اُسے بلایا اور ملک عدم کو پہونچا دیا۔

حبیب خان اپنی ماں جواری کی ولایت میں ۱۶۵۰-۱۶۷۰ء

اس واقعہ کے بعد حبیب خان کی راجگی کا اعلان کیا گیا۔ مگر جواری نے حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ حبیب خاں صرف نام کا راجہ رہا۔

حبیب خاں کی تین شادیاں ہوئیں پہلی راجہ نگر رحیم خاں کی بیٹی حیا شوئی کے ساتھ دوسری شاہ مراد راجہ اسکردو کی بیٹی کے ساتھ تیسری شاہ بروش راجہ یاسین کی بیٹی کے ساتھ ان سے اُس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ حیا شوئی سے گوری تھم شاہ مراد کی بیٹی سے مایورو اور شاہ بروش کی بیٹی سے مجمو۔ ان کے درمیان فساد پیدا ہوا۔ اس کو رفع کرنے کے لیے شاہ مراد مع اپنے بھائیوں شیر شاہ۔ علی شاہ و شاہ سلطان کے گلگت میں آیا۔ اسے رفع کرنے کے بعد وہ واپس اسکردو چلا گیا۔ بعد میں دوبارہ فساد برپا ہوا جس میں حبیب خاں مقتول ہوا شاہ مراد پھر گلگت پر حملہ آور ہوا جس کے مفصل حالات بسلسلۂ تاریخ خاندان مقپون اسکردو مذکور ہو چکے ہیں۔

گوری تھم ۱۶۷۰-۱۷۰۰ء

حبیب خان کے قتل کا جواری کو بہت غم ہوا اور اس صدمہ سے رو رو کر اُس نے اپنی بصارت زائل کر دی۔ فساد کے رفع ہو جانے پر حکومت اُس کے پوتے حبیب خاں کے بیٹے گوری تھم کو پہونچی۔ مگر اپنے جیتے دم تک حکومت کا کام جواری ہی چلاتی رہی۔

حبیب خان کے تین وزیر تھے ایک غلام جو گلگت کا وزیر تھا۔ دوسرا کوتو جو بگروٹ کا وزیر تھا۔ تیسرا بیگ جو شروٹ کا وزیر تھا۔

گوری تھم نے اپنی دادی کی وفات کے بعد خاصے عرصہ تک حکومت کی اس کا ایک

وزیر لابیگ اور دوسرا اکھو کھور وتھا۔ موخر الذکر باشندہ دینور کا تھا۔

زمانہ خالی ۱۷۰۰ء تا ۱۷۹۰ء اس موقع پر شجرہ نسب میں دو تین نام گم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حبیب خان اور کریم خان کا زمانہ تاریخ سے معین ہے۔ اس لیے اس خالی زمانہ کو میں نے ترک کر دیا ہے۔

گوری تھم ثانی ۱۷۹۰ء تا ۱۸۱۴ء ان راجگان کی اولاد میں سے جن کا نام دریافت نہیں ہو سکا گوری تھم ثانی تقریباً سنہ ۱۷۹۰ء میں راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سلیمان شاہ پسر بادشاہ راجہ یاسین گلگت میں آیا اور گوری تھم کے پاس ملازم ہو گیا۔ تقریباً دس بارہ سال یہاں رہا۔ بعد ازاں ایک روز موقع پا کر گوری تھم اور اس کے وزیر کو قتل کر کے یاسین کی طرف بھاگ گیا اس واقعہ سے یاسین کا تعلق گلگت کے ساتھ دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

محمد خاں ۱۸۱۲ء تا ۱۸۲۱ء سلیمان شاہ کا حملہ گلگت بعد ازاں اُس کا بیٹا محمد خان راجہ ہوا اس نے تقریباً نو سال حکومت کی یہ ہمیشہ سلیمان شاہ سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی فکر میں رہتا تھا۔ اتنے میں اسے خبر پہونچی کہ سلیمان شاہ فوج لے کر گلگت کے اوپر آ رہا ہے۔ یہ بھی ایک فوج کثیر جمع کر کے اُسکے مقابلہ کے لیے شیر قلعہ پہونچا یہاں سخت معرکہ ہوا سلیمان شاہ تو اپنی جان لے کر میدان کارزار سے بھاگ گیا لیکن اُس کے ہمراہیوں کے اوپر محمد خاں نے خوب ہاتھ صاف کیا۔ شیر شاہ دقوت خاں۔ اور اُن کے قرابتدار خورم شاہ۔ فیض وبیگی قتل ہوئے۔ خان بہادر حاکم پونیال بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

(۴) خاندان یاین پونیال و نگر کی چند روزہ حکومتیں اور گلگت کی خود مختاری کا خاتمہ

سلیمان شاہ کا دوسرا حملہ گلگت اس واقعہ کے سات سال بعد سلیمان شاہ نے ایک لشکر جرار لے کر پھر گلگت پر حملہ کیا اس دفعہ اس کے بخت نے یاوری کی اور اُسے فتح حاصل ہوئی۔ گلگت کے لوگ بے شمار قتل ہوئے اور خود

محمد خاں قید ہو کر یاسین پہونچایا گیا۔ لیکن سلیمان شاہ نے باوجود اس کامیابی کے گلگت میں قیام نہیں کیا بلکہ جلد یاسین کو واپس چلا گیا۔

عباس خان ۱۸۲۲ء اس کی واپسی کے بعد محمد خان کا بھائی عباس خاں جو اس معرکہ کے موقع پر نگر میں تھا واپس آیا اور حکومت پر متمکن ہو گیا محمد خان کے وزیر موسنگ اور فرخ تھے اور عباس خان کے وزیر دولت بیگ و مریم بیگ تھے۔

عباس خاں کو راجگی کرتے ہوئے بمشکل ایک سال گذرا تھا کہ سلیمان شاہ نے اُس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کیا۔ اور اُس کے بھائی محمد خان کی رہائی کا وعدہ کر کے اسے اپنے پاس یاسین میں بلایا جب یہ سادہ لوح یاسین میں پہونچا تو اُسے بھی قید کر کے اُس کے بھائی کے ساتھ قلعہ تھاؤسر میں بند کر دیا اور گلگت پر اس دفعہ خونریزی کے بغیر اُس نے قبضہ کر لیا۔ عباس خاں کے ساتھ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلیمان شاہ راجہ یاسین ۱۸۲۳ء–۱۸۲۸ء سلیمان شاہ نے تقریباً پانچ سال گلگت میں حکومت کی۔ اس کا وزیر شو تھا جس کی اولاد سے وزیر شاہ مرزا اس وقت تک موجود ہے اور غلام حسین بگروٹ میں اور شاہ نواز شروٹ میں وزیر ہے۔ اُس نے دو دفعہ الف خان راجہ نگر کو شکست دی اور نگر فتح کیا۔ اس زمانہ میں بونجی میں جبار خاں راجۂ استور کی حکومت تھی سلیمان شاہ نے بونجی کو بھی فتح کیا۔

اس کے بعد عزت خاں راجۂ پونیال نے گلگت پر حملہ کیا اور سلیمان شاہ کو شکست دیکر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ وہاں سے پہونچ کر اُس نے مدبختی کی کوفت دور کرنے کی غرض سے محمد خاں و عباس خاں دونوں بھائیوں کو بحالت قید قتل کر دیا۔ غرض کہ عزت خاں نے سلیمان شاہ سے گلگت کا قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت گلگت میں قائم کی۔

عزت خاں راجہ پونیال ۱۸۲۸ء–۱۸۳۲ء عزت خاں نے پانچ سال گلگت میں حکومت کی اس دوران میں سلیمان شاہ نے پھر حملہ گلگت کی تیاری کی۔ عزت خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے سلیمان شاہ کو پکڑوا کر شیر قلعہ میں منگوایا اور یہاں قتل کر دیا۔ عزت خاں کے وزیر شوا در قربان تھے۔

طاہر خان راجہ نگر ۱۸۳۲ء/۱۸۳۷ء سلیمان شاہ کے قتل کے بعد طاہر خان راجۂ نگر نے عزت خان پر حملہ کیا۔ اور عزت خان کو قتل کر کے گلگت پر قابض ہوگیا۔ طاہر خان نے چار سال تک بڑے امن و امان کے ساتھ گلگت میں حکومت کی کوئی لڑائی جھگڑا اُس کے عہد حکومت میں نہیں ہوا۔ اُس کا وزیر ہولو تھا چار سال کی حکومت گلگت کے بعد جب یہ فوت ہوا ہے تو اُس کا بیٹا شاہ سکندر اُس کا جانشین ہوا۔

شاہ سکندر ۱۸۳۷ء–۱۸۴۰ء شاہ سکندر نے تین سال حکومت کی۔ اُس کے وزیر فقیر و شکور علی تھے۔ اس وقت گوہر امان نے گلگت پر حملہ کیا۔ اُس کے ساتھ صرف پانچ سو سوار اور پانچ سو پیادہ تھے سکندر بھاگ کر قلعہ سنکر میں قلعہ گیر ہوگیا۔ گوہر امان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور نو ماہ تک جنگ جاری رہی جب قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف شروع ہوئی تو مجبوراً باہر نکلا۔ اور گوہر امان سے امان کا خواستگار ہوا۔ یہاں امان کا وجود صرف نام ہی میں تھا۔ اُس نے سکندر کو پکڑ کر سونی کوٹ میں بند کر دیا۔ اور دس روز بعد ملک عدم کو پہنچا دیا۔ اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُس کی رانیوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ سکندر کی نگر والی رانی خنبگ نامی کو اُس نے نگر کی طرف نکال دیا۔ اس کی دوسری رانی کو جو امان الملک مہتر چترال کی بہن تھی اُس نے قتل کر دیا۔ اور سکندر کے بھائی کریم خان کی بیوی عثمانی کو اپنے بھتیجے اکبر امان کے حوالہ کر دیا۔

گوہر امان ۱۸۴۱ء گوہر امان کو صرف ایک سال گلگت کی حکومت نصیب ہوئی۔ اس تھوڑے عرصہ میں اُس نے گلگت کے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور بہت لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کیا۔

کریم خان ۱۸۴۲/۱۸۵۱ گوہر امان کے حملہ کے وقت سکندر کا بھائی کریم خان بھاگ کر استور کی طرف چلا گیا وہاں سے سکھوں کے پاس بغرض استمداد کشمیر میں پہنچا کشمیر سے وہ سکھوں کی فوج لے کر گوہر امان کے اوپر حملہ آور ہوا اور گوہر امان کو شکست دے کر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ گلگت پر سکھوں نے قبضہ کر لیا اور کریم خان کو اپنی سرپرستی میں گلگت کا راجہ مقرر کر دیا۔

اس وقت ہونزہ میں غضنفر خان اور نگر میں جعفر علی خان حکمران تھے

دوسرا باب

دورِ جدید

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحد گلگت

(۱) سکھوں کا گلگت کو فتح کرنا (۲) مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا (۳) راجہ ہونزہ کا حملہ اول اور افواج ڈوگرہ کی تباہی (۴) گوہر امان کا حملہ گلگت اور مصالحت (۵) تسخیر چلاس (۶) گوہر امان کا ڈوگروں کو قتل کرکے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا

(۱)

واقعات مندرجہ باب اول سے ظاہر ہوگا کہ عباس خاں کے ساتھ خاندان تراخانی کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا تھا اور گلگت حملہ آوروں کے لیے جولانگاہ بن گیا تھا پہلے سلیمان شاہ راجہ یاسین قابض رہا پھر عزت خان راجہ پونیال کی حکومت قائم ہوئی۔ پھر طاہر خاں گوروالے نے اپنا دور دکھلایا اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ سکندر اس کا جانشین تھا جبکہ گوہر امان راجہ یاسین نمودار ہوا اور سکندر کو قتل کرکے اس نے اپنی حکومت جمائی۔ کریم خاں نے سکھوں کی فوج کی مدد سے گوہر امان کو نکال کر اپنی حکومت سکھوں کی سرپرستی میں قائم کردی۔ اس وقت سے گلگت کا تعلق کشمیر کے ساتھ پیدا ہوا۔ ان حالات کو ڈرو نے اپنی عالمانہ تصنیف موسومہ "جموں و کشمیر" میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"گوہر امان نے یاسین سے حملہ کرکے شاہ سکندر کو قتل کیا۔ اور گلگت پر اپنی حکومت قائم کی۔ اس کا بھائی کریم خان فرار ہوکر علاقہ گور میں چلا گیا۔ وہاں سے اس نے اپنا ایک معتبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صوبہ دار کشمیر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد روانہ کیا۔ درخواست منظور ہوئی۔ اور دو سکھ پلٹنیں زیر سرکردگی کرنل نتھے شاہ ساکن گوجرانوالہ کریم خان کی امداد کے لیے تعینات کی گئیں۔ یہ واقعہ ۱۸۴۲ء کا ہے جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے

دیوان ہری چند و وزیر رتنوں کی سرکردگی میں آخری مہم لداخ وہاں کا غدر فرد کرنے کی غرض سے براہ کشمیر روانہ کی تھی۔

اس وقت تک سکھوں نے گلگت اور کشمیر کے درمیانی ملک استوار پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ راجہ استور کو محض باجگذار بنا لیا تھا۔ لیکن جب کہ انھوں نے گلگت پر پیش قدمی کی تو اپنی آمد ورفت قائم رکھنے کے لیے انھیں استور میں ایک چھاؤنی بنانی پڑی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ جبار خان کی خود مختاری جسے انھوں نے راجہ مذکور کو مہاراجہ گلاب سنگھ کی قید سے آزاد کرا کے خود قائم کیا تھا۔ گم ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ وہ صرف نام ہی کا راجہ رہ گیا۔ اور اس کے گذارے کے لئے تھوڑی سی جاگیر مقرر ہو گئی جو اب تک قائم ہے۔

گوہرامان کو افواج خالصہ کے وارد ہونے کی خبر پہونچی تو وہ مقابلہ کے بغیر گلگت چھوڑ کر واپس روانہ یاسین ہو گیا۔ مگر نتھے شاہ نے پیش قدمی کر کے گلگت سے تین میل کے فاصلہ پر موضع بسین میں اُسے گھیر لیا۔ اور شکست دی تاہم وہ خود اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا اور پونیال جا پہونچا۔

اس واقعہ کے تھوڑے روز بعد ایک فوجی افسر متھراداس نے سکھوں کے صوبہ دار کشمیر کے پاس یہ لاف زنی کی کہ میں تمام ملک گلگت کو چند روز میں مسخر کر سکتا ہوں۔ صوبہ دار نے متھراداس کو نتھے شاہ کے اوپر سرکردہ مقرر کر کے گلگت بھیج دیا۔ وہ گلگت پہونچا تو کچھ خالصہ فوج ساتھ لے کر شروٹ کی طرف سرحد پر چلا گیا اور نتھے شاہ باقی فوج کے ساتھ گلگت میں رہا۔ گوہرامان نے پونیال سے متھراداس کے اوپر شروٹ و گلپورہ کے درمیان پتھریلے میدان میں حملہ کیا اور بڑی خونریزی کے بعد اُسے شکست فاش دی۔ اور چونکہ اُس کے ساتھ سوار بھی تھے اُنھوں نے سکھوں کو بھاگنے کا بھی موقع نہ دیا اور بہت نقصان پہونچایا۔ متھراداس مار کھا کر سیدھا کشمیر کو واپس چلا گیا۔ مگر نتھے شاہ اصلی سپاہی تھا وہ گلگت سے اپنی محفوظ فوج لے کر آگے بڑھا۔ اور گوہرامان سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ مقابلہ کی نوبت پہونچے گوہرامان نے سفارت شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین نے تسلیم کیا کہ سکھ گلگت پر قابض رہیں۔ سرحد وہی میدان رہے جہاں طرفین کی افواج بالمقابل جمی ہوئی تھیں۔ گلگت اور پونیال کی قدیم سرحد بھی یہی تھی۔ کوئی فریق اس سرحد سے تجاوز نہ کرے۔ اور یہ کہ گوہرامان اپنی

بیٹی کا بیاہ نتھے شاہ کے ساتھ کر دے۔ یہ عہدنامہ کر کے نتھے شاہ گلگت کو واپس ہوا۔ گلگت پہونچ کر سپہ سالار افواج خالصہ نے اسی ایک شادی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ غضنفر خاں راجۂ ہونزہ و جعفر علی خاں راجۂ نگر نے بھی جو کہ گوہر امان کے اتحادی تھے اپنی اپنی بیٹی کا بیاہ نتھے شاہ کے ساتھ کر دیا اور اس طرح سے غربی و شمالی ہر دو سرحدات کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

گو کہ نتھے شاہ گلگت میں کریم خاں کی کمک کے لیے آیا تھا لیکن یہ تکلیف اس نے محض کریم خاں کی مدد کی غرض سے نہیں اٹھائی تھی۔ اس نے ملک پر قبضہ کر لیا اور کریم خان کو برائے نام راجہ مقرر کر دیا اختیارات اس کے سب سلب کر لیے صرف بعض مخصوص رسوم کی وصولی اس کے متعلق کر دی۔ باقی تمام نظمی و مالی کام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور گلگت میں باتحتی ایک تھانہ دار کے کچھ خالصہ فوج تعینات کر دی۔ غرض کہ اس طرح سے گلگت کا انتظام درست کرنے کے بعد نتھے شاہ کشمیر کو واپس چلا گیا اور سکھوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے سری نگر سے بچتا ہوا ملک کشمیر سے گذر کر پنجاب پہونچ گیا۔

یہ اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کریم خاں گلگت کے قدیم حکمران خاندان تراخانی میں سے نہ تھا۔ صرف اس کے والد نے گلگت کو فتح کیا تھا اس کے بھائی اور خود اس کو گوہر امان نے گلگت سے بھگایا تھا۔ اس لیے گوہر امان کو گلگت کے اوپر وہی حقوق حاصل تھے جو کریم خاں کو حاصل تھے یہ کوئی استحقاق نہیں ہے بلکہ محض ڈنڈے کی طاقت ہے کریم خاں نے سکھوں کی ایک غیر قوم سے امداد چاہی کہ یہ ملک اسے واپس مل جائے انھوں نے ملک پر حملہ آور ہو کر واپس لے لیا۔ مگر جیسا کہ توقع ہونی چاہیے کریم خاں کو حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ میں لے لیا البتہ کریم خاں کے نام کو قائم رکھا۔

۲۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا

جب کشمیر اور اس کے ساتھ گلگت مہاراجہ گلاب سنگھ کو حوالہ ہو گیا تو نتھے شاہ نے سکھوں کی ملازمت چھوڑ دی اور اپنی خدمات جدید حکمران کشمیر کے پاس منتقل کر لیں۔ اور اس کے واسطے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے ڈوگرہ فوج لے کر دوبارہ گلگت کو روانہ ہوا

اس دفعہ اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے استور اور گلگت کے دستہ فوج خالصہ کو سبکدوش کر دیا۔ اکثر سپاہیوں نے ملازمت حکومت خالصہ لاہور ترک کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملازمت اختیار کر لی۔ استور اور گلگت کی متعینہ فوج خالصہ کی تعداد زیادہ نہ تھی خاص گلگت میں ایک سو سے زیادہ سپاہی نہیں رہتے تھے۔

اس زمانہ میں سرحد گلگت وادی دریائے گلگت میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان اور وادی دریائے ہونزہ میں چھپروٹ سے کسی قدر اوپر کی طرف تھی بعد میں اس میں بہت رد و بدل ہوتے رہے جن میں سے بعض کے حالات آگے چل کر بیان ہوں گے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک پونیال بطور ایک اتحت ریاست کے ملک کشمیر میں شامل ہو گیا اور چھپروٹ گلگت سے خارج ہو کر راجہ نگر کے قبضہ میں چلا گیا۔

ڈرو لکھتا ہے کہ سرکار انگلشیہ ہند اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان ۱۸۴۶ء میں جو معاہدہ ہوا تھا جسے حالات جموں کے ساتھ ضمیمہ میں درج کیا گیا ہے اس کے ان الفاظ کی بابت کہ "جمیع ملک کوہستانی کہ جانبین دریائے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع اند معہ متعلقات آن کوہستان واقع جانب مشرق دریائے سندھ و جانب مغرب دریائے راوی" بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ گلگت کی شمولیت پر حاوی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ گلگت در اصل دریائے سندھ کے شمال اور مغرب میں واقع ہے۔

مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ الفاظ کسی باریک جغرافیائی تقسیم یا اطلاق پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ لداخ جس کے اوپر ان الفاظ کا حاوی ہونا یقینی طور پر ملحوظ خاطر تھا دریائے راوی کے شمال مشرق اور شمال میں واقع ہے نہ کہ اس کے مغرب میں۔ خود ملک کشمیر کی بابت جو کہ عہدنامہ کا اصل مقصد ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دریائے راوی کے مغرب ہی میں واقع ہے اور دریائے سندھ سے کشمیر کا ملک مشرق اور مغرب دونوں طرف واقع ہے وجہ یہ ہے کہ نہ عہدنامہ مرتب کرنے والوں کو معلوم تھا اور نہ انھوں نے زیادہ باریکی کے ساتھ اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ ممالک در اصل مساحت کے کس نقطہ پر واقع ہیں مگر بعد میں جب کہ تسلط ہو گیا اور انتظام ملک وادی سے فرصت ہوئی تو سرکار انگلشیہ ہند نے ایک سفارت مقرر کی جو حد بندی کا فیصلہ کر دیا۔ اس نے لداخ اور گلگت ہر دو علاقہ جات کو ان ممالک کا حصہ تسلیم

کیا جو مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض کئے گئے ہیں اور دریائے سندھ کا پانی ڈھال یعنی سلسلۂ کوہستان کاراکورم درہ میروستاغ سرحد قرار پائی۔ اس فیصلہ کے بعد اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

سرحدی گلگت کے لیے لفٹنٹ ونیش اگنیو اور لفٹنٹ ینگ تعینات کیے گئے تھے معلوم نہیں ہے کہ وادی دریائے گلگت میں وہ کس جگہ تک گئے۔ مگر وادی دریائے ہونزہ میں وہ اُس سرحد پر پہنچے جو اُس وقت چھپر دٹ سے اوپر کی طرف آگے بڑھکر تھی۔ انھوں نے راجہ ہونزہ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم ہونزہ بھی آنا چاہتے ہیں۔ اُس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اُس زمانہ میں (تقریباً ۱۸۴۸ء) سرحد گلگت شمال میں چھپر وٹ سے اوپر اور غرب میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان تھی "

۳۔ راجہ ہونزہ کا حملہ نومل اور افواج ڈوگرہ کی تباہی

متذکرۂ بالا انگریز افسران حد بندی کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد راجہ ہونزہ نے گلگت پر حملہ کر دیا۔ اور پانچ مواضعات میں سخت لوٹ مار مچائی راجہ ہونزہ کے نتھے شاہ کے ساتھ جو عہد شکنی کی اس کا جواز اُس نے اس طرح قائم کیا کہ نتھے شاہ فرنگیوں کو ہمارا ملک دکھلانے کے لیے لے آیا ہے اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہے۔ نتھے شاہ وادی دریائے ہونزہ میں فوج لے کر اُس کا مقابلہ کرنے گیا۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ فوج اُس کی تباہ ہو گئی۔ وہ خود جنگ میں مارا گیا۔ اور کریم خان راجۂ گلگت جو اُس کے ساتھ گیا تھا وہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

کریم خاں کے مارے جانے کے بعد راجگی گلگت کا خطاب اُس کے بیٹے محمد خاں کو عطا کیا گیا۔ مگر گوہرامان راجۂ یاسین کی تسخیر گلگت کے زمانہ میں وہ کشمیر میں پناہ گزین ہوا اور اسی ملک میں فوت ہوا۔

۴۔ گوہرامان کا حملہ گلگت اور مصالحت

اس زمانہ میں گوہرامان کی حکومت پونیال تک تھی وہ بھی ڈوگروں کے خلاف راجہ ہونزہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور اقوام داریل بھی اس اتحاد میں شامل ہو گئیں۔ اس متحدہ

فوج نے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ اس فساد کو فرو کرنے کی غرض سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے استور اور بلتستان سے فوجیں روانہ کیں خفیف لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہو گئی اور دوبارہ امن وامان قائم ہو گیا

۵۔ تسخیر چیلاس

جب گلگت میں امن وامان ہو گیا تو سمبت ۱۹۰۷ بکرمی (۱۸۵۱ء) میں جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کشمیر میں تھے دریافت ہوا کہ چیلاس کی اقوام درد نے استور پر حملہ کیا اور جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ مار کر کے لے گئے چونکہ موسم زمستان نزدیک تھا اس وقت مفسدوں کی تنبیہ و تادیب کا انتظام مناسب نہ معلوم ہوا۔ دوسرے سال آغاز سمبت ۱۹۰۹ بکرمی (۱۸۵۲ء) میں جب مہاراجہ کشمیر پہونچے تو دیوان ہری چند۔ وزیر زور آور گنتوار یہ۔ کرنیل بجے سنگھ۔ کرنیل جواہر دوین سنگھ و دیوان ٹھاکر داس کو مع افواج ڈوگرہ اس فتنہ کے تدارک کے لیے تعینات کیا۔ فوج چیلاس میں پہونچی تو اہل چیلاس اپنے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ یہ قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ کسی طرف سے اس پر حملہ کرنے کی راہ نہ تھی۔ فوج ڈوگرہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور مورچے تیار کر کے لڑائی شروع کر دی۔ چیلاس والے ایسے دیو سرشت اور جنگجو ثابت ہوئے کہ رات کے وقت مرد اور دن کے وقت اُن کی عورتیں تفنگ زنی سے ہنگامہ کارزار گرم رکھتی تھیں جب محاصرہ نے طول کھینچا تو افواج محاصرین کے درمیان غلہ اور خوراک کی کمی سے تکلیف پیدا ہوئی۔ اور لوگ تنگ آ گئے۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری۔

دیوی سنگھ کی سرکردگی میں کچھ فوج سنگل میں تعینات کی گئی تھی۔ انھوں نے مورچہ تیار کیا تھا دشمن نے اطراف و جوانب سے اس مورچہ کو توڑ کر شبخون مارا۔ اور اس فوج کو تباہ کر دیا۔ کرنیل دیوی سنگھ نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

اُدھر چیلاس کے محاصرین نے جب خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی۔ احتیاط کو بالائے طاق رکھکر بغیر فراہمی آلات قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ سیڑھیاں جو تیار کی گئی تھیں دیوار قلعہ کے برابر نہ پہونچیں محصورین نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور قلعہ کی فصیل سے گولی اور پتھروں کی ایسی تیز بارش کی کہ دیوار قلعہ تک پہونچنے میں افواج ڈوگرہ کو بڑی سختی اٹھانی پڑی چنانچہ

ڈیڑھ ہزار سپاہ اس حملہ میں مجروح و مقتول ہوئی۔ اور کیدان گیگڑا بھی مارا گیا۔ اور کرنیل بجے سنگھ مجروح ہوا۔ غرض کہ یہ حملہ بالکل ناکام رہا۔ مگر مورچوں میں جو فوج تھی اس نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔

قصہ مختصر یہ کہ جب قلعہ کے اوپر کچھ پیش نہ گئی تو ایک روز افسران فوج نے صلاح کار اس میں دیکھی کہ قلعہ کے اندر نقب لگا کر پانی کے حوض کو اڑا دیا جاوے۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا اور جس قدر پانی اس میں تھا سب نقب کے راستہ باہر نکل گیا لیکن دیو سرشت دشمن نے تین روز تک پانی کی نایابی کی کچھ پرواہ نہ کی اور بجائے پانی کے روغن پیتے رہے۔ اور جنگ میں جان توڑ کوشش کرتے رہے۔ بالآخر پیاس سے عاجز ہوئے اور امان طلب کی جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو بدبختی سے یکایک قلعہ کا دروازہ کھول کر انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ افواج ڈوگرہ نے تعاقب کر کے اکثروں کو تہہ تیغ کیا اور بہت لوگوں کو قید کیا۔ اور قلعہ کے اندر جو غلہ تھا اسے انھوں نے ایک نعمت غیر مترقبہ خیال کیا۔ اور عرصہ کی تکالیف کی تلافی کی۔ قلعہ کو آگ لگا کر نابود کر دیا جو کچھ آگ سے بچ رہا اسے گرا دیا۔ عمائد چلاس جیسے کہ دورے خاں۔ رحمت اللہ و عبداللہ خان داخون لعل محمد وغیرہ جو لشکریوں کے ہاتھ میں آئے تھے انھوں نے متابعت قبول کی اور طلو طلا اور بھیڑ و بطور نذرانہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور سرکردگان کے لڑکوں کو بطور یرغمال حاضر رکھنا تسلیم کیا۔ غرض کہ اس طرح انتظام کر کے دیوان ہری چند لشکر فاتح کو لے کر واپس ہوا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک اس سرحد پر کوئی بڑا فساد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ وہ واقعات پیش آئے جن سے تمام ملک دردستان جو دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر واقع ہے مہاراجہ کے قبضے سے نکل گیا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶) گوہر امان کا ڈوگروں کو قتل کر کے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا

سنہ ۱۸۵۲ء میں قلعہ گلگت کا تھانہ دار کیدان سنت سنگھ تھا۔ گلگت سے دریا اوپر کی طرف گوپورہ میں ایک اور قلعہ تھا جس میں مہاراجہ کی ایک گورکھا پلٹن ماتحتی رام دتہ کیدان کے تعینات تھی۔ اور پونیال و داستور میں جو فوج کمک کی غرض سے رکھی ہوئی تھی اس کا

کمیدان بھوپ سنگھ تھا۔

وہ حالات دریافت نہیں ہو سکے جن کی بنا پر گوہر امان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ اچانک فوج لے کر گلگت میں آگیا۔ اور گلگت و نو پورہ دونوں قلعوں کا محاصرہ کر کے ان کے باہمی تعلقات کو منقطع کر دیا۔

بھوپ سنگھ کو اس حملہ کی خبر پہونچی تو وہ بارہ سو سپاہ لے کر محصورین گلگت کی مدد کے لئے بونجی سے روانہ ہوا۔ اور چکر کوٹ کے راستہ پہاڑ نیلی دھار کو عبور کر کے اپنی فوج کو نا کسی سی وادی دریائے سندھ میں لے آیا۔ اور میدان سفید پڑی سے گذر کر دریائے گلگت کے کنارے اس تنگ جگہ پر پہونچا جہاں ایک طرف ناقابل عبور دریا ہے دوسری طرف ناقابل گذر عمودی سنگلاخ ہے اور اس کے آگے پیچھے دونوں طرف راستہ قسم دریا سے دو دو تین تین سو فٹ کی بلندی کے اوپر تنگ دروں کے اندر سے گذرتا ہے اس جگہ پہونچ کر بھوپ سنگھ کو پتہ لگا کہ دشمن نے آگے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ آگے کی طرف راستہ کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر ہر ایک ممکن گذر کو دشمن نے مورچوں سے مستحکم کر لیا تھا اور پیش قدمی ناممکن تھی۔ اس نے مجبور ہو کر پیچھے کے راستہ کی طرف توجہ کی لیکن درد لوگوں کی تدبیر اس بارہ میں بھی غالب رہی انھوں نے اپنے لشکر کا ایک دستہ پہاڑ کے اوپر تعینات کیا تھا جو نہی بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں داخل ہوا۔ ان لوگوں نے اوپر سے اتر کر پیچھے کے راستہ کو بھی روک دیا اور مورچہ تیار کر لیا اس کے ساتھ ہی ہونزہ کے لوگوں نے اس جگہ کے بالمقابل دریائے گلگت کے دوسرے کنارے پر مورچوں میں اپنے بندوقچی بٹھلا دیے بالغرض بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں ہر طرف سے گھر گیا اور اس کے اندر سے نکلنے کا کوئی راستہ اس کے لیے نہ رہا۔

بھوپ سنگھ اس جال میں گرفتار ہو جانے سے بالکل لاچار ہو گیا۔ اس کے لیے یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ فوج لے کر لڑائی کرتا ہوا کسی آسان گذر سے راستہ کاٹ کر نکل جاتا مگر سرحدی لوگ فریب کو جنگ کی کمال ہنرمندی خیال کرتے ہیں انھوں نے اس کا وہ کرشمہ دکھلایا کہ بھوپ سنگھ اس کوشش سے بھی باز رہا۔ بھوپ سنگھ کے پاس خوراک کی کمی تھی۔ درد لوگوں نے اس شرط پر اسے خوراک بہم پہونچانے اور راستہ دینے کا ذمہ لیا کہ وہ بونجی کی طرف واپس ہو جائے اسے بھوپ سنگھ نے قبول کر لیا۔ اور واپس ہو جانے پر راضی ہو گیا۔ خوراک

بہم پہونچنے کے انتظار میں اُس نے کئی روز اس کنوئیں میں ضائع کیے۔ اور دردلوگ اُسے برابر امید دلاتے رہے اور اُس کا حوصلہ بڑھاتے رہے کہا جاتا ہے کہ اس طرح سے سات روز گذر گئے جب کہ بھوپ سنگھ کی فوج فاقہ کشی سے بالکل کمزور اور لاچار ہو گئی تو دشمن نے لٹے اوپر حملہ کر دیا۔ ہونزہ کے لوگوں نے دریا کے دوسری طرف سے گولی چلانی شروع کی اور گوہر امان کی فوج نے سنگلاخ کی چوٹی سے گولی اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ سڑک کے اوپر آگے اور پیچھے کی طرف مورچے تھے ان سے بھی گولی پڑنے لگی۔ اس سے بھوپ سنگھ کی فوج بالکل تباہ ہو گئی۔ ہزار بارہ سو سپاہی مین اسی موقع پر مارے گئے۔ باقی ڈیڑھ دو سو کے قریب اسیر ہوئے اور غلامی میں فروخت کیے گئے۔ بھوپ سنگھ بھی اسی جگہ مارا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے اس جگہ کا نام بھوپ سنگھ کی پڑی ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس فوج سے صرف دو آدمی دریا میں تیر کر بچ کر واپس پہونچے اور اس تباہی کی خبر انھوں نے فوجی دفتر میں پہونچائی۔ غالباً گوہر امان خود بذات اس جنگ میں موجود نہ تھا۔ بلکہ درد لوگوں کے لشکر کی سرکردگی اس جنگ میں اس کے بھائی اور اُس کے لڑکوں نے کی تھی۔

جب کہ مہاراجہ کی فوج کمک کا یہ حشر گلگت کے راستہ پر ہو رہا تھا گلگت اور نوپورہ میں بھی فوج ڈوگرہ پر جسے گوہر امان نے الگ الگ محصور کر رکھا تھا اسی قسم کی سختی گذر رہی تھی قلعہ گلگت سے ایک اجیٹن دو سو سپاہی لے کر قلعہ نوپورہ کے سپاہیوں کی کمک کے لئے نکلا اُس نے اس فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کو نائیکو ہو کر بالائی راستہ سے بھیجا۔ اور دوسرے کو پائینی راستہ سے روانہ کیا۔ بالائی راستہ کی فوج سب کی سب کاٹ دی گئی۔ اور دوسرا دستہ فوج جو پائینی راستہ سے گیا تھا بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قلعہ نوپورہ تک پہونچانے میں کامیاب ہوا مگر قلعہ کے اندر خوراک کی کمی ہو گئی تھی اور دشمن نے پانی بھی کاٹ دیا تھا مجبوراً سفارت شروع کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں محصور فوج کو گلگت چلے جانے کی اجازت دیدی گئی وہ قلعہ سے نکل کر پائینی راستہ سے گلگت کو روانہ ہوئی۔ یہ فوج تھوڑی دور چلی تھی کہ گوہر امان کے لشکریوں میں سے ایک نے ڈوگرہ کیدان کے طلائی بالے پر ہاتھ ڈالا کیدان اس حرکت سے ناراض ہوا اس جھگڑے نے درد لوگوں کے لیے فوج ڈوگرہ کے اوپر چاروں طرف سے حملہ کر دینے کے واسطے اشارہ کا کام دیا۔ ڈوگروں نے اپنے تمام سپاہیوں کو ایک احاطہ میں جس کے چاروں طرف دیوار

کھنچی ہوئی تھی جمع کر لیا۔ اور نہایت ہی بہادری کے ساتھ تمام دن مدافعت کرتے رہے لیکن آخر کار مغلوب ہو گئے۔ تقریباً تین سو آدمی اسی جگہ مارے گئے۔ جو بچے وہ قید ہوئے اور غلامی میں فروخت کر دیے گئے انہیں سے ایک راجپوت سپاہی اس واقعہ کے اٹھارہ سال بعد ڈردوں کو ملا وہ مسلمان ہو گیا تھا اور گوہر امان کی بیاکت ترقی سے محل میں رفتہ رفتہ بہت بڑے عہدے پر پہونچ گیا تھا اور اُس کے تعلقات دردوگوں کے ساتھ اس حد تک وابستہ ہو گئے تھے کہ ہمدردی بھی انھیں کے ساتھ رکھتا تھا۔

قلعہ نوپورہ کے سپاہیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قلعہ گلگت کے محصورین کی نوبت آئی اُنکا خاتمہ دراصل کس طرح کیا گیا دریافت نہیں ہو سکا۔ کیونکہ جہاں تباہی ایسی مکمل ہو چشم دید شہادت کا بہم پہونچنا مشکل ہوتا ہے لیکن خیال یہی ہوتا ہے کہ قریب قریب اسی طرح سے جیسا کہ نوپورہ میں واقع ہوا تمام فوج محصور درد لوگوں کے ہاتھ میں آگئی۔ مہاراجہ کی فوج کے گورکھا سپاہی جہاں تعینات ہوتے تھے اپنے عیال بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے یہ سب عورتیں اس موقع پر قلعہ گلگت میں موجود تھیں اور سب کی سب قتل کر دی گئیں صرف ایک گورکھا عورت نے کسی ترکیب سے اپنی جان بچائی۔ قلعہ گلگت لب دریا واقع ہے اور پانی تک محفوظ راستہ بنا ہوا ہے غالباً اس راستہ سے وہ دریا تک پہونچی اور تیر کر پار ہو گئی بعد ازاں بہزار مصیبت سفر کرتی ہوئی دریائے سندھ پر پہونچی۔ اس بحر زخار کو بلا امداد تیر کر عبور کرنا اسکے لیے مشکل تھا۔ اتفاق سے اُس کو ایک بیل یا گاے مل گئی اُسے اُس نے دریا میں ڈالا اور اُس کی دُم کا سہارا لیکر تیر کر اس چوڑے اور تیز دریا کو بھی اُس نے عبور کیا۔ اور اخراج گلگت کی داستان سنانے کے لیے بونجی پہونچ گئی اور بعد میں کشمیر سے وظیفہ لیتی رہی ہڈرد کے زمانہ میں وہ زندہ تھی۔

اس طرح سے گلگت میں دریائے سندھ کے داہنے کنارے تک حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہو گیا اور راجہ گوہر امان کی حکومت دوبارہ قائم ہو گئی۔

یہ واقعہ ۱۸۵۲ء کا ہے اُس وقت سے لیکر آٹھ سال تک حراموش سے نیچے مہاراجہ کی سرحد دریائے سندھ رہا ہے۔ حراموش سے اوپر یعنی بلتستان میں دریائے سندھ کے دونوں طرف کا ملک مہاراجہ کے قبضہ میں تھا۔ بونجی میں بہت زیادہ فوج رکھی جاتی تھی اس عرصہ میں چند چھوٹے چھوٹے حملے ہوئے مگر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا۔ ایک دفعہ ایک تعزیری مہم نالہ سئی میں بھیجی گئی لیکن عرصہ دراز تک دریائے سندھ کے پار کی طرف کسی حصہ ملک پر مہاراجہ نے قبضہ نہیں حاصل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی رائے یہی تھی کہ بونجی سے آگے پیش قدمی نہ کی جائے۔

تیسرا باب

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) مہاراجہ رنبیر سنگھ کا گلگت کو دوبارہ تسخیر کرنا (۲) علی داد خاں کا راجہ گلگت بنایا جانا (۳) تسخیر یاسین (۴) گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا (۵) دوسرا حملہ یاسین اور فتح مندوری کوٹ (۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور اُنکی ناکام واپسی (۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت (۸) وزیر زورآور و کرنیل بیجے سنگھ کا داریل کو فتح کرنا (۹) ملک امان کا دوسرا حملہ گلگت (۱۰) راجہ ہنزہ کا قبضہ چھپروٹ اور چلہ نول (۱۱) یاسین کے خانگی فساد اور میر ولی کا راجہ یاسین ہونا (۱۲) میر ولی کا لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوٹ کے نیچے قتل کرنا (۱۳) پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجہ یاسین ہونا (۱۴) امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کے ساتھ الحاق کرنا۔

(۱)

۱۸۵۷ء میں مہاراجہ رنبیر سنگھ اپنے والد مہاراجہ گلاب سنگھ کی جگہ مسند نشین ہوئے اور فی الفور اُن کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ سرحد گلگت پر جو علاقہ ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسے دوبارہ حاصل کیا جائے اور اس سرحد کے اوپر اپنی فوج کی نیک نامی اور شہرت کو دوبارہ قائم کیا جائے تاہم چونکہ ان کی افواج دہلی کی بغاوت سپاہیان کے فرو کرنے کے سلسلہ میں سرکار انگلشیہ کی کمک میں مصروف تھیں۔ انھیں معاملات گلگت کو اپنے حسب دلخواہ درست کرنے کا جلد موقع نہیں ملا۔ بالآخر سنہ ۱۸۶۰ء میں کرنیل دیوی سنگھ نرائنا کو جو پرانا سپاہی تھا اور بعد میں جرنیل کے عہدہ تک پہونچا مہاراجہ نے تعینات کیا۔ اُس نے ایک ڈوگرہ لشکر جرار سے دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اس آٹھ سال کے دوران میں راجہ گوہر امان نے جدید قلعہ تیار کر لیا تھا اور دردلوگ اس کو ناقابل فتح خیال کرتے تھے کرنیل دیوی سنگھ نے اس کی تسخیر کا مصمم ارادہ کر لیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ دیوی سنگھ کی فوج کے گلگت پہونچنے کے موقع پر راجہ گوہر امان غالباً یاسین میں فوت ہو گیا۔اس واقعہ نے گلگت میں اُس کے آدمیوں کا حوصلہ پست کر دیا۔ اُنھوں نے ڈوگروں کا زیادہ مقابلہ نہیں کیا اور قلعہ گیر ہو گئے دیوی سنگھ نے محاصرہ کر لیا اور گولہ باری شروع کر دی۔ اُس کا ایک گولہ پھاٹک توڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہوا اور اُس نے وزیر کا کام تمام کر دیا۔اس واقعہ سے دردفوج اس درجہ دل شکستہ ہو گئی کہ اُس نے حوالگی کا فیصلہ کر دیا۔ دیوی سنگھ نے قلعہ پر قابض ہو کر گلگت کا دوبارہ الحاق جموں کے ساتھ کر لیا۔اسکے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کا قبضہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ البتہ زمانۂ حال کے واقعات جداگانہ ہیں جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گے۔

(۲) علی داد خان کا راجہ گلگت بنایا جانا

محمد خان خطابی راجہ گلگت اس زمانہ میں کشمیر میں فوت ہو چکا تھا۔ اور گلگت میں سابقہ خاندان راجگان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں رہ گیا تھا جس کی امداد کی غرض سے ابتداءً سکھ اس ملک میں گئے تھے اور چونکہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کو اس امر کا بڑا خیال تھا کہ پرانے خاندانوں کو مٹنے نہ دیا جائے لہذا محمد خان کے وارث کی تلاش کی گئی۔ دریافت ہوا کہ راجہ کریم خان نے ترا خانی شاہزادی زینا سے شادی کی تھی۔اس کی ایک لڑکی تھی۔ جس کی شادی راجہ جعفر خان راجہ نگر کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کا ایک لڑکا علی داد نامی بعمر ۳ سالہ موجود تھا مہاراجہ نے جعفر خان مذکور کو لکھا کہ اس لڑکے کو ہمارے پاس بھیج دو ہم اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ نے اسے روانہ کر دیا اور جواب میں عرض کیا کہ آپ بڑی خوشی سے اسے رکھیں اور جو مرضی ہو وہ اُسے بنائیں۔ چنانچہ اُسے راجہ کا خطاب دیکر محمد خاں کی ذاتی جائداد کا وارث قرار دیا گیا۔ اور اُس کے گذارہ کے لیے جاگیر بھی اُسے عطا کی گئی جب سے وہ گلگت میں آباد ہے

بعد میں اُس کا چھوٹا بھائی کمال خاں بھی گلگت میں آ گیا۔ اسے جاگیر دیکر نول میں اس کے رہنے کا انتظام کر دیا گیا چنانچہ وہ اب تک نول میں آباد ہے۔

اب ان دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا ہے۔ علی داد خان کا وارث اُس کا بیٹا کریم خاں ہے۔ اور کمال خان کا وارث اُس کا بیٹا جلیس خان ہے۔

۳۔ تسخیر یاسین

گوہرامان کی موت کی وجہ سے یاسین کی حکومت میں ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی تھی۔ اسکو دیکھ کر دیوی سنگھ نے گلگت سے آگے پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ مع اپنی فوج کے یاسین پہونچ گیا۔ اور اُسے تسخیر کر لیا مگر یاسین پر قبضہ رکھنا اُسے مقصود نہ تھا۔ اس لیے چند روز بعد وہ اپنی فوج لے کر گلگت کو واپس چلا آیا۔

مگر اپنی واپسی سے پیشتر دیوی سنگھ نے یاسین میں سلیمان شاہ قدیم راجۂ یاسین کے بیٹے عظمت شاہ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عظمت شاہ مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کے ساتھ مراسم دوستانہ قائم رکھیگا اور گلگت کے امن میں خلل نہیں ڈالے گا۔ مگر اس تدبیر نے ٹھیک کام نہیں دیا۔ جونہی ڈوگروں نے پیٹھ موڑی اہل یاسین نے اُن کے بنائے ہوئے راجہ کو نکال باہر کر دیا۔ اور عظمت شاہ بیچارہ اپنی جان لے کر بھاگا۔ یہ سب انتظام ایسی تیزی کے ساتھ کیا گیا کہ جب فوج ڈوگرہ واپس گلگت پہونچی تو عظمت شاہ اُن کی پناہ میں پہلے سے موجود تھا۔ معمولی راستہ سے یاسین سے گلگت چھ پڑاو ہے مگر عظمت شاہ نے فرار ہو کر پہاڑی راستہ سے سفر کیا اور جلد پہونچ گیا۔

۴۔ گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا

اس موقع پر دیوی سنگھ نے ایک اور سیاسی انتظام کیا جو یاسین کے انتظام سے زیادہ مستقل ثابت ہوا اور اس وقت تک جاری ہے۔ عیسیٰ بہادر پونیال کے قدیم راجگان میں سے تھا۔ غالباً یہ سکھوں کے حملہ کے قریب کا واقعہ ہے کہ گوہرامان اُس کا دشمن ہوگیا۔ اور یہ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ نے پر مجبور ہوا۔ پہلے وہ گلگت میں پناہ گزین رہا۔ بعد ازاں چلاس چلا گیا۔ اور بالآخر کشمیر پہونچا۔ جہاں اُسے کچھ رقبہ بطور عطیہ کے مل گیا۔ جس پر وہ اپنا گذارہ کرتا رہا۔ جب گلگت کے دوبارہ فتح کرنے کی تجویز ہوئی تو عیسیٰ بہادر مہاراجہ کی فوج کے ساتھ گلگت آیا اور جس وقت فوج بعزم یاسین اُس کے موروثی ملک پونیال سے گذری تو یاسین اور گلگت کی حکومتوں کے درمیان ایک خود مختار ریاست قائم کرنے کی مصلحت سے اُس کی میراث اُسے حوالہ کر دی گئی

پونیال کے لوگوں نے جو کئی سال سے خونخوار گوہر امان کے تابع فرمان تھے۔ گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اُس وقت سے اس کا اور اس کے وارثان کا قبضہ مسلسل بسرپرستی مہاراجہ ملک پونیال پر چلا آتا ہے اور جب کبھی افواج گلگت کو کوئی تکلیف پہونچی تو اس کا خاندان مہاراجہ کا خدمت گذار رہا ہے۔

عیسیٰ بہادر کے دوبارہ گدی نشین کیے جانے کے موقع پر اسے ایک علاقہ عطا کیا گیا جو قبل ازیں اس کے خاندان کے قبضہ میں نہ تھا یہ علاقہ اشکومن ہے جو گاہکوچ کے سامنے سے شروع ہو کر شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ عطیہ عظمت شاہ نے اپنی چند روزہ حکومت یاسین کے دوران میں بحق راجہ عیسیٰ بہادر منظور کیا تھا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ یاسین میں شامل تھا گو کہ عطا کنندہ کی حکومت کا فوراً خاتمہ ہو گیا۔ مگر یہ عطیہ پانچ چھ سال تک بحال رہا۔ بعد ازاں پھر یاسین میں شامل ہو گیا اور بالآخر علی مردان خان سابق میر داماں کو بطور عطیہ کے حاصل ہوا چونکہ نالہ اشکومن کی چوٹی سے بدخشان کو راستہ جاتا ہے اس لیے گلگت اور پونیال کے اور جس کی حکومت ہو اُس کے لیے اشکومن کا قبضہ بہت فائدہ مند ہے۔

۵- دوسرا حملہ یاسین اور فتح منڈوری

جنگ یاسین کے خاتمہ پر جب کہ افواج ڈوگرہ ۱۸۶۰ء میں یاسین سے گلگت میں واپس پہونچیں تو اُس سرحد کے سیاسی حالات کی صورت اس طرح تھی۔ گوہر امان کا بیٹا ملک امان بطور راجۂ یاسین اپنے باپ کا جانشین تھا۔ اُس کا قبضہ اشکومن کے ماسوائے جس کا اوپر ذکر ہوا اُسکے خاندان کے اصلی مقبوضات پر موجود تھا راجہ عیسیٰ بہادر بسرپرستی مہاراجہ جون پونیال و اشکومن پر قابض تھا مہاراجہ کے اپنے افسران اور افواج ملک گلگت پر قابض تھیں ملک گلگت سے مراد اُس حصۂ ملک سے ہے جو قدیم سے گلگت کے راج میں شامل تھا۔ اُس وقت سے لیکر اب تک اس تقسیم میں زیادہ تغیرات نہیں ہوئے ہیں بلکہ جو واقعات پیش آئے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ ان کے نتیجہ میں کوشش یہی رہی ہے کہ حالات کو قریب قریب سابقہ صورت پر لایا جائے یہ امر ممکن ہے بادی النظر میں خفیف معلوم ہو مگر جس قدر ہم موجودہ زمانہ کے قریب تر پہونچتے ہیں اس کی اہمیت زیادہ

ہوتی جاتی ہے کیونکہ اسی سے وہ نتائج اخذ ہوتے ہیں جن سے اس سرحد کے آیندہ سیاسی حالات پر اثر پڑتا ہے۔

جنگ یاسین کے بعد گو کہ ایک عرصہ تک امن وامان رہا لیکن فریقین کے دلوں میں مخفی دشمنی اور بے اعتباری کا احساس موجود تھا۔ یہ امر زیادہ دیر تک پردۂ اخفا میں نہیں رہ سکتا ہے متعدد واقعات ایسے پیش آئے جن سے اس کا اظہار ہوا۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ مہاراجہ نے ایک سوداگر کو بدخشان میں گھوڑے خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ واپسی کے وقت یاسین میں پہونچا تو یاسین والوں نے اُسے لوٹ لیا اور روک رکھا اس بنا پر مہاراجہ نے یہ فیصلہ کیا کہ یاسین پر ایک تعزیری مہم بھیجی جائے۔ یاسین میں اس کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا مگر یاسین کی رعایا اور لشکری ایک مقام موسومہ مندوری کوٹ میں جمع ہو گئے۔ یہ جگہ وادی یاسین میں یاسین سے اوپر کی طرف ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی اسی قلعہ کے اندر پناہ لی۔ ڈوگرہ ان کے پیچھے یہاں بھی پہونچ گئے۔ اور اہل یاسین کو شکست دے کر اُن کا اجتماع انھوں نے توڑ دیا۔ کچھ لوگ پہاڑی کے اوپر فرار ہوئے۔ راجہ ملک امان بھی ان کے ساتھ فرار ہوا باقی میدان کارزار سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ ڈوگروں نے بہت تیزی کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا اور قبل اس کے کہ یہ لوگ قلعہ کا دروازہ بند کریں ان کے سر پر پہونچ گئے اس جگہ پہلے دست بدست لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں قتل عام ہوا۔

اس شکست فاش نے یاسین کے سرگروہان کا حوصلہ پست کر دیا اور وہ شیخی چھوڑ کر اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ ڈوگرہ افواج اپنی سابقہ سرحد کے اندر واپس چلی آئیں۔ مگر یاسین چند سال تک ان کا باج گذار رہا۔ یعنی اکابران اپنے معتبروں کے ہاتھ سالانہ تحائف جموں بھیجا کرتے تھے۔ اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ مہاراجہ کے ساتھ ان کے مراسم دوستانہ قائم رہیں کوئی شک نہیں کہ حسن تدبیر سے ان حالات کو بہت لمبے عرصہ تک قائم رکھا جا سکتا تھا مگر اصلیت یہ ہے کہ گلگت میں جو فوجی افسران بھیجے جاتے رہے ہیں ان میں سیاسی قابلیت کی کمی کی وجہ سے اور نیز بعض اوقات اُن حالات کی وجہ سے جو ان کے اختیار سے باہر تھے ان اقوام کے ساتھ دوستانہ مراسم کے جاری رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔

(۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور اُنکی ناکام واپسی

یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ اصل بنائے مخاصمت کیا تھی جس سے پھر فساد شروع ہوا۔ مگر ۱۸۶۰ء میں مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کی نظر میں ہونزہ اس قسم کا ایک کانٹا ثابت ہوا کہ اُنھوں نے اُس کے اوپر حملہ کا انتظام کیا۔ نگر کے لوگوں نے ان کی امداد کا اس حد تک ذمہ لیا کہ وہ اپنے ملک کے اندر سے انھیں راستہ دیدیں گے۔ یہ امداد یقیناً بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ دوسرا راستہ ایسے دشوار گذار مقامات کے اندر سے گذرتا ہے کہ ہونزہ میں پہونچ کر قلعہ جات کا تسخیر کر لینا اتنا مشکل کام نہیں ہے جتنا کہ اُس راستہ سے ہونزہ میں پہونچنا مشکل ہے۔

چنانچہ اس انتظام کے مطابق افواج ڈوگرہ نے دریائے ہونزہ کے نگر والے کنارہ سے ہونزہ کی طرف پیش قدمی کی اور ایک ایسے مقام پر پہونچے جو قلعہ جات ہونزہ میں سے ایک قلعہ کے بالمقابل اور صرف ایک گولی مار کے فاصلہ پر ہے مگر یہاں سے قلعہ کا راستہ نہایت دشوار تھا۔ اس جگہ دریا دو لمبے سنگلاخوں کے درمیان بہتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ ان سنگلاخوں کے نیچے یا اوپر سے کوئی راستہ نہیں مل سکتا ہے۔

چند روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ نگر کے لوگ ڈوگروں کے اتحاد سے الگ ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈوگروں کے دل میں اُن کی طرف سے اشتباہ پیدا ہوا۔ اور اس بے اعتباری نے حسب معمول اپنی صداقت کا کرشمہ دکھلایا۔ آخر کار ایک رات ڈوگروں کے درمیان یہ خبر مشہور ہوئی کہ نگر کے لوگ اُن کے اوپر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سے ان کے دلوں پر دہشت بیٹھ گئی اور گو کسی طرف سے کوئی حملہ اُن کے اوپر نہیں ہوا مگر وہ میدان جنگ سے بغیر گولی چلائے گھبراہٹ میں واپس ہو گئے یا غالباً اصلیت یہ ہے کہ فرار ہو گئے اور اس ذلت کے ساتھ قلعہ گاکُت میں واپس پہونچے۔

(۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت

اس حملہ کی ناکامی کا خاتمہ اسی مرحلہ میں نہیں ہوا۔ ڈوگروں کی اس کمزوری نے ان کے دشمنوں کو حوصلہ دلایا۔ کہ باہم گر اتحاد کر کے انھیں ملک سے نکال باہر کریں۔ چنانچہ گلگت

کے گرد و نواح کی جملہ اقوام کا ایک نہایت خوفناک اتحاد قائم کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس اتحاد کی روح رواں وزیر رحمت وزیر یاسین تھا وہ اس واقعہ سے ایک یا دو سال پیشتر راجۂ یاسین کی طرف سے جموں میں مہاراجہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حالیہ میں وہ مہاراجہ کی فوج کے ساتھ نگر تک گیا تھا۔ اور بعد واپسی چند روز تک گلگت میں مقیم رہا مگر ایک روز اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ اور یاسین کی طرف نکل گیا۔

دو ایک ماہ بعد ایک بہت بڑی فوج نے گلگت پر حملہ کیا۔ راجۂ یاسین نے شاندور کے پار چترال سے امداد کی درخواست کی تھی۔ وہاں سے امان الملک مہتر چترال خود بذات سوار و پیادہ فوج لے کر آیا۔ انھوں نے اور یاسین و داریل کی فوج نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا اور ہونزہ و نگر کے لوگوں نے مل کر قلعہ گلگت کے بالمقابل دریائے گلگت کے بائیں کنارہ پر قبضہ کر لیا۔ حملہ آوروں کے سرکردگان میں سے امان الملک مہتر چترال سب سے نامور اور ممتاز آدمی تھا۔

اس حملہ آور فوج نے گلگت کی طرف آتے وقت یا اُس جگہ پہونچنے کے بعد پونیال کے اکثر قلعہ جات کو جیسے کہ گاکوچ۔ دوبر وغیرہ ہیں اہل قلعہ کی بیوفائی سے زیر کر لیا لیکن شیر قلعہ کے اوپر اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ کیونکہ اس کے اندر خود عیسیٰ بہادر اور مہاراجہ کے ایک سو سپاہی موجود تھے۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر عیسیٰ بہادر نے یہاں تک حوصلہ کیا کہ اپنے آدمیوں میں سے بہتوں کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ ان لوگوں نے اگر دل سے نہیں تو محض اپنی حفاظت کی غرض سے دشمن کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ انھوں نے میر ولی برادر راجہ یاسین کی ماتحتی میں سختی کے ساتھ شیر قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اہل قلعہ پر کچھ اثر پیدا نہ کر سکے۔

چونکہ گلگت کا راستہ فوج محصور کی گولی کی زد میں تھا فوج حملہ آور اس راستہ سے گذر نہیں سکتی تھی۔ لیکن انھوں نے ایک اور پہاڑی راستہ جو زیادہ بلندی پر واقع تھا تلاش کر لیا اور وہاں سے گذر کر گلگت پہونچے اور قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ گلگت کے قبضہ پر تمام وادی گلگت کی حکومت کا انحصار ہے محاصرین کو یہ امید تھی کہ قلعہ زیر ہو جائیگا۔ کیونکہ انھوں نے سنا تھا کہ قلعہ کے اندر بجز ایک ہفتہ سے زیادہ دنوں کے لیے خوراک موجود نہیں ہے اس لیے انھوں نے قلعہ کے راستوں کو نہایت سختی کے ساتھ روکا۔ اور اندر سے محاصرہ

توڑنے کے لیے جو حملے کئے گئے کامیابی کے ساتھ اُن کی مدافعت کرتے رہے مگر اصلیت یہ ہے کہ قلعہ کے اندر جیسا کہ اُنھوں نے سنا تھا اُس سے بہت زیادہ عرصہ کے لیے خوراک کا سامان موجود تھا۔

اس اثنا میں اس حملہ کی خبر کشمیر میں پہونچ گئی اور مہاراجہ نے نہایت تیزی کے ساتھ کمک بماتحتی وزیر زورآور و کرنیل بجے سنگھ گلگت کو روانہ کی۔ بونجی کے بالمقابل دریائے سندھ کے اوپر اُن کی کچھ رکاوٹ ہوئی۔ مگر جب کہ وہ دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر پہونچ گئے اور امان الملک کو اُس کی خبر ہوئی وہ خود اور اُس کی فوج اور جملہ اتحادی اپنی اپنی خیر مناتے ہوئے فرار ہو کر اپنے اپنے ملک میں پہونچ گئے۔ اور تمام اتحاد ہوا میں اڑ گیا۔ دراصل ان اتحادیوں کا طرز عمل گوہر امان کے دلیرانہ طریق عمل سے بہت مختلف ثابت ہوا۔ جس نے اس واقعہ سے اٹھارہ سال پیشتر اپنے دشمن کو کامیابی کے ساتھ وادی گلگت سے باہر نکال دیا تھا۔

(۸) وزیر زورآور و کرنیل بجے سنگھ کا داریل کو فتح کرنا

اب گلگت میں جس قدر فوج جمع ہو گئی تھی وہ اس تعداد سے بہت زیادہ تھی جس کی گنجایش اس تنگ ملک میں ہو سکتی ہے اس کی تعداد تین ہزار بتلائی جاتی ہے اس کے علاوہ حمالوں کا ایک بہت بڑا قافلہ تھا جو سامان خوراک اور سامان حرب اٹھا کر ان کے ساتھ لائے تھے سرکردگان فوج کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اب کیا کام کرنا چاہیے اور اقوام حملہ آور کو اس حملہ کی مکافات میں کیا سزا دینی چاہیے اور کس کو دینی چاہیئے۔ یہ بحث جاری رہی اور اس کا فیصلہ عرصہ کے بعد ہوا۔ وزیر زورآور کی یہ خواہش تھی کہ کچھ نہ کچھ کرنا ضرور چاہیے مگر جو کچھ کیا جاوے وہ ایسا ہو جس میں کامیابی یقینی ہو وہ مہاراجہ کے خاندان کی ملازمت میں اپنے بال سفید کر چکا تھا اور بہت محتاط آدمی تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی زندگی کے آخری مرحلہ میں کوئی فعل اُس سے ایسا سرزد ہو جس کی ناکامی سے اُسکی زندگی بھر کی نیکنامی اور شہرت کو دھبہ لگے غور و تامل میں بڑا وقت ضائع کرنے کے بعد آخر کار مہم داریل کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ مہم ستمبر ۱۸۶۶ء میں گلگت سے روانہ ہوئی۔ قلب فوج بماتحتی وزیر زورآور و کرنیل

بجے سنگھ نالہ کارگاہ کے راستہ سے آگے بڑھا اور مقدمہ وہراول بماتحتی بخشی رادھا کشن نالۂ
سنگل کے راستہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں صرف قلب فوج کے ساتھ کچھ مزاحمت ہوئی۔ یہ فوج
نالہ کارگاہ کے اوپر کا سرحدی پہاڑ عبور کر کے ایک نالہ سے اُس موقع پر گذر رہی تھی جس کے
نیچے تھوڑے فاصلہ پر یہ نالہ دریائے داریل میں گرتا ہے اس جگہ اہل داریل نے پتھر اور
لکڑی سے ایک مضبوط پشتہ تعمیر کر کے راستہ کو کلمیتہً روکا ہوا تھا۔ اور ملک امان سابق راجۂ
یاسین اپنے آدمیوں کے ذریعے اُس کی حفاظت کر رہا تھا۔ یاسین کے لوگ بمقابلہ اہل داریل
فن جنگ میں زیادہ ہوشیار اور لڑائی کے قواعد کے ماہر ہیں لیکن بجے سنگھ بھی ایک تجربہ کار
سپاہی اور جنگ آزمودہ افسر تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ درست طریق عمل کیا ہے وہ پہاڑ
کے اوپر چڑھ گیا اور دشمن نے جس مورچہ کی پناہ لی تھی۔ اُسے اُلٹ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک
امان کو بھاگنا پڑا اور راستہ کھل گیا۔ اس کے دو ایک روز بعد دوسرا حصہ فوج بھی پہونچ گیا
قلب فوج گلگت سے چھ پڑاؤ طے کر کے داریل کے پہلے قلعہ میں پہونچا اور نالۂ سنگل سے
جو فوج آئی تھی اُس نے موضع سنگل سے صرف چار پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اُس کے بعد
کوئی رکاوٹ نہیں ملی داریل کا تمام ملک ڈوگروں کے سامنے کھلا پڑا تھا۔

وادی داریل شمالاً جنوباً واقع ہے اور بطرف جنوب دریائے سندھ سے ملتی ہے اس میں
سات قلعے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قلعہ کے اندر تمام موضع آباد ہے ڈوگروں کی فوج جو
قلعہ تک پہونچی پہلا قلعہ ان ساتوں قلعوں میں سے زیادہ بلند تھا۔ اور تمام اہل قلعہ اپنے
گھروں کو چھوڑ کر پہاڑ کے اوپر بھاگ گئے تھے۔ قلعہ کے اندر کوئی عورت یا بچہ بھی نظر نہیں
آتا تھا حتی کہ مویشی بھی یہ لوگ اپنے ساتھ ہانک کر لے گئے تھے۔ ڈوگروں نے ایک ہفتہ
تک یہاں قیام کیا۔ اکابران داریل میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ انھوں نے اظہار
اطاعت کیا اور خراج دینا قبول کیا چونکہ برف باری کا موسم قریب تھا۔ یہ مناسب معلوم
ہوا کہ اسے واپسی کی وجہ قرار دیا جائے ڈوگروں نے داریلیوں کو دکھلا دیا تھا کہ ان کا
ملک کسی حالت میں ناقابل گذر نہیں ہے ڈوگروں نے بلاشبہ اس ملک کے اوپر
اپنا نشان قائم کر دیا۔

اس کے بعد اس فوج کا اکثر حصہ کشمیر کو واپس چلا گیا۔ اور قلعہ گلگت میں اسی قدر

فوج رہ گئی جو معمولاً وہاں تعنیات رہتی تھی۔

(۹) گلگت پر ملک امان کا دوسرا حملہ

اس کے ایک سال بعد غالباً ۱۸۶۶ء میں ان تھک یاسینی دشمنوں نے پونیال پر پھر حملہ کیا۔ پہلے انھوں نے قلعہ بوبر پر دھاوا کیا۔ مگر یہاں مہاراجہ کی کشادہ فوج موجود تھی۔ اس نے راجہ عیسیٰ بہادر کے ساتھ مل کر یاسین والوں کا مقابلہ کیا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر ان کے اوپر حملہ کرتے رہے۔ اس طرح سے اس لشکر نے دشمن کو روکے رکھا تا وقتیکہ بخشی رادھا کشن فوج لے کر گلگت سے پہونچ گیا اسے دیکھکر یاسین والے پسپا ہوگئے اور محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ملک امان کو گلگت پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

(۱۰) راجہ ہونزہ کا قبضہ چھپروٹ اور حملہ نومل

راجہ ہونزہ کی دشمنی بمقابلہ راجہ یاسین کی دشمنی کے کمتر خوفناک نہ تھی اس نے بعد کی لڑائیوں میں چھپروٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبضہ عرصہ تک جاری رہا ۱۸۶۹ء میں ہونزہ والوں نے چھپروٹ سے نومل کے گانوں پر حملہ کیا۔ اور دو سو کے قریب نومل کے آدمی پکڑ لے گئے ان میں سے ساٹھ ستر کے قریب دد غلے کشمیری درد تھے ان کو انھوں نے سوداگروں کے ہاتھ غلامی میں فروخت کر دیا۔ مگر باقی اشخاص کو جب گلگت سے مطالبہ ہوا انھوں نے واپس کر دیا۔

ہونزہ کی طرف سے اور چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی رہی جس سے عموماً چشم پوشی کی جاتی رہی اور بعض اوقات ہونزہ والے جو کچھ دھاڑ مار کر علاقہ گلگت سے لے گئے اُسے اُن سے واپس بھی لے لیا لیکن بڑے پیمانہ پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

(۱۱) یاسین کے خانگی فساد اور میر ولی کا راجہ یاسین ہونا

گوہر امان نے پہلے امان الملک مہتر چترال کی خالہ سے بیاہ کیا۔ اس سے اُس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ (۱) ملک امان (۲) میر ولی۔ دوسرا بیاہ اُس نے متذکرہ بالا امان الملک

کی بہن کے ساتھ کیا۔ اس سے غلام محی الدین المعروف پہلوان بہادر پیدا ہوا تیسرا بیاہ اسنے آزاد خاں راجہ پونیال کی بیٹی کے ساتھ کیا اس سے اس کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک میر غازی اور دوسرا میر بنی۔ موخرالذکر کو اس کے سوتیلے بھائی ملک امان نے قتل کر دیا۔

یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ گوہرامان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا ملک امان اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ بعد کے فسادات میں یاسین میں فوج کی سرکردگی یہی کرتا رہا ہے یہ پست قد لیکن طاقتور اور چست و چالاک آدمی تھا۔ سپاہی پورا تھا مگر دماغ اچھا نہیں رکھتا تھا

جن واقعات کا اوپر ذکر ہوا ان کے تھوڑے ہی روز بعد ملک امان اور میر ولی آپس میں لڑ پڑے۔ میر ولی نے امان الملک مہتر چترال سے مدد لے کر ملک امان کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اور خود راجہ یاسین ہو گیا۔ ملک امان پہلے داریل میں پناہ گزیں ہوا بعد ازاں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچا مہاراجہ نے دریا دلی سے اس کی خاطر تواضع کی اور وظیفہ مقرر کر کے گلگت میں اس کی سکونت کا انتظام کر دیا۔ اس طرح سے وہ اپنے پرانے دشمن راجہ عیسی بہادر اور اپنے دشمن بھائی کے معتبروں کی نظر کے سامنے پہونچ گیا جو وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے جاتے رہتے تھے۔

میر ولی مہتر چترال کا باجگذار یا اس سے بھی بڑھکر اس کا ماتحت بن گیا۔ پہلوان بہادر کو مہتر چترال نے مستوج کا حاکم یا راجہ مقرر کر دیا مستوج اس زمانے میں حکومت یاسین کا علاقہ تھا جو درہ شاندرو کے پاس واقع ہے مستوج کے نیچے چترال ہے۔ درہ شاندوز سے گلگت اور چترال کا پانی ڈھال جدا ہوتا ہے اس طرح سے امان الملک نے مستوج کو یاسین سے جدا کر کے اور ان دونوں حکومتوں کو چترال کے ساتھ متحد کر کے اپنی سرحد کو گلگت کی سرحد کیساتھ ملا دیا۔ ان تینوں حکومتوں کے تعلقات باہمی اور ان سب کے تعلقات مہاراجہ کے افسران گلگت کے ساتھ اس قسم کے تھے کہ ہر ایک فریق اپنے آپ کو فریق ثانی کی تلوار کی زد سے دور رکھتا تھا عموماً مہاراجہ کے متوسلین ان حکومتوں کی حدود کے اندر بلا خطرہ داخل نہیں ہو سکتے تھے مگر یاسین اور چترال سے قاصد گلگت میں آیا کرتے تھے۔ انھیں اطمینان تھا کہ مہاراجہ کے ملک میں انھیں جان کا خطرہ نہیں ہے۔ مزید براں انھیں یہ بھی توقع رہتی تھی کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے صلہ میں بیش قیمت تحائف یہاں سے لیجائیں گے۔

اس دوران میں یاسین میں جس واقعہ سے مزید تغیرات پیدا ہوئے وہ تعجب خیز ہے کہ اس ملک میں ایک انگریز کا آنا تھا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۴۔ میر ولی کا لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوت کے نیچے قتل کرنا

آغاز ۱۸۷۰ء میں لفٹنٹ جارج ہیورڈ گلگت میں وارد ہوا۔ اسے لندن کی شاہی انجمن جغرافیائی نے دشت پامیر کے مقامی حالات دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ پہلے یارقند و کاشغر گیا۔ لیکن اسے یارقند کی طرف سے پامیر پر جانے کی اجازت نہیں ملی اور ایک سال پیشتر وہاں سے بے نیل و مرام واپس آیا۔ ہیورڈ اُن لوگوں میں سے تھا جو اصل مقصد کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ براہ یاسین و بدخشان سفر کا خطرہ اٹھا کر منزل مقصود پر پہونچے۔ گو کہ اس کے دوستوں نے اسے متنبہ کیا کہ اپنے آپ کو راجہ یاسین و مہتر چترال جیسے لوگوں کے ہاتھ میں ڈال دینا عقلمندی سے بعید ہے۔ ڈرو لکھتا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے ہیورڈ کی ملاقات کرائی جو ان راجگان کے طریق عمل سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور انھوں نے تصدیق کی کہ یہ لوگ ایمان سے کلیتہً بے بہرہ ہیں لیکن ہیورڈ نے ایک نہ مانی اور اپنے مقصد کے پورا کرنے کی دھن میں روانہ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ شاہی انجمن جغرافیائی کی رپورٹ ۱۸۷۱ء میں بالتفصیل مذکور ہے اس کا کچھ حصہ خود ہیورڈ کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور آخری حالات ڈرو کے لکھے ہوئے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پہلے اندیشہ یہ تھا کہ ملک یاسین کا داخلہ ہی ہیورڈ کے لیے مشکل ہو گا۔ کیونکہ راجہ ہونزہ کی نظیر موجود تھی جس نے بیس سال پیشتر لفٹنٹ ایگینو وینگ کو ہونزہ میں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اس لیے راجۂ یاسین سے اجازت ملنے کی کوئی امید نہ تھی مگر یہ صورت پیش نہیں آئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب ہیورڈ گلگت پہونچا ہے اس وقت میر ولی کا ایک معتبر بھی کسی کام سے گلگت میں آیا ہوا تھا اس کی معرفت ہیورڈ نے ایک خط اور کچھ تحائف میر ولی کو بھیجے۔ اُس کا جواب میر ولی کی طرف سے یہ آیا کہ ہم کو تمہاری ملاقات سے بہت خوشی ہوگی۔ اس بنا پر ہیورڈ یاسین کو چلا گیا۔ میر ولی نے اس کی بڑی خاطر کی

اُسے نالوں میں رکھا گیا نمسکار کھلوایا۔ اور اُس کا بڑا احترام کیا جب سے ہیورڈ میر ولی کا گرویدہ ہو گیا یہ واقعہ موسم زمستان کا ہے جبکہ زمین کے اوپر برف تھی اور تین ماہ سے پہلے بدخشاں کا راستہ کھلنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اگرچہ ہیورڈ کے تعلقات راجہ کے ساتھ بہت دوستانہ تھے تاہم اسے یہ دوست نہ معلوم ہوا کہ اس کے پاس تین مہینے ٹھہرا رہے۔ اور راجہ پر اپنی خاطر تواضع کا اتنا بوجھ ڈالے جس کو وہ تنگ آجائے اس لئے اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت پنجاب کو واپس چلا جائے اور آغاز بہار میں از سر نو اپنا سفر شروع کرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہیورڈ نے میر ولی جیسے مشہور لالچی کو اس توجہ اور مہمان نوازی کے صلہ میں کچھ دیا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے پاس از قسم تحائف جو کچھ تھا وہ سب اُس نے میر ولی کو حوالہ کر دیا۔ اور جو چیز اس سے زیادہ قیمت رکھتی تھی اُس کا اُس نے وعدہ کیا جس سے راجہ کی چالاکی کا پورا پتہ چلتا ہے میر ولی گلگت کو اپنا ملک سمجھتا تھا اور اسپر قبضہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے ہیورڈ کو راضی کر لیا کہ اس معاملہ میں دلچسپی لیوے۔ اور اس کو گورنر جنرل ہند کے حضور میں اس غرض سے پیش کرے کہ اس کے استحقاق پر غور کر کے مہاراجہ پر دباؤ ڈالا جائے کہ دریائے سندھ کے پار واپس ہو جائے

اوپر جو واقعات جنگ و جدل بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ میر ولی کو گلگت کے اوپر مہاراجہ سے بڑھکر کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کیونکہ میر ولی کے باپ گوہر امان نے اس ملک کو کسی شخص سے فتح کیا تھا۔ جس نے اس کو کسی دوسرے شخص سے فتح کیا تھا اور اگرچہ چار پشت پیشتر گوہر امان کا ایک رشتہ دار گلگت پر قابض رہا تھا۔ لیکن اس نے بھی اگلا ایسا دسائل سے کسی شخص سے حاصل کیا تھا جن وسائل سے کہ اس شخص کے جانشین نے اس سے اس ملک کو پھر چھین لیا۔ سکھوں نے مہاراجہ سے پیشتر گلگت کو گوہر امان سے فتح کیا اور ان ہر دو حکومتوں کے درمیان بے شمار جد و جہد کے بعد بالآخر یہ ملک مہاراجہ کے قبضہ میں رہا لہٰذا ہر دو حکومتوں میں سے کسی کو بھی تلوار سے بڑھکر اس کے اوپر قبضہ رکھنے کا حق حاصل نہ تھا۔

لیکن ہیورڈ کو اس کا کچھ علم نہ تھا۔ میر ولی نے جو پہلو دکھلایا ہیورڈ نے اسے مان لیا اور اس نے وعدہ کر لیا کہ اس کے دعوی کو حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کریگا اور اصل اس نے خود یہ معاملہ گورنر جنرل کے سامنے پیش کیا۔ مگر اسپر کچھ توجہ نہیں ہوئی اور نہ اس کی توقع ہو سکتی تھی مگر میر ولی کو اس کا پورا یقین تھا۔ اس نے غالباً ہیورڈ کو سرکار برطانیہ کا سفیر خیال

کیا تھا اور اس کو پورا اعتماد تھا کہ جو کچھ وہ کہیگا خالی نہ جائیگا۔

ہیورڈ یاسین میں بماہ جولائی ۱۸۷۰ء واپس آیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ سابقہ مخلصانہ تعلقات اب جاری نہیں رہ سکتے۔ میر ولی اس سے ناراض تھا کہ اسکے حصول مقصد کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ ہیورڈ اپنے ساتھ بہت سا سامان لایا تھا۔ اس میں زیادہ تر تحائف کی اشیا تھیں جنہیں وہ یاسین کے باہر لوگوں کو دینا چاہتا تھا۔ یہ دیکھکر میر ولی کا دل جلتا تھا کہ یہ بے شمار دولت اور وہ سامان جسے میں خود اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میر ولی نے ہیورڈ کو یہ صلاح دی تھی کہ براہ چترال بدخشاں میں داخل ہو اور ہیورڈ اسپر رضامند نہیں ہوا نیز مہمان و میزبان کے درمیان کچھ سخت کلامی بھی ہو گئی تھی۔ میر ولی کو اسکا بھی غصہ تھا۔ الغرض یہ سب باتیں مل کر ایک پہاڑ بن گئیں اور ایک شخص کے لئے جو اپنے چھوٹے سے ملک کے اندر محض اپنی مرضی پر چلنے کا عادی ہے یقیناً معمولی ناراضگی سو بہت بڑھ گئیں۔ میر ولی اُن لوگوں میں سے تھا جو کہ انسان کی جان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور آدمی کو مارنا اور مرغی کو مارنا برابر خیال کرتے ہیں لہٰذا ان امور کی ناراضگی اس کے لئے اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کافی تھی کہ اپنے مہمان کو قتل کر کے ان سب چیزوں کو قابو میں کیا جائے

ہیورڈ نے یاسین سے روانہ ہو کر بدخشاں کی طرف تین پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اور وہ اُس جگہ پہونچا تھا جسے دارکوت کہتے ہیں کہ میر ولی کے بھیجے ہوئے پچاس ساٹھ آدمی اس کے پیچھے پہونچ گئے لیکن انھوں نے اپنی بدنیتی کا اظہار نہیں ہونے دیا اور ان کے سرگروہ نے یہ بتلایا کہ اسے اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ ہیورڈ کو مع اس کے سامان کے سلامتی کے ساتھ درہ دارکوت کے پار پہونچا دیوے مگر دوسرے دن انھوں نے ہیورڈ کو جبکہ وہ سویا ہوا تھا پکڑ لیا اس کی مشکیں کس دیں چیڑ کے جنگل میں اُسے ایک میل کے فاصلہ پر لے گئے اور تلوار سے ہلاک کر دیا۔ اس کے ساتھ پانچ کشمیری اور پٹھان ملازم تھے ان کا بھی یہی حشر ہوا۔

اس واقعہ کے تین ماہ بعد جبکہ ڈرو گلگت میں گیا تو اُسنے ایک آدمی مع تحائف کے میر ولی کے پاس بھیجا۔ اور ہیورڈ کی لاش منگوائی اور گلگت میں قلعہ کے نزدیک

ایک باغ میں دفن کر دی۔ اس کے بعد اس جگہ پر انگریزوں کا قبرستان بن گیا۔

۱۳۔ پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجۂ یاسین ہونا

وزیر رحمت اب تک میر ولی کا وزیر اعظم تھا۔ مگر ہیورڈ کا معاملہ میر ولی نے وزیر رحمت کی صلاح کے برخلاف کیا تھا۔ اس سے ہر دو فریق کے دلوں پر ایک دوسرے کی طرف سے بے اعتباری پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے لگے وزیر رحمت آدمی ہوشیار تھا۔ اس کی سازش کارگر ثابت ہوئی۔ اس نے ایک بہانہ بنا کر اپنے بیٹے کو پہلوان بہادر کے پاس ستوج میں بھیجا۔ اور اس کو حملۂ یاسین پر آمادہ کیا۔ مہتر چترال نے بھی اس تدبیر کو پسند کیا کہ میر ولی کو نکالا جائے لہذا اس نے پہلوان بہادر کو امداد دی۔ چنانچہ پہلوان بہادر چھ سو آدمی لیکر یکبارگی یاسین پر حملہ آور ہوا میر ولی اپنے گھر کی نااتفاقی کی وجہ سے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکا اور بدخشاں کی طرف فرار ہوا اور پہلوان بہادر یاسین پر قابض ہو گیا۔

یہ واقعہ ۱۸۷۰ء کا ہے جو قتل ہیورڈ سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ میر ولی کو بدخشاں میں پناہ نہیں ملی وہاں سے بھاگ کر وہ چترال پہونچا۔ اور امان الملک سے رحم کا خواستگار ہوا۔ اس نے اپنا غصہ دھیما کر لیا۔ اور اسے اپنے دربار میں حاضر باشی کی اجازت دیدی۔ پہلوان بہادر بدستور یاسین میں حکمران رہا۔

۱۴۔ امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کیساتھ الحاق کرنا

پہلوان بہادر کا ابتدائی زمانہ بہت پر آشوب بسر ہوا تھا اور وہ جنگ آزمائی کا عادی تھا ۱۸۸۰ء میں اس کے سر میں یہ سودا پیدا ہوا کہ پونیال پر حملہ کر کے ڈوگروں کو گلگت سے خارج کیا جائے۔ پہلوان بہادر مہتر چترال کا بھانجا تھا۔ باوجود اس قرابت کے اس نے پہلوان کی اس مجنونانہ حرکت میں بہت حوصلہ افزائی کی اور اپنی طرف سے کمک کا وعدہ کیا۔ اور اسے آمادہ کیا کہ حملہ ضرور کیا جائے۔ پہلوان بہادر دھوکے میں آ گیا اور اس نے داریل والوں کے ساتھ اتحاد کر کے اپنا لشکر لے کر پونیال پر حملہ کر دیا اور شیر قلعہ کا محاصرہ کر لیا امان الملک مہتر چترال نے جب دیکھا کہ پہلوان نے اپنی تمام طاقت کو شیر قلعہ کے اوپر لگا دیا ہے اور راجۂ پونیال اور افواج ڈوگرہ کے ساتھ الجھ گیا ہے تو اس نے اپنی چال چلی اور خفیہ طور

پر اپنا لشکر جمع کر کے یکبارگی یاسین پر حملہ کر دیا اور قابض ہو گیا۔ یہ دیکھکر یاسین کے لشکر نے خیر قلعہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں راجہ علی بہادر نے اپنی چال بازی سے داریل والوں کو پہلوان بہادر کے اتحاد سے توڑ لیا اب پہلوان بہادر بالکل بے بس ہو گیا۔ اور اسکے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے ماموں سے رحم کا خواستگار ہو۔ اس کے ماموں نے اپنے دستور کے مطابق اس کے حال پر رحم کیا۔ اور خاموشی کے ساتھ یکبارگی اُسے ملک عدم میں پہونچا دیا۔ الغرض مہتر امان الملک نے ان حالات میں خوش وقتیہ خاندان کے دعویدار کا خاتمہ کر کے اپنی مدت العمر کی آرزو کو پورا کیا اور یاسین کا یعنی کل ملک خوش وقتیہ کا الحاق چترال کے ساتھ کر لیا۔ اور جا بجا اپنے حاکم مقرر کر دئے۔ میر ولی کی بد اعمالی کا بالآخر یہ انجام ہوا کہ حکومت اس کے خاندان سے جاتی رہی۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ میجر بڈلف گلگت میں برٹش ایجنٹ تھا پہلوان بہادر کے اس حملہ کے بعد گلگت کے اوپر کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا۔ اور میجر بڈلف کی واپسی کے بعد ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کے گلگت میں تعینات کئے جانے پر اس سرحد کے حالات بالکل تبدیل ہو گئے۔ فوجی انتظام میں اصلاح کی گئی۔ جو اقوام ملحقہ وقتاً فوقتاً فتنہ و فساد برپا کرتی رہتی تھیں ان میں سے اکثر کو یکے بعد دیگرے تسخیر کیا گیا اور ما بقی کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے گئے۔ اس طرح سے سرحد گلگت پر کامل امن قائم ہو گیا۔ اور ان اقوام کے حملہ گلگت کا امکان جاتا رہا اس کی تفصیل آئندہ باب میں مذکور ہو گی۔

چوتھا باب

عہد برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) ۱۸۷۷ء میں میجر بڈلف کا برٹش ایجنسی کو قائم کرنا اور ۱۸۸۱ء میں اس کا تخفیف میں آنا (۲) ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنیڈ کا برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا (۳) ۱۸۹۱ء کے آغاز میں ہونزہ و نگر کی طرف سے چھلت میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورنیڈ کا مدافعانہ انتظام۔ (۴) مہم ہونزہ و نگر ۹۲-۱۸۹۱ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا۔ (۵) چترال و چیلاس کی شورش اور وادی سندھ پائیں یونجی کی اقوام میں بے چینی (۶) ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا۔ اس کے اور اہل چیلاس کا حملہ۔ اس کا چیلاس کو تسخیر کرنا (۷) چترال کی شورش نظام الملک کی مسند نشینی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا (۸) اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چیلاس پر اور چیلاس کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا (۹) گوپس اور مستوج میں ریاست کی فوج کا اور مستوج میں چترال سے پولیٹکل افسر کا تعینات ہونا۔

(۱)

۱۸۷۷ء میں جبکہ لارڈ لٹن وائسرائے ہند تھے کپتان بڈلف من جانب سرکار انگلشیہ ہند گلگت میں افسر سپیشل ڈیوٹی بغرض سفارت ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لئے گلگت کی بالائی نہر کلاں پر ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کر دی گئی۔ دوسرے سال اسکو بطور برٹش ایجنٹ گلگت تعینات کر دیا گیا۔

تقریباً ۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر میجر بڈلف

اور لالہ رام کشن حاکم گلگت سے ناراض ہو گئے۔ انھوں نے داریل دیاسین وغیرہ کی اقوام کے ساتھ سازش کر کے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کر دیا۔ اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مہتر چترال نے پہلوان بہادر کی بہت حوصلہ افزائی اس حملہ میں کی اسنے پونیال کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں جس سے میجر ڈیلف بہت بے حوصلہ ہو گیا اور یہ فوج گلگت میں واپس منگوائی گئی۔

پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کر کے گلگت پر دست درازی شروع کر دی۔ مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہوا اور جنرل ہوشیارا کی حکمت عملی سے وہ گلگت تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں راجہ پونیال نے چالاکی سے داریل والوں کو پہلوان بہادر سے توڑ کر اپنی طرف ملالیا۔ اور اس اثنا میں مہتر چترال نے جو فوج بظاہر پہلوان بہادر کی امداد کے واسطے جمع کی تھی اس کے ذریعے یاسین پر قبضہ کر لیا یہ حال دیکھکر یاسین کے لشکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور پہلوان بہادر کے لئے پسپائی کے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا۔ وہ شیروٹ ڈسکیوٹ کو خراب کر کے واپس ہو گیا۔ جنرل ہوشیارا کو اقوام گلگت کے فساد کے اندیشہ کی وجہ سے میجر ڈیلف نے گلگت میں روک لیا تھا رفع فساد کے بعد اسے یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اس کو شرکت کا موقع نہ ملا اور بیمار ہو کر گلگت میں فوت ہوا اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر ڈیلف کو گلگت سے واپس بلا لیا اور پولیٹیکل ایجنسی گلگت کو تخفیف کر دیا دوسرے دور ایجنسی کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد حکومت میں کرنیل ڈیورینڈ کی سرکردگی میں شروع ہوا اس نے اپنے کارنامے اپنی کتاب موسومہ "دی میکنگ آف اے فرانٹیر" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اس کے اہم واقعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ باریک تفصیل کو میں نے طوالت کی غرض سے ترک کر دیا ہے

۲۔ ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورینڈ کا برٹش پولیٹیکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا

۱۸۸۸ء میں سلطنت روسیہ نے پامیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی یہ دیکھکر لارڈ ڈفرن گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ کواٹر ماسٹر جنرل کے محکمہ کے ایک افسر کو گلگت

روانہ کیا جائے کہ وہ مقامی طور پر دریافت کر کے پتہ لگائے کہ کشمیر اور ہونزہ ونگر کے درمیان تعلقات کے بگڑ جانے اور جنگ تک نوبت پہونچنے کی اصلی وجوہات کیا تھیں اس زمانہ میں سر مارٹیمر ڈیورینڈ خارن سکریٹری گورنمنٹ ہند تھے۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کرنیل ڈیورنیڈ کو اس نازک خدمت کے لئے منتخب کیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن کو انکے ساتھ بطور میڈیکل افسر کے تعینات کر دیا دونوں سری نگر پہونچے۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ان کے گلگت اور اگر ضرورت پڑے چترال تک جانے پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ مگر انھیں منع کیا کہ چھپروٹ کا ہرگز ارادہ نہ کریں۔

سری نگر سے چل کر وہ استور پہونچے۔ یہاں راجہ بہادر خاں سے ملاقات کرتے ہوئے بونجی آئے۔ بونجی میں دریائے سندھ کو جالہ سے عبور کر کے براہ نالہ سئی گلگت پہونچے جالہ یہ ہے کہ ہلکی اور مضبوط لکڑی کے کٹہرے کے نیچے بڑے جانوروں کی مشکیں باندھ دیتے ہیں جن میں ہوا بھری ہوتی ہے اس کو پانی پر تیراتے ہیں اور چپو سے چلاتے ہیں اور دردستان میں جالو اور بلتستان میں رخ کہتے ہیں۔ اسے تیز رو دریاؤں میں اور اونچی نیچی لہروں میں بلاخوف وخطر چلایا جا سکتا ہے کرنل ڈیورنیڈ نے گلگت میں چند روز قیام کر کے حالات مقامی سے واقفیت حاصل کی۔ اس اثنار میں چترال سے مہتر امان الملک کا بیٹا افضل الملک اپنے باپ کی طرف سے پیغام دعوت لے کر گلگت میں کرنیل ڈیورنیڈ کے پاس پہونچا۔ اسپر کرنیل ڈیورنیڈ نے چترال جانے کا فیصلہ کیا۔ گلگت سے روانہ ہو کر دونوں گاہکوچ پہونچے۔ یہاں سردار نظام الملک حاکم یاسین کے خطوط خیر مقدم انھیں پہونچنے شروع ہوئے۔ سرحد کے قریب وہ خود حاضر ہوا۔ اور اپنی حدود میں ہمرکاب رہا چاشی میں رحمت اللہ خان حاکم غذر حاضر ہوا چاشی کے قریب وادی کھل جاتی ہے کیونکہ تانگیر کی طرف سے جو دریا آتا ہے وہ اس جگہ دریائے گلگت میں گرتا ہے جس وجہ سے تین وادیاں اس جگہ ملتی ہیں آگے چل کر درمیانی پہاڑ کو درہ شاندور سے عبور کیا درہ کے اوپر عبداللہ خاں نائب افضل الملک حاکم مستوج حاضر ہوا مستوج کے علاقہ میں پہونچے تو خود افضل الملک پیشوائی کے لئے موجود تھا مستوج پہونچے تو شاندار استقبال ہوا۔ اور افضل الملک نے بڑی خاطر تواضع کی ایک ہفتہ یہاں قیام کر کے آگے روانہ ہو کے چترال کے نزدیک پہونچے تو درجہ بدرجہ ممتاز امرا اور عمائد پیشوائی

کے لئے سئے شروع ہوگئے۔ آبادی سے کچھ فاصلہ پر خود مہتر امان الملک اپنے اہل دربار کے ساتھ لب سڑک ملا۔ یہ لمبا قافلہ ایک ساتھ چترال میں داخل ہوا قلعہ سے گذر کر میدان چوگان بازی میں قیام کیا۔ ایک ماہ تک یہاں مقیم رہے مہتر چترال سے تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی رہی اور سرحد کے متعلق مختلف معاملات پر گفتگو جاری رہی اور جو اصل مقصد کرنیل ڈیورنڈ کے اس سرحد پر بھیجے جانے کا تھا اسے پورا کرنے کے بعد اس نے واپسی گلگت کا ارادہ کیا مہتر نے خواہش ظاہر کی کہ چترال میں ایک انگریزی شفاخانہ قائم کیا جائے کرنیل ڈیورنڈ نے اسکا انتظام کردیا۔

کرنیل ڈیورنڈ چترال سے واپس ہوکر گلگت پہونچا۔ یہاں پہونچ کر اسے دریافت ہوا کہ سلطنت روسیہ کا ایک افسر چند روز ہوئے ہونزہ میں آیا تھا اور سلطنت روسیہ نے پامیر سے اس طرف اپنے تعلقات بڑھانے شروع کردئے ہیں۔ بہرحال اپنا مشن پورا کرکے وہ گلگت سے واپس روانہ ہوا۔ اور براہ سری نگر سفر کرتا ہوا نومبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور فارن سکریٹری کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ جو حضور وائسرائے کے ساتھ لاہور میں آیا ہوا تھا۔ اس وقت لارڈ ڈفرن لاہور میں روسائے پنجاب سے ملاقات رخصتانہ کرنے آئے تھے کیونکہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں وہ اپنا عہدہ وائسرائلٹی لارڈ لینسڈون کو سپرد کرکے انگلستان واپس جانے والے تھے۔ اپنی واپسی سے پیشتر انھوں نے ہندوستانی ریاستوں میں امپریل سروس ٹروپس کا انتظام جاری کردیا تھا جو بالآخر ریاستوں کے لئے بہت فائدہ مند اور سرحد گلگت پر بالخصوص بہت کارآمد ثابت ہوا۔

لاہور سے کرنیل ڈیورنڈ کلکتہ گیا۔ وہاں چند روز انتظار کرنے کے بعد مارچ ۱۸۸۹ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ برٹش ایجنسی گلگت دوبارہ قائم کیجائے۔ کرنیل ڈیورنڈ کو برٹش ایجنٹ مقرر کیا گیا اس کے ماتحت دو افسران تعینات کئے گئے۔ اور ڈاکٹر رابرٹسن کو ایجنسی سرجن کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔

اس زمانہ میں سلطنت روسیہ کی پیش قدمی افغانستان کی سرحد تک پہونچ گئی تھی اور اس نے اپنی جنگی طاقت کے وسائل کو ایشیا میں بڑی ترقی دی تھی اس بنا پر یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ سلطنت ہند کی سرحد کو مدافعت کے لئے مستحکم کیا جائے۔ اس غرض کے لئے جو مقامات خاص توجہ چاہتے تھے اس میں ہندوکش کے شمالی درے بھی تھے کیونکہ اس راستہ کو بآسانی

نہیں گو کسی قدر تکلیف کے ساتھ اس قدر فوج یقیناً گذر سکتی ہے جس سے کشمیر باجور اور شاید جلال آباد میں بھی شورش پیدا ہو جائے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے پیش دستی ضرور تھی۔ الغرض قیام ایجنسی کی اصلی وجہ تحریک سلطنت روسیہ کی پیش قدمی تھی۔

کرنیل ڈیورنیڈ اپریل ۱۸۸۹ء میں کلکتہ سے روانہ ہو کر سری نگر پہونچا وہاں لفٹننٹ منیرس سمتھ جو پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ سے بطور اس کے اسسٹنٹ کے مقرر ہوا تھا شامل ہو گیا ڈاکٹر رابرٹسن نہیں پہونچ سکا۔ الغرض دونوں سری نگر سے روانہ ہو گئے۔

سری نگر میں کرنیل ڈیورنیڈ کو دریافت ہوا کہ براہ نار سلترو بلتستان سے یارقند کا راستہ ہے اور اسی راستہ سے براہ شنگام در رسکم ہونزہ کو راستہ جاتا ہے۔ اسے بہت فکر ہوئی کہ اگر ایسا ہو تو اس راستہ کی روک تھام بھی ضروری ہوگی۔ لہذا اس کا اطمینان کرنے کی غرض سے وہ خود مع لفٹننٹ منیرس سمتھ کے برزل سے براہ دیوسئی اسکردو چلا گیا۔ اسکردو پہونچ کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی مگر اصلیت پورے طور پر دریافت نہیں ہو سکی تاہم اس حد تک اطمینان ہو گیا کہ قبل ازیں یہ راستہ ضرور تھا مگر اب گلیشر کے بڑھ جانے کی وجہ سے مسدود ہو گیا ہے۔ اور قابل گذر نہیں رہا ہے جیسا کہ میں لداخ کے بیان میں مختصراً لکھ چکا ہوں اس راستہ کو سیاچن گلیشیر نے روک دیا ہے اس راستہ کے علاوہ نالہ برالدو سے بھی یارقند و کاشغر کا راستہ تھا اور یہ بھی وادی راسکم سے ملتا تھا۔ اسے بیافو گلیشیر نے روک دیا ہے الغرض یہ اطمینان کر کے کرنیل ڈیورنیڈ اسکردو سے استور چلا گیا۔ یہاں ڈاکٹر رابرٹسن بھی شامل ہو گیا۔

مختصر یہ کہ استور میں افواج کشمیر کا معائنہ کر کے کرنیل ڈیورنیڈ مع اپنے ہمراہیان کے بونجی پہونچا اور یہاں بھی فوج کے متعلق ضروری انتظام کرنے کے بعد گلگت میں وارد ہوا۔ اور ایجنسی کا انتظام شروع کر دیا۔

اس انتظام میں کرنیل ڈیورنیڈ کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ گو کہ سپاہ اور اہل ملک اس کی مداخلت سے خوش تھے مگر عہدہ داران ریاست جن کے ہاتھ سے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ اس سرحد پر خرچ ہوتا تھا اور ایجنسی کی مداخلت سے ان کی دستبرد میں فرق آتا تھا اس کے مخالف تھے۔ وہ غدار عہدہ دار (وزیر ظلام حیدر؟) جس نے سال گذشتہ میں افواج کشمیر کو دشمن کے ہاتھ بیچ دیا تھا اب تک صاحب اقتدار تھا اور ایجنسی کے خلاف سازش

کرتا رہتا تھا اور بیہودہ افواہیں ملک میں مشہور کیا کرتا تھا اسے کرنیل ڈیورنیڈ نے کسی کام کے بہانہ سے استور بھیج دیا۔ وہاں سے اسے کشمیر روانہ کر دیا اور بالاخر اسی دور دراز علاقہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔

اس اثنا میں ہونزہ و نگر کے ایلچی پہونچے۔ ان کے ساتھ انتظام کر کے کرنیل ڈیورنیڈ اس طرف روانہ ہوا۔ چھلت میں پہونچنے پر راجہ بہادر خاں استوار اور راجہ اکبر خاں پونیال بھی شامل ہو گئے۔ نگر میں پہونچے تو بڑا شاندار استقبال ہوا۔ چونکہ خود راجہ جعفر خاں بعارضہ فالج مبتلا تھا اس کا ولی عہد عذرا خاں پیشوائی کے لئے آیا اور اسے میدان چوگان بازی میں لے گیا۔ دوسرے روز کرنیل ڈیورنیڈ نے راجہ جعفر خاں سے ملاقات کی اس کا آدھا دھڑ کمر سے نیچے مفلوج تھا۔ نگر میں چند روز کرنیل ڈیورنیڈ نے راجہ جعفر خاں اور اس کے ولیعہد راجہ عذرا خاں کے ساتھ ملاقاتوں میں گذارے اور جملہ معاملات ان کے ساتھ طے کر لئے بالآخر جملہ وزرا اور عمائد کو انعامات اور خلعت وغیرہ دے کر رخصت ہوا۔

نگر سے چل کر کرنیل ڈیورنیڈ ہونزہ پہونچا اور وہ جگہ دیکھی جہاں موجودہ میر ہونزہ نے نے تین سال پیشتر اپنے باپ غضنفر خاں کو بامداد اپنے وزیر دادو کے قتل کیا تھا۔ اور اپنے باپ کی طرف سے ایک جعلی خط بھیج کر وزیر ہمایوں کو گوچال سے اسی غرض کے لئے بلایا تھا مگر وہ اصلیت کو سمجھ گیا اور ہونزہ کے بجائے چترال کی طرف اپنی جان لے کر نکل گیا۔

میر صفدر علی خاں اور اس کے وزیر دادو کے ساتھ ملاقاتوں میں معاملات کے متعلق عرصہ تک بحث ہوتی رہی بالآخر گورنمنٹ کی شرائط راجہ نے قبول کر لیں اور اس کا بھی وعدہ کیا کہ کپتان ینگ ہسبنڈ کو واپسی پامیر کے موقعہ پر گلگت کا راستہ وہ خوشی کے ساتھ دیدیگا اس کے بعد سکندر اعظم کے وارث صفدر علی خاں ہونزہ کے تھم یعنی راجہ نے اصرار کیا کہ اسکے چار سالہ لڑکے کا بھی وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ راجۂ نگر کے ولی عہد کو وظیفہ دیا گیا ہے۔ اس سے انکار ہونے پر وہ بگڑ گیا جس روز کرنیل ڈیورنیڈ نے واپسی کی تیاری کی تھم کی طرف سے حملہ کا اندیشہ پیدا ہوا اس کی مدافعت کے لئے پوری تیاری کی گئی لیکن دوسرے دن خیریت رہی اور کرنیل ڈیورنیڈ مع اپنے ہمراہیوں کے ہونزہ سے روانہ ہو کر بخیریت گلگت پہونچ گیا اس طرح سے کرنیل ڈیورنیڈ نے نگر اور ہونزہ ہر دو راجگان کے ساتھ شرائط کا فیصلہ کر لیا

اس کے بعد چند روز گلگت میں قیام کر کے چترال کو روانہ ہوا۔ یاسین اور مستوج سے گذر کر چترال پہونچا وہاں چند روز قیام کر کے مہتر امان الملک کے ساتھ شرائط طے کیں اس اثنا میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے سفر کافرستان کی تیاری کی اور اس قوم کے اکابران سے ملاقات کر کے انسے اپنی امداد کا وعدہ لیا بعد ازاں وہ روانہ کافرستان ہوگیا۔ اور کرنیل ڈیورینڈ گلگت کو واپس ہوا مستوج۔ یاسین۔ اور پونیال سے گذرتا ہوا نومبر میں گلگت پہونچا چند روز کے بعد ڈاکٹر رابرٹسن گلگت سے گذرتا ہوا ہندوستان کو چلا گیا۔ ان کے پیچھے کپتان ینگ ہسبنڈ بھی پامیر سے واپس آکر ہندوستان کو چلا گیا اور کرنیل ڈیورینڈ اور لفٹنٹ مینرس سمتھ گلگت میں پہلا موسم زمستان گذارنے کے ارادہ سے اطمینان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

بہار ۱۸۹۰ء میں کرنیل ڈیورینڈ گلگت سے کشمیر وہاں سے شملہ۔ اور وہاں سے تین ماہ کی رخصت پر انگلستان چلا گیا اس کی عدم موجودگی میں نیا ڈاکٹر بھی گلگت میں پہونچ گیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن گلگت سے ہوتا ہوا دوبارہ کافرستان کو چلا گیا کرنیل ڈیورینڈ نے اپنی واپسی پر سڑک کشمیر گلگت کے بنائے جانے کا انتظام کیا۔

باربرداری کی بدانتظامی اور محکمہ ڈاک کی خرابی بہت تکلیف دہ چیزیں تھیں اس کی اصلاح کی تجویز اس طرح کی گئی کہ کشمیر کو ہندوستان کے سلسلہ شاہی ڈاک رسانی میں شامل کر دیا جائے اور باربرداری کے انتظام کو ہندوستان کے محکمہ کمسریٹ کے ایک افسر کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ ان تجاویز کے عملدرآمد میں بڑا وقت صرف ہوا کمسریٹ کا انتظام دو سال کے اندر ہو گیا لیکن محکمہ ڈاک کے انتظام کی تکمیل ۱۸۹۲ء تک نہیں ہو سکی۔

مالیہ جنسی کی وصولی میں بہت غبن ہوتا تھا۔ اس کی اصلاح میں کرنیل ڈیورینڈ کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ الغرض اس نے فوج کی رسد رسانی کے انتظام کو درست کر دیا اور تو ہل کی سڑک جو موسم بہار میں دریا کی آب خیزی کی وجہ سے بند رہتی تھی سنگلاخ کے اوپر سے نیزی اور تو ہل کا راستہ تمام سال کے لئے کھول دیا۔

۱۸۹۱ء میں ہنزہ نگر کی طرف سے چھاپہ میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورینڈ کا عاقلانہ انتظام

۱۸۹۱ء کے موسم بہار میں ہر طرف سے فتنہ و فساد کی افواہیں آنی شروع ہو گئیں

پائینی وادی سندھ کی اقوام درد اور گلگت کی ملحقہ اقوام کا دستور ہے کہ موسم زمستان میں جبکہ کھیتی باڑی کے کام سے لوگوں کو فراغت ہوتی ہے تو علاقہ گلگت پر دھاڑے مارتے ہیں۔ یا آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کی سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ غرض کہ اقوام کے درمیان اور راجگان کے پاس ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اور اتحاد کی تجاویز درست ہونے لگیں جس سے ظاہر یہی ہوتا تھا کہ جنگ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ حالات دیکھکر کرنیل ڈیورنڈ نے فوج کی نقل و حرکت شروع کر دی۔ اپریل میں سادہ ایک دستہ فوج اور دو توپیں لے کر گاکوچ پہونچا اور اثنائے راہ میں فوج کے آرام و آسایش کا پورا انتظام کر دیا۔ اس کا اثر فوج کے اوپر اور نیز ہمسایہ اقوام کے اوپر بہت خوشگوار ہوا۔

بڈھے راجہ نگر کا ایک چھیتا بیٹا گوری تھم تھا جس کی شادی استور کے راجہ کی بیٹی کے ہوئی تھی۔ یہ گلگت میں بہت دیر تک رہا تھا اور بہت خوش باش اور نیک بخت تھا خبر پہونچی کہ عذرا خاں نے اُسے اور اُس کے بڑے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے باپ نے اُس کی رہائش کا انتظام علاقہ نگر کے ایک پائینی موضع میں کیا تھا تاکہ اپنے طاقتور بڑے بھائی کی شر سے دور رہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اپنے گھر سے اپنے باپ کے دیکھنے کو نگر جا رہا تھا جب وہ راستہ میں پول پڑی کے اوپر پہونچا تو اس نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ بندوق کا توڑا سلگنے کی بو آ رہی ہے۔ اس نے اپنا گھوڑا روکا اور واپس ہونے کی کوشش کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گولی سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کا خالی گھوڑا بھاگتا ہوا گھر واپس پہونچا۔ اس کا بڑا بھائی قلعہ کے دروازہ پر تھا۔ کاٹھی کے اوپر خون کے دھبے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوا۔ اور اسی گھوڑے پر سوار ہو کر سرحد کی طرف اپنی جان لے کر بھاگا مگر عذرا خاں کی تجویز مکمل تھی وہ فوراً گھیر لیا گیا جب اس نے دیکھا کہ کام ختم ہے تو گھوڑے سے اتر پڑا گریبان چاک کر دیا۔ اور قاتلوں سے کہا کہ اپنا کام پورا کرو۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی مردہ تھا۔

اس واقعہ قتل کا اثر گلگت پر نہیں پڑتا تھا۔ مگر اس واقعہ کے ساتھ جو خبر گلگت میں پہونچی وہ البتہ اہمیت رکھتی تھی۔ نومل سے تقریباً بارہ میل اوپر کی طرف چھلت کا قلعہ ہے اور اس کے قریب چھپر وٹ ہے یہ ملک نگر کا ہے۔ مگر افسران کشمیر اور راجہ نگر کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے ان ہر دو قلعہ جات میں ڈوگرہ فوج تعینات تھی۔ عذرا خاں

نے چھلت چھروٹ پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر کی فراہمی شروع کردی اس نے فوراً حملہ کردیا ہوتا مگر اپنے باپ کی طرف سے اسے پورا اطمینان نہ تھا اور راجہ ہونزہ کو اپنے ساتھ ملانے کی وہ کوشش کر رہا تھا۔ اس کے فیصلہ کا بھی انتظار تھا۔ اس اثنا میں یہ پیچیدگی پیدا ہوگئی کہ عذرا خاں کے دو بھتیجے ہونزہ میں رہتے تھے عذرا خاں نے راجہ ہونزہ سے کہا کہ ان دونوں کو بھی ختم کردیا جائے یہ لڑکے میر ہونزہ کے بھانجے تھے اور علاوہ ازیں اسکو یہ بھی خیال تھا کہ نگر کے ساتھ آیندہ فتنہ و فساد کی صورت میں یہ لڑکے اس کے لئے ایک مفید آلہ ثابت ہوں گے اس نے عذرا خاں کی درخواست سے انکار کردیا۔

عذرا خاں کی یہ تیاری دیکھکر کرنیل ڈیورنیڈ نے چھلت پر پیش قدمی کا فیصلہ کردیا۔ دو سو جوان افواج کشمیر اور خچر باٹری کی دونوں توپیں فی الفور چھلت روانہ کردیں اور ان سے پہلے ایک سوار اس حکم کے ساتھ چھلت کو بھیج دیا کہ نالہ چھلت اور دریائے ہونزہ کے دونوں جھولے فوراً کاٹ دیئے جائیں۔ راجہ اکبر خاں کو ہدایت کی گئی کہ لیویان پونیال کو ساتھ لے کر نومل میں براہ پہاڑ فوج کے ساتھ شامل ہوجائے۔ چھلت سے نیچے نومل کی طرف سڑک ایک نہایت خطرناک موقع موسومہ چیچار پڑی سے گذرتی ہے اس موقع پر لیویان کو تعینات کرکے قبضہ کرلیا گیا اور میجر گوکل کو مع اس کے دستہ سفرمینا کے جو سڑک گلگت کشمیر پر بونجی اور استور کے درمیان میں کام کر رہا تھا طلب کیا گیا کہ سڑک کے خراب مقامات کو درست کرے۔ غرض کہ اس انتظام کے ساتھ کرنیل ڈیورنیڈ چھلت میں پہونچ گیا۔ عذرا خاں نلت میں لشکر جمع کر رہا تھا۔ دو روز تک اس کے حملہ کا اندیشہ رہا مگر فوج کشمیر کی اس نقل و حرکت کی وجہ سے اسے فوری حملہ کی جرأت نہیں ہوئی۔

اتنے میں ہونزہ و نگر کے ایلچی چھلت میں پہونچے۔ انھیں کرنیل ڈیورنیڈ نے یہ صلاح دی کہ اگر ان کے راجگان نے سرحدی چوکیات کشمیر کی تسخیر کی کوشش کی۔ یا چھلت اور نومل کے درمیان سڑک کو روکنے کی غرض سے کوئی حرکت کی تو یہ ایک غیر دوستانہ فعل تصور ہوگا۔ اور اسی کے مطابق اس کا بدلہ بھی لیا جائے گا۔ اور انھیں انعام دیکر واپس کردیا۔ بعد ازاں کرنیل ڈیورنیڈ بھی گلگت کو واپس چلا آیا۔ اس انتظام سے جنگ کا فوری خطرہ جاتا رہا مگر اس قسم کے انتظامات کو مستقل نہیں خیال کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ

راجہ ہونزہ اپنی شرائط پر قائم نہیں رہا تھا۔ اور نومل کے ایک کشمیری رعایائے کشمیر کو لے سرحد کے پار غلامی میں فروخت کر دیا تھا۔

بماہ اگست ۱۸۹۱ء راجہ رام سنگھ کمانڈر انچیف افواج جموں وکشمیر گلگت میں تشریف لائے۔ انھیں کرنیل ڈیورنیڈ نے اپنے انتظامات کے متعلق ہر ایک چیز کو موقع پر دکھلایا۔ اور ان کا اطمینان کر دیا کہ فوج کے آرام و آسایش۔ اور ان کی تنظیم کی تکمیل۔ اور سرحد کے استحکام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا ہے۔ راجہ رام سنگھ نومل تک گئے۔ اور ہر طرف سرحد کے انتظام اور استحکام کی طرف سے انھیں پورا اطمینان کرا دیا۔

اس اثنا میں کرنیل ڈیورنیڈ کو شملہ جانا پڑا اس کی غیر حاضری میں سلطنت روسیہ نے پامیر کے اوپر پیش قدمی کر کے بعض علاقہ جات کا الحاق کر لیا۔ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو قید کر کے اپنے نو حاصل کردہ ملک کی سرحد پر واپس پہونچا دیا۔ اس واقعہ سے گلگت کے سرحدی علاقہ جات میں بہت شورش پیدا ہوئی۔ اس بنا پر سرکار انگلشیہ ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ گلگت میں کمک کے لئے دو سو جوان پلٹن گورکھا کے اور دو توپیں خچر باٹری کی تعینات کر دی جائیں۔ اور چھلت میں ایک چھوٹا قلعہ تعمیر کر کے کچھ اور فوج تعینات کر دی جائے تاکہ ہونزہ ونگر کی طرف سے آئندہ حملہ کا اندیشہ نہ رہے۔ اور پندرہ چیدہ انگریز افسران فوج سرحد گلگت پر تعینات کر دئے اور چچاپر پڑی پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا۔

شملہ سے واپس ہو کر کرنیل ڈیورنیڈ کشمیر پہونچا۔ وہاں سے اس نے گلگت کیلئے غلہ بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور اس کے بعد کشمیر سے روانہ ہو کر گلگت پہونچا۔ یہاں ہونزہ ونگر کی طرف سے چھلت پر حملہ کئے جانے کی افواہ گرم تھی۔ مگر فوج کشمیر اس کی مدافعت کے لئے پوری طرح تیار تھی۔

موسم خزاں میں خبریں آنی شروع ہوگئیں کہ پائیں وادی سندھ کی اقوام اتحاد کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ بونجی پر حملہ کریں۔ اور سردار نظام الملک حاکم یاسین کی بابت دریافت ہوا کہ اقوام وادی سندھ کے ساتھ خط کتابت کر رہا ہے اگر چھلت میں افواج کشمیر کو شکست ہو تو فوراً گلگت پر حملہ کر دیا جائے۔

(۴) مہم ہونزہ و نگر ۱۸۹۱-۹۲ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا

ہونزہ ونگر کے ساتھ مصالحت سے فیصلہ ہو جانے کی کوئی امید نہ تھی۔ یہ ہر دو اقوام لشکر

کے جمع کرنے میں مصروف تھیں کہ چھلت کو تسخیر کر کے نومل کا محاصرہ کر لیں اور دیگر اقوام بھی حملہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ لہٰذا کرنیل ڈیورینڈ نے دستہ فوج گورکھا اور خچر باتری کی دونوں توپوں کو اور افواج کشمیر کو چھلت روانہ کر دیا۔ اور سڑک چھلت کو درست کئے جانے کا انتظام کر دیا۔

اس اثنا میں ڈاکٹر جارج رابرٹسن کافرستان سے واپس آکر کرنیل ڈیورینڈ کے ساتھ شامل ہو گیا کرنیل ڈیورینڈ نے اس خیال سے کہ اگر بحالت جنگ کسی وجہ سے وہ خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھنے کے ناقابل ہو جائے تو اندیشہ ہے کہ اس سے عین نیچے جو سب سے بڑا جنگی افسر ہے اس کے مقامی حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آئیں اس لئے اس نے حکم لکھ دیا کہ ان حالات میں مہم کا چیف پولیٹیکل افسر ڈاکٹر رابرٹسن ہوگا۔

اس مہم کے واقعات کو نائٹ نے اپنی قابل قدر تصنیف موسومہ "وھیر تھری امپائرس میٹ" میں نہایت خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور چونکہ آغاز مہم سے اس کے خاتمہ تک وہ مسلسل شریک مہم رہا ہے جو کچھ اس نے لکھا ہے بچشم دید لکھا ہے لہٰذا اس جنگ کے بیان کا میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ مصنف مذکور کے بیان کا خلاصہ درج کر دوں جو حسب ذیل ہے اس بیان کے آغاز میں بعض اوقات کی جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں تکرار ہے مگر اسباب مہم کو ایک جگہ دکھلانے کی غرض سے میں نے اسے جائز رکھا ہے۔

اس مہم کے اسباب مختصراً حسب ذیل تھے کرنیل ڈیورینڈ نے راجگان ہونزہ و نگر کیا تھ ۱۸۸۹ء میں عہدنامہ کیا تھا جس کی رو سے راجگان نے اپنے آپ کو پابند کیا تھا کہ سڑک یارقند کے قافلوں پر آئندہ حملہ اور لوٹ مار نہ کریں گے اور یہ اقرار کیا تھا کہ سرکار برطانیہ کے افسران کو جنہیں باضابطہ اجازت دی گئی ہو جب کبھی ضرورت ہو اپنے ملک میں سفر کرنے سے نہ روکیں گے۔ دوسری طرف سے سرکار انگلشیہ ہند نے ہر دو راجگان کو وظیفہ دینا قبول کیا تھا اس انتظام کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ راجگان نے عہد شکنی کی۔ اور پہلے کی طرح دھاڑے اور سرقہ شروع کر دئے۔ راجہ ہونزہ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو صاف کہہ دیا کہ تاوقتیکہ ہمارا وظیفہ ازاد نہ کیا جائے ہم قافلوں کی لوٹ مار جاری رکھیں گے کیونکہ یہ ایک جائز وسیلہ ہماری آمدنی کا ہے بعد میں جبکہ کپتان ینگ ہسبنڈ پامیر میں تھا۔ اس کے خطوط کا اپنے ملک سے گذرنا راجہ ہونزہ نے بند کر دیا۔

سرکار انگلشیہ ہند نے راجگان ہنزہ و نگر کے اوپر جو شرائط عائد کی تھیں وہ بمقابلہ اُنکے بدسلوکی کے بہت نرم تھیں۔ یعنی سابقہ بدسلوکی سے درگذر کیا جائے مگر آئندہ کے لئے کسی فتنہ پردازی کو برداشت نہ کیا جائے۔ چھلت میں ایک جدید قلعہ تعمیر کیا جائے گلگت سے نگر اور ہنزہ تک سڑک تعمیر کی جائے جس پر خچریں بآسانی چل سکیں اور اگر ضرورت ہو تو اس سڑک کو ہنزہ سے آگے بھی ہندوکش تک وسعت دی جائے راجگان اگر مخالفت کریں تو اُس کی پروا نہ کی جائے اور فوج تعینات کر کے سڑک کی تکمیل کیجائے

اہل ہنزہ کے سابقہ حالات کا اندازہ کرکے خیال یہی ہوتا تھا کہ وہ یقیناً سڑک بنانے میں مزاحمت کریں گے۔ اب تک وہ زیر نہیں ہوئے تھے۔ اور ملک ہند کی بہترین افواج کو انھوں نے کئی دفعہ شکست دی تھی ۱۸۴۸ء میں نتھے شاہ نے انپر حملہ کیا مگر وہ ان کی چھپی ہوئی فوج کے درمیان اس طرح گھر گیا کہ خود بھی مارا گیا اور اس کی تمام فوج قتل ہو گئی بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں ڈوگروں پر پھر حملہ کیا اور انھیں شکست دی مہاراجہ کی فوج فرار ہو کر بمشکل تمام گلگت پہونچی۔ اس کے بعد چھلت پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی طرح کی متعدد فتوحات کا بحق ہنزہ و نگر حوالہ دیا جا سکتا ہے اس لئے اہل ملک کا خیال اس حملہ کی بابت یہی تھا کہ انگریزوں کی فوج تباہ ہو جائیگی۔

الغرض تیاری کی جاتی رہی۔ اور گلگت میں فوج جمع ہوتی رہی چنانچہ فوج سرکار انگلشیہ ہند۔ و افواج مہاراجہ کشمیر۔ اور پونیال کی کناوہ فوج جسے لیوی کہتے ہیں سب ملا کر تقریباً دو ہزار سپاہی کرنیل ڈیورنڈ کی سرکردگی میں جمع ہو گئے۔ مگر ان سب کو جنگ پر لیجانا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ استور بونجی و گلگت میں۔ اور چھلت و گلگت کے درمیان بھی فوج رکھنی ضروری تھی۔ اس انتظام کے بعد چھلت سے آگے جنگ کے لئے صرف ایک ہزار سپاہی بچتے تھے۔

یہ فوج مختلف گروہوں میں یکے بعد دیگرے چھلت کو روانہ ہوئی اور کرنیل ڈیورنڈ مع اپنے ماتحت افسروں کے ۲۷ نومبر کو چھلت میں پہونچا۔ پھر ڈاکٹر رابرٹسن بھی پہونچ گیا۔ دوسرے دن جنرل سورم چند بھی اپنے عملہ کے ساتھ پہونچ گیا۔

۳۰ نومبر کو کرنیل ڈیورنڈ کی آخری شرائط کا جواب بذریعہ اس کے ایلچی کے پہونچا اس ایلچی نے یہ بھی تبلایا کہ دشمن نے قلعہ نلت کو اس حد تک استحکام دیا ہوا ہے کہ انھیں کامل یقین ہے کہ آئندہ بہار تک دنیا کی کوئی طاقت اسے زیر نہیں کر سکتی ہے اور بہار کے موسم میں انسان روپیہ

انھیں دنبالہ پر توپوں اور کار توسوں سے امداد پہونچانے کا وعدہ کر گئے ہیں۔ کرنیل ڈیورنیڈ کی آخری شرائط کا تحریری جواب اتحادی ایگان کی طرف سے یہ پہونچا کہ وہ اپنے ملک میں کوئی سڑک نہیں بنانے دیں گے۔ اور اگر جبر کیا گیا تو جبر کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے

اب حکم ہوا کہ یکم دسمبر کو سرحد عبور کر کے حملہ کیا جائے۔ اس مہم ہونزہ۔ نگر کی تعداد حسب ذیل تھی۔ پانچویں پلٹن گورکھا ۱۰۸ جوان۔ بیسویں پلٹن پنجابی ۲۰ جوان۔ ہزارہ کا توپ خانہ پہاڑی ۶۰ جوان۔ بنگال سفرمینا ۷ جوان۔ کل ۲۹۱۔ اور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۶۶۱ جوان۔ میزان کل ۹۵۲ جوان اس باقاعدہ فوج کے علاوہ ۱۶۰ پونیال کی فوج لیوی اور تقریباً ۲۰۰ پٹھان سپیڈنگ کمپنی کے اور سولہ انگریز افسر اس مہم کے ساتھ تھے۔

حکم یہ دیا گیا کہ رگھو پرتاب کے پچاس سپاہی پہلے درہ پر قبضہ کر لیں۔ پھر سپیڈنگ کمپنی کے جوان درہ تک سڑک تیار کر دیں۔ اور دوسرے دن تمام فوج دریائے ہونزہ کو عبور کر کے نگر کی طرف لب دریا شب باش ہو۔

درہ کی چوٹی تک چڑھائی سخت تھی۔ سڑک تیار ہو گئی۔ اور خچر بن توپوں کو لے کر گذر گئیں۔ درہ کی بلندی سطح دریا سے ۸۰۰ فٹ کے قریب ہے۔ اس موقع سے وادی ہونزہ صاف نظر آتی ہے۔ تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر قلعہ نلت کے برج دکھلائی دیتے ہیں جسے دوسرے دن فتح کرنے کا ارادہ تھا۔ تمام فوج اور بار برداری بڑی دقت سے درہ کے اوپر چڑھی اور نیچے اتری۔ اور بڑی مشکلات کا مقابلہ کرتی ہوئی نلت پہونچی۔ قلعہ نہایت مستحکم تھا گانوں کے اندر پانی کا نام ونشان نہ تھا اور دریا تک پہونچنا ناممکن تھا۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ باوجود ان مشکلات کے فیصلہ یہ کیا گیا کہ پہلے قلعہ کو فتح کر لیا جائے اور پھر پیاس بجھائی جائے

قلعہ کے نزدیک فوج پہونچی تو نگر والوں نے تفنگ زنی شروع کر دی۔ گورکھہ سپاہی جو آگے تھے انھوں نے اس کا جواب دیا۔ فوج حملہ کر کے قلعہ کے نزدیک پہونچ گئی دونوں طرف سے گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی اور خچر باتری کی توپوں نے گولہ اندازی شروع کر دی اس اثنا میں معلوم ہوا کہ کرنیل ڈیورنیڈ زخمی ہو گیا ہے۔ اتنے میں کپتان ایلمر نے گولی کی بارش کے درمیان قلعہ کے پھاٹک کو گن کاٹن کی سرنگ لگا کر اڑا دیا۔ اور سپاہی قلعہ کے اندر داخل ہونے لگے دشمن نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر حملہ ایسا سخت تھا کہ فوج دشمن کا دل جلد ٹوٹ گیا

لفٹننٹ ٹونز ہنڈا مپریل سروس فوج کے ساتھ پہونچ گیا اور قلعہ کے اندر قتل عام شروع ہو گیا
وزیر نگر مارا گیا۔ مگر بڑے بڑے سرکردہ اور فوج محصورہ کا اکثر حصہ جو دروازہ سے نکلکر فرار ہو گیا
اس طرح سے یہ مستحکم قلعہ جسپر دشمن کی متحدہ فوج کو فخر تھا چند گھنٹوں میں دلیرانہ حملہ سے
فتح ہو گیا کل نقصان ۶ مقتول اور ۲۷ مجروح شمار ہوا۔ فوج دشمن میں سے قلعہ کے اندر ۸۰
مقتول ہوئے مگر پہاڑی کے بالائی حصہ میں دشمن نے جو مورچے بنائے ہوئے تھے ان کے
اندر سے گولی اور شیر بچہ کے گولوں کی بوچھار شام تک جاری رہی کرنیل ڈیورینڈ کا خیال تھا
کہ تسخیر قلعہ نلت کے ساتھ ہی دھاوا کر کے ان مورچوں سے دشمن کو بھگا دیا جائے لیکن کرنیل
ڈیورینڈ کے زخمی ہونے کے بعد کپتان برڈ شاکمان افسر ہو گیا۔ اسے یہ تجویز ناممکن العمل
معلوم ہوئی۔ کیونکہ دشمن نے راستہ کو جابجا توڑ دیا تھا۔

قلعہ سے آگے بڑھکر سڑک ہونزہ چکر کھاکر نالہ نلت کے شکم میں اترتی ہے اور اسیطرح
دوسرے کنارے پر چڑھتی ہے۔ اس چڑھائی کے اوپر دشمن نے ایک زبردست مورچہ تعمیر
کیا تھا۔ جس کے اندر سے تقریباً ایک سو آدمی گولی چلا رہے تھے۔ پیش قدمی کے لئے یہ بڑی
رکاوٹ تھی۔ لہٰذا توپیں اس کے اوپر سیدھی کر دی گئیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد گولہ باری
سے یہ مورچہ خالی ہو گیا۔

اب قلعہ کی تلاشی لی گئی اور نگر والے جو باقی تھے چن چن کر انھیں نکالا گیا۔ گورکھا
سپاہیوں نے اپنے ساتھی مقتولین کا دل کھول کر بدلہ لیا۔ مگر تھوڑی دیر میں امن قائم ہو گیا
اور مجروحین کی مرہم پٹی کا کام شروع ہوا۔ کرنیل ڈیورینڈ کے کولے کے جوڑ میں گولی لگی تھی
پہلے خیال تھا کہ زخم مہلک ہے مگر بعد میں جبکہ گولی نکالی گئی تو زخم اس درجہ سنگین نہیں پایا گیا
گولی پتھر کی تھی جس کے اوپر سیسہ منڈھا ہوا تھا۔

۳ دسمبر کو صبح سویرے تھول کی طرف پیش قدمی کی تیاری کی گئی اور سپینڈ نگ کپتی
کے پٹھانوں کے ساتھ توپیں روانہ ہوئیں اور مقدمۃ الجیش بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب
یہ ایک کھلی جگہ میں پہونچے تو سامنے کے مورچے سے گولی چلنا شروع ہو گئی۔ دم بھر تمام
پہاڑی بندوقچیوں سے بھر گئی۔ اور گولی کی بارش ہونے لگی۔ لاچار تمام فوج کو واپس ہونا پڑا
مگر اس اثنا میں کئی مقتول اور مجروح ہوئے۔

پھر بڑی کوشش کے ساتھ درہ کے اوپر تک راستہ درست کیا گیا۔ اس کے اوپر فوج پہنچی تو پھر گولی برسنی شروع ہو گئی۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ پرانا راستہ چھوڑ کر نئی سڑک تیار کی جائے اس میں بھی دشمن نے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ بعد ازاں کپتان بریڈ شا نے حکم دیا کہ ۸۔ دسمبر کو نالہ نلت کے پائیں کنارے سے ان مقامات پر حملہ کیا جائے جنہیں دشمن نے روکا ہوا ہے۔ لیکن دشمن کو اس تیاری کی خبر رات ہی کو لگ گئی۔ اور انہوں نے راستہ ہی سے تفنگ زنی اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ لہٰذا اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔

۹۔ دسمبر کو مایوں کی طرف لب دریا کچھ آدمی نظر آئے اور دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ میر ہونزہ کے ایلچی ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی گئی اس نے ہونزہ کے راجہ کا مراسلہ پیش کیا جس میں درج تھا کہ ما بدولت شاہ ہونزہ صلح کے لئے تیار ہیں مگر برٹش ایجنٹ کی شرائط کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہم اپنے ملک میں سڑک ہرگز نہیں بنانے دیں گے۔ قلعہ نلت کو فتح کر لینا ایک معمولی کام ہے اس پر ہرگز فخر نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے جرنیلوں کا بھی کم و بیش یہی خیال تھا لیکن نلت سے آگے بڑھنا تمہارے لئے ناممکن ہے کیونکہ ہمارے استحکامات ناقابل فتح ہیں۔ اس کا جواب ایلچی کو یہ دیا گیا کہ جب تک تم سرکار انگلشیہ ہند کے حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ نہ ہو جاؤ خط کتابت بیکار ہے اس کے بعد میدان کارزار بدستور گرم ہو گیا۔

۱۱۔ دسمبر کو رات کے وقت ایک دستہ فوج نے دریا کو عبور کر کے قلعہ مایوں پر حملہ کیا مگر اہل ہونزہ مقابلہ کے لئے تیار تھے۔ فوج گولی چلانے کے بغیر واپس ہوئی۔ یہ تحقیقات جاری رہی کہ حملہ کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ اس تحقیق میں ریاست کی پلٹن باڈی گارڈ کے سپاہیوں نے بڑا حصہ لیا اور بالخصوص ایک پہاڑی اور دلیر سپاہی نگدا نامی ہر رات اسی کوشش میں لگا رہا اور بالآخر اس نے وہ تجویز نکالی جس کی بنا پر ۲۰۔ دسمبر کو کامیابی ہوئی۔

نگدا کو پہاڑ پر چڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ پہاڑی کی چوٹی پر جو دیدبانی برج تعمیر کیا گیا ہے اس کے بالمقابل جو سنگلاخ ہے اس نے اوپر چڑھ جانے کا امکان ہے رات کو بارہ پہاڑی سپاہی لے کر وہ اس موقع پر جائیگا اور کوشش کریگا۔ سنگلاخ کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد وہ دشمن کے اس مورچہ کے آدمیوں کو بھگا دیگا جو اس سنگلاخ کے دامن میں دشمن نے بنایا ہوا ہے جہاں سے وہ پتھر گراتے رہتے ہیں جب یہ موقع قبضہ میں آ جائے تو

فوج اس راستہ سے اوپر چڑھ سکتی ہے اور دشمن کے استحکامات کو توڑ سکتی ہے۔

یہ تجویز گو کہ بہت دلیرانہ مگر بظاہر ممکن العمل تھی لہذا نگدا کو کوشش کرنے کی اجازت دی گئی نگدا رات کو روانہ ہوا مگر دشمن ہوشیار یا باخبر ثابت ہوا۔ سپاہی ابھی زیادہ دور نہیں جانے پائے تھے کہ دشمن نے خطرہ کا اعلان کر دیا اور ہر ایک مورچہ سے گولہ باری شروع ہو گئی۔ نگدا کے لئے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ پتھروں کے نیچے چھپ رہے اور جس وقت موقع ملے ایک پتھر کے پیچھے سے نکل کر دوسرے کی آڑ لیتا ہوا واپس ہوا اور قلعہ میں پہونچ جائے صبح کو دیکھا گیا کہ رات کو اسی سنگلاخ کے درمیان دو اور مورچے تیار ہو گئے جہاں سے نگدا اوپر کی طرف چڑھنا چاہتا تھا۔

مگر مستقل مزاج نگدا نے اس ناکامی سے ہمت نہیں ہاری۔ وہ بار بار کوشش کرتا رہا اور بالآخر اس نے اپنے استقلال کی مدد سے کامیابی حاصل کی وہ ایک رات تن تنہا دشمن کے مورچے کے نیچے تک سنگلاخ پر چڑھ گیا اور اطمینان کر کے واپس آگیا کہ راستہ کا امکان ہے اور جو تجویز اس نے کی تھی وہی بعد میں اختیار کی گئی اور کامیاب ثابت ہوئی۔

جس راستہ سے نگدا اس مورچہ تک پہونچا تھا وہ خود اس کے چڑھنے کے لئے ممکن العمل تھا۔ لیکن فوج کا رات کے اندھیرے میں بندوق اٹھا کر اس دشوار گذار سنگلاخ کے درمیان سے گذرنا مشکل تھا۔ اس لئے تجویز کی گئی کہ دن کی روشنی میں تفنگ زنی سے مورچہ پر طوفان برپا کیا جائے اور اس گولہ باری کی آڑ میں اس مورچے کے نیچے سے فوج کو گذار دیا جائے۔ نگدا نے تبلایا کہ مورچے کے نیچے سنگلاخ بالکل عمودی ہے۔ اس کے اندر سے باہر کا حال دیکھنا ناممکن ہے اور اگر کسی نے اندر سے مورچے کے اوپر سر نکالنے کی جرات کی تو ہمارے تفنگچی اس کی رکاوٹ بوجہ احسن کر سکتے ہیں۔ اب ضروری یہ تھا کہ فوراً اس پر عمل کیا جائے کیونکہ دیر کرنے سے اندیشہ تھا کہ مبادا دشمن کو اس تدبیر کی خبر ہو جائے اور تجویز الٹ جائے۔

اس وقت کپتان بریڈشا گلگت گیا ہوا تھا اور فوج کی کمان کپتان میکنزی کے ہاتھ میں تھی جس نے اس تجویز پر عمل کیا۔ اسے کلیتہً پردہ اخفا میں رکھا گیا اور کسی کو اشتباہ کا بھی موقع نہیں دیا گیا کہ کیا چیز زیر بحث ہے۔ ۱۹۔ دسمبر کو یہ حکم دیا گیا کہ لفٹنٹ منرز سمتھ اور لفٹنٹ ٹیلر پلٹن باڈی گارڈ کے ایک سو سپاہی پچاس ڈوگرہ اور پچاس گورکھا۔ جو دشوار گذار سنگلاخ پر چڑھنے کے عادی تھے ساتھ لے کر رات کے وقت نالہ نلت میں اتریں۔ اور نالہ کے دوسری طرف سنگلاخ

کہ نیچے اس موقع پر پہونچنے کی کوشش کریں جہاں سے نگلانے سنگلاخ کے اوپر چڑھنے کی تجویز کی تھی اور روشنی ہونے تک چھپے رہیں تاوقتیکہ نشانہ باز بدوچی کنارہ نالہ کی پہاڑی پر اپنی قطار درست کرلیں اور ان کی پیش قدمی کی امداد میں تفنگ زنی شروع کردیں۔

چنانچہ لفٹنٹ میزرس سمتھ اپنا دستہ فوج لے کر سات بجے رات کو روانہ ہوگیا۔ تخمینہ یہ تھا کہ دو گھنٹہ تک وہ اپنے موقع پر پہونچ جائے گا۔ ۲۰۔ دسمبر کو تھوڑی رات دبے امدادی فوج پہاڑی کے اوپر چڑھنے کے لیے تیار ہوئی یہ سب ۱۲۵ چیدہ نشانہ انداز سپاہی تھے یعنی پچاس سپاہی گورکھا زیر کمان لفٹنٹ بوایس رگین۔ پچیس پٹھان بلیسویں پنجابی پلٹن زیر کمان سٹرنا لٹے تیس سپاہی پلٹن رگھو پرتاب زیر کمان لفٹنٹ ٹونزنڈ۔ اور تیس سپاہی پلٹن باڈی گارڈ زیر کمان لفٹنٹ بیرڈ لفٹنٹ الونی بھی اپنی دونوں سات پونڈ والی توپیں لے کر اُنکے ساتھ تھا۔ اور لفٹنٹ ویڈی کو سب کو قلعہ کے اندر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ وہاں سے تفنگ زنی کا انتظام کرے تاکہ ان چاروں مورچوں میں جنپر حملہ کرنے کا ارادہ تھا دشمن کمک نہ پہونچا سکے۔ روشنی ہونے تک یہ سب اپنے اپنے موقع پر پہونچ گئے۔ اور کپتان میکنتری نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ ان چاروں دستہ فوج نے صرف انھیں چار مخصوص مورچوں پر گولی چلانی شروع کی اور لفٹنٹ الونی کی توپوں نے بھی اپنے سکے اور چھوس اور پھٹنے والے گولے برسانے شروع کئے گولی اور گولوں کی اس بارش کے سامنے دشمن کا ٹھہرا رہنا محال تھا اس کی تفنگ زنی پہلے سست ہوئی اور بعد ازاں بند ہوگئی۔

قلعہ والوں سے اہل ہونزہ نے دیکھا کہ آج غیر معمولی گرما گرمی ہے۔ مگر اب تک نالہ کے اندر والی فوج کا پتہ دشمن کو نہیں لگا۔ لیکن بابوں۔ تھول۔ اور زیارت کے سب لوگوں نے چھتوں پر جمع ہوکر دیکھنا شروع کیا کہ اس تفنگ زنی اور گولہ باری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

لفٹنٹ میزرس سمتھ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تفنگ زنی شروع ہونے سے نصف گھنٹہ تک پیش قدمی شروع نہ کرے۔ چنانچہ وقت مقررہ کے گذرنے کے بعد اس نے اپنے پچاس گورکھا لے کر سنگلاخ پر چڑھنا شروع کردیا۔ لفٹنٹ ٹیلر اس کے پیچھے ڈوگروں کو لے کر روانہ ہوا۔ بارہ سو فٹ کی چڑھائی انھیں چڑھنی تھی۔ یہ جوان آہستہ آہستہ چکر کاٹتے ہوئے اوپر کو بڑھے۔ لفٹنٹ میزرس سمتھ اپنی فوج سے آگے آگے آٹھ سو فٹ تک چڑھ گیا یہاں اسے رکنا پڑا کیونکہ اس کے آگے سنگلاخ بالکل عمودی تھی۔ اور اوپر چڑھنا قطعاً ناممکن تھا لہٰذا

اسے مجبوراً لشکر نالہ میں واپس ہونا پڑا۔اس میں تقریباً دو گھنٹے ضائع ہوئے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوشش بھی دیگر کوششوں کی طرح ناکام رہیگی مگر لفٹنٹ مینرس سمتھ نے جھنڈی کے ذریعے کپتان میکنزی کو خبر دی کہ وہ قدرے نیچے کی طرف سے ایک اور کوشش کریگا اور اُسے اُس نے شروع کر دیا۔

اب اُس نے ایک آسان تر راستہ اختیار کیا۔غالباً یہ وہ راستہ تھا جس سے نگدارات کو گیا تھا۔پہاڑی کے اوپر سے گولی چلتی رہی اور لفٹنٹ مینرس سمتھ اپنے آدمیوں کیساتھ اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔یہاں تک کہ وہ چند چست سپاہیوں کے ساتھ ایک مورچے سے اسّی گز کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔اس موقع پر پہلی دفعہ ہایوں کے لوگوں نے ان سپاہیوں کو دیکھا اور آواز دے کر مورچہ والوں کو ہوشیار کیا۔ایک مورچے سے دوسرے مورچے کو فوراً خبر پہونچ گئی۔اور جن چار مورچوں پر یہ حملہ تھا اُنھوں نے اوپر سے پتھر گرانے شروع کر دیے۔مگر سپاہی اس اثنا میں ان پتھروں کی زد سے گذر چکے تھے تاہم کچھ آدمیوں کو شدید زخم پہونچے۔لفٹنٹ ٹیلر کو بھی ایک پتھر لگا مگر سخت ضرب نہیں پہونچی۔آہستہ آہستہ ہردو انگریز افسر اپنے آدمیوں کو حوصلہ دلا کر قدم بقدم اوپر چڑھاتے رہے۔

بالآخر لفٹنٹ مینرس سمتھ زور لگا کر پہلے مورچے کے نیچے پہونچ گیا۔اور اُس کے داہنی طرف چکر کاٹ کر اُس کے ساتھ جو سطح زمین تھی اُس پر جا پہونچا۔چند سپاہی اُس کے ساتھ تھے اور باقی سپاہی ان کے پیچھے آرہے تھے یہ سب جبکہ مورچے کی پشت کی طرف پہونچے تو ان کی بندوقوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔پے در پے چند دفعہ بندوق چلانے کے بعد یہ لوگ مورچے کے اندر گھس گئے اور سنگین اور کھوکھری چلانی شروع کر دی۔خود لفٹنٹ مینرس سمتھ نے پہلے آدمی کو اپنے پستول سے ملک عدم کو پہونچایا۔تھوڑی دیر میں مورچے کے اوپر قبضہ ہو گیا جو لوگ مورچے سے نکل کر فرار ہوئے تھے وہ پہاڑی کے بندوقچیوں کا یا قلعہ والوں کی گولی کا نشانہ ہوئے۔

اس اثنا میں اور سپاہی بھی لفٹنٹ مینرس سمتھ کے ساتھ شامل ہو گئے۔اور اُس نے باقی تینوں مورچے بھی جلد صاف کر دیے۔دلیر نگدا ایک مورچے میں اکیلا گھس گیا اور امداد والوں سے تن تنہا لڑتا رہا۔دشمن کی طرف سے جبکہ اطمینان ہو گیا تو لفٹنٹ مینرس سمتھ نے اپنے پلیلیا

کو جمع کیا اور تھوڑی دیر انھیں آرام دیا۔ اتنے میں ۱/۵ گورکھا اور ڈوگرہ سپاہی بھی زیر کمان لفٹننٹ ٹلر پہونچ گئے پھر ان کے الگ الگ گروہ بناکر دیگر مورچوں پر حملہ کیا گیا۔ یہ مورچے پہاڑی سلامی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ جوان پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور انھوں نے شیر بچوں کو جو وہاں چڑھے ہوئے بیٹھے دھکیل کر نیچے گرادیا۔

دشمن کے کچھ بندوقچیوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اخیر دم تک لڑتے رہے اور انھوں نے امان نہیں مانگی۔ مگر یہ دیکھکر کہ اوپر سے حملہ آور فوج نے انھیں گھیر رکھا ہے اور نیچے پہاڑی والی بندوقیں ان کی جان لینے کے درپے ہیں وہ بالکل بے بس ہو گئے اور گھبرا گئے اب ملکی لشکر نے ہمت ہار دی۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع کردیا۔ پہاڑی والے سپاہیوں نے ان فراریوں میں سے ایک سو تک ہلاک کئے۔ اور جو لوگ اُن کی زد سے نکل گئے۔ ان میں سے اکثر قلعہ والوں کی گولی کا نشانہ ہوئے۔ حملہ آوروں میں سے صرف چار مجروح ہوئے۔

اب دشمن کے ڈھول جو دور فاصلہ پر زور و شور سے بج رہے تھے خاموش ہو گئے اور نیچے ایک عجیب و غریب نظارہ نظر آیا جسے دیکھکر سپاہیوں نے پے در پے نعرہ ہائے خوشی بلند کئے۔ دشمن کے قلعہ جات بھتول وایوں میں جو لشکر تھا اُس نے جب دیکھا کہ جن استحکامات کو وہ ناقابل فتح خیال کرتے تھے اور جن پر انھیں فخر تھا وہ سب اُلٹ گئے اور وہاں کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اب اگر وہ قلعہ میں ٹھہرتے ہیں تو اُن کی واپسی ناممکن ہو جائے گی اس سے اُن کے دلوں پر خوف طاری ہوا۔ نتیجہ یہ کہ یون۔ بھتول اور زیارت کا لشکر اپنی اپنی جگہ سے نکل کر دریا کے دونوں جانب اوپر کی طرف بھاگنے لگا۔ ان کے درمیان بت سے سوار بھی تھے جن میں ان کا جرنیل وزیر داد واور نگر کا بد کردار عضدا خاں بھی تھا۔

اس کے بعد فوج آگے بڑھی اور جس قدر مورچے باقی رہتے تھے اُن سب کو دشمن سے خالی کرایا جو آدمی وہاں ملے انھیں قید کیا اس طرح سے دشمن کے مدافعانہ استحکامات کو خراب کرتی ہوئی یہ فوج پی سن کے قلعہ میں جا پہونچی جو نلت سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نلت کے مختلف مورچوں میں سے ۱۰۸ قیدی پکڑے گئے تھے انھیں چلت روانہ کر دیا گیا

پی سن سے فوج دوسرے دن روانہ ہوکر نگر پہونچی اور قلعہ پر قابض ہوگئی۔ باربرداری کم

پیچھے چھوڑ دیا۔ تنکی میں جعفر خان راجہ نگر فوج کو ملا۔ اور اظہار فرمانبرداری کیا فوج نگر کے قریب پہونچی تو اہل ہونزہ کا مراسلہ ملا۔ کہ ان کا راجہ اور وزیر داود مع اپنے ہمراہیوں کے ملک سے فرار ہو گئے ہیں اور اہل ملک اطاعت و فرمانبرداری کے لیے تیار ہیں

چونکہ نگر والوں کی طرف سے کسی مزید فتنہ و فساد کے برپا ہونے کا اندیشہ نہیں رہا تھا نگر میں فوج تعینات کرنے کی ضرورت نہیں خیال کی گئی اور راجہ کو صرف یہ حکم دے کر کہ اُس کے ملک میں جس قدر اسلحہ ہیں سب کو جمع کر کے ایک معینہ وقت تک حوالہ کر دے تمام فوج نگر سے واپس ہو کر سومایا میں آگئی۔ جہاں سے ہونزہ کا راستہ الگ ہوتا ہے اس جگہ باقی فوج بھی جو پیچھے رہ گئی تھی اور بار برداری سب شامل ہو گئی۔

اکابران ہونزہ میں سے چودہ آدمی سومایا میں بطور یرغمال کے حاضر ہوے اور اُس دستہ فوج کی سلامتی کے ذمہ دار ہوے جو قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجا جا رہا تھا دریاے ہونزہ کے اوپر بذریعہ نگی آدمیوں کے ایک عارضی پل تیار کرایا گیا۔ اور پانچویں گورکھا پلٹن کے ایک سو جوان باتحتی دو انگریز افسروں کے قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیے گئے۔ انھوں نے سات میل کا سفر طے کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور چھت پر چڑھکر جھنڈی کے ذریعے اس واقعہ کی خبر سومایا میں پہونچائی۔

دوسرے دن ۲۳؍ دسمبر کو قلعہ کی تلاشی لی گئی کیونکہ خیال تھا کہ اُس میں خزانہ رکھا ہوا ہے۔ مگر معمولی چیزوں اور گولی بارود کے سوا کوئی قیمتی اسباب انھیں ہاتھ نہیں آیا۔ کچھ دنالہ پر بندوقیں، پستول، اور شیر بچہ ضرور ملے اور ایک توپ بھی دستیاب ہوئی جو راجہ ہونزہ نے ایک یارقندی لوہارسے بنوائی تھی جس کا دعوی تھا کہ دنیا کی کوئی توپ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جسے اس خدمت کے صلے میں بہشت میں پہونچا دیا گیا تھا کہ مبادا راجہ نگر کے لیے بھی ایسی ہی توپ بنا دیوے اور ہونزہ کی جنگی فوقیت جاتی رہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ بھی ملا جس میں طلائی جلدیں قرآن شریف کی اور کچھ فارسی کتابیں تھیں۔

۲۴؍ دسمبر کو باقی فوج بھی سومایا سے چل کر بالتت دار الحکومت ہونزہ میں پہونچ گئی اور دریافت ہوا کہ میر صفدر علی خان راجہ ہونزہ اور راجہ عذرا خاں ولی عہد راجہ نگر اپنے ساتھ چار سو کے قریب آدمی بھی لے گئے ہیں۔ جن کے اوپر وہ ہونزہ کا صرف خزانہ ہی

میں بلکہ تمام اچھی قسم کی بندوقیں بھی اٹھا کر لے گئے ہیں اور اُن کا ارادہ یہ ہے کہ وادی ہونزہ کے سرپرے درہ کلک کو عبور کرکے تاشقرغان واقعہ ترکستان چینی میں پہونچ جائیں۔ اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ ان بھگوڑے راجگان کو پیچھا کرکے پکڑا جائے تاکہ بعد میں وہ فساد نہ پیدا کرسکیں۔ لہٰذا کشمیر کی پلٹن باڈی گارڈ کے ایک سو جوان باتحتی لفٹننٹ بیرڈ والوتی اس غرض کے لیے تیار کیے گئے اور لفٹننٹ مینزیں سمتھ کو اس مہم کا پولٹیکل افسر مقرر کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ درہ کلک کے دامن تک ان کا تعاقب کریں۔ کرسمس کے روز یہ مہم روانہ ہوگئی۔ پہلی منزل عطا آباد میں کی۔ دوسری منزل غلمت میں ہوئی۔ تیسری منزل پاسو میں۔ پاسو سے آگے بڑھے تو کئی گروہ ان لوگوں کے ملے جو راجہ کا سامان کلک پہونچا کر اُس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے ان کے درمیان وزیر ہمایوں کے دو لڑکے بھی تھے۔ ہمایوں بیگ صفدر علی خاں کے والد راجہ غضنفر خاں کے زمانہ میں وزیر تھا۔ صفدر علی جب اپنے والد کو قتل کرنے کے بعد راجہ ہوا تو وزیر ہمایوں اس کے خوف سے ملک چھوڑ کر چترال کی طرف فرار ہوگیا۔ اُس کے پیچھے صفدر علی نے اُس کی بیوی بچے قبضہ کرلیا۔ یہ دونوں لڑکے اپنی والدہ کے ساتھ رہتے رہے جب مہم ہونزہ دنگر کی تیاری ہوئی تو برٹش ایجنٹ نے وزیر ہمایوں کو چترال سے واپس بلا لیا تھا۔ کہ اس انقلاب میں وہ مفید ثابت ہوگا۔ اُس کے لڑکوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ اپنی والدہ اور صفدر علی کا ساتھ چھوڑ کر اپنے والد کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے واپس چلے آئے۔

رات کو اس فوج نے خیبر میں مقام کیا۔ اس اثنا میں خسرو خاں بھی عذرا خاں کا ساتھ چھوڑ کر واپس پہونچ گیا۔ یہ گلگت میں یرغمال رہ چکا تھا اور گلگت کے بعض افسروں کے ساتھ اُس کی جان پہچان تھی۔

خیبر سے چل کر تعاقب کنندگان ۲۹ دسمبر کو گرچا میں پہونچے۔ اُس کے آگے راستہ بہت دشوار گذار تھا اس لیے صرف پچیس سپاہی ساتھ لے کر ۳۰ دسمبر کو ہزار خرابی مسگر پہونچے وادی ہونزہ میں یہ سب سے بلند آبادی ہے۔ سطح سمندر سے اُس کا ارتفاع دس ہزار دو سو فٹ ہے اور درہ کلک کی بلندی پندرہ ہزار فٹ ہے۔ صفدر علی درہ کلک سے پار ہو چکا تھا۔ اور اس سے آگے اُس کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُس لیے یہ پہلو اس کامیاب مہم ہونزہ دنگر کا ناکام رہا۔ لیکن حالات مقامی سے پوری واقفیت حاصل کرلی گئی۔ اور اہل ملک سے اسلحہ

لے لیے گئے لفٹنٹ ٹونسنڈ کو پہلو کی وادیوں میں اسی کام کی غرض سے تعینات کیا گیا تھا اپنا کام پورا کرنے کے بعد وہ بھی مسگر میں اس فوج کے ساتھ شامل ہوگیا۔ غرض کہ یہ انتظام کرکے یہ مہم ضبط شدہ اسلحہ لے کر ۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو بالت میں واپس پہنچ گئی۔

یہاں کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے چھ سو جوان ہونزہ ونگر پر قبضہ رکھنے کی غرض سے تعینات کردیے گئے اور لفٹنٹ ٹونزنڈ کو ملیٹری گورنر اس ملک کا مقرر کردیا گیا۔ اور مابقی فوج ۷ جنوری کو گلگت واپس ہوئی۔

بعد میں صفدر علی کے سوتیلے بھائی محمد نظیم خان کو ہونزہ میں راجہ مقرر کیا گیا۔ اور ہمایوں اُس کا وزیر ہوا اور نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے دیا گیا۔ اور چونکہ وہ بوجہ علالت معذور تھا اُس کا بیٹا سکندر خان بحیثیت ولی عہد اُس کا کام چلاتا رہا۔ عذر اخان جو درہ کلک کو عبور کر گیا تھا چینی افسران ترکستان کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر چینی سپاہیوں کی نگرانی میں چند روز بعد گلگت پہونچا گلگت سے اُسے سری نگر بھیجا گیا۔ جہاں وہ پہلے قلعہ ہری پربت میں قید رہا۔ بعد ازاں سری نگر میں نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔ اُس کی اولاد اب تک اسی جگہ سکونت پذیر ہے۔ بہت سے اور معزز اشخاص بھی ترکستان سے واپس آگئے۔ چینی افسروں نے ان کے ہتھیار لے لئے اور انھیں کلک کے پار کردیا مگر صفدر علی خاں ترکستان ہی میں رہا۔ اُس کے والد کو چینیوں نے گوجال واقعہ چینی ترکستان میں کچھ جاگیر دی ہوئی تھی۔ اُسے اُنھوں نے صفدر علی خاں کے حوالہ کردیا۔ یہ اُس کا گذارہ ہے۔ اُس کا نا عاقبت اندیش وزیر دادو جلاوطنی کی حالت میں فوت ہوا۔

۵ چترال چلاس کی شورش اور وادی پامیر و نجی کی اقوام میں بے چینی

کرنل ڈیورینڈ ہندوستان سے چند ماہ کی رخصت پر انگلستان جانے کی تیاری میں تھا کہ اُسے خبر پہونچی کہ مہتر امان الملک کا انتقال ہوگیا۔ اور افضل الملک نے گدی پر قبضہ کر لیا ہے سردار نظام الملک ولی عہد فرار ہو کر گلگت پہونچ گیا ہے۔ اور وادی سندھ میں شورش برپا ہے۔ لہذا کرنل ڈیورینڈ رخصت منسوخ کرا کے گلگت کو واپس ہوا۔

اثنائے راہ میں کرنل ڈیورینڈ کو دریافت ہوا کہ چلاس والوں نے ریاست کشمیر کے عہدہ دار کو جو چلاس میں بطور نمائندہ دربار تعینات تھا نکال دیا ہے اور وہ کندھے پر گولی کا زخم کھا کر گلگت

میں پہونچ گیا ہے۔ اس سے اور بھی تشویش پیدا ہوئی وہ تیز سفر کر کے گلگت پہونچا اس وقت صورت حالات یہ تھی کہ چترال میں افضل الملک نے رسوخ پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور انکی درخواست پر چترال میں ایک سفارت کے بھیجنے کا معاملہ گورنمنٹ ہند کے زیر غور تھا۔ نظام الملک گلگت میں پناہ گزیں تھا اور وادی سندھ کی اقوام میں شورش پھیلی ہوئی تھی

اس مرحلہ میں اقوام وادئ سندھ پائین یونجی کا مختصر حال بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بونجی کے نیچے دریاے سندھ کے داہنے کنارے پر گور۔ داریل۔ اور تانگیر کا علاقہ ہے اور دریا کے بائیں کنارے پر چیلاس واقع ہے چیلاس کی سرحد کشمیر کی طرف استور۔ بندداڑہ اور کرنا کے ساتھ ملتی ہے۔ اہل چیلاس فتنہ و فساد کے عادی تھے اور ملک کشمیر کے مواضعات پر دھاڑے مارا کرتے تھے جس کی وجہ سے کچھ دیہات بالکل غیر آباد ہو گئے تھے ۱۸۵۱ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان دھاڑوں کا بدلہ لینے کی غرض سے چیلاس پر حملہ کیا تھا اور چیلاس کے بڑے قلعہ کو تسخیر کر لیا تھا اس وقت سے اہل چیلاس کشمیر کے باج گذار ہوگئے تھے اور دربار کشمیر کا ایک اہلکار چیلاس میں تعینات رہتا تھا۔ اس قوم کی جنگی طاقت کا اندازہ دو تین ہزار جوان تک کیا جاتا تھا۔

علاقہ گور کی چھوٹی جمہوری حکومت بونجی کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ یہ لوگ خاموش طبع اور امن پسند ہیں لیکن چیلاسیوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اہل چیلاس حملہ گلگت کے وقت اُن کے ملک کے اندر سے گذرتے تھے اور اُسے پامال کر دیتے تھے انکی جنگی طاقت بہت تھوڑی تھی اور یہ لوگ کشمیر کے باج گذار تھے

گور کے نیچے داریل کی جمہوری حکومت واقع ہے۔ اس ملک کو مہاراجہ کی فوج نے ۱۸۶۶ء میں تسخیر کیا تھا۔ اور انھوں نے گلگت میں یرغمال بھیجنا اور خراج دینا قبول کر لیا تھا۔

داریل کے نیچے تانگیر کی جمہوری حکومت ہے۔ یہ علاقہ داریل کے برابر بتلایا جاتا ہے یہ قوم راجۂ یاسین کی باج گذار تھی۔

اس کے نیچے ملک کوہستان واقع ہے جس میں قوم شین کے مختلف خاندان آباد ہیں اس کے آگے پٹھانوں کا ملک شروع ہو جاتا ہے۔

۶۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا۔ اُسکے اوپر اہل چیلاس کا حملہ اُسکا چیلاس کو تسخیر کرنا

کرنیل ڈیورینڈ کی واپسی گلگت پر گور والوں کا ایک وفد اُس کے پاس پہونچا۔ اور یہ درخواست کی کہ انھیں براہ راست کشمیر کی حفاظت میں لے لیا جائے تاکہ چیلاسی اگر گلگت پر حملہ کریں تو وہ پامال نہ ہوں۔ کرنیل ڈیورینڈ نے اُنھیں اطمینان دلایا۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔ اور تحائف دے کر انھیں واپس کردیا اور نومبر کے مہینے میں ڈاکٹر رابرٹسن کو اہل گور کی اس درخواست کے سلسلہ میں گور کی طرف ایک چھوٹے دستہ فوج کشمیر کی حفاظت میں اہل گور کے اقرار فرمانبرداری کے استحکام کی غرض سے روانہ کردیا

اس کے چند روز بعد وادی سندھ سے خبر پہونچی کہ ڈاکٹر رابرٹسن بجائے اس کے کہ گور سے واپس ہوکر بونجی پہونچتا چیلاس کے بالمقابل تھالپن میں نیچے کی طرف چلا گیا ہے اور اُس کے اوپر حملہ ہوگیا ہے اُس کے جواب میں اُس نے پچاس جوانوں کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کرکے چیلاس کو جلا دیا ہے۔ اُسے گور میں سفارت کے طور پر بھیجا گیا تھا اور اُس کے ساتھ پچاس سپاہی اور کچھ لیوی احتیاطاً بھیج دیے گئے تھے۔ اور کچھ سپاہی بونجی کے نیچے آمدورفت قائم رکھنے کے لئے تعینات کردیے گئے تھے اور میجر ڈیگ کو اس حفاظتی دستہ فوج کے کمان افسر کے طور پر اُس کے ساتھ بھیجا گیا تھا بعد میں جب یاسین کی طرف فوج بھیجنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو کپتان دالبس کو اس کی جگہ تعینات کرکے اُسے گلگت میں واپس بلا لیا گیا۔ کرنیل ڈیورینڈ اس وقت بسلسلہ مدافعت اُس حملہ کے جس کا چترال کی طرف سے اندیشہ تھا گاکوچ گیا ہوا تھا۔ وہاں اُس کو چیلاس کے فساد کا حال معلوم ہوا اس سے وہ بہت گھبرایا اور میجر ڈانیال کو فوج کی کمان اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو پولیٹیکل چارج دے کر وہ گاکوچ سے گلگت کو روانہ ہوگیا۔

یہاں پہونچ کر یہ انکشاف ہوا کہ ڈاکٹر رابرٹسن نے گور والوں کی درخواست پر اُن کی باہمی سرحد کی طرف حرکت کی تھی۔ اس مقام پر چیلاس کا ایک جبٹیر واُس کے کیمپ میں آیا۔ اُس نے ڈاکٹر رابرٹسن کے ایک آدمی کو یہ بھید دیا کہ چیلاسی لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اور اُن کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکٹر رابرٹسن کو بیوقوف بناکر اُس کے عقب میں ایک دشوار گذار مقام پر قابو کرکے اُس کا راستہ روک لیا اور اُس کے تمام آدمیوں کو اُس جگہ کاٹ دیں۔ اس حقیقت کے معلوم ہونے پر ڈاکٹر رابرٹسن کو

بڑی مشکل پیش آئی۔ ملکی آدمی جس تیزی کے ساتھ نقل و حرکت کر سکتے ہیں اس سے تیز تر یا
اس کی برابر بھی وہ اپنی فوج کو نہیں چلا سکتا تھا۔ اس لیے اندیشہ یہ تھا کہ اگر وہ واپس ہوا اور پیچھے
چل کر معلوم ہوا کہ کسی دشوار گذار پگڈنڈی کو چلاسیوں نے آگے سے روکا ہوا ہے اور اس اثنا میں اہل
چلاس نے پیچھے سے حملہ کر دیا تو ڈاکٹر رابرٹسن پھندے میں پھنس جائیگا۔ اس نے سوچا کہ کیمپ سے
نیچے کی طرف ایک پڑاو کے فاصلہ پر تھالپن کا گاؤں ہے اگر اس کے قلعہ پر وہ قابض ہو جائے
تو اپنے سے چالیس گونہ تعداد دشمن کا مقابلہ کر سکتا ہے اس لیے اس نے اس دلیرانہ طریق عمل کو اختیار
کیا اور تھالپن کے قلعہ پر دھاوا کر کے قابض ہوگیا۔ اس کے اندر اطمینان کے ساتھ اپنی فوج کو تعینات کر کے
صورت حالات کا انتظار کرنے لگا۔ مگر حالات کی ترقی میں بہت دیر نہیں لگی۔ کچھ گورکھا سپاہی جو الہ پر دریا
کے پار چلاسیوں کے وفد کو لانے کے لیے بھیجے گئے تھے ان کے اوپر اقوام نے فریب سے گولی چلا دی
اور تین سپاہیوں کو مار دیا۔ کپتان ولیس کمان افسر نے انھیں بچانے کی کوشش کی اس میں وہ خود مجروح
ہوا۔ چند روز تک وقتاً فوقتاً خفیف لڑائی ہوتی رہی آخر کار دشمن نے ہزاروں کی تعداد میں قلعہ تھالپن پر
حملہ کر دیا۔ مگر کشمیری فوج نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے اسی سپاہیوں
کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اور انھیں شکست فاش دی۔ اس اثنا میں بونجی سے کمک پہونچنی شروع
ہوگئی۔ اور پندرہ روز کے اندر افواج کشمیر چلاس پر قابض ہوگئیں۔ اور راستہ آمد و رفت دریائے سندھ
کے داہنے کنارے سے اس کے بائیں کنارے پر منتقل ہوگیا۔ پہلا حصہ اس جنگ کا اس طرح ختم ہوا۔

ان حالات میں چلاس تسخیر ہوگیا۔ اور کرنیل ڈیورینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کی منظوری
پہونچنے تک اس کا قبضہ نہ چھوڑا جائے لہذا بونجی سے چلاس تک چھ فٹ چوڑی سڑک بنانے کا
انتظام کر دیا اور میجر دانیال کو تین سو جوان فوج کشمیر کے ساتھ چلاس پر قبضہ رکھنے کی غرض سے
تعینات کر دیا اور چلاس سے بونجی تک سڑک کے اوپر آمد و رفت قائم رکھنے کی غرض سے
جابجا چوکیاں مقرر کر دیں۔

چترال کی شورش نظام الملک کی تخت نشینی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا

اسی اثنا میں چترال سے خبر پہونچی کہ عمرا خان خان جندول نے چترال پر حملہ کر دیا ہے اور
ملک چترال کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا ہے افضل الملک کوشاں ہے کہ سفارت جلد بھیجی جائے اور

سرکار ہند اُسے مہتر تسلیم کر لے تاکہ حکومت پر اُسے پورا قابو حاصل ہو جائے اور ہمسایہ اقوام کے حملوں کا پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اس دوران میں انکشاف ہوا کہ افضل الملک نے اپنے بڑے بھائی سردار نظام الملک کے اکثر ہوا خواہوں کو اور اپنے تین بھائیوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔ اس سے اور بھی پیچیدگی پیدا ہو گئی۔

اس کے بعد چترال سے یہ خبر پہونچی کہ مہتر امان الملک مرحوم کے بھائی شیر افضل نے جو افغانستان میں پناہ گزین تھا براہ درہ ڈوراہ چترال پر حملہ کر دیا ہے اور افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہو گیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور چترال میں سرکار ہند کے ہندوستانی ایجنٹ اور ڈاکٹر کو جان کا خطرہ ہے اور شیر افضل یاسین پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر جمع کر رہا ہے۔ اسی اثنا میں سالق مہتر کا برادر اور حاکم مستوج گلگت میں بھاگے ہوئے پہونچے۔ انھوں نے جو حالات بتلائے اُن سے اُس افواہ کی تصدیق ہوئی کہ افضل الملک مقتول ہو چکا ہے۔ ملک میں سخت شورش پھیلی ہوئی ہے۔ کسی شخص کی جان خطرہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اتنے میں چترال کے دیگر فراری بھی گلگت پہونچے۔ ان سے دریافت ہوا کہ اگر فوراً انتظام نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ تمام سرحد میں یہ شورش پھیل جائے۔ سردار نظام الملک کی خواہش تھی کہ اُسے اجازت دی جائے کہ چترال پہونچ کر شیر افضل کو پامال کرے۔ کیونکہ اس کا دعوی تھا کہ اہالیان چترال میں سے ایک متنفس بھی شیر افضل کا ہوا خواہ نہیں ہے۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ اگر نظام الملک اپنی کوشش میں ناکام رہا تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ ہے۔ اس لیے بغرض حفظ ماتقدم ضروری معلوم ہوا کہ وادی یاسین کے بالمقابل گوپس میں فوج تعینات کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ بوقت ضرورت وادی یاسین کی شورش کو بھی روکا جا سکے اور اگر شیر افضل کے حملہ گلگت تک نوبت پہنچے تو اُسکی مدافعت بھی ہو سکے۔

اس زمانہ میں کپتان بیگ سپنڈ ہونزہ دنگر میں کرنیل ڈیورینڈ کا اسسٹنٹ تھا۔ اُسے ہونزہ دنگر کی لیویاں کے ساتھ گلگت میں طلب کیا گیا۔ جب یہ پہونچ گئے تو کرنیل ڈیورینڈ ڈھائی سو جوان اور دو توپیں اور لیویاں کو لے کر گوپس کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ گاکوچ میں پہونچا تو خبر ملی کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے وادی دریائے گلگت میں دو ڈپاو نیچے اُتر آیا ہے لہذا کرنیل ڈیورینڈ گاکوچ میں ٹھہر گیا۔ اور سردار نظام الملک اپنے باپ کا ملک شیر افضل کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے آگے روانہ ہو گیا۔

ڈاکٹر رابرٹسن دسمبر میں چلاس سے گلگت میں واپس آگیا۔ اور چترال جانے کی تیاری میں مصروف ہوا۔ کیونکہ نظام الملک نے چترال پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور اس کا چچا شیر افضل مقابلہ کرنے کے بغیر بھاگ گیا تھا اس لیے اُس کی خواہش تھی کہ کوئی افسر متعینہ گورنمنٹ دار الحکومت چترال میں آوے تاکہ اُس کی جانشینی کا اعلان ہو جاوے چنانچہ جنوری ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر رابرٹسن روانہ چترال ہو گیا۔ پچاس جوان سکھ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو اُس کے ساتھ کر دیا گیا وہ چترال میں پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ اہل ملک امن و امان کے خواہاں ہیں۔ اور نظام الملک کی طرف مائل ہیں۔ مگر متواتر انقلابات نے نظام حکومت کو بنیاد سے ہلا دیا تھا۔ اکابران ملک کو ایک دوسرے پر بے اعتباری تھی۔ اور ایک دوسرے سے خوفزدہ رہتے تھے ایک کمزور اور متلون مزاج شاہزادہ تخت پر تھا جس کی حکومت کے استحکام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور جس میں اپنے برتاؤ اور قوت فیصلہ کی کمزوری کی وجہ سے اتنی بھی قابلیت نہ تھی کہ اہل ملک سے اپنی عزت اور اپنے حکم کی تعمیل کرا سکے۔ چونکہ اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ قتل و خونریزی سے اپنے ہاتھ نہیں رنگیگا۔ اس لیے لوگ اُس سے ڈرتے بھی نہ تھے بہرحال یہی انتظام جاری رہا۔ جس کی مزید تفصیل آگے چل کر سلسلہ تسخیر چترال مذکور ہوگی۔

۸۔ اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چلاس پر اور چلاس کا کامل طور تسخیر کیا جانا

فروری میں گلگت میں یہ خبر پہونچی کہ وادی سندھ کی اقوام میں بہت سخت شورش پھیلی ہوئی ہے علاقہ کوہستان میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے جو کہ داریل تانگیر و چلاس کے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر چلاس پر اور چلاس کے عقب میں چند میل کے فاصلہ پر جو چوکی ہے اُس پر ایک زبردست حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میجر دانیال کمان افسر چلاس کو اس کی اطلاع پہونچا دی گئی۔ اور وہ دن بھی بتلا دیا گیا۔ جس روز حملہ کی تجویز تھی۔ یہ دن مسلمانوں کے درمیان ایسے حملوں کے لیے بہت مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ ریاست کشمیر کا ایجنٹ متعینہ چلاس میجر دانیال کے ساتھ تھا۔ یہ مسلمان تھا اور سرحد کے حالات سے خوب واقف تھا۔ اُس نے اہل اسلام کی جنتری سے اس روز کا حساب لگایا۔ اور کسی سہو کی وجہ سے اُس کا حساب غلط ہو گیا پھر از سر نو حساب کیا لیکن اس میں کچھ ایسی گڑبڑ پیدا ہو گئی کہ اصل غلطی نہ نکل سکی۔ اور شمار سے جو

روز اُس نے تجویز کیا تھا وہ خیریت سے گذر گیا اور میجر دانیال نے اطلاع دی کہ اب حملہ کا خطرہ نہیں ہے۔

چلاس میں فوج کے رہنے کے لیے ایک احاطہ کے اندر چھاؤنی بنائی گئی تھی۔ اُس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر روزانہ رات کے وقت ایک دیدبانی چوکی تعینات کرنے کا دستور تھا اس موقع سے دوربین کے ذریعے پائینی وادی سندھ کا حال دس میل تک معلوم کیا جا سکتا تھا۔ جو دن گذر کر وہ رات آئی جس کا یہ واقعہ ہے اُس روز صبح سے شام تک سپاہی مورچہ بنانے میں مصروف رہے اور شام کو بہت تھک گئے لہذا اس چوکی میں سپاہیوں کے تعینات کرنے کا خیال نہیں رہا۔ اور بے خبری میں اطمینان کے ساتھ سو رہے۔ آدھی رات کے وقت ایک فرجھاؤنی میں گشت لگا رہا تھا اُسے سنتری نے ٹوکا۔ ان کے سوال و جواب سے لفٹنٹ مابرلی جاگ پڑا اُس نے دریافت کیا کیا واقعہ ہے۔ سنتری نے تبلایا کہ چھاؤنی سے تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر جو غیر آباد گانوں ہے اُس کے اندر بہت سے آدمیوں کو چلتے پھرتے اُس نے دیکھا ہی لفٹنٹ مابرلی نے جلدی سے میجر دانیال کو جگایا اور سپاہیوں کو بیدار کر کے احاطہ چھاؤنی کے آحکامات پر تعینات کر دیا جب کہ یہ انتظام ہو رہا تھا اس ویران گانوں کے اندر سے دو تین بندوقیں سر ہوئیں اور ایک لمحہ کے اندر ایک بہت بڑے لشکر نے گانوں کے مکانات کی پناہ چھوڑ کر چھاؤنی پر حملہ کر دیا۔ سپاہی اس کی مدافعت کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ان کی بندوقوں کی پے در پے باڑھ نے حملہ آوروں کا منھ موڑ دیا اور انھیں پسپا کر دیا۔ الغرض عرصہ سے جس حملہ اقوام وادی سندھ کی پیشین گوئی ہو رہی تھی وہ شروع ہو گیا۔

تین بجے کے قریب لفٹنٹ مابرلی چند جوان اپنے ساتھ لے کر چھاؤنی سے باہر نکلا اُسے یہ حکم تھا کہ گانوں کو دشمن سے صاف کر دے جب وہ گانوں میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے اُس نے اُس لشکر کے ساتھ بیس منٹ تک جنگ جاری رکھی۔ اس میں اس کے دو جوان مارے گئے۔ اور ایک گولی اسکے اپنے سر کی کھال سے رگڑتی ہوئی نکل گئی۔ اس نے دیکھا کہ یہ کوشش بیکار ہے اور اپنے آدمیوں کو واپس لے آیا۔ اس روز دو سو ستر جنگی سپاہی چھاؤنی میں تھے۔ ایک دستہ فوج بونجی کے راستہ پر قافلوں کی حفاظت کے لیے تعینات تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے میجر دانیال ڈیڑھ سو جوان ساتھ لے کر باہر نکلا اور

گاؤں پر حملہ آور ہوا۔ اس سے زیادہ سپاہیوں کا نکالنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ دشمن نے چھاؤنی کے چاروں
طرف مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ گیارہ بجے تک سخت لڑائی جاری رہی۔ اب زخمی چھاؤنی میں
آنا شروع ہو گئے۔ اور میجر دا انیال کا اردلی یہ خبر لے کر پہونچا کہ اُس کا افسر مارا گیا۔ اُس کے تھوڑی
دیر بعد چھاؤنی میں اطلاع پہونچی کہ باہر سپاہیوں کے پاس امونیشن ختم ہو گیا ہے۔ یہاں سے اور
کارتوس بھیجے گئے اس اثنا میں خبر پہونچی کہ تین ہندوستانی افسر بھی مارے گئے اس کے بعد
باقی افسروں کی نگرانی میں حملہ آور دستہ فوج جنگی ترتیب کے ساتھ چھاؤنی میں واپس پہونچ گیا
نقصان بہت زیادہ ہوا ایک انگریز افسر اور تین ہندوستانی افسر اور بائیس سپاہی مقتول ایک
ہندوستانی افسر اور پچیس سپاہی مجروح۔ ان میں سے اکثروں کی حالت خطرناک تھی
تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تمام دن گولی چلتی رہی۔ اور لفٹننٹ ابرلی نے تمام رات چھاؤنی
کی فصیل پر سپاہی تعینات رکھے مگر حملہ نہیں ہوا۔ صبح ہونے تک دشمن غائب ہو گیا۔ اُس کا نقصان بہت
بھاری تھا ایک سو بیس لاشیں گاؤں کے اندر پڑی تھیں اور اسی قدر لاشیں انھوں نے اپنے
ہونے سے پہلے دفن کر دی تھیں۔ زخمیوں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ چونکہ لڑائی نزدیک سے ہوئی
اس لیے مہلک ثابت ہوئی۔

کرنل ڈیورینڈ کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے میجر ٹوینگ کو کمان اختیار کرنے کی غرض سے
فوراً چلاس روانہ کر دیا اور کمک بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور حکم دیا کہ جس گاؤں میں دشمن نے پناہ
لی تھی اُسے بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے قلعہ چلاس بھی چھاؤنی کے نزدیک تھا۔ اُس کو بھی
صاف کر دینے کا انتظام کیا گیا۔

چترال کی طرف سے خبر پہونچی کہ وادی سندھ کی اقوام پھر اتحاد کر رہی ہیں کہ اپنے نقصانات
کا بدلہ لیں بتلایا گیا کہ یہ دوسرا حملہ ماتم داری کے چالیس روز گذر جانے کے بعد ہوگا۔ ڈاکٹر رابرٹسن چترال میں تھا
اُس نے لکھا کہ انکی امداد کے لیے نگر سے کچھ فوج بھیجی جائے اس موقع پر ہونزہ نگر کی طرف سے بھی تردد
تھا کہ بصورت شکست یہ اقوام بھی گلگت پر حملہ کریں گی چلاس میں بھی کافی تعداد سپاہیوں کی نہ تھی ان
وجوہات سے بڑی مشکلات پیش آئیں۔

کرنل ڈیورینڈ نے اپنے ساتھ اپنے گارڈ کے دو سو جوان اور دو توپیں لیں اور چلاس کو روانہ ہو گیا
راستہ نہایت خراب ملا اور دو تین خچریں گر کر ضائع ہو گئیں راستہ میں جو چوکیاں تھیں انکی حالت بھی خراب تھی۔

پانی انہیں دریا سے لانا پڑتا تھا۔ اور انکا موقع بھی خطرناک تھا کرنیل ڈیورینڈ چیلاس میں پہونچا تو میجر ٹوینگ سے معلوم ہوا کہ اقوام کو حملہ کا حوصلہ نہیں پڑا۔ اور آخرکار وہ منتشر ہو گئے۔

میجر دانیال کے ساتھ جو سخت لڑائی ہوئی اُس کی اصلیت کرنیل ڈیورینڈ کو چیلاس میں پہونچنے پر یہ معلوم ہوئی کہ میجر دانیال کے حملہ آور کوہستانی علاقہ کے لوگ تھے جو بمقابلہ شین اقوام چیلاس کے بہت سخت لڑنے والے ہیں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے اوپر حملہ شین اقوام نے کیا تھا چونکہ اس میں ناکام رہے تھے کوہستانیوں نے انہیں بہت لعن طعن کیا اور ان کے ایک جمعیدار کو بزدلی کا الزام لگا کر مار دیا۔ تاکہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ دراصل کوہستانیوں نے پانچ پانچ سو کے دو لشکر جمع کیے تھے جو ایک دوسرے سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر چلتے تھے۔ چیلاسیوں نے انہیں یہ تلایا تھا کہ چھاؤنی چیلاس میں صرف پچاس سپاہی رہتے ہیں۔ اگلے لشکر نے اس خیال سے کہ چھاؤنی کی لوٹ اُسی کے حصہ میں رہے پچھلے لشکر کے انتظار کے بغیر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس لشکر کا آدھا حصہ چیلاس میں کھیت رہا۔ اور اسکی یہ بُری حالت دیکھکر پچھلے لشکر نے ہمت ہار دی اور حملہ کا حوصلہ نہیں کیا۔ اور سیدھے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

جبکہ اطمینان ہو گیا کہ اب حملہ کا اندیشہ نہیں ہے تو کرنیل ڈیورینڈ نے دونوں توپیں چھاؤنی پر چڑھا دیں اور اسے اقوام کے لیے ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اُس کے بعد وہ گلگت کو واپس ہو گیا اس آخری حملہ کی ناکامی کے بعد تمام سرحد ٹھنڈی پڑ گئی اور چند روز کے اندر حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کر لی۔

۹۔ گوپس اور مستوج میں کشمیر کی فوج کا اور مستوج میں چترال کے پولیٹکل افسر کا تعینات ہونا

الغرض چیلاس اور چترال کے فسادات کا نتیجہ یہ ہوا کہ چیلاس پر قبضہ رکھنے کا فیصلہ ہو گیا اور گوپس اور مستوج میں بھی فوج تعینات کر دی گئی اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو چترال کا پولیٹکل افسر مقرر کر کے مستوج میں تعینات کر دیا ہونزہ میں فوج پہلے سے تعینات تھی غرضکہ ہر طرف سے سرحد گلگت کو مستحکم کر دیا گیا اور کسی جانب سے حملہ کی گنجایش باقی نہیں چھوڑی۔ خلاصہ یہ کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کی حکومت تمام سرحد پر مستحکم طور پر قائم ہو گئی اور سرکار انگلشیہ کی سرپرستی ہندوکش کے تمام جنوبی علاقہ میں قائم ہو گئی۔ یہ انتظام کرنے کے بعد کرنیل ڈیورینڈ گلگت سے واپس ہوا۔

پانچواں باب

سلسلہ عہد برٹش پولیٹیکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

(۱) مہتر امان الملک کے فوت ہونے پر افضل الملک کی جانشینی (۲) شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا (۳) نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قبضہ حاصل کرنا۔ (۴) امیر الملک کا مہتر نظام الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا (۵) ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا (۶) عمرا خاں کا قلعہ دروش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا (۷) عمرا خاں اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا (۸) غیرت سے فوج کی واپسی۔ اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا (۹) کورغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ (۱۰) ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور انکے دستہ کی تباہی (۱۱) گلگت کی طرف سے کرنل کیلی کی کمکی مہم چترال۔ عبور درہ شاندور۔ جنگ چیلوٹ جنگ نیساگول۔ داخلہ چترال (۱۲) پشاور کی طرف سے جنرل سر رابرٹ لو کی کمکی مہم چترال (۱۳) مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کے مہتر تسلیم کیا جانا (۱۴) ۳۔ مارچ کو میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا۔ کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا۔ کپتان کیمبل کا مجروح ہونا۔ جنرل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کا مارا جانا (۱۵) ۴ مارچ کو قلعہ چترال کا محاصرہ شروع ہونا کپتان بیرڈ کی موت۔ شیر افضل کی لاحاصل سفارت کہ برٹش ایجنٹ قلعہ چھوڑ کر گلگت کو واپس چلا جائے اور اسے مہتر تسلیم کرلے۔ ایڈورڈس اور فولر کا چترال پہونچنا اور رفاقت بدنڈول کا ان کی حوالگی سے انکار کرنا (۱۶) دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا۔ اس پر ہمارے کا کامیاب دھاوا حملہ۔ ۱۹۔ اپریل کو محاصرہ کا خاتمہ۔ ۲۰۔ اپریل کو کرنل کیلی کا داخلہ چترال۔ جنرل سر رابرٹ لو

کی افواج کا چترال پہونچنا اور وردش و چترال میں سرکاری چھاؤنی قائم ہونا (۱) مہتر شجاع الملک
کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ۔ بعد میں درہ شاہ نذر سے
چترال تک سارا ملک خوشوقتیہ کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کی طرف سے مہتر شجاع الملک کو واپس دیا جانا۔

(۱)

یہ حالات میں نے زیادہ تر سر جارج رابرٹسن کی کتاب موسومہ "چترال" سے اخذ کیے ہیں
اصلی واقعات جنگ کے بیان کرنے سے پیشتر ملک چترال کے حالات قبل از جنگ کا مختصراً
سلسلہ وار بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو اوپر جا بجا اشارۃً مذکور ہوئے ہیں۔ مہتر امان الملک
جس کی حکومت بعد تسخیر ملک خوشوقتیہ علاقہ پونیال کی سرحد تک پہونچ گئی تھی تقریباً تیس سال
نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے ۳۰۔ اگست ۱۸۹۲ء کو بقضائے الٰہی فوت ہوا
اُس وقت اُس کا بڑا بیٹا سردار نظام الملک یاسین میں حاکم تھا۔ اُس کے چھوٹے بھائی افضل الملک
نے فوراً قلعہ اور خزانہ پر قبضہ کر کے اپنی جانشینی کا اعلان کر دیا۔

نظام الملک نے یہ معلوم کر کے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور حملہ کی غرض سے فوج جمع کی مگر
جب اُسے گلگت کی طرف سے کمک یا امداد کی مایوسی ہوئی تو وہ دل شکستہ ہو گیا اس اثنا میں
افضل الملک نے مقابلہ کا انتظام کیا۔ ہر طرف سے امداد طلب کی اور قلعہ دروش کی فوج بھی الیس
سنگوالی۔ اور یاسین پر حملہ کر دیا۔ قلعہ دروش جب خالی ہو گیا تو عمرا خان خان جندول نے فوراً اُسکے
اوپر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو جنگ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اُس کی یہ حالت دیکھکر فوج یاسین منتشر ہو گئی
اور وہ خود فرار ہو کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔

افضل الملک مظفر و منصور یاسین سے چترال کو واپس ہوا۔ اور اس فتح کا ایسا نشہ
اُس کے سر پہ سوار ہوا کہ اُس نے بلا دریغ جبر و تشدد شروع کر دیا۔ وہ اپنے تین بھائیوں کو قتل
کر چکا تھا اب اُس نے خزانہ کی تلاش میں عورتوں پر بھی جبر کرنا شروع کر دیا۔ اور باشگال کے
کافروں کو تاج رنگمہ کے لیے طلب کیا ان حرکات سے اُس کے خلاف عام نارضی پھیل گئی
اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ایک روز دربار میں احمقانہ طور پر وہ کہہ بیٹھا کہ اب تک ہم نے
جس قدر آدمی مارے ہیں وہ بمقابلہ اُن کے جنہیں ہم نے ابھی مارنا ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتے
اس سے تقریباً سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے۔

۲- شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

امان الملک مرحوم کا بھائی شیر افضل افغانستان میں پناہ گزیں تھا اُس نے اُس ملک میں اعلیٰ جنگی خدمات انجام دی تھیں جس وجہ سے امیر افغانستان کے دل میں اور دربار افغانستان میں اُس کی بڑی عزت تھی اس موقع پر حسن اتفاق سے یا کسی اور طرح سے وہ ایک سو سپاہیوں کے ساتھ بدخشاں سے کوتل ڈورہ عبور کر کے وادی لوٹخو میں داخل ہو رہا تھا۔ اہل چترال نے اسے مہتری کے لیے تجویز کیا۔ اور اس تجویز کو اس حد تک پردہ اخفا میں رکھا کہ وہ چترال سے دس میل کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔ اور افضل الملک کو اُس کی خبر نہ ہوئی۔ رات کو وہ بڑے اطمینان کے ساتھ سو گیا آدھی رات کو شور برپا ہوا کہ پٹھان سر پر پہونچ گئے ہیں۔ اس اثنا میں افغان سپاہی قلعہ کے برجوں پر چڑھ گئے۔ افضل الملک گھبرایا ہوا اٹھا۔ عورتوں نے اُسے صلاح دی کہ زنانہ لباس پہن کر باہر نکل جائے مگر اس نے اس نامردی کو قبول نہ کیا۔ اور روشنی کر کے دیکھنے لگا کہ کتنے آدمیوں نے حملہ کیا ہے اس روشنی کی بدولت وہ فی الفور بندوق کا نشانہ ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کی بوٹی بوٹی الگ کر دی گئی اور رات کی تاریکی میں ہر طرف اعلان کر دیا گیا کہ افضل الملک قتل ہوا اور شیر افضل مہتر چترال ہو گیا۔

چونکہ شیر افضل امیر عبدالرحمٰن خاں کے زور سے چترال پر قابض ہوا تھا اندیشہ تھا کہ اُس کے ذریعے امیر افغانستان چترال کے اوپر اپنی سرپرستی قائم کرے گا۔ اور اس سے گورنمنٹ ہند انکار کر چکی تھی۔ اس بنا پر گلگت میں بڑی مشکل پیش آئی۔ نظام الملک اپنے والد کے تخت کے لیے جدوجہد کرنے کی فکر میں تھا۔ اور چونکہ وہ کوئی قیدی نہ تھا اُسے جدھر اُس کی خوشی ہو جانے کی آزادی تھی مگر دقت یہ تھی کہ اگر نظام الملک کو شکست ہوئی تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لیے کرنیل ڈیورینڈ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو ہونزہ سے مع ہونزہ و نگر کی لیویاں کے طلب کیا۔ اُن کے پہونچنے پر انھیں اور ڈھائی سو سپاہ اور دو پہاڑی توپیں لے کر بعزم گوپس روانہ ہو گیا۔ نظام الملک بھی ساتھ گیا گاکوچ پہونچنے پر معلوم ہوا کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے غذر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لیے کرنیل ڈیورینڈ اسی جگہ ٹھہر گیا اور نظام الملک کو رخصت کر دیا۔ وہ لیویان ہونزہ کو مع وزیر جایوں کے اپنے ساتھ لیکر آگے روانہ ہو گیا وزیر جایوں چترال میں رہ چکا تھا اور نظام الملک اسے بخوبی جانتا تھا۔

شیر افضل کو گلگت کی کمک کے متعلق جو بے بنیاد افواہیں پہونچیں تو وہ ان سے بہت خوفزدہ ہوا اور بالخصوص ایک عجیب وغریب بد اتفاقی نے اُس کا حوصلہ توڑ دیا۔ کسی مقدم نے کرنیل ڈیورینڈر کے ضیغ۔ کے لیے کسی پڑاؤ پر دو ایک تربوز اور کچھ دانہ گھوڑے کے لیے بھیجا تھا۔ دوسرے دن صبح کو یہ بیا اُس کی منزل میں رہ گئیں اور وہ کیمپ کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ کیمپ کی روانگی کے بعد مہتمان پڑاؤ کو جب اس بھول کا علم ہوا تو انھوں نے ڈاک بڈاک ان چیزوں کو دوسرے پڑاؤ پر پہونچائے جانے کا انتظام کر دیا۔ سہواً یہ چیزیں کرنیل ڈیورینڈ کے پڑاؤ سے آگے نکل گئیں۔ اور وہ بہ سفر کرتی ہوئی چترال میں شیر افضل کے پاس پہونچیں۔ وہاں اس واقعہ سے بڑی حیرانی پیدا ہوئی بالآخر داناؤں نے قرار دیا کہ یہ پیغام کرنیل ڈیورینڈ نے بھیجا ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس قدر فوج لیے ہوئے چترال کے اوپر آرہا ہے جس قدر یہ دانے ہیں اور جس کسی نے اُس فوج کا مقابلہ کیا اُسے وہ اس طرح کاٹ دیگا جیسے کہ تربوز کاٹا جاتا ہے۔ اس تعبیر کا بہت نمایاں اثر ہوا اور نظام الملک نے اُس سے پورا فائدہ اُٹھایا۔

۳۔ نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قابض ہونا

نظام الملک مستوج میں پہونچا۔ وہاں سے دراسن میں گیا جہاں شیر افضل کا بیٹا کیدان تھا ایک خفیف لڑائی ہوئی۔ وزیر ہمایوں نے چالاکی سے فتح حاصل کی۔ اس شکست کے ساتھ ہی اس نوجوان شاہزادہ نے عجیب وغریب حرکات شروع کر دیں ہر طرح کی جھوٹی افواہوں کو چشمدید واقعات کی صورت میں اُس نے شیر افضل کے پاس پہونچا کر اُس کا حوصلہ پست کر دیا۔ اور وہ وادی لوٹکوہ کے راستہ واپسی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھکر چترال کے عمائد اور امرا بہت پریشان ہوئے مگر بچشم گریاں انھوں نے اصرار کیا کہ نظر بحالات موجودہ شیر افضل کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ براہ کونر کابل کو واپس ہو جائے۔ نظام الملک چترال میں پہونچا۔ وہاں میدان خالی تھا فوراً قلعہ اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ مگر وہ پرلے درجہ کا بزدل آدمی تھا۔ مخالفوں سے بہت ڈرتا تھا اور پے درپے گلگت میں ایلچی بھیجتا رہا کہ چترال میں کسی افسر کو تعینات کیا جائے جو اُسے نیک راستہ دکھلائے۔ اور بوقت ضرورت اُس کی امداد کرے۔ گورنمنٹ ہند نے نظام الملک کو مہتر چترال تسلیم کر لیا۔ اور سرجن میجر جارج رابرٹسن کا انتخاب کیا کہ چترال جائے چنانچہ جنوری ۱۸۹۳ء

میں وہ چترال روانہ ہوا۔
پچاس نفر سکھ زیر کمان لفٹنٹ گارڈن اُس کی حفاظت کی غرض سے اُس کے ساتھ تعینات کر دیے گئے۔ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو بطور اسسٹنٹ کے اُس کے ساتھ کر دیا گیا اور لفٹنٹ بروس کو بطور افسر منتظم کیمپ تعینات کیا گیا۔
اس وقت ایک اور خفیف پیچیدگی پیدا ہوئی کہ اہل یاسین نے نظام الملک کے خلاف بغاوت کی اور میر ولی کے بیٹے محمد ولی خاں کو مہتر یاسین تسلیم کر لیا محمد ولی شاہ مذور یک ڈاکٹر رابرٹسن کے ساتھ گیا۔
ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہونچا تو وہاں اُسے ہر ایک چیز اُلٹی پلٹی نظر آئی۔ نظام الملک بہت خوفزدہ تھا اور ہر وقت قلعہ کے استحکامات کی درستی کی فکر میں رہتا تھا۔ شیر افضل نے فرار ہونے سے پیشتر قلعہ میں جس قدر خزانہ اور اسلحہ تھے وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کر دیے تھے لوگ سنائیڈر بندوقیں لیے ہوئے ہر وقت مسلح رہتے تھے اور نظام الملک میں اتنی اخلاقی جرات یا جنگی طاقت نہ تھی کہ اُن کے ہتھیار اتروا سکے۔
اہل چترال نظام الملک سے اس بات پر زیادہ ناراض تھے کہ نہ وہ عمرا خاں کو نرسوت سے نکال سکا ہے اور نہ یاسین پر قبضہ رکھ سکا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن نے نرسوت کو عمرا خاں کے پنجہ سے چھڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن یاسین کا قبضہ بالآخر نظام الملک کو دلا دیا۔ اور محمد ولی اپنے ہمراہیوں کو لے کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد خفیہ طور پر داریل کی طرف بھاگ گیا۔
غالباً یہ واقعہ اسی زمانہ کا ہے کہ فوج ریاست جو گاکوچ میں تعینات تھی وہاں سے ایک پڑاؤ اور آگے بڑھا کر گوپس میں تعینات کی گئی۔ یہ ایسا موقع ہے جہاں سے وادی یاسین اور داریل دونوں طرف کے راستوں کو بخوبی قابو کیا جا سکتا ہے۔
بالآخر ڈاکٹر رابرٹسن نے یہ فیصلہ کیا کہ پولیٹکل افسر کو مع کسی قدر حفاظتی فوج کے عارضی طور پر چترال میں رہنے دیا جائے چنانچہ کپتان ینگ ہسبنڈ اور لفٹنٹ گارڈن کو مع دستہ فوج سکھان چترال میں چھوڑ کر خود ڈاکٹر رابرٹسن مئی کے مہینے میں لفٹنٹ بروس کو ساتھ لے کر گلگت واپس چلا آیا۔ بعد میں اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ کو مع اُس کے حفاظتی دستہ فوج کے چترال سے اٹھا کر مستوج

میں تعینات کر دیا گیا۔ یہ وہ مقام ہے جو یاسین کو دار الحکومت بنائے جانے سے پیشتر حکمرانان خوشوقتیہ کا ابتدائی دار الحکومت رہا تھا اور جہاں پر بدخشان۔ تانگیر اور چترال کے تینوں راستے ملتے ہیں۔

۴۔ امیر الملک کا نظام الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

گلگت میں ۶ جنوری ۱۸۹۵ء کو گوپس سے افواہی خبر پہونچی کہ نظام الملک اتفاقیہ طور پر گولی لگنے سے فوت ہوا۔ ۸ تاریخ کو لفٹنٹ گرڈن کی طرف سے مفصل اطلاع پہونچی کہ یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو امیر الملک نے جسے نیم مخبوط الحواس خیال کیا جاتا تھا مہتر نظام الملک کو قتل کر دیا۔ نظام الملک کو باز سے شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس غرض کے لیے وہ بروز میں گیا تھا یہ جگہ چترال سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دوران شکار میں جبکہ وہ پہاڑی کے اوپر سے نیچے کی طرف اُتر رہا تھا اُس کا صافہ کھل گیا۔ اس کے سائیس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور وہ خود دونوں ہاتھوں سے اپنا صافہ باندھنے لگا۔ امیر الملک اس کے پیچھے گھوڑے پر آ رہا تھا اُس کے ساتھ اُس کا ایک نوکر پیدل چلتا تھا۔ اُس نے بھری ہوئی سنائڈر کار بائیں اپنے چوغہ کے اندر چھپا رکھی تھی امیر الملک کے اشارہ پر اس نے بندوق نکالی اور نظام الملک کی پیٹھ پر گولی مار دی۔ نظام الملک گھوڑے کے اوپر سے گر گیا۔ اور امداد کے واسطے چلایا۔ ملازم قاتل کو پکڑنے کے لیے دوڑے مگر اصلی قاتل بڑی دلیری کے ساتھ آگے بڑھا اور باواز بلند اُس نے اعلان کیا کہ میرے حکم سے نظام الملک کو قتل کیا گیا ہے فوراً اُس کی سلامی سر ہوئی اور نظام الملک کی جان نکلنے کے ساتھ ہی امیر الملک کو مہتر تسلیم کر لیا گیا۔ جانشینی کے لیے اس قسم کے واقعات تاریخ چترال میں بکثرت موجود ہیں۔

اس موقع پر پیشتر کے بعض حالات کا بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے ۱۸۹۳ء میں جبکہ شیر افضل چترال سے کابل کی طرف فرار ہوا ہے تو امیر الملک بھی اپنے چچا کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے چترال سے چلا گیا تھا اور جنڈول میں پہونچ کر اپنے بہنوئی عمرا خاں کے پاس ٹھہر گیا تھا۔ تھوڑا عرصہ وہاں رہا پھر نظام الملک کے ساتھ خط کتابت کر کے چترال میں واپس آ گیا۔ نظام الملک اُسے مخبوط الحواس خیال کرتا تھا مگر در اصل وہ پاگل بنا ہوا تھا۔ اس نے اندر اندر ایک گہری سازش پھیلائی اور اپنے آپ کو بے عقل یا پاگل ظاہر کر کے نظام کو دھوکے میں رکھا کہ اُسے ایک مخبوط الحواس آدمی کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وجہ

کہ اس نے امیر الملک کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور خود شکار ہو گیا۔

اہل چترال سازش کے چھپانے میں کمال رکھتے ہیں۔ امیر الملک کی سازش میں قریب قریب کل عمائد شامل تھے اور باقی عمائد یا تو اس سے پوری طرح واقف تھے یا کم ازکم اس کا اشتباہ رکھتے تھے مگر ان کے دائرے سے باہر کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ تھی۔ مدعا اس سازش کا یہ تھا کہ نظام الملک کا کام تمام کر کے امیر الملک کو عارضی طور پر اس کا جانشین مقرر کر دیا جائے اور بعد میں وہ بحق شیر افضل تخت کو ترک کر کے علیحدہ ہو جائے اور شیر افضل اُسے اپنا متبنیٰ تسلیم کر لیوے۔ عمرا خاں کے ساتھ امیر الملک نے یہ اقرار کیا تھا کہ نظام الملک کے قتل ہو جانے کے بعد تمہیں امداد کے لیے طلب کیا جائیگا کیونکہ امیر الملک کو اندیشہ تھا کہ گورنمنٹ ہند نظام الملک کے خون کا بدلہ ضرور لیگی۔

۵۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا

ان اخبار کے پہونچنے پر گورنمنٹ ہند نے یہ حکم دیا کہ ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہونچ کر تحقیقات موقع سے اصلیت کا اطمینان کرے پھر جانشینی کے متعلق فیصلہ کیا جائیگا۔ اس وقت تک نصف حصہ دستہ فوج سکھان متوج سے چترال کو چلا گیا تھا۔ گوپس سے ۱۵۰ جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس زیر کمان لفٹنٹ گف متوج کو روانہ کر دیے گئے۔ اس کے بعد اور ایک سو جوان فوج کشمیر زیر کردگی کپتان ٹونزنڈ روانہ کر دیے گئے۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو ڈاکٹر رابرٹسن برٹش ایجنٹ کپتان کیمبل اور افواج کشمیر کے جرنیل باج سنگھ و میجر بھیکم سنگھ کو ساتھ لے کر چترال کے لیے روانہ ہوا اور تمام فوج۔ اور افسروں اور ہمراہیوں کو درہ شاندر سے کامیابی کے ساتھ عبور کرا کے متوج پہونچ گیا یہاں چترال سے خبر پہونچی کہ عمرا خان ملک دیر سے تین چار ہزار لشکر لے کر درہ لواری کو عبور کر کے ملک چترال میں داخل ہو گیا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ باشگال کے کافروں سے غزا کرنے کے ارادہ سے نکلا تھا۔ چترال پر حملہ کرنے کا اُسے کوئی خیال نہ تھا لیکن چونکہ امیر الملک نے اُس کی امداد کا انتظام نہیں کیا اُس کا نتیجہ اُسے بھگتنا ہوگا۔ اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی اور کمک کے لیے کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے مزید تین سو جوان گوپس سے متوج میں طلب کیے گئے۔ بعد ازاں ڈاکٹر رابرٹسن چترال کی طرف روانہ ہوا۔

اس اثنا میں خبر پہونچی کہ عمرا خاں قلعہ دروش کے قریب پہونچ گیا ہے۔ اور اس کے دوسرے دن معلوم ہوا کہ عمرا خاں قلعہ دروش پہ قابض ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن عجلت کر کے ۳۱ جنوری کو چترال میں پہونچ گیا۔ اور دریافت ہوا کہ عمرا خاں نے ابھی قلعہ دروش پر قبضہ نہیں حاصل کیا ہے مگر محاصرہ بہت سخت کیا ہوا ہے۔

امیرالملک نے اس وقت دربند غیرت کو روک رکھا تھا جو قلعہ دروش سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر سڑک چترال پر واقع ہے برٹش ایجنٹ نے اس دربند کے استحکامات کی طرف سے اطمینان کیے جانے کا انتظام کیا اور چونکہ دریافت ہوا کہ عمائد چترال شیر افضل کے طرفدار ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لیے بغرض حفاظت خود اختیاری ضروری معلوم ہوا کہ قلعہ چترال پر قبضہ کر لیا جاوے لہذا فوج کشمیر کے میجر کو ایک سو جوان کے ساتھ بیرونی حصہ قلعہ میں تعینات کر دیا گیا بعد ازاں اور پچاس جوان قلعہ میں بھیج دیے گئے۔

۶۔ عمرا خاں کا قلعہ دروش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا

اب خبر پہونچی کہ عمرا خاں نے قلعہ دروش کو تسخیر کر لیا ہے لہذا برٹش ایجنٹ اپنے تمام اہلکاروں کو ساتھ لے کر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چترالیوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ لیکن ڈاکٹر رابرٹسن نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

ابتدا میں تمام ملک چترال سرحد بدخشاں سے لے کر سرحد پونیال تک چترال کی واحد حکومت میں تھا۔ مگر بعد میں امان الملک کے بزرگوں نے اسکی تقسیم کر لی چترال سے بطرف مستوج کچھ فاصلہ تک شاہ کٹور کے حصہ میں آیا۔ اسے ملک کٹور کا نام دیا گیا۔ اور اس موقع سے سرحد پونیال تک شاہ خوشوقت کے حصہ میں آیا۔ اسے ملک خوش وقتیہ کا نام دیا گیا۔ ملک کٹور کا دارالحکومت بدستور چترال رہا۔ اور راجگان خوش وقتیہ کا دارالحکومت پہلے مستوج مقرر ہوا تھا۔ بعد میں یاسین کو دارالحکومت بنایا گیا۔ بہتر امان الملک نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ملک خوش وقتیہ پر قبضہ حاصل کر کے دونوں حکومتوں کو پھر ایک کر دیا۔ جب قلعہ دروش پر عمرا خاں قابض ہوگیا۔ تو عمائد خوش وقتیہ امیرالملک کے خلاف ہوگئے۔ اور اس سے علٰحدہ ہو کر غیرت کے مقام سے چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس چلے آئے۔ اور ظاہر کیا کہ وہ گورنمنٹ ہند کے سوا اور کسی کی حکومت کو قبول نہیں کریں گے۔ بعد ازاں

امیرالملک بھی مع عمائد کٹور کے چترال میں پہونچ گیا۔ اور دربار میں ہر دو فریق کے درمیان دو بدو بات چیت ہوئی۔ بالآخر برٹش ایجنٹ نے ان کے درمیان ایک قسم کی مصالحت کرادی اور ہر دو فریق غیرت کو واپس چلے گئے اور دونوں فریق نے اطمینان دلایا کہ اگر عمرا خاں نے قلعہ دروش سے آگے چترال کی طرف پیش قدمی کی تو وہ یکدل ہوکر سختی کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے اور دربند غیرت سے اُسے گذرنے نہیں دیں گے۔

۱۸ فروری کو خبر پہونچی کہ لفٹنٹ گرڈن چند سپاہیوں کو لے کر دربند غیرت سے نیچے کی طرف کسی قدر فاصلہ تک بغرض دریافت حالات گیا تھا۔ عمرا خاں کے آدمیوں نے اُس کے اوپر گولی چلادی اس بنا پر کپتان کیمبل کو روانہ کیا گیا کہ دربند کی کمان اختیار کرے اور واقعات سے اطلاع دیتا رہے

۷۔ عمرا خان اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا

کپتان کیمبل نے اطلاع بھیجی کہ شیر افضل قلعہ دروش میں پہونچ گیا ہے امیرالملک نے بھی یہی خبر سنائی مگر ڈاکٹر رابرٹسن نے اسے باور نہیں کیا۔ اُسے خیال ہوا کہ یہ عمرا خان کی بناوٹ ہے بعد میں اُس کی تصدیق ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چترال کے لوگ دیر میں شیر افضل کی پیشوائی کے لیے جارہے ہیں۔ ۲۲ فروری کو غیرت سے یہ اطلاع پہونچی کہ شیر افضل دروش میں پہونچ گیا ہے لہذا کپتان بیرڈ کو ایک سو جوان کے ساتھ کپتان کیمبل کی کمک کے لیے غیرت میں بھیجدیا گیا

۲۴ فروری کو گورنمنٹ ہند کا حکم پہونچا کہ عمرا خاں کو آخری شرائط (الٹی میٹم) بھیج دی جاویں اور اُس کو ملک چترال سے باہر نکالنے میں اہل چترال کی ہر طرح سے امداد کی جاوے چنانچہ عمرا خاں کو الٹی میٹم بھیج دیا گیا اور شیر افضل کو بھی خط لکھا گیا کہ تم اگر چترال آجاؤ تو تمھاری حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے۔ تمھیں مہتر تسلیم کرنے کا اختیار سرکار ہند کے حکم کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہے مگر یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ جب سرکار یہ دیکھے کہ کل اہل چترال اپنے اوپر تمھاری حکومت چاہتے ہیں تو انھیں کچھ اعتراض نہ ہوگا گو کہ یہ ممکن ہے کہ کچھ شرائط تمھارے اوپر عائد کی جائیں۔

۲۷ فروری کو شیر افضل کی طرف سے ایک ایلچی برٹش ایجنٹ کے پاس غیرت میں خط لیکر آیا۔ اس نے ڈاکٹر رابرٹسن سے کہا کہ شیر افضل کابل سے خفیہ طور پر امیر کے علم کے بغیر بھاگ کر چلا آیا ہے۔ چترال میں قلعہ کے سوا اُس کے رہنے کے لیے اور کوئی موزوں مکان نہیں ہے

اس لئے ڈاکٹر رابرٹسن کو چاہیے کہ فی الفور قلعہ خالی کر دے اور اپنے سب سپاہی لے کر مستوج کو واپس چلا جائے۔ ان شرائط میں وہ اس حد تک ترمیم کرنے کو تیار تھا کہ ڈاکٹر رابرٹسن سولہ سپاہی اپنے ساتھ لے کر عارضی طور پر قلعہ سے باہر ٹھہر جائے اور باقی سپاہ سب واپس چلی جائے۔ اگر یہ بنیادی شرائط قبول ہوں تو شیر افضل گورنمنٹ ہند کی دوستی کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اُسے ایک مقررہ رقم وظیفہ سالانہ ادا کی جائے اور کوئی انگریز افسر چترال میں تعینات نہ کیا جائے۔ صرف ایک ہندوستانی اخبار نویس اور پنجابی ڈاکٹر حسب دستور سابق تعینات رہیں۔ اُس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان شرائط کے قبول کئے جانے کے بغیر عمرا خاں کو پیش قدمی سے باز رکھنا ناممکن ہوگا

برٹش ایجنٹ نے اس کا یہ جواب دیا کہ نہ عمرا خان کو اور نہ کسی اور کو یہ اختیار حاصل ہے کہ چترال کے اوپر کسی کو مہتر مقرر کرے اور شیر افضل کو اس مطلق العنانی کے ساتھ چترال کی حکومت ہاتھ میں لینے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ اُسے لازم ہے کہ پہلے سرکار ہند سے اجازت حاصل کرے۔

۸۔ غیرت سے فوج کی واپسی اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا

دوسرے دن صبح سویرے دریافت ہوا کہ امیر الملک گھبرایا ہوا عیون میں پہنچ گیا ہے ڈاکٹر رابرٹسن کپتان بیرڈ کو ساتھ لے کر اُس کے پاس پہونچا۔ اس سے پہلے حمالوں کے جمع کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا لیکن امیر الملک کبھی ایک طرف مائل ہوتا تھا کبھی دوسری طرف۔ اور اُس کی امداد کے بغیر حمالوں کا بہم پہونچنا ناممکن تھا۔ لہذا ڈاکٹر رابرٹسن نے جلسۂ عام میں بآواز بلند اعلان کر دیا کہ تابع منظوری سرکار امیر الملک کو مہتر چترال تسلیم کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے اُس پر نعرۂ خوشی بلند کیا۔ امیر الملک کا چہرہ تھوڑی دیر کے لیے بشاش ہو گیا مگر تھوڑی دیر بعد اُس کے اوپر گھبراہٹ طاری ہو گئی تاہم اُس خوشی میں اُس نے حمالوں کی فراہمی کا حکم دیدیا اور لوگوں نے فی الفور اس کا انتظام کر دیا اور اندھیرا ہونے تک کپتان کیمبل کے تمام سپاہی مع اپنے سامان کے عیون میں پہونچ گئے۔ اس وقت شیر افضل کے کچھ آدمی غیرت میں موجود تھے سپاہیوں نے جونہی کم در بند چھوڑا شیر افضل کے آدمیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے روز سپاہی عیون سے کوچ کر کے چترال میں پہونچ گئے اور قلعہ کے اوپر قابض ہو گئے۔

اب امیر الملک کو بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ شیر افضل کے آدمیوں نے چترال اور مستوج کے

درمیان راستہ توڑ دیا ہے تاہم اُس نے یکم مارچ کو دوبارہ یہ تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر رابرٹسن اپنے تمام سپاہی اور انگریز افسروں کو لے کر مستوج کو واپس چلا جائے اور گلگت سے کمک پہونچنے کا انتظار کرے۔ ڈاکٹر رابرٹسن کو ایک چترالی دوست نے خبردار کر دیا تھا کہ ایسا ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ بیلار پڑی کے اوپر پھندے میں پھنس جاؤ گے لہذا اس نے امیر الملک کو یہ جواب دیدیا کہ تمھاری تجویز ممکن العمل نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ کوغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ

۲ مارچ کو چترال میں سیاسی حالات بہت بگڑ گئے۔ جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہو گی۔ مستوج اور چترال کے درمیان جو واقعات پیش آئے اُن کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ لفٹنٹ ماربلے نے ۶۰ بکس سنائڈر امیونیشن کے ایک قابل گورکھا صوبیدار دھرم سنگھ کی نگرانی میں مستوج سے چترال کو روانہ کیے۔ بعد ازاں ۲ مارچ کو کپتان راس مع لفٹنٹ جونس اور کپتان براورٹن کمسریٹ افسر کے ایک سو سپاہیان پلٹن نمبر ۱۴ سکھان کو لے کر مستوج میں وارد ہو گیا اور علاقہ مستوج کی فوجی کمان اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لفٹنٹ ایڈورڈس اور فولر جس وقت مستوج میں پہونچے تو انہیں کپتان راس نے کچھ سپاہیوں کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ ایمونیشن کے قافلہ کی نگرانی کریں۔ اب ایمونیشن کے گارد کی تعداد ساٹھ جوان تک پہونچ گئی انہیں حکم دیا گیا کہ سڑک کی مرمت کرتے ہوئے احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے چترال چلے جائیں اگر اُن کے اوپر حملہ ہوا تو کپتان راس خود اُن کی کمک کے لیے پہونچ جائیگا۔ اُس کا یہ حکم دراصل اُس کی موت کا وارنٹ ثابت ہوا۔ چنانچہ جب صوبیدار دھرم سنگھ کے پاس سے یہ اطلاع پہونچی کہ اس کے اوپر حملہ کا اندیشہ ہے اور دریافت ہوا کہ ایک ملکی رئیس لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے تو کپتان راس فوراً بونی کو روانہ ہو گیا ۵ مارچ کو لفٹنٹ ایڈورڈس اور فولر بھی بونی کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور کپتان براورٹن غذر کی طرف واپس چلا گیا۔ ایڈورڈس رات کو اس مفسد رئیس کو گرفتار کر کے لے آیا۔ اور دوسرے دن کپتان راس بھی واپس آ گیا۔ اور ایڈورڈس بونی کو واپس ہو گیا۔ اُس نے خبر بھیجی کہ افواہ مشہور ہے کہ ریشن میں حملہ کی تیاری ہو رہی ہے اگر یہ درست ثابت ہو

تو کپتان راس کو کمک لے کر موقع پر پہونچنا چاہیے۔ لفٹنٹ مابرلے اس کے خلاف تھا۔ مگر کپتان راس اپنے ایک سو سکھ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس کی روانگی کے بعد ریشن کی لڑائی کی افواہ مستوج میں پہونچی۔ ۹ مارچ کو مزید جنگ کی خبر آئی۔ اور کپتان راس کی طرف سے یہ اطلاع پہونچی کہ غالباً ایڈورڈس ریشن میں گھر گیا ہے۔

اس کے بعد خبر پہونچی کہ کپتان راس نے اپنے چالیس جوان بسرکردگی ایک سکھ افسر کے الگ کر دیے ہیں اور شیر افضل کے آدمی کوشش کر رہے ہیں کہ دربند نیساگول پر قابض ہو جائیں ۱۲ مارچ کو مستوج میں خبر پہونچی کہ شیر افضل کے لشکر نے واقعی دربند نیساگول پر قبضہ کر لیا ہے اب کپتان مابرلے ایک سو جوان افواج کشمیر کے لے کر نیساگول کے متعلق اطمینان کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ وہاں جدید تیار کردہ استحکامات اُسے نظر آئے مگر آدمی اُسے کوئی نہیں ملا۔ اس نے یہ استحکامات منہدم کر دیے اور پتھروں کو دریا میں بہا دیا شام ہوئی تو وہ اپنے آدمیوں کو لے کر مستوج کو واپس چلا گیا۔

اس اثنا میں کرنیل فولا افواج ریاست کے ساٹھ جوان لے کر غذر سے مستوج میں پہونچ گیا اب ایک مہم کی تیاری کی گئی۔ مگر چونکہ حمال نہیں مل سکتے تھے ایمونیشن۔ کمل۔ اور راشن سب کچھ خود سپاہیوں کو اٹھا کر چلنا پڑا۔ اس طرح ڈیڑھ سو جوان تیار کیے گئے۔ کپتان مابرلے انھیں لیکر باہر نکلا اور موضع سنوغر میں مقیم ہوا۔

اس رات کو سنوغر میں خبر پہونچی کہ کورغ میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور ایک انگریز افسر مع چالیس سپاہیوں کے بونی میں زخمی پڑا ہوا ہے رات تک مستوج سے پوری فوج بھی پہونچ گئی۔ ۱۷ مارچ کو مابرلے اپنے سپاہیوں کو لے کر دریا کے داہنے کنارے پر پہونچ گیا۔ سہ پہر تک مابرلے بونی میں پہونچا۔ اور دیکھا کہ جونس بُری طرح زخمی ہے۔ اور چالیس جوانان سکھ اُس کے ساتھ ہیں ان میں سے بھی نوجوانان سخت مجروح ہیں۔ اس نے ایک مکان کو مستحکم کرنے کا انتظام کیا اور ہر طرف سے خبر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جو حالات دریافت ہوئے اُن سے نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ ایڈورڈس ایک بہت بڑے لشکر سے مغلوب ہو گیا جس نے اُس کے دستہ فوج کو ختم کر دیا۔ غذر سے خبر پہونچی کہ گوپس کا راستہ بند ہو گیا ہے اور گلگت سے کمک کے پہونچنے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے مابرلے نے جونس اور فولا کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ

دراصل میں دشمن کا جو لشکر موجود ہے اور جس نے ایڈورڈس کی پارٹی کو تباہ کیا ہے اُس کی نوسے جس قدر جلد ممکن ہو کر باہر نکل جانا چاہیے۔ چنانچہ اندھیرا ہو جانے پر اُس نے اپنے سپاہیوں کو دریا سے عبور کرا کے داہنے کنارے پر پہونچایا اور مستوج کی طرف روانہ ہو گیا۔ درہ بند نیسا گول میں پہونچا تو وہاں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ یہاں سے توقف کے بغیر فوراً آگے روانہ ہو گیا اور آدھی رات تک مستوج میں بخیریت پہونچ گیا۔

جونس کے سکھوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ کپتان راس ، ۷۔ مارچ کو جب روانہ ہوا ہے تو اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ بونی میں کچھ سپاہی تعینات کئے جائیں اور خود دیہاتی بار برداری لے کر آگے چلا جائے تاکہ ایڈورڈس اور فولر کو واپس لے آئے۔ بونی میں اُسے دریافت ہوا کہ ایڈورڈس بہت تکلیف میں ہے اور غالباً دشمن کے نرغہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ لہذا کپتان راس بہت سے حمال ساتھ لے کر صبح کے وقت روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت وہ کورغ میں پہونچا۔ گانوں بالکل خالی تھا جب نصف میل کے قریب آگے چل کر وہ درہ بند کورغ میں پہونچا تو سپاہیوں نے عین راستہ کے اوپر کچھ خالی مورچے دیکھے اور پہاڑی کے اوپر کچھ آدمی بھی انھیں نظر آئے۔ مگر راس نے ان واقعات کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اس درہ بند کا راستہ نہایت خطرناک ہے۔ اوپر سے اتنے پتھر برسائے جا سکتے ہیں کہ راستہ پر کوئی جاندار بچ نہیں سکتا۔ یہ فوج پھندے میں پھنس گئی۔ چارہ کار صرف یہ تھا کہ راستہ کے رک جانے سے پیشتر اس خوفناک موقع سے نکل جاتے۔ مگر راس نے اس طرف خیال نہیں کیا۔ اور جونس کو دس سپاہیوں کے ساتھ واپس بھیجا کہ کورغ کی طرف اس درہ بند کے کنارے کو روک لے جونس کے اس موقع پر پہونچنے تک تمام مورچے آدمیوں سے پُر ہو چکے تھے اور انھوں نے جونس کے اوپر اتنے پتھر برسائے کہ اُس کے ساتھ صرف دو جوان باقی رہے۔ اُس نے راس کو خبر بھیجی اس پر اُسنے اپنے سپاہیوں کو دریا کے کنارے دو غاروں میں جمع کیا۔ اور جونس بھی وہیں پہونچ گیا۔ رات کے وقت انھوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور مجبوراً انھیں غاروں کے اندر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن تمام روز یہ لوگ انھیں غاروں کے اندر پڑے رہے اور دریا کے دوسرے کنارے سے چترالی مسلسل گولی چلاتے رہے۔ سپاہیوں نے بھی اپنی حفاظت کی غرض سے ان غاروں کے منھ کے سامنے مورچے تیار کر لیے۔

دوسری رات کو سپاہیوں نے باہر نکلنے کی پھر کوشش کی اس دفعہ وہ پہاڑی کے اوپر

چڑھ گئے اور قریب قریب اس خطرناک حصۂ سڑک کے پار پہونچ گئے تھے صرف ایک چھوٹی پٹری عبور کرنی باقی رہتی تھی جب کہ ایک سپاہی زخمی ہو کر گرا۔ لہذا سپاہی شکستہ دل ہو کر اپنے غاروں میں واپس چلے گئے۔ اور ایک مصیبت کی رات بحالت فاقہ پھر اس قیدخانہ میں بسر کی اب راس نے فیصلہ کیا کہ اُسے بہرحال اس پھندے سے نکلنا چاہیے۔ لہذا رات کو دو بجے کے قریب غار سے نکل کر باہر کی طرف تمام پارٹی نے دوڑنا شروع کیا۔ اور دشمن نے تفنگ زنی شروع کردی۔ بہت مارے گئے۔ راس نے بہت بہادری دکھلائی۔ دشمن کے ایک مورچہ پر اُس نے تن تنہا حملہ کردیا اور دو تین آدمیوں کو اپنے ریوالور سے ہلاک کیا۔ اس وقت اُسے ایک پتھر لگا جس کے صدمہ سے وہ تقریباً بیہوش ہو گیا۔ اس حالت میں اُسے گولی لگی جس نے اُسے سرد کردیا۔ جونس سترہ سپاہیوں کو لے کر کوراغ کی طرف میدان کے اندر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ اُس جگہ چترالیوں نے اُس کے اوپر تلوار سے حملہ کیا مگر سکھوں کی گولی اور سنگین نے اُن کا جلد خاتمہ کردیا۔ دوسرے گروہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ انھیں بھی سکھوں نے تمام کردیا۔ لیکن ان کے بھی کچھ آدمی مارے گئے اور صرف چودہ باقی بچے۔ جن میں دس نفر مع جونس کے سخت زخمی تھے۔ یہ بہزار خرابی صبح کے چھ بجے رینگتے ہوئے بونی میں پہونچے اور راس نے جس پارٹی کو یہاں چھوڑا تھا اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ بقیہ اُن ساٹھ جوانوں کا تھا جو ابتدا اگر کوراغ کی پٹری میں داخل ہوئے تھے

اب جونس نے واپسی کا انتظام کیا۔ مگر بیس اور تیس کے درمیان سکھ سپاہی چلنے کے قابل نہ تھے وہ اپنی پہلی پناہ گاہ میں واپس چلے گئے۔ یہاں انھیں دشمن نے گھیر لیا۔ اور ان کے چاروں طرف مورچے تیار کر لیے۔ انھوں نے سات آٹھ روز کھانے پینے کے بغیر غالباً محض افیون کے زور پر بسر کیے پھر محمد عیسیٰ اور یادگار بیگ مع اپنے بھتیجے کے ریشن سے پہونچ گئے۔ جہاں انھوں نے ایڈورڈس اور فولر کو فریب سے پکڑ لیا تھا۔ اور اُن کے حفاظتی دستۂ فوج کو بے رحمی کے ساتھ کاٹ دیا تھا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر سکھان اپنے آپ کو حوالہ کردیں تو وہ اُنھیں قتل نہیں کرینگے سکھوں نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور وہ باہمتی اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے۔ جو سپاہی چلنے کے قابل نہ تھے انھیں ان لوگوں نے فوراً ہلاک کردیا۔ ماںقی اشخاص کو آبادی کلاک کے ایک مکان میں بند کردیا۔ دوسرے دن ایک ایک کرکے انھیں نکالا اور تلوار سے کاٹ دیا۔ صرف ایک آدمی اتفاق سے بچ گیا۔

۲۲ مارچ سے مستوج کا محاصرہ شروع ہو گیا جسے ۹ اپریل کو کرنل کیلی نے توڑا۔

۱۰۔ ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور انکی شکستہ فوج کی تباہی

جب ایڈورڈس کی پارٹی کوسغ کی پڑی سے گذر رہی تھی تو ایڈورڈس کو اس کے راہبر نے خبر دی کہ اُسے دریافت ہوا ہے کہ چترال میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور ہمارے قافلہ پر بھی حملہ کی تیاری ہو رہی ہے اُس کی اطلاع اُس نے مستوج میں ماس کو بھیج دی تھی اب ایڈورڈس نے فولر کے ساتھ مشورہ کر کے اپنے قافلہ کو اندھیرا ہونے تک ریشن میں صحیح وسلامت پہونچا دیا۔ یہاں پہونچ کر اُسے دریافت ہوا کہ چترالی بھی برٹش ایجنٹ کے خلاف حملہ میں شامل ہیں۔ اس لیے انھوں نے لب دریا ایک محفوظ مقام کو تلاش کر کے منزل کا انتظام کیا اور دیدبانی پہرہ لگا کر بآرام سو رہے۔

دوسرے دن ان کا ارادہ روانگی کا نہ تھا لیکن ابھی کا اظہار انھوں نے نہیں کیا اور ڈیڑھ سو حال ان کے کیمپ میں جمع ہو گئے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ قافلہ اُس روز اسی جگہ توقف کریگا تو معززین نے ناخوشی ظاہر کی مگر ایڈورڈس نے کیمپ ایسے موقع پر قائم کیا تھا جہاں سے پل کی حفاظت بآسانی ہو سکتی تھی۔ اُس نے دھرم سنگھ کو مع تیس سپاہیوں کے ایمونیشن کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اور خود مع فولر اور باقی سپاہیوں کے سڑک کی مرمت کے لیے روانہ ہو گیا ریشن کے قریب راستہ ایک دشوار گذار پڑی سے گذرتا ہے جس میں جابجا لکڑی کی سیڑھیاں لگی ہیں اور اس وجہ سے یہ راستہ جانوروں اور حمالوں کے لیے قابل گذار نہیں ہے۔ فولر اپنا گھوڑا لے کر بالائی راستہ سے بمشکل تمام اس پل صراط کو عبور کر کے دوسری طرف پہونچا اور یہ دیکھنے لگا کہ آیا پایاب کا امکان ہے اور کوئی مسلح آدمی تو اس طرف نہیں ہے۔ آگے سے صرف ایک غیر مسلح آدمی نظر پڑا۔ وہ پایاب کی تلاش چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اور دوسری پڑی پر پہونچا جو دریا کے دوسرے کنارے سے گولی کی زد میں تھی۔ ایڈورڈس نے فولر کو پڑی کے اوپر بھیج دیا اور دونوں دوربین کے ذریعے راستہ کی تلاش کر رہے تھے کہ انھیں ایک آدمی بندوق لیے ہوئے نظر پڑا۔ فولر اپنے آٹھ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑ نے اوپر بڑی محنت سے چڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ دریا کے دوسرے کنارہ کی پہاڑی کی بلندی سے اوپر نکل گیا۔ یہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ مورچے بنے ہوئے ہیں

اور ان کے نیچے پارمیش کا گانوں ہے۔ اب وہ اس مقام پر پہونچا جہاں اُسنے تفنگچی کو دیکھا تھا۔ یہ اس جگہ کے قریب پہونچا تھا کہ ایک بندوق سرہوئی۔ اُس کے ساتھ ہی دو تین سو مسلح آدمی پارمیش کے گانوں سے نکل کر پٹری کے اوپر قطار باندھکر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے گولی چلانی شروع کر دی۔ فولر نے بھی اُس کا جواب دیا اور اپنے آدمیوں کو پہاڑی کی پناہ میں لے آیا۔ ایک حج لدار مارا گیا فولر نے اُس کی بندوق اٹھائی اور دشمن پر خوب گولی برسائی۔ لیکن خود فولر کی پشت پر گولی لگی اب دشمن نے اپنی قطار کا رخ تبدیل کیا اور ان کے نشانہ کی سمت سے یہ پایا گیا کہ ایڈورڈس کو دشمن کی طرف سے پسپا ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔

فولر نے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ ان کے اوپر گولی برستی رہی مگر یہ ایک معجزہ تھا کہ یہ لوگ اس آتشی طوفان سے بچ کر نکل گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایڈورڈس اپنے سابقہ موقع سے چند سو گز کے فاصلہ پر نکل گیا ہے اب دریا کے دونوں کناروں سے ان کے اوپر گولی برس رہی تھی۔ ہر دو افسر اور سپاہی یہاں سے تیز قدم روانہ ہوئے اور ہزار خرابی پٹری کے اوپر پہونچے۔ دوسری طرف پٹھان بھی پٹری کے اوپر قبضہ کرنے کے لیے گھوڑ دوڑ کر رہے تھے مگر ایڈورڈس اور فولر کی پارٹی جیسے تیسے اپنے مورچہ کے اندر پہونچ گئی صرف ایک اور سپاہی راستہ میں مارا گیا۔ اب مورچہ کے اندر آدمی گنجایش سے زیادہ جمع ہو گئے اور دونوں طرف سے ان کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ انھوں نے ایک دیوار پر قبضہ کر کے اُسے مورچہ میں تبدیل کیا اور کچھ فاصلہ پر چند مکانات تھے انپر بھی قبضہ کر لیا اور اُن کے اندر جو آدمی تھے انھیں نکال دیا۔ اور گولی کی بوچھاڑ کے اندر ان مکانات کو استحکام دینے کا انتظام شروع کر دیا۔ اور انھیں قلعہ کی صورت میں بدل دیا۔

اس قلعہ کی چھت کے اوپر جو استحکامات بنائے گئے تھے اُن کی حفاظت دو پارٹیوں کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ ایڈورڈس نے فوج کشمیر کو اپنی کمان میں اس کے ایک حصہ میں تعینات کیا تھا اور فولر اپنے سفرمینا کے ذریعے دوسرے حصہ کی حفاظت کرتا تھا جب روشنی ہو گئی تو ایڈورڈس نے گولی چلانے کا حکم دیا۔ اب دشمن کے ڈھول بجنے لگے اور ایڈورڈس کے قلعہ پر چاروں طرف سے گولی کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ میدان چوگان بازی اور باغ کی دیوار اور مکانات ملحقہ کی طرف سے سخت حملہ ہوا۔ مکانات کے قریب چنار کا ایک درخت تھا اس طرف سے حملہ زیادہ زور کے ساتھ ہوا مگر ایڈورڈس کی تفنگ زنی نے اس کا خوب مقابلہ کیا۔ باغ کی دیوار کی طرف سے

پٹھانوں نے زور لگایا مگر انھیں چنداں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایڈورڈس کی پارٹی سے چار مقتول اور چھ مجروح ہوئے۔ اب ساٹھ میں سے صرف چونتیس سپاہی باقی رہ گئے۔ دشمن کے نقصان کا پورا اندازہ نہیں ہو سکا۔ مگر تخمیناً بہت زیادہ تھا۔

اا اپریل کو بھوک اور پیاس دونوں کی تکلیف پیدا ہوئی۔ کھانا پکانے کے لیے پانی باقی نہ رہا تھا۔ کنواں کھودنے کی کوشش کی گئی مگر بارہ فٹ نیچے جا کر خالص چٹان نکل آئی۔ رات کو پانی لانے کے لیے بارہ آدمیوں کے ساتھ پھر حملہ کیا گیا اور فولر پانی لے کر انھیں صحیح و سلامت واپس لے آیا۔

اب اس پھندے سے نکلنے کی کوئی امید نہیں رہی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان نا ممکن حالات کو لڑ کر ختم کیا جائے۔ مگر اس سے پیشتر دشمن نے میدان چوگان بازی میں مصالحت کا جھنڈا بلند کر دیا اور ایک پٹھان "گولی بند کرو" پکارتا ہوا استحکامات فوج کشمیر کی حد پر کھڑا ہو گیا۔ ایڈورڈس نے بنگال سفر مینا کے جمعدار کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے واپس آکر بتلایا کہ شیر افضل کا دودھ بھائی محمد عیسیٰ ایک لشکر لے کر ابھی چترال سے پہونچا ہے وہ چاہتا ہے کہ لڑائی کو ختم کیا جائے عمرا خاں اور ڈاکٹر رابرٹسن اب دوست ہو گئے ہیں۔ محمد عیسیٰ انگریز افسروں سے بذات خاص بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس اثنا میں میدان چوگان بازی میں آ گیا تھا۔ ایڈورڈس نے فیصلہ کیا کہ محمد عیسیٰ سے اگر یہاں ملاقات کر لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر وہ فولر کے فنگچیوں کی پناہ میں ہو گا۔

ایڈورڈس تھوڑی دیر کے بعد اپنے قلعہ میں واپس آیا اور فولر کو بتلایا کہ محمد عیسیٰ نے تو مجھ سے یہ کہا کہ عمرا خاں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے درمیان مصالحت کی گفتگو ہو رہی ہے چترال عمرا خاں کو حوالہ کر دیا جائیگا اور جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ ہم دونوں اپنے سپاہیوں کو لے کر مستوج میں واپس چلے جائیں۔ وہ ہمیں عزت کے ساتھ اور صحیح و سلامت مستوج میں پہونچا دینے کا ذمہ دار ہے ایڈورڈس نے کہا کہ میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ برٹش ایجنٹ کے حکم کے بغیر میں سفر واپسی اختیار نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ مصالحت جاری رکھی جائے اور چترال میں خط بھیجا جائے اُس کا جواب آنے تک لڑائی بند رہے۔ سپاہیوں کی رسد کا انتظام کر دیا جائے اور پانی بھرنے کی انھیں رکاوٹ نہ دے۔ محمد عیسیٰ نے اُس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ برٹش ایجنٹ کے نام خطوط لکھ کر روانہ کر دیے

گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد کوہل سے پانی لانے کے لیے جو آدمی بھیجے گئے تھے اُنھوں نے واپس آکر بتلایا کہ گانوں کی کوہل ٹوٹی ہوئی ہے اور تمام گانوں مسلح پٹھانوں اور چترالیوں سے بھرا ہوا ہے۔ شام کے قریب تھوڑی رسد اور ایک بھیڑ و محمد عیسیٰ نے بھیج دیا اور اپنے اقرار پر قائم رہا۔ ۱۴ مارچ کو بارش ہوتی رہی۔ اور پانی اور خوراک کی افراط ہو گئی۔

۱۵ مارچ کو برف باری ہوئی۔ مگر برف جلد اُٹھ گئی۔ شام کے وقت محمد عیسیٰ نے ایڈورڈس اور فولر کو اس مصالحت کی خوشی میں چوگان بازی کے لیے مدعو کیا۔ اُنھوں نے عذر کیا کہ ہمارے پاس اپنا گھوڑا نہیں ہے اور ہم تھکے ہوے ہیں اس لیے چوگان بازی میں شریک نہیں ہو سکتے تم خود شوق سے کھیلو۔ مگر محمد عیسیٰ نے اصرار کیا کہ اگر تم کھیلنا نہیں چاہتے تاہم دیکھنے کے لیے ضرور آؤ۔ اس پر یہ راضی ہو گئے۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ ان کی طرف اور کسی آدمی کو ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو۔ ایڈورڈس اور فولر نے اپنے سپاہیوں کو اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرا دیا اور خود میدان چوگان بازی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد تماشہ بین آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے یہ دیکھکر فولر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اور ایڈورڈس سے کہا کہ یہاں سے بھاگنا چاہیے اُس وقت محمد عیسیٰ نے نرمی کے ساتھ دونوں انگریزوں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اُنھیں قابو کر لیا۔ اور تماشہ بینوں میں سے ایک درجن کے قریب آدمی آگئے۔ اُنھوں نے ان دونوں کو کھینچ کر دیوار کے پار پہونچا دیا۔ وہاں اُن کے ہاتھ پانوں مضبوط باندھ دیے گئے جس وقت انھیں پکڑا گیا ہے قلعہ سے ایک باڑھ سر ہوئی۔ اور ہر طرف سے قلعہ کے اوپر حملہ ہو گیا۔ بڑی دیر تک گولی چلتی رہی دھرم سنگھ نے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بالآخر مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا ان میں سے صرف ایک درجن سپاہی بچے نو مسلمان اور تین ہندو۔ اُنھیں قید کر لیا گیا۔

اس دوران میں ایڈورڈس اور فولر بندھے پڑے رہے یہ اس خیال میں تھے کہ ان کی موت کا وقت قریب آرہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں قیدیوں کو محمد عیسیٰ کی منزل میں پہنچایا گیا۔ جہاں سب لوٹ جمع تھی اور فہرست تیار ہو رہی تھی۔ رات کو انھیں کھانا کھلا کر ایک ریک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اور گاردان کے اوپر تعینات کر دی گئی۔ صبح کے وقت انھیں محمد عیسیٰ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے حکم دیا کہ فولر چترال جاے اور ایڈورڈس مستوج کو روانہ ہو۔ انھوں نے عذر کیا کہ انھیں ایک دوسرے سے علحدہ نہ کیا جاے مگر اُس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی بالآخر

دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کیونکہ انھیں دوبارہ ملاقات کی کوئی اُمید نہ تھی۔ فولر کو چترالی اور پٹھان گارد کے ساتھ چترال کی طرف روانہ کیا گیا۔ اُس کے بعد ایڈورڈس کو میدان چوگان بازی میں پہونچایا گیا۔ اُس نے خیال کیا کہ یہاں اُس کا خاتمہ کیا جائیگا۔ گر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے روز کی طرح چوگان بازی کا تماشہ اُسے دکھلایا گیا۔

فولر پا پیش میں پہونچا تو چترالی اور پٹھان گارد کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ چترالی چاہتے تھے کہ فولر کو شیر افضل کا یرغمال بنایا جائے اور پٹھانوں کی یہ خواہش تھی کہ عمرا خاں کا یرغمال بنایا جائے اس کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ رات کو پا پیش میں ٹھہر جاؤ۔ ۸ مارچ کو آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ ایڈورڈس بھی اسی طرف آرہا ہے۔ غالباً محمد عیسیٰ نے اپنا خیال بدل دیا۔ اور دونوں قیدیوں کو چترال کی طرف روانہ کر دیا۔ رات کو ایک گاؤں میں منزل کی گئی۔ کھانے کے بعد پٹھانوں کی ایک کمپنی پہونچی۔ اس نے ان دونوں قیدیوں کو اپنی سپردگی میں لے لیا۔ اور ایک ادنیٰ مکان میں ان کو بند کیا۔ ۹ مارچ کو دریا عبور کرکے کو غربی کے گاؤں میں پہونچے۔ یہاں پٹھانوں کی ایک اور کمپنی ملی۔ اس کے کمان افسر نے اصرار کیا کہ ایڈورڈس کو مستوج لیجانا چاہیے۔ مگر ہر دو افسران نے ایک دوسرے سے علیحدہ کئے جانے سے عذر کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ رات کو اسی جگہ منزل کی جائے اور چترال سے حکم کے پہونچنے کا انتظار کیا جائے۔ ۱۰ مارچ کو یہ حکم پہونچا کہ دونوں قیدیوں کو چترال میں شیر افضل کے پاس پہونچایا جائے چنانچہ بدستور قلعہ چترال کے قریب سے گذر کر شیر افضل کے پاس مع ہر دو افسران انگریز کے پہونچ گیا۔

اس کے بعد سے ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونے لگا۔ عمرا خاں کے نائب نے اور شیر افضل نے اجازت دی کہ ہر دو افسر اپنے بارہ سپاہیوں سے جو قید میں تھے ملاقات کر سکتے ہیں۔ اور ان میں سے دو آدمی اُن کا کھانا پکانے کے لیے انھوں نے اُنکے ساتھ تعینات کر دیے۔

۲۵ مارچ کو انھیں قلعہ درودش کی طرف عمرا خاں کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ جب وہ قلعہ منڈا میں پہونچے تو عمرا خاں ایک چھوٹے کمرہ میں انھیں ملا۔ یہاں سے ایک انگریزی کمرہ میں انھیں پہونچایا گیا جہاں ایک پشاوری عہدہ دار انھیں ملا جسے میجر ڈین نے بھیجا تھا۔ ایڈورڈس کو بھیس بدلا کر اپنے ساتھ جنرل سر رابرٹ لو کے کیمپ میں لے گیا۔ عمرا خاں نے ایڈورڈس کی تلوار بھی اسے واپس دیدی۔

فولر کو اس کے بعد چار روز تک پوشیدہ رکھا گیا۔ ۱۵۔اپریل کو میجر ڈین نے اطلاع دی کہ عمرا خاں کے ساتھ فولر کے متعلق جو سفارت ہو رہی تھی اس میں ناکامی ہوئی۔ اب تمام انحصار عمرا خاں کی نیک نیتی پر تھا جس میں وہ پورا اُترا۔ ۱۶۔اپریل کو اس نے فولر کو ایک پٹھان کے بھیس میں روانہ کر دیا۔ اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ اُس کو رخصت کیا۔ فولر نے بھی وعدہ کیا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے تمہاری امداد کے لیے کوشش کروں گا۔ جب یہ پارٹی سرکاری فوج کے کیمپ کے نزدیک پہونچی تو عمرا خاں کا گارد فولر سے رخصت ہو گیا اور فولر انگریزی فوج کے درمیان پہونچ گیا۔

۱۱۔ گلگت کی طرف کرنل کیلی کی کمک مہم چترال

۲۲ مارچ کو سرکار ہند کی طرف سے کرنیل کیلی کے نام یہ حکم صادر ہوا کہ ضلع گلگت کی فوجی کمان اختیار کرے اور پشاور کے راستہ سے جو فوج چترال کی کمک کے لیے بھیجی گئی ہے اُس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر گلگت کی طرف سے کمک پہونچانے کا انتظام کرے کرنیل کیلی کی رجمنٹ نمبر ۳۲ پایونیر سڑک بونجی وچیلاس پر کام کر رہی تھی اُس کے چار سو سپاہی گلگت میں جمع تھے اُمیں سے دو سو جوان ۲۳ مارچ کو کپتان بورڈیل کی سرکردگی میں گوپس کو روانہ کر دیے گئے۔ مابقی سپاہیان بانتظار دو توپوں کے جو نومل سے طلب کی گئی تھیں گلگت میں ٹھہرے اور بعد میں ان سات پونڈ والی توپوں کے گارد کے طور پر روانہ ہوئے ۲۷ مارچ کو کپتان بورڈیل جس نے پلٹن پایونیر کی کمان اختیار کی۔ اور کرنیل کیلی کو جرنیلی کمان کے لیے سبکدوش کر دیا۔ کرنیل کیلی اور اُس کے اسٹاف افسروں کے ساتھ گوپس سے روانہ ہوا۔ اور خچر باتری اور دو کمپنی پایونیر کی زیر کمان لفٹنٹ پیٹرسن دوسرے دن روانہ ہو گئیں لفٹنٹ سٹورات نے توپ خانہ کی کمان اختیار کی۔ اور قلعہ گوپس کی کمان کپتان ڈی ومیس نے اختیار کی۔

اس وقت گوپس اور چترال کے درمیان جو فوج تھی وہ یا تو مستوج میں محصور تھی یا غذر میں تھی جہاں لفٹنٹ گف کمان افسر تھا اور لفٹنٹ اولڈھم چالیس جوان سفر مینا کے ساتھ گوپس سے غذر کو جا رہا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا کہ کرنیل کیلی کے پہونچنے تک وہ جس جگہ ہے وہیں کا رہے مستوج کی مدافعت کپتان راس کے ایک سو بیس سکھوں میں سے جو چالیس جوان بچے

ہوئے تھے وہ اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۴ کے ایک سو بیس جوان اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۶ کے ایک سو پندرہ جوان زیر کمان لفٹنٹ مارلے بامداد کرنیل فولاکر رہے تھے۔ علاوہ ازیں مستوج میں بیوپان پونیال کے پچاس جوان بھی تھے اور لفٹنٹ جونس مجروح اور کپتان براد رٹن بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ مستوج توڑیدار بندوق کے حملہ کے لیے کافی مضبوط تھا اور مارلے نے بمشورہ لفٹنٹ جونس و کپتان برادرٹن مدافعت کے انتظام کو خوب درست کر رکھا تھا۔

لفٹنٹ گف کے زیر کمان غذر میں کشمیر پلٹن کے ساٹھ باقاعدہ سپاہی اور ہونزہ ڈنگر کی ایک کشادہ لیویاں تھیں۔ ان لیویان نے بڑی خدمات انجام دیں افواہ مشہور تھی کہ داریل و تانگیر کی اقوام حملہ کر کے گوپس کا راستہ بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ مگر لفٹنٹ گف نے اسکی کوئی پروا نہ کی۔

۳۱ مارچ تک کرنل کیلی کی تمام مہم غذر میں جمع ہو گئی جس کی تفصیل یہ ہے :۔

پلٹن نمبر ۳۲ پائنیر ۴۰۰ جوان

خچر باٹری ریاست کشمیر۔ دو توپ سات پونڈ والی۔

سفر مینا ریاست کشمیر ۴۰ جوان

گوپس سے غذر تک راستہ نسبتاً اچھا تھا اور یہ فوج غذر میں بخیریت پہنچ گئی یکم اپریل کو یہ مہم غذر سے روانہ ہوئی یہاں برف بہت تھی جس قدر آگے بڑھے مشکلات بڑھتی گئیں یہاں تک کہ تیرو پہنچنے پر ثابت ہو گیا کہ اس برف میں خچروں کا چلنا ناممکن ہے لہذا واپسی کا حکم دیا گیا۔ اب برف باری شروع ہو گئی۔ اس کے بند ہونے اور حمالوں کے انتظار میں توقف کرنا پڑا۔

کپتان بورا ڈیل اپنے دو سو سپاہیوں کے ساتھ تیرو میں ٹھہر گیا۔ کہ جس وقت موقع ملا آگے نکل جائیگا اور درہ شانڈور سے گذر کر سینو پر قبضہ کرے گا۔ اولڈھم کے سفر مینا اور ہونزہ ونگر کی لیویان بھی اس کے ساتھ کر دی گئیں۔ اور کرنیل کیلی باقی فوج اور افسران کے ساتھ غذر کو واپس روانہ ہو گیا۔ کپتان بورا ڈیل اپنے آدمیوں کے ساتھ بخیریت لسپور پہنچ گیا اور ایک مکان میں ٹھہر گیا۔

غذر میں واپس پہونچ کر ایک مجلس شوری منعقد کی گئی کہ سات پونڈ والی توپوں کو کس تدبیر سے درہ شانڈور کے پار گذارا جائے کسی نے صلاح دی کہ بلا پہیے کی پھسلنے والی گاڑی پر چلایا جائے کسی نے رائے دی کہ سڑک کو برف سے صاف کر دیا جائے اور خچروں کو چلایا جائے مگر

کا برف سے صاف کرنا بڑا لمبا کام تھا مگر پھیلنے والی گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ اس میں بھی کامیابی
نہیں ہوئی بالآخر لمبی بلیوں میں توپوں کو لٹکایا اور سپاہیوں نے ڈولی کی طرح اٹھا کر چلایا۔ مگر
اس میں بھی بڑی مشکلات پیش آئیں اور تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد رات ہوگئی لہذا اس سامان
کو برف میں چھوڑ کر لنگر میں منزل کی گئی۔ دوسرے دن پھر کوشش کی گئی۔ اور سپاہیوں نے
بڑی ہمت کے ساتھ دونوں توپوں کو لسپور میں پہنچا دیا۔

چترالیوں کا خیال تھا کہ برف باری کے زمانہ میں سپاہیوں کا شاندورے سے گذرنا مشکل ہے
اور توپوں کا عبور ہونا تو وہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے۔ مگر جب تمام مہم کامیابی کے ساتھ لسپور میں
پہونچ گئی تو چترالیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

خچروں کو تیرو میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کے بجائے لسپور میں گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ ۲۔ اپریل
کو بوراڈیل نے کچھ سپاہیوں کو ساتھ لے کر تحقیقات شروع کی کہ آیا مستوج کے ساتھ آمد و رفت جاری
کرنے کا امکان ہے۔ وہ ایک سو بیس جوان پایونیر اور بہردوا تواب کو لے کر گشت تک چلا گیا یہاں
اُس نے دیکھا کہ اس آبادی سے دو میل نیچے کی طرف اس موقع پر جسے چکلوٹ کہتے ہیں۔ دشمن
نے استحکامات درست کرکے مضبوطی کے ساتھ راستہ کو روک رکھا ہے۔ یہ حالات معلوم کرکے
واپس لسپور کو واپس چلا آیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی بھی پہونچ گیا۔

جنگ چکلوٹ ۸۔ اپریل کو تمام فوج نے گشت میں منزل کی۔ دشمن نے چکلوٹ کو مستحکم
طور پر روک رکھا تھا۔ ۹۔ اپریل کو حملہ کی تیاری کی گئی۔ ہونزہ ونگر کی
لیویان کو زیر نگرانی اسٹاف افسر دریا کے بائیں طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ اور لیویان پونیال
کو دریا کے داہنے کنارے پر پہاڑی کے اوپر روانہ کیا گیا کہ دشمن کے مورچہ کے اوپر پہونچ کر ان کے
استحکامات کو اُلٹ دیں۔ ان کی روانگی سے تین گھنٹہ بعد کرنیل کیلی گشت سے باہر نکلا۔ اور
توپوں کو اپنے موقع پر پہونچا دیا گیا کاب ایڈوانس گارڈ کو لے کر آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے اولڈہم
اپنے سفرمینا لے کر روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے بوراڈیل قلب فوج لے کر روانہ ہوا۔ توپیں بھی
اس کے ساتھ روانہ کردی گئیں۔ دشمن نے گولی چلانا شروع کردی۔ کاب نے قطار سیدھی
کرکے باڑھ ماری شروع کردی۔ بوراڈیل نے توپوں کو آگے کردیا۔ اور کچھ پایونیر بھی ان کے ساتھ
کردیئے۔ کشمیر سفرمینا بائیں کنارے پر تعینات کردیے گئے۔ اب توپ چلنی شروع ہوگئی۔ اور

ایک مورچہ ٹوٹ گیا۔ اس کے آدمی بھاگے تفنگچیوں نے انھیں نشانہ بنایا۔ دشمن کی تفنگ زنی سست ہوگئی اس پر فوج پیادہ اور توپ خانہ نے پیش قدمی کی اور دوسرے مورچے پر حملہ کیا اس سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس وقت لیویان ہونزہ و نگر بھی اوپر کی طرف نمودار ہوگئیں۔ لڑائی ختم ہوگئی۔ بھاگتے ہوئے دشمن کا دو میل تک تعاقب کیا گیا۔ اس سے زیادہ اس کا پیچھا کرنا بیکار معلوم ہوا۔ کیونکہ خیال یہ تھا کہ ہمارے قلعہ سے باہر نکل کر انھیں روکیگا۔ مگر اُسے توپ کی کی آواز سنائی نہیں دی۔ جس وجہ سے وہ تیار نہیں ہوسکا۔ اور دشمن اس جگہ سے بلا مزاحمت گذر گیا۔ اس چھوٹی سی لڑائی میں کیلی کے چار آدمی زخمی ہوئے جن میں سے صرف ایک کا زخم شدید تھا اور دشمن کے لشکر میں سے صرف پانچ چھ لاشیں پڑی ہوئی ملیں۔ اس سے زیادہ اسکا نقصان تحقیق نہیں ہوسکا۔ اب کیلی نے اپنی فوج کو جمع کیا۔ اور کوچ کر کے مستوج پہونچ گیا۔

مستوج میں تین روز توقف کیا گیا۔ بعد ازاں پیش قدمی کا حکم ہوا۔ ۱۰ اپریل کو لفٹنٹ پٹیرسن اور بیتھونی مابقی فوج پایونیر کو لے کر پہونچ گئے یہ اپنے ساتھ ایمونیشن اور توپ خانہ کا سامان جو پیچھے رہ گیا تھا لیتے آئے۔ گھوڑوں کی آزمایش کی گئی کہ توپ اٹھا کر چل سکتے ہیں ایسا بہت ناکامی رہی مگر چارہ کچھ نہ تھا۔ ۱۳ اپریل کو انھیں گھوڑوں کے اوپر توپ خانہ روانہ کیا گیا

افواہ یہ تھی کہ محمد عیسیٰ نیساگول میں موجود ہے اور بہت بڑا لشکر اس نے وہاں جمع کر رکھا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس دربند کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ لہذا اس کے استحکامات کی تحقیق کر کے نقشہ تیار کیا گیا۔ اور کرنیل کیلی نے حملہ کی تدابیر افسران ماتحت کو سمجھا دیں اور اس مہم نے دربند نیساگول پر دھاوا کر دیا۔

جنگ نیساگول

مستوج سے نیچے پانچ میل تک دو راستے ہیں۔ ایک دریاے چترال کے داہنے کنارے پر سنگلاخ کے اندر سے گذرتا ہے۔ اور دوسرا لمکم ذرا اس سے گول پتھروں کے اوپر سے جاتا ہے جو صرف سردی کے موسم میں استعمال ہوسکتا ہے اور بالآخر دریا کو عبور کر کے داہنے کنارے والے راستہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس کے آگے ایک وسیع میدان ہے۔ ایک موقع پر اس میدان میں پہاڑ سے لے کر لمکم دریا تک ایک بہت عمیق اور عریض خنگان صدہا سال کے متواتر برفانی پانی کے بہتے رہنے سے تیار ہوگیا ہے دونوں کنارے اس خنگان کے عمودی ہیں اور گہرائی اس کی سیکڑوں فٹ ہے۔ اس کے دونوں

طرف نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے کا راستہ نہایت تنگ اور دشوار گذار ہے۔ یہ تنگ جہاں پہاڑ سے ملتا ہے یہ موقع نا ممکن گذر ہے اور اگر پہاڑ کے اوپر چڑھ کر چوٹی پر سے گذرا جائے تو بڑا لمبا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ اور برف کی تکلیف کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس موقع کا نام درہ نیا گوئی ہے۔

مستوج سے صبح کے سات بجے کوچ کیا گیا۔ پایونیر کی ایک کمپنی زیر کمان لفٹنٹ پٹرسن بطور مقدمۃ الجیش کے روانہ کی گئی۔ اور دوسری کمپنی زیر کمان لفٹنٹ کاب اس کی کمک کے لیے بھیجی گئی۔ اس کے پیچھے قلب فوج زیر کمان کپتان بورآڈیل روانہ کیا گیا۔ میتھوین بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس میں مابقی پایونیر۔ اور کشمیر سفرمینا۔ اور توپ خانہ اور ایک سو جوان کشمیر کی پلٹن نمبر ۳ کے زیر کمان لفٹنٹ مابرلے شامل تھے۔ یہ فوج گیارہ بجے کے قریب اس میدان میں پہونچی۔ مقدمۃ الجیش ایک قطار میں روانہ ہوا۔ اور اس کی دونوں کمپنیاں آگے پیچھے ہیں۔ ان کی ترتیب کے درست ہو جانے پر دشمن نے تفنگ زنی شروع کردی۔ اور قلب فوج کے ایک ہندوستانی افسر کو گولی لگی پایونیر کمال استقلال کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے۔ انھوں نے بندوق نہیں چلائی۔ کیونکہ زمین کے نشیب و فراز کی وجہ سے دشمن کے مورچے انہیں نظر نہیں آتے تھے پٹرسن نے بائیں طرف رخ کیا جس سے محمد عیسیٰ کے مرکزی استحکامات کا داہنا حصہ خطرہ میں آیا۔ یہ سڑک کے ساڑھے چار سو گز کو کمان کرتا تھا۔ اور کاب نے سامنے کے چاروں مورچوں کے اوپر حملہ کیا۔ اور اس خوفناک نالہ سے ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔

اس اثنا میں توپیں داہنے طرف کے مورچوں کے اوپر سیدھی کر دی گئیں اور گولہ باری ہونے لگی اور بورآڈیل کے تفنگچیوں نے پہاڑی کے مورچوں کو خاموش کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد عیسیٰ کے بائیں جانب سے چترالی بھاگنے لگے۔ لیویاں کو قلب فوج کے آگے تعینات کیا گیا تھا کہ خطرناک حصہ راستہ سے گذر کر دشمن کے مورچہ پر اوپر کی طرف سے حملہ کریں توپ خانہ کو اوپر چڑھانے میں بڑی مشکل پیش آئی کیونکہ اس کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ لیکن سٹورٹ نے بڑی کوشش سے دشمن کے مورچہ کے اوپر توپیں قائم کر دیں اور ریت بھر کر پھٹنے والے گولے مورچہ کے اندر برسانے شروع کر دیے۔ یہ مورچہ کیلی کے حملہ کا اصلی نشانہ تھا۔ اور نہایت مضبوط بنا ہوا تھا مگر مسلسل گولہ باری سے اس کے اندر آہستہ آہستہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا سوراخ ہو گیا۔ پٹرسن اور کاب کے سپاہیوں نے مرکزی مورچوں کو خاموش کر دیا۔ اور بورآڈیل نے چترالیوں کو دیگر مورچوں سے

نکال کر پہاڑی کی سلامی پر پہونچادیا اب دشمن کی تفنگ زنی ہر طرف سے سست ہوگئی
اور توپوں کو اٹھا کر باقی مورچوں کی طرف لیجانے کی کوشش کی گئی۔ اس وقت تمام مورچوں
سے متحدہ حملہ کیا گیا۔ مگر توپیں مورچوں سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گئیں۔ اور گولہ باری شروع
ہوگئی۔ اُس کے ذریعے باقی مورچوں کو بھی یکے بعد دیگرے خالی کروا گیا۔ گو کہ اس کوشش میں
عملہ توپ خانہ میں سے لفصت کے قریب مقتول و مجروح ہوے۔ اب توپوں کا کام ختم ہوگیا۔ اوٹھورٹ
نے نالہ کے اندر راستہ کی تلاش شروع کردی۔ اولڈھم اور بنین نے بھی یہی کام شروع کردیا۔ اولڈھم
کو ایک موقع ایسا مل گیا جہاں سے سیڑھی اور رسی کی مدد سے راستہ بنانے کا امکان تھا وہ اپنے
سفر مینا کو لے کر اس کام پر لگ گیا اُسے پہلے پچاس فٹ تک اترائی نسبتاً آسان ملی کہ ایک آدمی باحتیاط
ہاتھ سے رسہ کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے گھنٹی چلا سکتا تھا۔ مگر اس کے آگے عمودی دیوار تھی۔ اس کے
اندر صرف سیڑھی کے ذریعے کام کرنے کا امکان تھا۔ چند آدمی گولی سے ہلاک ہوے مگر اولڈھم نے
حکمت عملی کے ساتھ کام جاری رکھا اور اپنے ہاتھ سے سیڑھی لگا کر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے تقریباً
ایک درجن بہادر سفر مینا بھی اتر گئے۔ اور ہمت کر کے انھوں نے اس حصہ میں قدمچے تیار کردیے
بعد ازاں ان جانباز سپاہیوں نے نالہ کے دوسری طرف چڑھائی میں راستہ کی تلاش کی مگر اس
طرف انھیں اتفاقیہ ایک پہاڑی راستہ مل گیا۔ اس راستہ سے وہ دشمن کی طرف نالہ کے اوپر چڑھ گئے
اب جن مورچوں میں دشمن باقی تھے انھوں نے بھی وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور سفر مینا نے ان کے
اوپر چاندماری شروع کردی۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے صرف ایک آدمی جان سلامت لے گیا
اب لیوی بھی اس طرف پہونچ گئیں اور خالی شدہ مورچوں پر انھوں نے قبضہ کرلیا۔ یہ دیکھ کر
دشمن کے داہنے طرف کے مورچوں میں سے بھی آدمی بھاگنے لگے۔ دم بھر کے لیے وہ کھڑے ہوے
مگر انھیں مقابلہ کی زیادہ تاب نہ ہوئی۔ اور پھر بھاگنے لگے۔ اب اولڈھم۔ بنین۔ اور بابر لے نے
دو اردلیوں اور بارہ سفر مینا کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کے اوپر خوب گولی برسائی۔ مگر اس
موقع پر نشیب تھا۔ محمد عیسیٰ اس میں جلد چھپ گیا۔ اور تعاقب کنندگان اُسے زیادہ نقصان
نہ پہونچا سکے۔ اتنے میں کرنیل کیلی بھی باقی فوج لے کر نالہ کے دوسری طرف پہونچ گیا۔ اور مورچوں
پر جن کے آدمی بھاگ گئے تھے قابض ہوگیا۔ اس طرح سے خوفناک و ربند نیساگول کی جنگ کا
خاتمہ فتح و ظفر کے ساتھ ہوا۔

کرنیل کیلی کی فوج نے اس رات کو موضع سنوغر کے بالمقابل اسی میدان کے ایک حصہ میں منزل کی اور ستوج سے باقی سامان بھی اس جگہ منگوا لیا گیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی توپچیوں کی تعریف و توصیف کر کے آگے روانہ ہوا۔ لیساگول سے چترال تک سفر بہت تکلیف دہ ثابت ہوا کیونکہ محمد عیسیٰ نے جا بجا سڑک توڑ دی تھی۔ ۱۷ اپریل کو فوج موضع برنیس کے بالمقابل لب دریا پہنچی اس جگہ پل جلا کر کوئلہ بنا ہوا تھا۔ پایاب کے سوا عبور دریا کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا چار چار اور پانچ پانچ کے گروہوں میں لوگوں کو روانہ کیا گیا۔ اور ہر ایک احتیاط کی گئی مگر پھر بھی کچھ آدمی بہہ گئے جنہیں بڑی کوشش سے بچایا گیا۔ الغرض تمام فوج صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہونچ گئی۔ رات کو سورائی میں منزل کی گئی۔ یہاں دریافت ہوا کہ محمد عیسیٰ نے تھوڑے فاصلہ پر ایک موضع گولن گول کو روک رکھا ہے۔ وہ کرنیل کیلی سے ایک پڑاؤ آگے رہتا تھا کہ چترال سے کمک آجائے تو پھر مقابلہ کرے۔

گولن گول ایک دشوار گذار دربند ہے۔ جسے آسانی سے مستحکم کیا جا سکتا ہے چترالیوں نے اس کے استحکام کا انتظام کر لیا۔ کرنیل کیلی نے بیجوئن کو دریا کے پار بھیجا کہ دریا کے دوسری طرف سے ان استحکامات کو اُلٹ دیوے۔ اولڈہم نے جلائے ہوئے پل کے نیم سوختہ سامان سے ایک عارضی پل فوراً تیار کر دیا مگر اس کے تیار ہو جانے پر معلوم ہوا کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ کیونکہ محمد عیسیٰ کو کمک کے بجائے یہ حکم پہونچا کہ فوراً چترال میں حاضر ہو جاوے۔ اس لیے گولن گول کے استحکامات خالی ہو گئے۔ تمام فوج اس موضع سے بخیریت عبور کر کے کوغزی میں شب باش ہوئی۔ یہاں سے چترال صرف ایک پڑاؤ رہ جاتا ہے۔

داخلہ چترال سہ پہر کو کاب نے انکشاف حالات کے لیے آگے حملہ کیا۔ اسے چترال سے آتے ہوئے لوگ ملے اور انھوں نے خوشخبری سنائی۔ اور برٹش ایجنٹ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط بھی پہونچایا۔ دوسرے دن چترال میں پہونچ گئے۔

۱۲۔ پشاور کی طرف سے جنرل سر رابرٹ لو کی کمکی مہم چترال

اس موقع پر اس مہم کا بھی مختصراً ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ہندوستان سے براہ پشاور روانہ کی گئی تھی ۱۵ مارچ کو یہ حکم دیا گیا کہ پشاور میں ایک ڈویژن یکم اپریل تک جمع ہو جاوے

لفٹننٹ جنرل سر رابرٹ لو کو اس مہم کی کمان سپرد کی گئی۔ اور حکم دیا گیا کہ نوشہرہ سے سیدھا چترال کو روانہ ہو جائے۔

۳۔ اپریل کو درہ مالاکنڈ کو تسخیر کیا گیا۔ تینوں پیادہ فوج کے بریگیڈ اس حملہ میں شامل ہوئے صرف ایک پلٹن کمک کے لیے محفوظ رکھی گئی۔ مردان سے چل کر دریائے سوات تک تین کوتلیں ملتی ہیں۔ ان میں سے مالاکنڈ زیادہ سخت ہے اور اس کی مدافعت زیادہ آسان ہے اسے سات ہزار پٹھانوں نے روک رکھا تھا۔ مگر برٹش جرنیل کی حکمت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ کوہی توپ خانہ کی سولہ توپوں نے مدافعت کنندگان کو منتشر کر دیا۔ گائیڈ کی پلٹن اور پلٹن نمبر ۴ سکھان کو مغرب کی طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ مگر یہ معلوم کر کے کہ یہ فوج کافی نہ ہوگی۔ بریگیڈیر واٹر فیلڈ کے زیر کمان دو گورہ پلٹنوں کو اس کام پر تعینات کیا گیا۔ انھوں نے درہ مالاکنڈ کو دشمن سے صاف کر دیا۔ جنرل لو کا تخمینہ ہے کہ سات ہزار پٹھانوں میں سے صرف ایک چوتھائی یا زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مسلح تھے مابقی سب پتھر گرانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ پٹھانوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اسی وجہ سے ان کا نقصان زیادہ ہوا۔ برٹش نقصانات نسبتاً بہت کم تھے۔ یعنی گیارہ مقتول اور سینتالیس مجروح۔

چونکہ سڑک تنگ ہے اور جانوران باربرداری سے وہ بالکل رک جاتی تھی اس لیے بریگیڈ نمبر ۱ کو بریگیڈ نمبر ۲ سے آگے نکالنے میں بڑا وقت صرف کرنا پڑا۔ جب اس کی تکمیل ہوگئی تو بریگیڈ نمبر ۱ کا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوا جس میں رسالہ نے بھی حصہ لیا اس کے بعد اس نے کمار میں منزل کی۔ ۵۔ اپریل کو جنرل لو نے انکشاف حالات کی غرض سے دریائے سوات پر حملہ کیا۔ ۷۔ اپریل کو دریائے سوات سے عبور کیا گیا۔ اس موقع پر خفیف مقابلہ ہوا۔ دوسرے دن جنرل لو اپنا ہیڈ کوارٹر چکدرہ میں لے گیا۔ دریائے پنجکورہ پر ۱۲-۱۳ اپریل کو بوجہ اتفاقیہ آب خیزی کے چار روز فوج رکی رہی۔

۱۷۔ اپریل کو وادی جنڈول پر حملہ کیا گیا۔ اور بلا مزاحمت اس پر قبضہ ہو گیا۔ جنرل گیٹیکر ۱۹۔ اپریل کو دو پلٹنیں اور چند توپیں اور بیس روز کی خوراک لے کر دیر اور چترال کے ارادہ سے روانہ ہو گیا اس نے پہاڑی جنباتی کو عبور کیا۔ اور اس کے آگے صرف ایک پڑاؤ چلا تھا کہ چترال سے اسے خوشخبری پہونچی۔ اصلیت یہ ہے کہ جنرل گیٹیکر کو چترال کے محاصرہ کے متعلق واہی تباہی خبریں پہونچی

رہتی تھیں جن سے اُس کو اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ دیر کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ چترال میں صورت معاملات بگڑ جائے اس لیے اس نے جنرل لو سے اجازت حاصل کی کہ پانچ سو سپاہی اور چند توپیں لے کر وہ تیز سفر کرتا ہوا چترال پہونچ جائے وہ اس کوشش میں تھا کہ اُسے محاصرہ کے اُٹھ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اب عجلت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس لیے اُس نے ۲۰۔اپریل کو اپنے برگیڈ کے ساتھ شامل ہو کر کوتل لواری کو عبور کیا۔ اور ملک چترال میں داخل ہوا۔ اس جملہ معترضہ کے ختم کرنے کے بعد واقعات چترال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۱۳ مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کا مہتر تسلیم کیا جانا

مستوج کے حالات کا بیان شروع کرنے سے پہلے واقعات چترال کو اس مرحلہ میں چھوڑا گیا تھا کہ یکم مارچ کو کپتان کیمبل کی پارٹی غیرت سے صحیح وسلامت واپس ہو کر قلعہ چترال میں داخل ہوگئی ۲۔ مارچ کو خیریت رہی۔ فوج نے باہر سے سامان اور رسد قلعہ کے اندر پہونچائی۔

اب امیر الملک نے عمائد چترال کے ساتھ مل کر اپنے طریق عمل کا اظہار کیا۔ اس نے برٹش ایجنٹ کے ہندوستانی اسسٹنٹ کو بطور سفیر کے بلایا اُسے شیر افضل کے دو خطوط دکھلائے ایک اس نے اپنی بیٹی کو جو نظام الملک کی بیوہ ہے لکھا تھا۔ اور دوسرا امیر الملک کے نام تھا دونوں کا مضمون یہ تھا کہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ چترال کے آئندہ تعلقات اس قرارداد پر مبنی ہونے چاہئیں کہ ایک معینہ وظیفہ سالانہ مہتر چترال کو دیا جائے اور ملک چترال میں کسی انگریز افسر کو تعینات نہ کیا جائے میاں راحت شاہ نے صراحتہً بتلایا کہ امیر الملک اور جملہ عمائد چترال نے اُسے بتلایا ہے کہ برٹش ایجنٹ کی حالت خطرناک ہو رہی ہے۔ اُسے لازم ہے کہ شیر افضل کی شرائط کو قبول کرلے۔ اُسے کمک کسی طرح نہیں پہونچ سکتی ہے کیونکہ تمام پل اور سنگلاخوں کے اوپر راستہ توڑ دیا گیا ہے بہتر یہی ہے کہ برٹش ایجنٹ فوج لے کر مستوج چلا جائے اور وہاں سے فوج جمع کرکے واپس آنے کا انتظام کرے۔ مقصد اس تجویز کا یہی تھا کہ تمام فوج کو بطاری ٹری پر پکڑ کر ختم کردیا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ انتظام کیا کہ اس کا جواب کھلے دربار میں امیر الملک کو دیا جائیگا چنانچہ جملہ عمائد چترال کو دربار میں مدعو کیا گیا۔ امیر الملک کو ایک عالیشان کرسی پر برٹش ایجنٹ کے داہنی طرف بٹھلایا گیا۔ اور تمام انگریز افسروں کو دربار میں شامل کیا گیا اور عمائد چترال کو عین سامنے

بھلایا گیا۔

جب دربار جم گیا تو برٹش ایجنٹ نے پہلے شیر افضل اور عمرا خاں کے اتحاد کا ذکر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ عمرا خاں بظاہر گورنمنٹ ہند کے ساتھ مخالفانہ خیالات رکھتا ہے پھر یہ ظاہر کیا کہ امیر الملک کو ہر ایک موقع دیا جا چکا ہے کہ اپنے ملک کی حکومت کو سنبھالے۔ مگر وہ اپنی حکومت کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور بد خواہوں کی صلاح پر چلنے کا عادی ہے بالآخر اس نے اپنی حکومت کو شیر افضل کے ہاتھ میں سپرد کر دیا ہے۔ اس لیے فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی شجاع الملک کو تابع منظوری سرکار ہند مہتر تسلیم کیا جائے۔

اس وقت امیر الملک کو اشارہ کیا گیا کہ کرسی خالی کرو۔ جس کے معنی یہ تھے کہ اسے تخت سے اتارا جاتا ہے اور شجاع الملک کو مراسم جانشینی کے ساتھ کرسی پر متمکن کر دیا گیا۔ اور کپتان ٹونسنڈ کو اُس کی ذاتی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ یہ دیکھ کر اہل دربار حیران رہ گئے اور کچھ جواب اُن سے نہ بن پڑا۔ حتیٰ کہ میاں راحت شاہ کی زبان سے بھی ایک لفظ نہ نکلا تھوڑی دیر بعد درباریوں نے چار و ناچار اس انتظام پر رضامندی کا اظہار کیا اور شجاع الملک کی اطاعت قبول کی۔ امیر الملک نے بھی اپنے چھوٹے بھائی کے سامنے سر جھکا دیا اور اظہار اطاعت کیا عائد کو حکم دیا گیا کہ مہتر کم عمر ہے اپنی صلاح و مشورہ سے اُس کی امداد کرتے رہیں۔ نظام الملک کو جس شخص نے گولی مار کر ہلاک کیا تھا وہ حاضر دربار تھا۔ شجاع الملک نے اپنی حکومت کا آغاز اس فعل سے کیا کہ اس قاتل کو گرفتار کر کے دریا کے کنارے بھیج دیا کہ اُسے سزائے قصاص دی جائے

۱۴۔ میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا

سہ پہر کو معلوم ہوا کہ شیر افضل عیون میں پہونچ گیا۔ اُس کو ان واقعات کی اطلاع بذریعہ مراسلہ کے دیدی گئی۔ اور یہ بتلا دیا گیا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو سیدھی طرح حاضر نہ کیا تو بعد میں تمھیں اسکے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

۲ مارچ کو شیر افضل کے پاس سے جواب پہونچا اور اُس کے ساتھ ایک اور تحریر پہونچی جو عائد چترال کی طرف سے لکھی ہوئی تبلائی جاتی تھی ان دونوں میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ شیر افضل کو مہتر تسلیم کیا جائے اور اُس کی شرائط کو قبول کیا جائے۔ یہ خطوط یادگار بیگ لے کر آیا۔

اُس کی زبانی یہ بھی انکشاف ہوا کہ ہر ایک معاملہ کا انحصار عمرا خان اور شیر افضل کے اتحاد پر ہے جس کے لیے گفت گو ہو رہی ہے بحالات موجودہ یہ اتحاد ٹل نہیں سکتا ہے اُس کی تکمیل پر توقع ہو جانے پر شیر افضل چترال میں داخل ہو جائیگا۔

اس سے ایک روز پیشتر یہ دریافت ہوا تھا کہ شیر افضل کا مقدمۃ الجیش میدان چترال میں قلعہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہونچ گیا ہے مگر وفادار نے اس خبر کی تردید کی تھی اس روز پتہ لگا کہ شیر افضل کے تفنگچی بازار چترال میں پہونچ گئے ہیں جو قلعہ سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہے قلعہ کے استحکامات درست حالت میں نہ تھے۔ ان کی درستی کا انتظام کیا گیا۔

چونکہ شیر افضل کی تدبیر کا حال معلوم تھا لہذا ضروری ہوا کہ جہاں تک ممکن ہے اُسے قلعہ سے دور رکھا جائے سہ پہر کو برٹش ایجنٹ نے کپتان کیمبل کو حکم دیا کہ ایک زبردست دستہ فوج کو ساتھ لے کر میدان چترال میں پہونچے اور تحقیق کرے کہ آیا شیر افضل واقعی مسلح آدمیوں کے ساتھ وہاں موجود ہے چنانچہ کپتان کیمبل افواج کشمیر کے دو سو جوان زیر کمان کپتان ٹونسنڈ اور بیرڈ کے لے کر روانہ ہو گیا۔ لفٹنٹ گرڈن کو پولیٹکل افسر کے طور پر ان کے ساتھ بھیجا گیا۔ افواج ریاست کا کمان افسر میجر بھیکم سنگھ اور جرنیل بلج سنگھ بھی ان کے ساتھ گئے بعد میں ڈاکٹر رابرٹسن بھی ساتھ شامل ہو گیا۔

کپتان کیمبل نے پچاس جوان علحدہ کیے اور بازار پر قبضہ رکھنے کے لیے بھیج دیے۔ اور کپتان بیرڈ کو داہنی طرف ایڈوانس پارٹی کے ساتھ بھیج دیا کہ دریا کے بائیں کنارہ پر جو مشتبہ گروہ جمع ہے اُس کا انتظام کرے اس طرح سے بازار سے لے کر دریا کے بائیں کنارے تک ایک سلسلہ فوج کا قائم ہو گیا۔ راستہ پر جو لوگ ملے اُن سے دریافت ہوا کہ شیر افضل قصبہ چترال کی ایک آبادی میں دو سو یا چار سو مسلح آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اس وقت برٹش ایجنٹ کے سپاہی میدان چوگان بازی کے قریب جو پہاڑی ہے اُس کے اوپر پہونچ گئے تھے۔ کپتان کیمبل نے ٹونسنڈ کو حکم دیا کہ ایک سو جوان لے کر مزید انکشاف حالات کے لیے پیش قدمی کرے۔ اُنھوں نے دوہری قطار میں ایک مکان کی طرف بڑھنا شروع کیا جس کی نشان دہی کیمبل نے کی تھی۔ اس کے لیے انھیں نشیب میں اترنا پڑا۔ یہ حرکت درست نہ تھی کیمبل نے تحریری حکم بھیجا کہ بایاں بازو پیش قدمی کرے۔ مگر یہ حکم ٹونسنڈ کو نہیں پہونچا۔ اور وہ سابقہ

انکام بیکار بندرہا۔ اور بالآخر دشمن کے قریب میں بے موقع پہونچ گیا۔

کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا

اب گرڈن کو پولیٹیکل فرائض سے سبکدوش کرکے فوجی خدمات پر تعینات کیا گیا۔ کپتان کیمبل نے اُسے بیرڈ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا کہ جو لوگ دریا کے بائیں کنارہ کی طرف کچھ فاصلہ پر جمع ہیں ان کے سر کے اوپر سے پہلے ایک بندوق سر کی جائے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ یہ معمولی دیہاتی نہیں بلکہ دشمن ہیں تو باڑھ مار کر انھیں بھگا دیا جائے۔ بیرڈ نے بندوق چلائی جس کا جواب ان لوگوں نے ایک باڑھ سے دیا۔ اب بیرڈ نے ان کے بھگانے کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اپنے مرتفعہ سے نیچے اُترے اور نالہ کو عبور کرکے اوپر چڑھے اور دشمن پر سنگین سے حملہ کرے۔ چنانچہ اُس نے نیچے اُتر کر نالہ کو عبور کرکے دوسری طرف صرف تیرہ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑی کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ باقی آدمی پناہ لے کر ٹھہر گئے تھے۔ یہ دیکھکر چترالی کسی قدر پیچھے ہٹ کر بلندی کے اوپر پہونچے اور وہاں کے نیچے اتر کر انھوں نے اُس موقع پر قبضہ کر لیا جسے بیرڈ نے چھوڑا تھا۔ اب بیرڈ آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھر گیا اور گولی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر میں اس پارٹی کا بقیۃ السیف صرف گرڈن۔ اور صوبیدار بدری نارسنگھ اور تین سپاہی رہ گئے۔ گرڈن نے ایک سپاہی بھیج کر ویچرچ کو طلب کیا۔ اور چونکہ بیرڈ سخت مجروح ہوا تھا دو سپاہیوں کو اُس کے ساتھ تعینات کر دیا۔ بعد ازاں گرڈن صوبیدار بدری نارسنگھ کو ساتھ لے کر اوپر کی طرف چڑھ گیا تاکہ بیرڈ نے جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں سے جو تفنگچی بندوق سر کر رہے ہیں انھیں خاموش کرے کیونکہ بیرڈ کی حفاظت صرف اسی طریق سے ہو سکتی تھی۔ بڑی دیر کے بعد گرڈن نے دیکھا کہ ویچرچ مجروح افسر کو ڈولی میں ڈال کر لیے جا رہا ہے مگر گرڈن نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی تاوقتیکہ یہ پارٹی خطرہ کی حدود سے باہر نکل گئی۔ پھر گرڈن نیچے اترا اور زخمی سپاہیوں کو جو چلنے کے قابل تھے۔ صوبیدار بدری نارسنگھ کی امداد سے باقاعدہ کھڑا کیا اور واپس روانہ ہو گیا۔

واپسی کا عمل کوئی نہیں بچا مگر چونکہ شیر افضل کے آدمیوں میں سے بہت سے آدمی جو نالہ کے داہنے کنارے پر چڑھ گئے تھے۔ سپاہیوں کی قطار کے درمیان میں نکل پڑے۔ انھوں نے بدری نارسنگھ کو دبا کر ویچرچ کے راستہ پر دھکیل دیا۔ اور گرڈن کو اوپر چڑھنے پر مجبور کیا۔ اب یہ دونوں طرف سے دشمن کے درمیان گھر گئے۔ مگر اندھیرا ایسا سخت تھا کہ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا گرڈن اطمینان کے ساتھ نکل گیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک پر پہونچ گیا۔

ٹونزنڈ کی پارٹی کو ہم نے میدان چترال کے نشیب میں اترتے ہوئے چھوڑا تھا۔ اور کیمبل برٹش ایجنٹ کے پاس ٹھہر گیا تھا مگر تھوڑی دیر بعد وہ ٹونزنڈ کے حملہ کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھ گیا۔ یہ مکان جو کیمبل نے تبلایا تھا ٹونزنڈ کو خالی ملا۔ مگر اس کے متصل ایک اور آبادی تھی جو چوطرفہ دیوار سے گھری ہوئی تھی۔ اُس کے اندر درختوں کے نیچے بہت سے آدمی بیٹھے گئے اس وقت ایرڈو کی طرف سے باڑھ کے چلنے کی آواز آئی۔ ٹونزنڈ کو خیال ہوا کہ اُس کے سامنے جو آدمی ہیں یہ بھی دشمن ہونے چاہئیں۔ وہ باڑھ مارتا ہوا آگے بڑھا اس آبادی سے بجواب اُس کی باڑھ کے سخت تفنگ زنی شروع ہوئی۔ ٹونزنڈ کے پاس صرف ایک سو سپاہی تھے اُن میں سے اُس نے کچھ آدمی کمک کے لیے علیحدہ کر لیے دشمن سے دو ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر سپاہیوں کو ایک پست کنارے کے پیچھے کچھ پناہ مل گئی۔ مگر چترالیوں نے بہت ہنرمندی سے گولی چلائی اور تھوڑی دیر میں بہت نقصان پہنچایا ٹونزنڈ نے فیصلہ کیا کہ اپنی جگہ نہ چھوڑے اور گانوں والے تفنگچیوں کو اچھی تفنگ زنی سے مصروف رکھے اُس کا خیال یہ تھا کہ بالآخر ایرڈو اوپر سے اتر آئیگا۔ اور اُس آبادی کے اوپر بالائی طرف سے حملہ کرے گا۔ اور دشمن جب آبادی کے اندر سے بھاگے گا تو ٹونزنڈ اُسے بآسانی قابو کر سکیگا۔

کپتان کیمبل کا مجروح ہونا

مگر وقت گذرتا رہا اور ایرڈو کے آنے کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی اور دشمن نے ٹونزنڈ کے بائیں طرف حرکت کرنی شروع کر دی تاکہ دریا کی طرف اس فوج کے اوپر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گولی چلائے۔ اس کے داہنی طرف بھی دشمن کے کچھ آدمیوں نے رینگنا شروع کر دیا۔ اور شام ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں اندھیرا ہو جانے کو تھا کیمبل نزدیک تھا اُس نے ٹونزنڈ کو پکار کر کہا کہ آبادی پر حملہ کرو۔ ٹونزنڈ نے جواب دیا کہ کمک منگواتا ہوں۔ کیمبل دوڑ کر اُس کے پاس گیا اور واپس چلا آیا۔ جس قدر آدمی اُسے مل سکے انھیں اُس نے جمع کیا۔ اور ٹونزنڈ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ ٹونزنڈ کے پاس پہونچنے کے لیے اُسے ایک منہدم شدہ دیوار کے پتھروں پر چڑھنا پڑا۔ اس بلندی کے اوپر بیچ کر وہ دوربین کے ذریعے دشمن کو دیکھنے لگا۔ اُس وقت اُس کے گھٹنے میں گولی لگی۔

جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ کا مارا جانا

جس حملہ کا انتظام کیمبل نے اس جانبازی کے ساتھ کیا تھا اُس کی تکمیل نہیں ہو سکی گو کہ دلیری کے ساتھ کوشش کی گئی مگر ریاست کے دو دلیر افسر جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ اور بہت سے

آدمی مارے گئے۔ اس وقت باقی سپاہی لیٹ گئے۔ اور پناہ کی تلاش کرنے لگے۔ چونکہ ان حالات میں حملہ پر زور دینا بیکار تھا۔ ٹونزنڈ اپنے آدمیوں کو سابقہ موقع پر لے آیا۔ اور کیمبل سے رپورٹ کی کہ اندھیرا ہونے لگا ہے بہتر ہے کہ واپس ہو جائیں۔ کیمبل بُری طرح مجروح تھا۔ اُس نے ہارسلے کو پیغام تحریری بھیجا کہ سکھوں کو قلعہ سے باہر لے آئے اور فوج کی واپسی کے لیے پناہ کا انتظام کرے اور ٹونزنڈ کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد واپس روانہ ہو جاؤ۔ کیمبل کا ارادہ یہ تھا کہ واپسی آہستگی کے ساتھ کی جائے مگر دشمن نے اس واپسی کی حرکت کو جب محسوس کیا تو اُس نے زور کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اُن کی تفنگ زنی بہت دلیرانہ اور عین نشانہ پر تھی۔ اور وہ خود اس طرح چھپ ہو گئے کہ سپاہیوں کو نشانہ کا موقع انھوں نے نہیں دیا۔ چترالی اس قسم کی لڑائی میں نہایت ہوشیار اور بہت چالاک ہیں اور تھوڑی سی چیز سے بھی پناہ لے سکتے ہیں ان کے موقع کا پتہ صرف انکی بندوق کے دھوئیں سے چلتا تھا۔ اُس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

کیمبل اور ٹونزنڈ نے سپاہیوں کے دل سے خوف کو دور کرنے کی بہت کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیمبل کو چار آدمی اس کی راہبری کے لیے دیئے گئے تھے مگر انھوں نے اُسے اتنا تیز چلانا چاہا کہ مجبور ہو کر اُس نے انھیں رخصت کر دیا۔ اور اپنی تلوار ٹیک کر چلنا شروع کر دیا۔ اس وقت ایک برہمن ہاسپٹل اسسٹنٹ دیگر زخمیوں کے ساتھ ہائے وائے کر رہا تھا اس نے ایک بہت بڑی رقم کا تعین کیا کہ میں اس شخص کو ادا کروں گا جو مجھے اُٹھا کر لے چلے مگر لوگوں کو اُس وقت اپنی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے کوئی شخص راضی نہ ہوا۔ ایک گورکھا سپاہی نے محبت کے ساتھ کیمبل کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑنے سے انکار کیا مگر جب ایک دیوار کو دونوں ایک ساتھ پھاندنے لگے تو سپاہی گر گیا۔ تاہم دیوار سے گذر کر وہ کیمبل کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اب چترالیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور جس طرح کتے ایک درماندہ ہرن کے چاروں طرف دوڑنے لگتے ہیں اُنھوں نے کیمبل کے گرد و پیش دوڑنا شروع کر دیا۔ مگر کیمبل نے اپنے ریوالور کی مدد سے اُنھیں اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ اس تکلیف میں وہ تقریباً چوتھائی میل سفر طے کر کے ایک احاطہ میں پہونچا اور برٹش ایجنٹ کے ساتھ شامل ہو گیا۔

کیمبل جب برٹش ایجنٹ سے جدا ہو کر ٹونزنڈ کے پاس گیا ہے اور لڑائی شروع ہوئی ہے تو برٹش ایجنٹ اس وقت ایک بلندی کے کنارے پر تھا۔ بعد میں وہ اس جگہ سے ہٹ کر

ایک باغ کے احاطہ میں چلا گیا۔ جس میں درخت بہت گنجان تھے گردش کی تفنگ زنی ایسی تیز اور لگاتار تھی کہ گھوڑوں کو یہاں سے نکال کر ایک محفوظ جگہ میں بھیجنا پڑا۔ اور آدمیوں نے بھی اُسی احاطہ کی دیوار کے ساتھ پناہ لی۔

اب برٹش ایجنٹ کے ساتھ راجہ گلگت۔ رب نواز خان۔ اور دو مسلمان کلرک اور چند اردلی رہ گئے تھے ان کے علاوہ دو تین چترالی بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جب گھوڑے تیز کر دیے گئے تو گولی باری برٹش ایجنٹ کی پارٹی کے اوپر بہت تیز اور صحیح نشانہ پر ہونے لگی مگر پتھروں کی دیوار کی پناہ میں یہ لوگ چلتے رہے۔ اور اس دیوار کے اوپر سے گولی لگاتار برستی رہی۔ ایک گروہ نے اُن کا پیچھا کیا۔ رب نواز خان نے دو ایک گولی چلائی۔ جس باعث سے اس کے اوپر حملہ ہو گیا۔ اور اُسے تلوار کے اتنے زخم پہونچائے گئے کہ اس میں سکت باقی نہ رہی بالآخر مردہ سمجھ کر اُنھوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ یہ پارٹی آگے چلتی رہی۔ ایک باغ کا احاطہ ملا اس میں یہ لوگ پناہ گزیں ہوئے اس احاطہ میں تھوڑی دیر بعد ٹونزنڈ اور کیمبل بھی برٹش ایجنٹ کے پاس پہونچ گئے۔ اور تین گھوڑے بھی آ گئے ایک کے اوپر کیمبل کو سوار کر کے روانہ کیا گیا اور ٹونزنڈ کو مشورہ دیا گیا کہ اپنے دستہ فوج کو جلد واپس لائے اب برٹش ایجنٹ یہاں سے قلعہ کو روانہ ہوا تاکہ ہارلے کو سکھوں کے ساتھ ٹونزنڈ کی امداد کے لیے روانہ کرے۔ برٹش ایجنٹ میدان چوگان بازی میں پہونچا۔ یہاں تلوار سے اُس کے اوپر حملہ ہوا۔ مگر اس کا گھوڑا تیز تھا دوڑ کر نکل گیا۔ آگے بڑھنے پر اُسے ہارلے مل گیا جو اپنے سکھوں کو لیے ہوئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے سرائے کی طرف روانہ کر دیا اور خود قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور اُس کی حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرڈن بھی پہونچ گیا وہ برج کی طرف جا رہا تھا کہ اگر ہارلے پر باہر حملہ ہو جائے تو قلعہ کے تفنگچیوں کے ذریعے اُگی امداد کا انتظام کرے اتنے میں ہارلے تمام سپاہیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

کیمبل اور ٹونزنڈ نے شکست خوردہ سپاہیوں کو بڑی حکمت کے ساتھ میدان چوگان بازی کے شرق کی طرف سے نکالا۔ وہ تالۂ چترال سے گذر کر سرائے میں پہونچے۔ یہاں ہارلے انھیں مل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیمبل بھی یہاں سے گذر گیا۔

جب سب لوگ قلعہ میں پہونچ گئے اور سرسری طور پر حاضری لی گئی تو بیرڈ اور دیجی

موجود نہیں پائے گئے کیمپل کو فی الفور ہسپتال میں بھیج دیا گیا۔ اور ٹونزنڈ نے فوجی کمان اختیار کی زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ کیمپل کے گھٹنے کی چپنی ٹوٹ گئی تھی۔ اور گھٹنے کے جوڑ کو بھی صدمہ پہونچا تھا۔ ڈاکٹر رابرٹسن نے خود اُس کا علاج کیا۔ اتنے میں خبر پہونچی کہ بیرڈ اور وہیچرچ بھی پھاٹک پر پہونچ گئے ہیں سب انگریز پھاٹک پر جمع ہو گئے۔ وہیچرچ بیرڈ کا سر کپڑے ہوئے تھا اور اُس کی حالت بظاہر خراب تھی۔

آدھی رات کو اطلاع ملی کہ ایک قریب المرگ شخص ڈولی پر پہونچا ہے۔ دریافت ہوا کہ یہ رب نواز خاں ہے۔ اُسے ایک چترالی شاہزادہ اٹھا کر لے آیا تھا۔ جو خود قلعہ میں داخل نہیں ہوا اور وہ صرف یہ کہکر واپس چلا گیا کہ اگر بالآخر انگریز اس جنگ میں کامیاب ہوں تو اُس کی اس خدمت کو یاد رکھا جائے۔

مقتول تمامتر میدان جنگ میں چھوڑ دیے گئے تھے۔ دریافت سے پتہ لگا کہ جنگ میں شامل ہونے والوں میں سے تیس فی صدی مقتول و مجروح ہوئے ہیں۔ جن کی درمیانی تقسیم آدھوں آدھ تھی۔ اس کے آگے محاصرہ کے حالات میں نے قریب قریب سر جارج رابرٹسن کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیے ہیں۔

۱۵۔ قلعہ چترال کا محاصرہ

کپتان بیرڈ کی موت ۴ر اپریل سے محاصرہ شروع ہو گیا۔ دریا کے پار دنین کے گانوں سے اور دیگر بلندیوں سے قلعہ کے اوپر تمام دن گولی چلتی رہی۔ صبح کے وقت وہیچرچ نے اطلاع دی کہ بیرڈ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے اس کا انگ[illegible] [illegible]گیا تھا۔ کمر کے اوپر مہلک زخم پہونچا تھا۔ اور قلعہ کے پھاٹک کے پاس ایک تیسری گولی اس [illegible] بدن پر لگی تھی۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کو اپنے پاس طلب کیا اور اپنی تمام سرگذشت اُسے سنائی اور باصرار درخواست کی کہ وہیچرچ کی خدمات کو فراموش نہ کیا جائے جس نے اپنی جان پر کھیل کر اُسے دوستوں کے درمیان مرنے کے لیے پہونچایا ہے۔ اُس کی تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہوا۔ اُس کی لاش کو اُس کے سپاہیانہ لبے کوٹ میں لپیٹ کر اُسی رات کو پھاٹک کے سامنے کی عمارت میں دفن کر دیا گیا۔

۵ مارچ کو ایک ایلچی سفید جھنڈا اُٹھائے ہوئے دو خط لے کر وارد ہوا ایک خط شیر افضل کی طرف سے تھا۔ اور دوسرا خط عمرا خاں کے دو نائبوں کی طرف سے تھا۔ دونوں خطوط کا مضمون ایک ہی تھا۔ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جائے اور برٹش ایجنٹ بذمہ داری خان جنڈول فی الفور گلگت کو واپس روانہ ہو جائے۔ جو آدمی یہ خطوط لے کر آیا تھا اُس کے ہاتھ ان کی رسید بھیج دی گئی۔ یہ شخص دوستانہ وضع کا آدمی ثابت ہوا اُس نے بتلایا کہ ۳۔ مارچ کی لڑائی میں چترالیوں کا نقصان بہت خفیف ہوا ہے تمام لڑائی میں دس پندرہ سے زیادہ مقتول یا مجروح نہیں ہوئے۔

۶ مارچ کو ایک معزز ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ عمرا خاں کا دیوان تھا۔ وہ ہندو تھا مگر لباس اُس کا پٹھانوں کا تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ عمرا خاں کا منشی بہت قابل آدمی نہیں ہے۔ نہ وہ صحیح فارسی لکھ سکتا ہے اور نہ فارسی کا درست ترجمہ پشتو میں کر سکتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ خط و کتابت سے کسی قسم کی غلط فہمی فریقین کے درمیان پیدا ہو گئی ہو جس کے دور کرنے کی غرض سے دیوان کو زبانی گفتگو کے لیے تعینات کیا گیا ہے۔

اُس نے تمہید کے بعد ظاہر کیا کہ عمرا خاں سرکار ہند کا دوست ہے اُس نے شیر افضل کو متنبہ کر دیا ہے کہ برٹش ایجنٹ کے ساتھ جنگ نہ کرے اور اسی غرض سے اُس نے اپنے دو رشتہ دار تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ چترال میں بھیج دیے ہیں کہ وہ شیر افضل کو ان حرکات سے روکتے رہیں۔ اس دروغ بیانی کو ہنس کر ٹال دیا گیا۔ آخر کار اُس نے کابل میں ۱۸۷۰ء میں کیوناری کے قتل کے واقعہ کا ذکر کر کے بتلایا کہ یہ جوانمرد افسر محض اس وجہ سے مقتول ہوا کہ اُس کا کوئی ایسا دوست مدد کرنے والا نہ تھا جیسا کہ عمرا خاں برٹش ایجنٹ کو مدد کرنے کے لیے تیار ہے اور اُس نے بے غرضانہ صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کے لیے سب سے بہتر طریق عمل یہی ہے کہ گلگت کو یا اسمار کی طرف واپس چلا جائے اکی حفاظت کے لیے خان جنڈول ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے جواب میں دیوان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ عمرا خاں کو یہ بتلایا جائے کہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ آیندہ مسٹر اڈنی کے ذریعے خط کتابت کرے۔

۷۔ مارچ کے بعد کسی نے مستوج کو خط لیجانے کا ذمہ نہیں اُٹھایا۔ اس روز ایک

جاسوس کو باہر بھیجا گیا کہ دریافت کرے کہ قبل ازیں جو ہرکارے خطوط لے کر گئے تھے پکڑے تو نہیں گئے ہیں۔ اور اُسے متنبہ کر دیا گیا کہ یہ حال معلوم کر کے کہ رات کو پانی لانے کے راستہ سے خاموشی کے ساتھ واپس چلا آئے۔ اس طرف کے سنتریوں کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ احتیاط رکھیں۔ اس جاسوس نے یہ حرکت کی کہ وہ سیدھا شیر افضل کے پاس چلا گیا۔ اور سب واقعہ اُسے سنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس رات کو پانی کے راستہ پر خوب گولی باری ہوئی اور ایک شخص نے آگ لگا دی مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ اور سپاہیوں نے آگ کو فوراً فرو کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیر افضل نے ایک قیدی کو بمعافی سزائے قتل اس کام کے لیے اس جاسوس کے بھیس میں بھیجا تھا۔

۸ و ۹۔ مارچ کو کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ ایک ایلچی جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا وہ واپس نہیں پہونچا۔

۱۱۔ مارچ کو شیر افضل کے ساتھ خط و کتابت کا کام رہا۔ عمرا خان کا دیوان بھی اپنے آقا کا خط لے کر آیا۔ شیر افضل نے جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق لکھا کہ کسی سپاہی کو شناخت کے لیے بھیج دیا جائے اُس نے اور عمرا خان دونوں نے لکھا کہ ہم در اصل صلح کے خواستگار ہیں۔ شیر افضل کو جواب دیا گیا کہ اگر واقعی تم کو صلح کی خواہش ہے تو تم اپنے آپ کو حوالہ کر دو اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ غیر مشروط طریق پر میں حوالگی کس طرح اختیار کر سکتا ہوں اور اپنی سابقہ شرائط ادائگی وظیفہ اور انگریز افسر کے ملک چترال میں تعینات نہ کیے جانے کو دُہرایا۔ بعد ازاں اُس نے دو چترالی عمائد کو جو قلعہ کے اندر تھے شرائط کے طے کرنے کے لیے نامزد کیا۔ مگر بدیں وجہ کہ سابقہ ایلچی واپس نہیں آیا تھا ان کے بھیجنے میں تامل کیا گیا۔

شیر افضل کے ایلچی سے یہ معلوم ہوا کہ ریشن میں اور اس سے اوپر کچھ فاصلہ پر دو دستہ ہائے افواج سرکاری کی تباہی ہوئی ہے۔ ریشن میں چالیس سپاہی اور ایک انگریز افسر مارا گیا ہے۔ اور ساٹھ بکس خزانہ کے اور بیس بکس کارتوس کے پکڑے گئے ہیں اور ان کے ساتھ جو سپاہی تھے ان میں سے صرف دس آدمی بچے ہیں جو ایک مستحکم مکان کے اندر مدافعت کر رہے ہیں۔ دوسرے دستہ فوج کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب بتلائی گئی کران کے اوپر پتھر گرا کر باسٹھ آدمیوں کو پیس دیا گیا ہے اور صرف ایک درجن آدمی اپنی

جان بچا سکے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو ایک غار کی پناہ میں چھپایا ہوا ہے اس قصہ کو تمامتر جھوٹ خیال کیا گیا۔ مزید برآں دریافت ہوا کہ مستوج کو خطوط لے کر جو آدمی بھیجے جاتے رہے ہیں اُن میں سے تین آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا گیا ہے۔

قلعہ کے اندر دو سات پونڈ والی توپیں مع اسی کارتوسوں کے مل گئی تھیں۔ ٹونزنڈ نے توپ چلانے کی ایک جگہ تیار کی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ قلعہ کے اندر جو آدمی تھے ان میں سے کوئی بھی توپ خانہ کے کام سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ صرف ایک آدمی۔ مہاراجہ کی فوج کا کرنیل۔ اس کام سے کسی قدر واقف تھا۔ ۱۲۔ مارچ کو توپ خانہ کی آزمائش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر سہواً سپاہی اسے غلط موقع پر لے گئے اور دو کارتوس سر کیئے تھے کہ ایک آدمی زخمی ہوگیا۔ لہذا توپ کو واپس لے آئے۔

ایک ہفتہ کے بعد پھر توپ چلانے کی کوشش کی گئی۔ پہلے جو جگہ تیار کی گئی۔ اُس کے سامنے ایک بڑے درخت کا تنہ آگیا۔ دوسرا موقع تیار کیا گیا۔ اور ایک ٹھوس گولہ چلایا گیا۔ مگر اُس نے اچھا کام نہیں دیا۔ لہذا اس تدبیر کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہوگیا کہ توپ سے بغیر واقف کار آدمیوں کے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

۱۴۔ مارچ کو رات اندھیری تھی۔ دشمن نے قلعہ پر حملہ کیا۔ اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے تک حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا گیا۔

۱۴۔ مارچ کو شام کے وقت جب اندھیرا ہونے لگا شیر افضل کا ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ ایک بڈھی عورت تھی۔ اُس نے بیان کیا کہ شیر افضل ذمہ لیتا ہے کہ برٹش ایجنٹ کو مع اس کی فوج اور سامان کے صحیح وسلامت گلگت میں پہونچا دیگا۔ اور آئندہ کے لیے ہمیشہ دوست رہیگا بشرطیکہ گورنمنٹ ہند چترال کے ساتھ وہی طریق عمل اختیار کرے جو مہتر امان الملک مرحوم کے زمانہ میں تھا۔ اس عورت نے یہ بھی بیان کیا کہ تمام یاغستان انگریزوں کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گیا ہے محمد ولی کو شیر افضل نے طلب کیا ہے اور گلگت و پونیال بھی بغاوت پر آمادہ ہیں اسے جواب دیکر واپس کر دیا گیا

۱۵۔ مارچ کو شیر افضل کا ایک اور خط پہونچا۔ اُس میں اُس نے اپنی سابقہ شرائط صلح کو دہرایا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی قلعہ کے اندر جو عمائد چترال تھے ان کے نام بھی ایک رقعہ تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ اور اطاعت اختیار کرو تمہارے سابقہ قصور سے درگذر کیا جائیگا۔ شیر افضل

نے یہ بھی لکھا تھا کہ ریشن میں ایک انگریز افسر قید ہوا ہے۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کے نام خط لکھا ہے جس میں ریشن۔ بونی۔ اور مستوج میں سپاہیوں کے پکڑے جانے کے حالات درج ہیں اُس کے نامزد کردہ دو معتبران کو روانہ کر دیا جائے تو وہ اُس خط کو بھیج دیگا۔ اس پر اعتبار نہیں کیا گیا اور اُس کو جواب دیا گیا کہ اگر تم واقعی دوستانہ خیال رکھتے ہو تو جیسا کہ تمہیں پہلے اطلاع دیجا چکی ہے تم بلا تامل حاضر ہو جاؤ۔ قلعہ کے اندر سے کسی معتبر کو تمہارے پاس نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ تم نے سابقہ ایلچی کو روک لیا ہے اسی کے ہاتھ یہ خط جس کا تم نے ذکر کیا ہے بھیج سکتے ہو۔

چار بجے کے قریب ایک اور آدمی سفید جھنڈا لیے ہوئے سرائے کی طرف سے نمودار ہوا۔ اُس نے دو خط پیش کیے۔ ایک شیر افضل کی طرف سے تھا اور دوسرا عمائد چترال کی طرف سے تھا جو شیر افضل کے پاس جمع تھے۔ شیر افضل نے لکھا تھا کہ برٹش ایجنٹ کا خط مہونچا ایسی شرائط موزوں نہیں ہیں۔ اُس کے ساتھ لفٹنٹ ایڈورڈس کا خط مورخہ ریشن ۱۲ مارچ بھی ملفوف تھا۔ اس میں اس کے دستہ فوج پر حملہ کے مختصر حالات درج تھے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ دوسرے خط میں سابقہ شرائط کا اعادہ تھا۔ اور دونوں خطوط میں خاتمہ پر یہ درخواست کی گئی تھی کہ برٹش ایجنٹ اپنے ہندوستانی ہیڈ کلرک کو شیر افضل کے مکان پر تصفیہ شرائط کے لیے بھیج دے۔

برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو جواب دیا کہ چونکہ تم نے ایڈورڈس کا خط بھیج دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم واقعی مزید لڑائی کو بند رکھنے کا خیال رکھتے ہو۔ لہذا برٹش ایجنٹ بھی شرائط کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہے اگر تم کو یہ منظور ہو تو تین دن کے لیے مصالحت کیجائے اور سفید جھنڈا کھڑا کر دیا جائے جس وقت کوئی آدمی لینے کے لیے مہونچا ہندوستانی ہیڈ کلرک کو حسب درخواست تمہاری تصفیہ شرائط کے لیے روانہ کر دیا جائیگا۔ چنانچہ سفید جھنڈے سے ہر دو کیمپ میں کھڑے ہو گئے۔ اور شیر افضل نے اطلاع دی کہ ہیڈ کلرک کو دوسرے دن اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ اس کے مطابق صبح کے وقت امیر علی کو شیر افضل کے پاس جانے کے لیے تیار کیا گیا۔ اور اُسے ہدایت کی گئی کہ دو شرائط کو قبول کرانے پر زیادہ زور دیا جائے ایک یہ کہ ایڈورڈس کے ساتھ خط کتابت کی اجازت دی جائے دوسرے یہ کہ مصالحت کو جہاں تک ممکن ہے طوالت دی جائے۔

امیر علی کو لیجانے کے لیے وہی ایلچی آیا جسے شیر افضل نے روکا ہوا تھا جسے فیل شرائط کا تصفیہ کرنے کے لیے امیر علی کو ہدایت کی گئی (۱) تین دن سے زیادہ مصالحت کو طوالت نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ ہر ایک زائد روز کے لیے روزانہ دو بھیڑ دا اور ایک معینہ مقدار آٹے کی بہم نہ پہونچائی جاوے۔ (۲) ڈاک رسانی کے لیے مستوج کا راستہ کھول دیا جاوے اور یہ شرط قائم رہے کہ بزمانہ مصالحت محصورین کی امداد کے لیے فوج کی نقل و حرکت کلیتہً بند رہے (۳) کوئی مسلح آدمی بزمانہ مصالحت قلعہ کے نزدیک نہ آئے۔ اور نہ محصورین میں سے کوئی آدمی بیرون از قلعہ جاوے (۴) ایک حد مقرر کردی جاوے کہ اسکے اندر ہر دو فریق کا کوئی آدمی بغرض جنگ داخل نہ ہو۔

امیر علی کو شیر افضل نے جواب دیا کہ اس کی شرائط وہی ہیں جو وہ قبل ازیں بیان کرچکا ہے۔ صلح انھیں شرائط پر ہوسکتی ہے۔ نظام الملک نے انگریزوں کا دخل ملک میں پیدا کردیا تھا۔ مگر اہل ملک اسے برداشت نہیں کرسکتے۔ مہتر امان الملک کے زمانہ کی شرائط یہ تھیں کہ انگریزوں کی فوج سرحد سوال کو کبھی عبور نہ کرے گی۔ اسی پر واپس جانا ہوگا۔ جو شرائط امیر علی کو جتلائی گئی تھیں ان کے سننے سے بھی شیر افضل نے انکار کیا۔ مگر اس کے زور دینے پر طوالت مصالحت کی شرط سے شیر افضل نے قطعی انکار کیا۔ اور جتلایا کہ ہمیں مصالحت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ مستوج سے اگر فوج محصورین کی کمک کے لیے آنا چاہتی ہے تو شوق سے آسکتی ہے اگر صلح ہوجاوے تو واپس جاسکتی ہے ورنہ قلعہ میں فائدہ مند ہوسکتی ہے حد بندی جس کے اندر لڑائی نہ ہو ایک بیہودہ خیال ہے۔ برخلاف اس کے مورچے روز بروز قلعہ کے نزدیک تر ہوتے جائیں گے برٹش ایجنٹ کے لیے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے کہ قلعہ خالی کردے اور گلگت کو واپس چلا جاوے۔ اس کے بعد شیر افضل مہتر ہوجائیگا اور خنڈ دلی سب واپس چلے جائیں گے

شیر افضل کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ تمھاری شرائط صلح آمیز نہیں معلوم ہوتیں۔ جو کچھ تم چاہتے ہو صاف صاف لکھو۔ اگر قلعہ خالی کردیا جاوے تو اس امر کا اطمینان کس طرح دلایا جاتا ہے کہ راستہ میں تنگ مواقع پر حملہ نہیں ہوگا۔ یرغمال کون دیے جائیں گے۔ اور راستہ میں جو انگریز ہیں ان کے پاس خط بھیجنے کی اجازت ہوگی یا نہیں اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مصالحت کا خاتمہ کیا جاوے تو سفید جھنڈا اُتار کر ایک بندوق چلادی جاوے۔ اس سے زیادہ اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کا جواب یہ پہونچا کہ ان شرائط کو دروش میں عمرا خاں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

اُس کا جواب آنے تک بہتر ہے کہ لڑائی بند رہے۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے قبول کر لیا۔ اور شیر افضل کو اس کی اطلاع دیدی۔

۱۹۔ مارچ کو صبح کے وقت دونوں جنڈولی خانان کی طرف سے ایک خط پہونچا کہ برٹش ایجنٹ کو فی الفور براہ جنڈول و سوات پشاور کو روانہ ہو جانا چاہیے۔ اور وہ ذاتی طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں کہ تمام سپاہیوں کو مع سامان کے بخیریت پشاور پہونچا دیں گے اگر یہ تجویز قبول نہ ہو تو اسی خط کی پشت پر جواب لکھکر واپس کر دیا جائے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ جنڈول و سوات کی سیر کرنے کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے اور اس سے سرکار ہند کے ساتھ جنڈولیوں کے تعلقات دوستانہ کا استحکام نہیں ہو سکتا۔ اور رشن میں ایڈورڈس کو خط بھیجنے کے لیے جو اجازت دی گئی تھی اُس کے متعلق لکھا گیا کہ جلد جواب دیا جاوے۔ شیر افضل نے بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ اور اُس کو بھی یہی جواب دیا گیا۔

شیر افضل نے اس کا جواب یہ بھیجا کہ تم کو ہمارے اوپر اس قدر بے اعتباری کیوں ہے۔ ہم اور عمرا خان دونوں محصورین کو پشاور تک صحیح و سلامت پہونچا دینے کا ذمہ لیتے ہیں۔ رشن کے واقعہ کے متعلق اُس نے اطلاع دی کہ اُس نے اور خانان جنڈول نے صریح ہدایات اپنے افسروں کو بھیجی تھیں کہ انھیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے مگر ان ہدایات کے پہونچنے سے پیشتر مصالحت توڑ دی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دو انگریز افسر اور نو ہندوستانی سپاہی چترال کو آرہے ہیں رات تک یہاں پہونچ جائیں گے خانان جنڈول نے بھی یہی اطلاع بھیجی اور اصرار کیا کہ محصورین کو عزت کے ساتھ چترال سے چلا جانا چاہیے اور صرف اخبار نویس کو سردست چترال میں چھوڑ دینا چاہیے۔

اب رشن کے واقعات کی صداقت میں کوئی کلام باقی نہیں رہا۔ اور یہ بھی ظاہر تھا کہ بدعہدی کا ارتکاب ہوا ہے۔ چترالیوں نے یہ دیکھکر کہ بہت سے مقتول و مجروح اوپر کی طرف سے چترال میں لائے جا رہے ہیں۔ یہ نتیجہ نکالا کہ چترال کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے اور ان کے ساتھ جنگ ہوئی ہے جسمیں یہ لوگ مقتول و مجروح ہوئے ہیں۔ اور بالآخر شجاع الملک کی والدہ اسماری خونزا نے یہ پیغام بھیجا کہ انگریزوں نے مستوج سے پیچھے راستہ پر چترالیوں کو شکست دی ہے۔ لہذا برٹش ایجنٹ کو قلعہ کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہیے۔

۲۰ر مارچ کو برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو لکھا کہ انگریزوں کے آدمی جو ریشن میں پکڑے گئے ہیں ان کے حالات سے اطلاع دو۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی کے پاس سے جواب پہونچا کہ قیدی اُس روز سہ پہر کو پہونچنے والے ہیں۔ برٹش ایجنٹ ان کے حالات کی دریافت پر جو اصرار کر رہا ہے اُس کا مقصد صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ حوالگی کو طوالت دی جائے وہ خود اور خانان جنڈولی مشترکہ طور پر ذمہ دار ہیں کہ اُس کو بخیر و عافیت پشاور تک پہونچا دیں گے۔ اس میں تاخیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ریشن میں اتفاقیہ طور پر مصالحت ٹوٹ گئی تھی۔ اور سارے سر نو جنگ شروع ہو گئی۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حرکت کے متعلق فوج کو سخت تنبیہہ کر دی گئی ہے اور کمان افسر کو قید کر دیا گیا ہے برٹش ایجنٹ کو لازم ہے کہ ان کا مطالبہ بلا تامل قبول کرے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ پشاور کی طرف سفر کرنا بالکل خارج از بحث ہے۔ انھوں نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ ہر دو افسران انگریز اُن کے ہاتھ میں بالکل محفوظ ہیں اسے قبول کیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کے اور ہمارے درمیان مصالحت میں جو حملہ کیا گیا وہ غلط فہمی پر مبنی تھا اور جو شخص اس حملہ کے لیے ذمہ دار تھا اسے سزا دی گئی ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ آئندہ کے لیے ایسے حملوں کے متعلق پورا اطمینان دلایا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ بھی جتلایا کہ جو کچھ اُسے اقرار کرنا پڑتا ہے یہ ورجل اڈورڈس اور فولر کی رہائی کی قیمت ہے۔ الغرض اس امر کی بھی صراحت چاہی گئی کہ ان بدقسمت نوجوان سپاہیوں کے فدیہ کے مطالبہ کی نوعیت کیا ہو گی۔ ان مزید شرائط پر بحث کرنے کے لیے برٹش ایجنٹ نے تخلیہ قلعہ اور واپسی مستوج پر رضامندی کا اظہار کیا۔ مگر اس نے اصرار کیا کہ اس پر عملدرآمد سے پیشتر انھیں بتلانا چاہیے کہ بہ ثبوت اپنی نیک نیتی کے وہ یرغمال کن اشخاص کو پیش کرتے ہیں اور اس کا کیا اطمینان دلاتے ہیں کہ انتظام سفر درست طریق پر ہو جائیگا

شیر افضل اور خانان جنڈولی سے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے بفرض محال اگر وہ مان لیں اور اس بنا پر مزید شرائط کے تصفیہ کے لیے بحث کرنے پر آمادگی ظاہر کریں تو یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ یرغمال جن کا مطالبہ کیا جائیگا خود ان کے سوا اور کوئی نہ ہو گا

اس کا جواب یہ پہونچا کہ انگریز قیدی صرف اس شرط پر چترال میں برٹش ایجنٹ کو حوالہ

کیے جا سکتے ہیں کہ وہ حوالگی قلعہ کا اقرار کرے۔ جس وقت یہ قرارداد مستحکم ہو جائے تو ایڈورڈس اور فولر کو اجازت دی جائے گی کہ برٹش ایجنٹ کو خط لکھیں۔

سہ پہر کو لوگوں نے دیکھا کہ پل کی طرف سے کچھ لاشیں لائی جا رہی ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک سو کے قریب آدمی ایک دوسرے سے ملے ہوئے چل رہے ہیں اس وقت قلعہ اور سڑک کے درمیان جو مورچے تھے ان میں تفنگچی جمع ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ فریق مخالف کو بھی انگریزوں کے اوپر مصالحت کے جھنڈے کی عزت قائم رکھنے میں اتنی ہی بے اعتباری ہے جتنی انگریزوں کو فریق مخالف کے اوپر ہے قلعہ کے انگریزوں نے فصیل پر چڑھ کر دوربین سے دیکھنا شروع کیا کہ آیا اس مجمع کے درمیان ایڈورڈس اور فولر بھی ہیں مگر کوئی شخص انھیں شناخت نہیں کر سکا۔

شام کے وقت امیر علی بحفاظت نمبرہ پنجاب انفینٹری کے فراری کے جو انگریزوں کا دوست بنا ہوا تھا ان قیدیوں سے ملنے گیا۔ اس کے ساتھ خاصی تعداد روپیہ کی بھی بھیجی گئی تھی کہ خانان جنڈولی کو تحفتہً دی جائے اور تماکو و پائپ وغیرہ قسم کی چھوٹی اشیا بھی انگریز افسروں کے لیے بھیجی گئی تھیں اس رشوت کے زور سے خانان جنڈولی امیر علی کے ساتھ بہت دوستانہ طریق پر پیش آئے۔ اور درخواست کی کہ انھیں دو گھڑیاں۔ ریوالور اور کارتوس بھیجے جائیں۔ ان کے ملازمین سے بھی بہتیروں نے امیر علی کو یقین دلایا کہ ہم بھی خدمت کے لیے تیار ہیں مگر قلعہ کے نزدیک وہ پھٹکنے نہیں پاتے ہیں اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بھی تحائف کے امیدوار ہیں۔

۲۱ مارچ کو اسی قسم کی خط و کتابت جس کا معمول ہو گیا تھا پھر شروع ہوئی۔ امیر علی سے خانان جنڈولی نے ظاہر کیا تھا کہ تمھارے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اُسے قبول کرو۔ بعد ازاں امیر علی کو ایڈورڈس اور فولر کے پاس جانے کی اجازت دی گئی۔ اس دفعہ وہ اُسے دربار میں ملے۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی یہاں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے اسی بات کو پھر دُہرایا کہ برٹش ایجنٹ کو جنڈول چلا جانا چاہیے۔ امیر علی نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اُس کی دلیل کے زور کو انھوں نے تسلیم کیا مگر اصرار کیا کہ اُن کی شرائط قبول ہونی چاہئیں۔

ایڈورڈس نے خط لکھا کہ وہ گرڈن سے ملنا چاہتا ہے اور اُس کی اُسے اجازت

حاصل ہوگئی ہے۔ خانان جنڈولی نے امیر علی سے اس کا ذکر کیا کہ گرڈن ایک یا دونوں انگریز قیدیوں سے ایک معینہ موقع پر مل سکتا ہے جو قلعہ سے بہت دور نہ ہو۔ مگر اس رعایت سے انکار کر دیا گیا۔

دوسرے روز میجر راج کے نام فولر کا ایک رقعہ پہونچا کہ اُس کی پارٹی کے صرف بارہ آدمی زندہ بچے ہیں۔ اس لیے جو حالات پہلے معلوم ہوئے تھے اُن کی تصدیق ہوگئی۔ سہ پہر کو عمرا خاں کا دیوان ملاقات کے لیے آیا۔ اُس نے پھر یہی صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کو قلعہ چھوڑ دینا چاہیے۔ فاقہ کشی سے مرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد دیوان ناکام واپس چلا گیا۔

اب امیر علی کو ایک خفیہ پیغام دے کر خانان جنڈول کے پاس بھیجا گیا۔ اُس نے انھیں تبلایا کہ اگر وہ ایڈورڈس اور فولر کو چھوڑ دیں یا جس طرح وہ چاہیں انھیں قلعہ میں پہونچا دیں تو انھیں ایک معینہ رقم بطور انعام دی جائیگی اور اُس کی ادائگی طلا میں کی جائیگی تاکہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور اس خدمت کی اور طریق پر بھی قدر کی جائے گی۔ انھوں نے آپس میں یہ بات چیت کر کے امیر علی کو یہ جواب دیا کہ وہ برٹش ایجنٹ کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے دل سے تیار ہیں۔ بشرطیکہ اُسے کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کی انھیں قدرت ہوتی۔ مگر اُنھیں افسوس ہے کہ ایسی صورت نہیں ہے اور یہ تجویز بالکل ناممکن العمل ہے شیر افضل کے آدمی ہر وقت ان کے اوپر نگرانی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے واقعات بالآخر ظاہر ہونے سے نہیں رہتے ہیں۔ اور انھیں تمام دنیا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا اور عمرا خاں اس سے بہت ناراض ہوگا۔ امیر علی ایڈورڈس اور فولر سے ملاقات کر کے واپس آ گیا۔ اُس کے ذریعے یہ پتہ چلا کہ گلگت کی طرف سے باقاعدہ فوج مستوج میں پہونچ گئی ہے

اس کے بعد مصالحت ختم ہوگئی اور دونوں طرف سے تفنگ زنی شروع ہوگئی۔ ۲۸ مارچ کو دریش سے دو خط موصول ہوئے ایک عمرا خاں کی طرف سے تھا اور دوسرا ایڈورڈس کی طرف سے عمرا خاں نے لکھا تھا کہ تمہارا خط پہونچنے پر میں نے دونوں انگریز افسروں کو تبلایا کہ تین راستے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

۱۔ اگر چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس جانا چاہتے ہیں تو میں انھیں چترال واپس

بھیجنے کو تیار ہوں۔

۲- اگر وہ جنڈول جانا چاہتے ہیں تو میں انھیں جنڈول لے چلنے پر تیار ہوں۔ اور

۳- اگر وہ دروش میں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو اس کی انھیں اجازت ہے۔

دونوں انگریز افسروں نے جواب دیا کہ وہ اس شرط پر چترال جانے پر راضی ہیں کہ ان کے سپاہیوں کو بھی ان کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ سپاہیوں کے بغیر وہ چترال جانا نہیں چاہتے انھیں اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ ان کے سپاہیوں کو ان کے ساتھ کسی طرح نہیں بھیجا جا سکتا اس لیے وہ ٹھہر گئے ہیں۔ انھیں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ وہ برٹش ایجنٹ کو انگریزی یا فارسی میں جو چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ دونوں کے خطوط تمہیں ملیں گے۔

جو کچھ عمرا خاں نے لکھا تھا ایڈورڈس نے اس کی تصدیق کی۔ مگر دوسروں نے اسے مذاق خیال کیا۔

۲۹ مارچ کو برٹش ایجنٹ نے عمرا خاں کے خط کا جواب بھیج دیا اور کیمبل نے فولکو خط لکھ دیا کہ دونوں کو تسلی رکھنی چاہیے۔

۳۰- مارچ کو اہالیان قلعہ کا جائزہ لیا گیا۔ کل نفری ۵۴۳ (پانچ سو تینتالیس) نکلی جس میں سے ۴۰۳ (چار سو تین) سپاہی تھے۔ لیکن لڑنے والے صرف ۳۴۳ (تین سو چالیس) تھے باقی نفری اسپتال میں زیر علاج تھی۔ رسد موجودہ کا حساب لگایا گیا۔ وہ اس تعداد کے لیے ۱۱- جون تک کافی ہوتی تھی۔

یکم اپریل کو صبح کے ساڑھے چار بجے وہی بڑھی عورت شیر افضل کا زبانی پیغام لے کر وارد ہوئی کہ اب شیر افضل برٹش ایجنٹ کو مستوج کی طرف راستہ دینے اور سڑک کی مرمت کر دینے پر راضی ہے اور راشن کا تمام سامان بھی گاؤں والوں کے ذریعے بھیج دینے پر تیار ہے الغرض اس نے تجویز کیا کہ برٹش ایجنٹ عزت کے ساتھ قلعہ کو خالی کر دے۔

اس بڑھیا نے ہمت بڑھانے والی ایک بات یہ بتلائی کہ گلگت کی طرف سے کوئی فوج نہیں آ رہی ہے جس کے معنی صاف طور پر یہ تھے کہ گلگت کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے۔ شیر افضل کے زبانی پیغام کے جواب میں بڑھیا کو یہ پیغام دیا گیا کہ شیر افضل کو خط بھیجنا چاہیے۔

اسی روز ایک وفادار چترالی نے یہ تبلایا کہ مستوج کی طرف سے دو گروہ آدمیوں کے آتے ہوئے دیکھے گئے ہیں یہ غالباً مستوج کے شکست خوردہ لشکر میں سے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستوج میں گلگت سے کمک پہونچ گئی ہے اگر واقعی ایسا ہے تو شیر افضل چار پانچ روز کے اندر تسخیر قلعہ کی سر توڑ کوشش کریگا۔

۲-اپریل سے ۴-اپریل تک تین دن شیر افضل نے خطوط کی آمد و رفت میں بسر کیئے اس خط کتابت کا خلاصہ یہ تھا کہ برٹش ایجنٹ نے حملہ کر کے اُسے تکلیف میں مبتلا کیا ہے برٹش ایجنٹ کو فوراً قلعہ سے باہر آجانا چاہیے۔ شیر افضل نے جنڈول کے ایک آدمی کا خط بھی بھیجا جو اُس کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ جنڈول میں امن وامان ہے۔ شیر افضل کو چاہیے کہ بلاخوف و خطر قلعہ چترال پر حملہ کر دے۔ اس طرف کی کل مسلمان اقوام اور قبیلے شیر افضل کی امداد کے لیے متحد ہیں۔ اس سے پایا گیا کہ کچھ عجب نہیں ہے کہ محاصرۂ چترال کے اُٹھانے کے لیے پشاور کی طرف سے بھی فوج آرہی ہے۔

۵-اپریل کو تفنگ زنی بہت سخت جاری رہی۔ چونکہ بھیڑ و ختم ہو گئے تھے لوگوں نے گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا۔ ہندوؤں نے گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا اور صرف آٹے پر گذارہ کیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ اسپتال بیماروں سے بھر گیا۔ اور ڈاکٹر بیچرچ کا کام بہت بڑھ گیا۔ ۶-اپریل کو اسپتال میں مریضوں کی تعداد ستر تک پہونچ گئی۔

۶-اپریل کو دشمن نے توپ کے برج کو آگ لگادی فوراً تمام آدمیوں کو جمع کر کے ایک طرف پانی کے منبع سے اور دوسری طرف خاک کے ذخیرہ سے آگ کے موقع تک آدمیوں کی قطار باندھ دی گئی۔ اور دست بدست پانی اور خاک پہونچانے کا انتظام کر دیا گیا جس سے آگ فی الفور بجھادی گئی۔ اور سپاہیوں نے حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا۔ وہ ایک درجن لاشیں پیچھے چھوڑ گئے۔ دوسرے دن بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ رات کو برٹش ایجنٹ کے بائیں کندھے پر گولی لگی۔ زخم بڑا اور گہرا تھا اور شانہ کے گوشت کا خاصہ حصہ نکل گیا تھا مگر ہڈی بچ گئی تھی مرہم پٹی کر کے برٹش ایجنٹ کو لٹا دیا گیا۔

۸- و ۹-اپریل کو بھی یہی حالت رہی مگر ۱۰ تاریخ خیریت سے گذری۔ اس روز رات کو سخت حملہ ہوا۔ اس سے چترالی بہت پریشان ہوئے۔ بالخصوص شجاع الملک

نہایت خوفزدہ ہوا قلعہ سے بھی خوب گولی برسائی گئی۔

۱۱-اپریل کو شام کے وقت شیر افضل کے لشکر نے ڈھول بجانے شروع کر دیے حملہ ہوا۔ مگر حملہ آوروں کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اب قلعہ کے اندر جو چترالی تھے وہ انگریزی فوج کے نیساگول میں ظفریاب ہونے اور لشکر چترال کے پسپا ہونے کے خواب دیکھنے لگے اور اُن کی پریشانی دور ہونے لگی

۱۲-اپریل کو دیکھا گیا کہ بہت سے آدمی چترال سے مستوج کی طرف جا رہے ہیں یہ سلسلہ ۱۳-اپریل تک جاری رہا۔ رات کو پھر ڈھول بجے اور گولی چلنی شروع ہوئی۔

۱۴-اپریل کو دشمن کے مورچوں میں بہت ترقی ہوئی۔

۱۶- دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا اسپر ہمارے کا جانبازانہ حملہ

۱۵-اپریل کو مستوج کی سڑک پر دشمن کی آمد و رفت جاری رہی۔ رب نواز خاں کے زخم اب ٹھیک ہو گئے تھے اُس نے کہنا شروع کیا کہ سرنگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ چونکہ سرنگ کا امکان باغ والے حیلداری مکان کی طرف سے تھا اس لیے توپ کے برج والے سپاہیوں کو متنبہ کیا گیا کہ کان لگا کر کھودنے کی آواز کا پتہ لگاتے رہیں۔ بہت آدمیوں نے کان لگائے۔ مگر رب نواز خاں کے اشتباہ کی تصدیق نہیں ہوئی۔

۱۶-اپریل کو صبح کے وقت دریافت ہوا کہ دشمن توپ کے برج کی طرف سرنگ تیار کر رہا ہے۔ اس برج کے اندر جا کر اطمینان کیا گیا۔ واقعی زمین کے اندر کھودنے کی آواز محسوس ہوئی۔ ٹوزنڈ نے تجویز کی کہ قلعہ کے اندر سے ایک بالمقابل سرنگ شروع کر دی جائے۔ صفت بہادر نے خاموشی سے صلاح دی کہ باہر نکلنے کے بغیر اس کا علاج ناممکن ہے اس پر سبھوں نے اتفاق کیا۔ لہذا بیرون از قلعہ حملہ کے لیے ۴۰ جوان سکھ ہاتحتی اپنے جمعدار کے اور ۶۰ جوان ریاست کشمیر کے کل ایک سو سپاہی زیر کمان لفٹنٹ ہارلے تیار کیے گئے فیصلہ یہ کیا گیا کہ حملہ چار بجے سہ پہر کو شروع کیا جائے ہارلے نے قبل ازیں کیمنواس کے کچھ تھیلے ۵۰۔۶۰ اور ۱۰۰ پونڈ بارود بھر کر تیار کیے تھے اور بتی کی جگہ ان میں کیمنواس کی ایک نلکی بارود سے بھر کر لگائی تھی ان تھیلوں کو پانی رد کنے والی کینواس کے

ایک اور تھیلے کے اندر رکھکر مضبوط باندھ دیا گیا تھا۔ جس وقت یہ تھیلے تیار کئے گئے ہیں۔ سرنگ کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ صرف یہ خیال تھا کہ شاید کسی وقت کسی دیوار کے گرانے کے لئے کارآمد ہوں گے۔ مگر اس وقت وہ نہایت فائدہ مند ثابت ہوئے ان میں سے اُس نے پچاس اور ساٹھ پونڈ والے دو تھیلے منتخب کیے۔ اور ایک درجن گینتی بھی اپنے ساتھ لے لیں

اب بڑی احتیاط کے ساتھ باغ کے دروازہ کی رکاوٹ کو دور کیا گیا۔ ہارلے کو مفصل ہدایات دی گئیں۔ اور اُس نے اپنے ساتھ ایڈوانس میں جو آدمی رکھنے تھے اُن کا انتخاب کیا۔ اور اپنی پارٹی کو روانگی کے لیے تیار کر دیا۔ ٹھیک چار بجے دروازہ کھول دیا گیا۔ اور ہارلے دروازہ سے باہر نکلا۔ اُس کے پیچھے تمام پارٹی باہر نکلی اور آہستگی کے ساتھ بہار والے مکان کی طرف بڑھی دشمن نے باڑھ ماری جس سے دو جوان مقتول اور ہارلے کے ایڈوانس گارڈ میں سے ایک مجروح ہوا۔ راستہ میں ان کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے کوئی استحکامات نہ تھے۔ بلکہ محض سبز شاخوں کے مٹھے باندھ کر تلے اوپر جمع کیے ہوئے تھے کہ گولی ان کے اندر پھنس جائے انھیں سنگین سے فوراً ہٹا دیا گیا۔ اس اثنا میں دشمن کے تفنگچی اس مکان سے بھاگ کر باغ کے کنارے کی دیوار کی پناہ میں چلے گئے صرف وہی آدمی اس طرف رہ گئے۔ جو سرنگ کے اندر کام کر رہے تھے جو لوگ بھاگے تھے انھوں نے فوراً شاخوں کے مٹھوں سے ایک عارضی مورچہ تیار کر لیا۔ اس دوران میں دشمن کے مورچوں سے قلعہ کے اوپر بادل کی گرج کی طرح باڑھ چلنی شروع ہوگئی اور مورچوں کی طاقت بڑھانے کی غرض سے چاروں طرف سے لوگ کمر کو جھکائے ہوئے مورچوں کی طرف دوڑنے شروع ہو گئے غالباً انھوں نے خیال کیا کہ محصورین محاصرہ سے تنگ آکر قلعہ سے بھاگنے لگے ہیں اُن کا راستہ روکیں۔

اہل قلعہ نے بھی اپنی تفنگ زنی کا زور دکھلایا اور شدید گولی برسائی اور بہت شور وغوغا مچایا۔ اسپتال کے زخمی بھی رینگتے ہوئے فصیل پر پہونچ گئے اور تفنگ زنی میں شامل ہو گئے

باغ کے کنارے پر اور دیوار سے باہر دریا کی طرف دشمن کے جو آدمی تھے انھوں نے قلعہ کے پانی کے راستہ پر اور مدافعت کے دیگر مقامات پر سخت گولی برسائی۔ کھلے ہوئے دروازہ باغ کے اوپر شدید گولی باری کی گئی۔ مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک آدمی زخمی ہوا۔

اب باغ کے اندر سے زخمی سپاہی لنگڑاتے ہوئے قلعہ میں آنے شروع ہو گئے اور ہسپتال میں پہونچائے گئے۔ ہارلے کے اوپر ہماری مکان میں دشمن کی طرف سے بے حد گولی برسائی گئی۔ مگر اس نے سپاہیوں کی باڑھ کے ذریعے اس کا سر توڑ مقابلہ کرکے دشمن کے تفنگچیوں کو خاموش کیا۔ اب ہارلے نے سرنگ کے دہانہ کی تلاش شروع کی۔ مکان کے اندر اس کا پتہ نہ چلا۔ بالآخر جہاں پر شاخوں کے گٹھے تلے اوپر جمع تھے جس کے ایک حصہ کو برقت حملہ صاف کر دیا گیا تھا اس طرف توجہ کی گئی اور انکشاف ہوا کہ انھیں گٹھوں سے سرنگ کے دہانہ کو چھپایا ہوا ہے انھیں ہٹا کر سرنگ کا دہانہ کھولا گیا اب ایک جانباز آدمی کی تلاش ہوئی جو دہانہ کے اندر اتر جائے اور کھکھری سے سرنگ کے اندر کے آدمیوں کو تمام کرے۔ ہارلے نے کشمیر کے افسر کی طرف دیکھا۔ ایک ڈوگرہ سپاہی نے اپنی بندوق زمین پر ڈال دی اور کھکھری نکال کر دلیری کے ساتھ تیار ہو گیا۔ چند سکھ بھی اس کام کے لیے تیار ہو گئے اور دہانۂ سرنگ کے اندر اتر گئے۔ اندر سے جو چترالی نکلتا گیا انھوں نے سنگین سے اس کی خبر لی پھر اسے باہر نکالا۔

جب سرنگ کے اندر سے آدمیوں کا نکلنا بند ہوا اور سپاہی بھی اس کے دہانہ سے باہر نکل آئے۔ تو ہارلے نے بارود کے دونوں تھیلے نکالے اور ایک آدمی لے کر دہانہ سرنگ میں اتر گیا یہ تحقیق نہ تھا کہ سرنگ کے اندر اب کام کرنے والوں میں سے کوئی آدمی باقی رہتا ہے یا نہیں دفعتہً ایک شخص ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے برآمد ہوا۔ ہارلے کے ساتھ جو تھا وہ شیر کی طرح جھپٹا۔ ایک ہاتھ سے اس نے اس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے سنگین چلا دی چند اور آدمی بھی نکلے بعض مسلح تھے اور بعض غیر مسلح۔ یہ بھی دہانہ سرنگ میں قتل ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح سے ہارلے نے دو آدمیوں کو بچا لیا۔ سرنگ کے اندر کام کرنے والے عجیب مخمصہ میں مبتلا تھے اگر وہ باہر نکلتے ہیں تو دہانہ سرنگ میں موت یقینی ہے۔ اگر اندر رہتے ہیں تو بارود کے دھماکے سے ان کے ٹکڑے اڑ جائیں بیس کے قریب آدمی باہر نکل گئے تب ہارلے نے خیال کیا کہ اب سرنگ خالی ہو گئی ہے اور سرنگ کے اندر چند فٹ کے فاصلہ پر بارود کے تھیلے لگا دیے وہ ان کی بتی درست کر رہا تھا کہ دو چترالی اور نکل پڑے ان کے ساتھ ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اس سے لمبی بتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہارلے کو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ سپاہیوں نے بندوق کے استعمال کی وجہ سے گینتیاں بھی گھاس کے اندر

پھینک دی تھیں ان کا دستیاب ہونا اس وقت مشکل تھا۔ اتنے میں اُسے یاد آیا کہ ایک اور بھری ہوئی لمبی بتی موجود ہے۔ اُس کے لانے کے لیے وہ دہانۂ سرنگ سے باہر نکلا۔ جب وہ اس بتی کو لے کر دہانہ سرنگ میں کودنے کو تھا سرنگ کے اندر بارود کی تھیلیاں جل گئیں اس کے دھماکے سے وہ گر گیا اور سپاہیوں کی پگڑیاں جل گئیں۔ قلعہ کے اندر والوں کو اس موقع سے دھوئیں کا ایک بادل اوپر کو اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس کے اندر سے ہارلے کے سپاہی دو پارٹیوں میں دوڑ کرتے ہوئے نکلے اور سب کے پیچھے ہارلے قلعہ کی طرف آیا اور ایک قیدی بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہ لوگ جس وقت کھلا ہوا میں گزر راستہ طے کر رہے تھے ان کے اوپر سخت گولی برسائی گئی۔ مگر کسی آدمی کا نقصان نہیں ہوا جب یہ لوگ قلعہ کے اندر واپس داخل ہو گئے تو قلعہ کا دروازہ بدستور بند کر دیا گیا اور احتیاط کے ساتھ آڑ لگا دی گئی۔ اب ہارلے اور اُس کے جانباز ہمراہیوں کی مدح سرائی شروع ہوئی۔ لیکن ہارلے خاموش رہا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ بارود قبل از وقت جل گئی ہے اور سرنگ تین گز سے زیادہ نہیں اُڑی ہے اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ کیونکہ دوسرا حملہ ناممکن تھا۔ وجہ یہ کہ ہارلے کی واپسی کے بعد شیر افضل کے آدمیوں نے فوراً اس مکان پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ لہٰذا قلعہ کے اندر سے ایک دوسری سرنگ کھودنے کا انتظام کیا گیا۔ اور صفت بہادر کو اس کام پر تعینات کیا گیا۔ اس پر زور شور کے ساتھ کام جاری ہوا۔ اس اثنا میں گرڈن نے اطلاع دی کہ دشمن نے ایک خندق تیار کی ہے جو دیوار قلعہ کے قریب پہونچ گئی ہے۔ مزید تحقیق سے انکشاف ہوا کہ یہ خندق دراصل سرنگ ہے جو بارود کے زور سے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سراسر بیٹھ گئی ہے۔ اس سے بڑا اطمینان ہوا کہ ہارلے کی بارود نے اپنا کام پورا کر دیا سرنگ کی چھت کو لکڑی کا سہارا نہیں دیا گیا تھا اُس لیے بارود کے دھماکے سے مٹی نرم ہو گئی اور آہستہ آہستہ تمام چھت بیٹھ گئی۔ صرف کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُسکی چھت کے باقی رہ گئے۔ اس سے محصورین کو بڑا حوصلہ ہوا کہ ان کا ستارہ بلندی پر ہے۔

ہارلے کے ساتھ جو قیدی آئے تھے اُن کا بیان لیا گیا۔ اور جرح کی گئی۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ امیر کابل شیر افضل کی مدد کر رہا ہے اور ہندوستان کے حملہ کے ارادہ سے پشاور میں پہونچ گیا ہے۔ انھوں نے ظاہر کیا کہ توپ والے برج پر بڑے زبردست حملہ کا انتظام کیا گیا تھا

مگر اُسے اُس وجہ سے معرض التوا میں رکھ دیا تھا کہ پٹھانوں کا خیال تھا کہ سرنگ سے اس برج کو اڑا دیں گے۔

اب حملہ کرنے والی پارٹی کا جائزہ لیا گیا۔ ہارلے کے ایک سو آدمیوں میں سے اکیس کا نقصان ہوا تھا اور چترالیوں کے چالیس پچاس آدمی مقتول ہوئے تھے جن میں سے بتیس دہانہ سرنگ کے اندر یا اُس کے منھ کے اوپر سنگین سے مقتول ہوئے تھے۔

۱۸۔اپریل کو خفیف تفنگ زنی ہوتی رہی مگر قلعہ کے اندر سے جو سرنگ تیار کرنی شروع کی گئی تھی اس پر کام جاری رہا۔ اور دیگر استحکامات کو بھی درست کیا گیا۔ قیدیوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ انگریزوں نے مستوج کا محاصرہ توڑ دیا ہے۔ اور چترالیوں نے اس فوج سے شکست کھا کر نیساگول کے استحکامات پر رکاوٹ کا انتظام کیا ہے۔

یہ دن شورش کے بغیر گذر گیا۔ اندھیرا ہونے کے دو گھنٹہ بعد ٹونزنڈ نے اطلاع دی۔ کہ ایک آدمی قلعہ کی دیوار کے پاس آیا تھا اور کچھ بول کر چلا گیا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی آیا اور اطلاع دی کہ محاصرہ کنندگان بھاگ گئے ہیں اور فتح علی شاہ کا بھائی پھاٹک پر موجود ہے اندر آنا چاہتا ہے اُس نے ان افواہوں کی تصدیق کی معلوم ہوا کہ شیر افضل بشمول ہر دو خانان جنڈولی اور اپنے ہمراہیوں کے فرار ہو گیا ہے۔

محمد عیسیٰ کو نیساگول میں جب شکست ہوئی ہے۔ تو وہ پڑاؤ بہ پڑاؤ چترال تک اس امید پر آیا تھا کہ عمرا خاں نے دو ہزار آدمی کمک کے لیے اُسے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر ان آدمیوں کو اُس نے کبھی نہیں بھیجا اور قلعہ چترال کے تسخیر کرنے کے لیے ایک بہت بڑی تجویز درست کی گئی تھی مگر ہارلے کے حملہ سے دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور اس تجویز کو پورا کرنے کے لیے آدمیوں کو طلب کرنے کی کوشش ترک کر دی گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ گلگت کی کمک چترال سے دو پڑاؤ کے فاصلہ پر پہونچ گئی تھی۔ اس لیے اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسری صبح کو گرڈن ایک بڑا دستہ فوج ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا کہ دیکھے آیا واقعی ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ باجوڑی سوداگر مصری اور چھوٹی قسم کا سامان خوردنی لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کے ذریعے کوئی قطعی اطلاع نہیں ملی۔ انھوں نے صرف اس قدر بتلایا کہ افواہ ہے کہ کرنیل کیلی چترال سے دو پڑاؤ کے فاصلہ پر پہونچ گیا ہے

اور ایک نہایت بڑی مہم پشاور اور ہوتی مردان کے راستہ سے آرہی ہے۔ سالقبہ خان پر جسے عمرا خاں نے ملک بدر کر دیا تھا۔ اُس کے ساتھ ہے ۱۲-اپریل سے شیر افضل اور خانان چند دلی مضطرب تھے مگر اپنے ہمراہیوں کے حوصلہ کو انھوں نے یہ امید دلا کر بلند کر رکھا تھا کہ امیر افغانستان کا سپاہ سالار کمک لے کر جلد پہونچنے والا ہے۔

چترال رلیف فورس سے خطوط پہونچے اور جس اطلاع کا اضطراب کے ساتھ انتظار تھا وہ مل گئی۔ سات کو کرنیل کیلی کا خط پہونچا کہ وہ ۲۰-اپریل کو چترال میں داخل ہو جائیگا۔

۲۰-اپریل ۱۸۹۵ء کو ۲ بجے کرنیل کیلی کا ایڈوانس گارڈ پل کو عبور کرتا ہوا دیکھا گیا اور کل انگریز اُس سے ملنے گئے۔ دوسرے دن ۲۱-اپریل کو جملہ افسران رلیف فورس کو قلعہ کے اندر ضیافت دی گئی۔ اس کے دوسرے دن محصورین قلعہ سے باہر نکلے۔ اور پرانے مشن ہوس میں جہاں شیر افضل نے منزل کی ہوئی تھی بدستور سابق رہائش اختیار کی

بعد میں جنرل سر ابرٹ لوکی افواج بھی چترال میں پہونچ گئیں۔ اور چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کو واپس ہو گئیں۔ اُس کے تفصیلی حالات کا تعلق چونکہ تاریخ گلگت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اُن کے اندراج کو ضروری نہیں خیال کیا

دروش میں افواج سرکار ہند کی چھاؤنی مقرر ہوئی اور دو پلٹنیں ہندوستانی افواج برطانیہ کی اس چھاؤنی میں تعینات کر دی گئیں جن کا ایک حصہ چترال میں رہتا تھا۔

۱۷۔ مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ

ہز ایکسیلنسی لارڈ الگن وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند نے اپنے ملیٹری سکرٹری کرنیل الجرنن ڈیورنڈ سابق برٹش ایجنٹ گلگت کو خطوط اور ہدایات کے ساتھ ڈاکٹر رابرٹسن برٹش ایجنٹ گلگت کے پاس بمقام چترال بھیجا اور ڈاکٹر رابرٹسن نے باقاعدہ دربار منعقد کر کے مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا۔ اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق ریاست کشمیر کے ساتھ کر کے ایجنسی گلگت کے علاقہ جات میں شامل کر لیا یاسین مستوج اور دیگر چھوٹے علاقہ جات میں بدستور سابق حاکمان ماتحت ایجنسی مقرر

کردیے۔ یہ انتظام مہتر کو بہت ناگوار ہوا۔ اور وقتاً فوقتاً اس حصہ ملک کے واپس دلا پانے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر جب پورا تسلط ہوگیا۔ تو پندرہ سولہ سال بعد ملک خوش وقتیہ کا تقریباً نصف حصہ چترال کی طرف سے کوتل شاندور تک مہاراجہ پرتاب سنگھ نے مہتر شجاع الملک کو واپس دیدیا اور کوتل شاندور سے سرحد پونیال تک علاقہ جات غذر۔ کوہ۔ یاسین۔ داٹکوئی بدستور شامل ریاست زیر انتظام ایجنسی گلگت رہے۔ یہ انتظام مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔

اس اثنا میں ملک چترال علاقہ دیر و سوات کے ساتھ برٹش پولیٹیکل ایجنسی مالاکنڈ کے ماتحت کردیا گیا اور گلگت سے اس کا تعلق جاتا رہا۔ ۱۹۱۹ء کی جنگ افغانستان کے سلسلہ میں مہتر شجاع الملک نے نمایاں خدمات انجام دیں اور بڑا نام پیدا کیا۔ اس کے صلہ میں اسے خطاب نواب و کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ عطا ہوا۔ اور ہز ہائینس کا لقب دے کر گیارہ توپ کی سلامی کا اعزاز دیا گیا اس طرح سے چترال کی حکومت فضلاً ایک چھوٹی سرحدی ریاست میں بدل گئی۔ ہز ہائی نس نواب سر شجاع الملک بہت روشن خیال اور زمانہ شناس ثابت ہوا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو برٹش انڈیا کے کالجوں میں اعلیٰ تعلیم دلا کر اعلیٰ عہدوں پر پہونچا لیا۔ اور اپنی ریاست کے انتظام کو بہت ترقی دی۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اس کے فوت ہونے پر اس کا بڑا بیٹا ہز ہائینس کپتان نواب ناصر الملک اس کا جانشین ہوا۔ اس کا ایک بھائی جو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا مجھے علی گڈھ میں ملا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ملک خوشوقتیہ کے باقی حصہ یاسین کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے مہتر چترال اب تک پیچ و تاب کھا رہا ہے اور اس نقصان کو اس نے فراموش نہیں کیا ہے۔

چھٹا باب

گلگت پر بصورتِ اجارہ سرکارِ ہند کا قبضہ اور افواج ڈوگرہ کی واپسی

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے بعد بعہد مہاراجہ ہری سنگھ سرکار برطانیہ ہند نے وزارت صوبہ گلگت کے اُس حصہ کو جو دریائے سندھ کے پار اُس کے داہنے کنارہ پر واقع ہے۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں بذریعہ معاہدہ بطور اجارہ ساٹھ سال کے لیے مہاراجہ جموں و کشمیر سے حاصل کیا۔ اور مہاراجہ کی افواج اور افسران ملکی صوبہ گلگت سے دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پر واپس آ گئے۔ سرکار برطانیہ ہند نے صوبہ گلگت کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر یہ ملک بدستور ممالک محروسہ مہاراجہ جموں و کشمیر کی حدود میں شامل رہا اور صدر مقام ایجنسی پر مہاراجہ کا جھنڈا بدستور قائم رہا۔ البتہ انتظامی اغراض کے لیے ریاست کشمیر کی سرحد بلتستان کے نیچے دریائے سندھ ہو گیا۔ جیسا کہ گوہر امان کے قبضہ گلگت کے زمانہ (سنہ ۱۸۵۲ء لغایت سنہ ۱۸۶۰ء) میں رہا تھا۔ اس عہد نامہ کا ترجمہ حصہ جموں کے باب چہارم میں بسلسلہ دیگر عہد نامہ جات درج کیا گیا ہے۔

ساتواں باب

گلگت کی آب و ہوا۔ پیداوار۔ معدنیات۔ صنعت و حرفت و تجارت

علاقہ ہندوستان بھی اسی حصہ ملک میں شامل ہے جسے بلا بارش کا نام دیا گیا ہے گو کہ یہاں خفیف بارش گاہ بگاہ ہوتی ہے لیکن زراعت کو اس سے چنداں فائدہ نہیں پہونچتا ہے جس کا تمامتر انحصار آبپاشی پر ہے۔ وادی سندھ اور وادی دریائے گلگت اور نیز وادی دریائے ہونزہ میں سردی کی شدت نہیں ہے۔ لیکن گرمی بھی زیادہ نہیں ہوتی ہے اور پنکھے کی کبھی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔ البتہ سردی کے موسم میں تاپنے کا رواج ہے جلانے کی لکڑی کی یہاں قلت نہیں ہے۔

اراضی عموماً دو فصلی ہے۔ ربیع میں گندم و گرم و جو۔ مٹر۔ مونگ۔ ماش۔ سرسوں وغیرہ اور خریف میں چاول۔ مکی۔ چنا۔ کنگنی اور ترنبہ وغیرہ بخوبی پیدا ہوتے ہیں ترکاریوں میں شلجم۔ کرم۔ گوبھی۔ مولی پیاز۔ ٹماٹو وغیرہ اور قریب قریب ہر ایک کشمیری ترکاری و ساگ پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کی خوراک عام طور پر گیہوں اور گرم کی روٹی ہے۔ لداخ اور بلتستان کی طرح آٹے کو پانی میں پکا کر کھانے کا دستور نہیں ہے جسے لداخ اور بلتستان میں زان اور کاچی وغیرہ کا کام دیا جاتا ہے۔ گلگت میں روئی نہایت اعلیٰ قسم کی پیدا ہوتی ہے اس کا بیج بیان کیا جاتا ہے کہ مصر سے اس ملک میں پہونچایا گیا ہے۔ گھوڑوں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے۔

گلگت میں طلاکشی کا کام خاصے بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے۔ دریائے ہونزہ و نگر میں حدود وزارت سے لے کر موضع دینور تک اور نالہ بگروٹ میں گلیشیر سے لیکر اسکے اتصال دریائے گلگت تک۔ اور دریائے گلگت میں موضع دینور سے لے کر اس کے اتصال دریائے سندھ تک اور دریائے سندھ میں کل حدود علاقہ گلگت کے اندر تمام موسم زمستان میں طلاکشی کا کام جاری رہتا ہے۔ دریائے ہونزہ و نالہ بگروٹ بہت زرخیز میدان طلاکشی خیال کیے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دریا کے کنارے کی خاک

دھونے کا دستور ہے۔ لداخ وکرگل کی طرح کان نہیں کھودی جاتی۔ طلاکشی کرنے والی ایک مخصوص قوم بھی ہے اور ہر ایک زمیندار بھی یہ کام کرتا ہے۔ گلگت سے نیچے چیلاس تک دریائے سندھ کی خاک سے طلا برآمد کرنے کا رواج ہے اور کثرت سے اس کی برآمدگی ہوتی ہے۔ سونا اچھی قسم کا نکلتا ہے اور ریگ طلا کو تپانے سے حق الناری سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔

بلور اکثر نالہ جات کی چوٹیوں پر پایا جاتا ہے مگر اس کی برآمدگی کا دستور نہیں ہے سلاجیت نالہ سی وحراموش میں کثرت سے ملتی ہے استور میں ابرق کی کان ہے۔

گلگت میں بلتستان کی طرح میوہ کی کثرت ہے۔ توت شیریں بیدانہ اور شہتوت کھٹ مٹھا بکثرت اور لطیف پیدا ہوتا ہے۔ خوبانی اچھی قسم کی اور کثرت سے ہوتی ہے۔ البتہ بلتستان کی لطافت اس میں نہیں ہے۔ آڑو بھی اچھا ہوتا ہے انار بھی پیدا ہوتا ہے اور بادام کا بھی رواج ہے۔ لیکن اس کی کثرت نہیں ہے تربوز اور سردہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اخروٹ کی کثرت ہے۔ انگور بہت اچھی قسم کا اور کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ نگرو ٹ میں شیریں سیب عمدہ قسم کا پیدا ہوتا ہے۔ اور ہونزہ ونگر میں ناشپاتی نہایت اعلیٰ درجہ کی پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے کشمیر کی ناشپاتی مات ہے چترال میں بھی یہی میوے ہیں اور اچھی قسم کے اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

صنعت وحرفت اس ملک میں کچھ نہیں ہے۔ اپنے ذاتی استعمال کے لیے سوتی اور اونی کپڑے لوگ خود تیار کر لیتے ہیں۔ اور پانوں کے لیے از قسم بوٹ جو چیز استعمال کرتے ہیں وہ بھی خود ہی بنا لیتے ہیں۔

اس ملک کی پیداوار میں سے کوئی چیز اس مقدار میں پیدا نہیں ہوتی۔ جس کی برآمدگی ہو۔ حتیٰ کہ خستہ بھی کسی بڑی مقدار میں ملک سے باہر نہیں جاتا۔ چونکہ فوج کی وجہ سے بیرونی آدمی یہاں بکثرت رہتے ہیں ان کی تمام قسم کی ضروریات زندگی باہر سے بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ یارقند کا مال تجارت بھی از قسم نمدہ وقالین اور ریشمی کپڑے اور دیگر اشیا حال میں اس جگہ آنے لگی ہیں۔ تھوڑی مقدار میں چائے بھی ہندوستان سے آتی ہے مگر اس کا رواج ملکی آدمیوں میں بہت ہی کم ہے۔

بھیڑ بکری کثرت سے پالی جاتی ہے۔ جنھیں بلحاظ موسم ایک جگہ سے دوسری جگہ چرائی کے لیے رکھا جاتا ہے۔ دودھ دہی۔ مکھن اور گوشت کی کمی نہیں ہے لوگ چوگان بازی کے بڑے شوقین ہیں۔ قریب قریب ہر ایک گانوں میں میدان چوگان بازی موجود ہے اور گھوڑے بھی اچھے رکھتے ہیں۔ لیکن لداخ کی طرح شان دار عمارتوں اور اچھے سامان خانہ داری کا دستور نہیں ہے۔ عموماً لوگ خوش حال اور خوش گذران ہیں اور خوش مذاق ہیں اور مردانہ اوصاف رکھتے ہیں البتہ شائستگی میں لداخ و بلتستان کے مقابلہ میں پستی کی حالت میں ہیں۔ مگر اب تعلیم کی وجہ سے کچھ بیداری پیدا ہونے لگی ہے۔

گوشوارہ مردم شماری صوبہ گلگت

سنہ ۱۹۱۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت	تحصیل گلگت مع حراموش	۹۱۰۸	۶۵۶۷	۱۵۶۷۵
	نیابت استور	۴۱۹۱	۴۱۰۳	۸۲۰۴
میزان وزارت		۱۳۲۹۹	۱۰۶۷۰	۲۳۸۷۹
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چلاس	۶۹۰۸	۵۶۰۰	۱۲۵۰۸
	ہونزہ	۵۴۵۷	۴۶۶۹	۱۰۱۲۶
	نگر	۷۱۴۸	۶۱۹۹	۱۳۳۴۷
	پونیال	۲۳۶۵	۲۰۵۸	۴۴۲۳
	اشکومن	۱۰۷۵	۹۴۵	۲۰۲۰
	یاسین	۳۲۹۱	۳۰۱۹	۶۳۱۰
	کوہ	۱۱۶۶	۸۹۸	۲۰۶۴
	غذر	۱۸۶۸	۱۷۶۹	۳۶۳۷
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۲۹۲۷۸	۲۵۱۵۷	۵۴۴۳۵
میزان کل صوبہ		۴۲۵۷۷	۳۵۸۲۷	۷۸۳۱۴

سنہ ۱۹۲۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		۱۵۸۸۰	۱۲۸۲۶	۲۸۷۰۶
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چلاس	۷۱۸۰	۵۹۵۵	۱۳۱۳۵
	ہونزہ	۶۴۷۳	۵۶۴۴	۱۲۱۱۷
	نگر	۷۷۰۴	۶۴۸۴	۱۴۱۸۸
	پونیال	۲۸۹۷	۲۵۹۵	۵۴۹۲
	اشکومن	۱۴۱۰	۱۳۴۳	۲۷۵۳
	یاسین	۳۷۱۰	۳۳۵۵	۷۰۶۵
	کوہ	۱۲۲۹	۱۰۵۹	۲۲۸۸
	غذر	۱۹۳۸	۲۰۱۵	۳۹۵۳
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۳۲۵۴۱	۲۸۴۵۰	۶۰۹۹۱
میزان کل صوبہ		۴۸۴۲۱	۴۱۲۷۶	۸۹۶۹۷

سنہ ۱۹۳۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		۱۷۷۵۲	۱۴۱۵۰	۳۱۹۰۲
	چلاس	۷۴۶۱	۶۰۷۳	۱۳۵۳۴
	ہونزہ	۶۹۶۵	۶۲۷۶	۱۳۲۴۱
	نگر	۷۳۶۳	۶۳۰۹	۱۳۶۷۲
	پونیال	۳۲۲۵	۲۸۸۳	۶۱۰۸
	اشکومن	۱۶۱۱	۱۳۷۵	۲۹۸۶
	یاسین	۴۱۵۴	۳۹۲۹	۸۰۸۳
	کوہ	۱۵۴۷	۱۲۶۱	۲۸۰۸
	غذر	۲۱۶۴	۱۹۴۸	۴۱۱۲
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۳۴۴۹۰	۳۰۰۵۴	۶۴۵۴۴
میزان کل صوبہ		۵۲۲۴۲	۴۴۲۰۴	۹۶۴۴۶

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا و ستمال

وزارت مظفر آباد

دیباچہ

اس حصہ میں میں نے وزارت مظفر آباد کے سلاطین بمبہ اور راجگان کھکھا وہتال کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ سلاطین و راجگان بھی سرحدی رہنماؤں میں سے ہیں اور اپنے زمانہ حکومت میں ایک زبردست جنگی قوم اور محافظ سرحد ہزارہ و پونچھ رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی باوجود زیر ہو جانے کے آپنے ہم چشموں میں ممتاز اور سرآوردہ خیال کیے جاتے ہیں اس لیے مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کے سلسلہ میں ان کے حالات کا ذکر کیا جانا بھی ضروری معلوم ہوا۔ گو کہ ان کے انکشاف میں مجھے حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر جس حد تک میں تحقیق کر سکا ہوں اس کا مطالعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گو کہ موجودہ سلاطین بمبہ قریب قریب سب کے سب اور اکثر راجگان کھکھا وہتال تعلیم یافتہ اور روشن خیال اصحاب ہیں مگر اپنے خاندان کی تاریخ کسی کے پاس موجود نہیں ہے اور اپنے اسلاف کے حالات تاریخی سے وہ زیادہ واقفیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے مجھے ان کے حالات کے دریافت کرنے میں بڑی دقت پیش آئی اور خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔

تاریخ کشمیر و ہندوستان کے ہزاروں اوراق میں نے چھان مارے اور جہاں کہیں ان اقوام کا کوئی تذکرہ میری نظر میں آیا اس سے میں نے پورا فائدہ اٹھایا جس کے لیے میں ان کتابوں کے مصنفین کا شکر گذار ہوں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوقؔ

۲۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ

۳۔ تاریخ اعظمی

۴۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ۔

۵۔ کشمیر مصنفہ لارنس

۶۔ تذکرہ بے مثل مصنفہ ظفر اللہ خاں۔

مقامی تحقیقات میں بہت سے احباب میرے محدو معاون رہے ہیں۔ مگر مفید معلومات مجھے میر عبداللہ ٹل والہ سے حاصل ہوئی ہیں اور میرے کرم دوست سلطان رحمت اللہ خاں جاگیردار گھوڑی نے جو کہ پرانے طریق تعلیم کے مطابق اچھے تعلیم یافتہ ہیں اور علمی مذاق رکھتے ہیں بہت زیادہ روشنی اپنے بزرگوں کے حالات پر ڈالی ہے اور پرانی سندات و تحریرات سے فائدہ اٹھانے کا مجھے موقع دیا ہے۔ جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

راجگان کھکھا کے حالات کا انکشاف کرنے میں مجھے مطلقاً کامیابی نہیں ہوئی۔ بہر حال جہاں تک کہ کتب تاریخ سے پتہ لگا اور جو کچھ میں اپنی تحقیقات سے دریافت کر سکا وہ میں نے اس میں جمع کر دیا ہے۔ موجودہ جاگیرداران کھکھا دہتال کے حالات کو میں نے طوالت سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور شجرہ نسب بھی صرف بنیادی خاندانوں کا درج کیا ہے۔ باقی تفصیل ترک کر دی ہے۔

سلاطین بمبہ کی تنظیم باقاعدہ رہی ہے اُن کے شجرہائے نسب میں نے تا تاریخ مکمل کر دیے ہیں اور چھوٹی شاخوں کو بھی بغرض وضاحت شامل کر لیا ہے۔ سلطان مظفر خاں سے اوپر کاشف تک تیرہ پشتیں ہوتی ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا اور شجرہ نسب بھی جیسا کہ مجھے دستیاب ہوا میں نے درج کر دیا ہے اُس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے نہیں ملا۔ لہٰذا اس شجرہ نسب کو روایت سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی ہے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۴۔ اپریل ۱۹۳۰ء

حشمت اللہ خاں

شجرۂ نسب سلاطین بمبہ مظفرآباد
۱- کاشف
۲- ہیبت
۳- صاحب
۴- موتا خان
۵- نوروز
۵ فیروز
۶- فتح خاں
۶- سلطان
ہیبت خاں
۷- جلال
۸- تاج دین
۹- سنگار
۱۰- دریا
۱۱- فتح خاں
کمال
۱۲- شاہ خاں
۱۳- مرزا
۱- سلطان محمد مظفر خاں
۲- سلطان ہیبت خاں
سلطان مرزا شہید
محمد معز الدین
زبردست خاں
سردار خاں
سلطان ہدایت اللہ خاں
سلطان عنایت اللہ خاں
رستم علی خاں
(۱) ولی خاں
(۱) فتح خان
سلطان کٹھائی
سلطان برکات
سلطان امیر
صفدر
امیر
نوازش علی خاں
نادر علی
جلال
عظیم یار خاں
دکھنی خان
حفظ علی

سلطان مرزا شہید
۳۔ سلطان محمود خان
ذوالفقار خان
فتح خان
عمر
(۱) راجہ کام بخش خان
صمد خان
دیندار بخش
جاگیر کا راج
۴۔ سلطان حسن علیخان
راجہ سلطان اکبر علیخان
سلطان ناصر علیخان
(مظفرآباد)
(گھوڑی)
(درکوہ)
قمر
دیندار علیخاں
گوہر علیخان
مقرب
با علی
محمد علیخاں
شبیر علیخاں
اکبر علی خاں
فضل علیخاں
۵۔ سلطان زبردست خان
(مظفرآباد)
سلطان مظفر خان ثانی
(۲) راجہ صفدر علیخان
نادر علی
سنگار علی
نوازش علی خاں
(۶) سلطان حسین خان
(آخری سلطان مظفرآباد)
سلطان رحمت اللہ خان
عبداللہ خان
رحمت اللہ خان
سلطان محمد خان
۳۔ راجہ ہیبت خان
۴۔ راجہ مظفر خان
(۱) سلطان محمد برکات خان
جاگیردار بوئی ضلع ہزارہ
عنایت اللہ خان
۴۔ راجہ اکبر علی خاں
۴۔ راجہ محمد خان
(۲) سلطان حسن علی خان
عبدالقیوم خان
(بوئی ضلع ہزارہ میں جاگیردار اور صاحب عزت ہیں)
فیروز الدین خان
زبردست خان
۵۔ راجہ شیر علی خان
(راج پورہ تحصیل ہنداڑہ)
فیروز الدین خان
۵۔ راجہ غلام محمد خان
(زچلدارہ تحصیل ہندواڑہ)
فتح محمد خان

شجرہ نسب سلاطین کھٹائی

سلطان ہیبت خان (مظفر آباد)

(۱) سلطان ولی خان (از کھٹائی تا بارہ مولہ)

- (۲) سلطان ابراہیم خان
  - نجف خان
    - فتح خان
      - اکبر علی خان (دابنڈی میں آباد ہے)
  - مودل خان
    - فتح خان
      - علی محمد خان
      - ہدایت اللہ خان
  - ×
    - صفدر علیخان
      - فتح محمد خان
    - احمد خان
      - نور محمد خان
- (۳) سلطان مظفر خان
  - ذوالفقار خان
    - محمد خان
      - زبردست خان
      - ولی محمد خان
      - محمد اکبر خان
      - قطب الدین خان
      - فیروز الدین خان
      - فتح محمد خان
      - عنایت اللہ خان
      - سکندر خان
      - (چھلپورہ میں آباد ہیں)
  - (۴) سلطان زبردست خان
    - ۵. سلطان محمد خان ...... (سلسلہ صفحہ ۹۰۱)
    - فتح محمد خان
      - احمد خان
        - زبردست خان
        - عبدالمجید خان
        - (ہاری پورہ میں آباد ہیں)
      - محمد خان
- ×
  - فتح خان
  - قمر دین خان
    - رحمت اللہ خان
    - ہدایت اللہ خان
  - عظیم خان
    - ہدایت اللہ خان

سلسلہ صفحہ ۹۰ کا (۷) سلطان محمد خان
زوجہ اول دختر حسرت اللہ خاں مظفر آباد
زوجہ دویم دختر عطا محمد خاں دوپٹہ
ولی محمد خاں بحیات والد خود فوت
عطا محمد خان (لا ولد)
عنایت اللہ خان
(۶) سلطان سکندر خان
فیروز الدین خاں
قطب الدین
زوجہ اول
زوجہ دویم
عطا محمد خان
محمد حسین خان (لا ولد)
(۷) سلطان محمد ولی خاں (سلطان کھٹائی)
عبد العزیز خان (ولی عہد)
عطا محمد خاں
زبردست خاں
(کھٹائی میں رہتے ہیں)
زوجہ اول
زوجہ دویم
زوجہ سویم
محمد اکبر خاں
فتح محمد خاں
(کھٹائی میں رہتے ہیں)
مظفر خاں
محمد مظفر خان
زبردست خاں
(بچلپورہ میں رہتے ہیں)

شجرۂ نسب سلاطین دوپٹہ

سلطان ہیبت خان (مظفرآباد)
سلطان عنایت اللہ خان
(۱) سلطان فتح خان

(۲) سلطان سلطور علی خان — متولی خان — شیر علی خان

متولی خان: سلطان احمد خان

شیر علی خان: ابراہیم خان — فتح خان — محمد عظیم خان (ڈنڈالی میں رہتا ہے)

(۲) سلطان سلطور علی خان: (۳) سلطان ناصر علیخان — مظفر خان

(۳) سلطان ناصر علیخان:
رانی اول: (۴) سلطان عطا محمد خان — صفدر علی خان
رانی دوم: عنایت اللہ خان — یوسف خان

صفدر علی خان: محمد عظیم خان — عطا محمد خان — مردان علی خان (بھیلوٹ میں رہتا ہے)

عنایت اللہ خان: ہدایت اللہ خان

یوسف خان: زبردست خان — محمد اکبر خان (کردلی میں رہتا ہے)

(۴) سلطان عطا محمد خان: ہدایت اللہ خان — رحمت اللہ خان — (۵) سلطان فتح محمد خان — سلطان محمد خان

ہدایت اللہ خان: محمد حسین خان

رحمت اللہ خان: ولی محمد خان — پیر محمد خان — قطب الدین خان — اکرم خان

ولی محمد خان: محمد عظیم خان — اکبر علیخان (چلیاسہ میں رہتے ہیں)

(۵) سلطان فتح محمد خان: (۶) سلطان قطب الدین خان — ولی محمد خان — غلام محمد خان

ولی محمد خان: محمد حیدر

(۶) سلطان قطب الدین خان:
رانی دختر رحمت اللہ خان چلیاسہ: (۷) سلطان محمد فیروز الدین خان (سلطان دوپٹہ) — ظہیر الدین خان — بشیر الدین خان — [illegible] الدین خان
رانی دختر سلطان محمد کو[illegible] خان [illegible]: عطا محمد خان (تاکتخدا فوت) — محمد حسین خان

شجرۂ نسب سلاطین گھوڑی

- سلطان مرزا شہید
  - سلطان محمود خان (مظفر آباد)
    - (۱) سلطان اکبر علی خان (گھوڑی)
      - (۲) سلطان نجف خان
        - زوجۂ اول
          - قطب الدین خان
            - فتح محمد خاں
              - محمد اکبر خاں
              - محمد یعقوب خاں
              - محمد ایوب خاں (دائری میں رہتا ہے)
            - ولی محمد خاں
              - محمد اکرم خان
                - عبدالرحمان خان، افضل خان، محمد امیر خان، عبداللہ خان، ہدایت اللہ خان، محمد اسمٰعیل خان، ابراہیم خان (یہ سب پرسوجہ میں رہتے ہیں)
              - محمد امیر خاں
                - محمد سعید خان، حبیب اللہ خاں
              - عبداللہ خاں
                - محمد صدیق خاں، عبدالستار خاں
        - زوجۂ دوم
          - (۳) سلطان فیروز الدین خان
            - سلسلہ بر صفحہ (۹۰۴)
        - زوجۂ سوم
          - بہرام خاں
          - سکندر خاں
          - حبیب خاں
            - حبیب اللہ خاں
              - محمد افضل خان
            - اکبر علی خاں
              - محمود خان، امیر اللہ خان
      - رحیم خان
        - یوسف خاں
          - زمان خان، فتح خان، محمد خان، شیر احمد خان
          - سب علاقہ بالاکوٹ میں رہتے ہیں
        - ابراہیم خان
          - سلطان محمد خان
        - علیمی خان (چیلاس میں رہتے ہیں)
  - ذوالفقار خان
    - محمد علی خان
      - بخش علی خاں
        - احمد خاں
          - محمد زمان خان
            - محمد حسن خاں
            - دختر زوجہ عبدالحمید خاں
          - یار محمد خان
          - فتح محمد خاں
            - عبداللہ خاں، عطا محمد خاں، سکندر خاں (در اٹر میں رہتے ہیں)
          - سلطان محمد خاں
          - عطا محمد خان (گھوڑی میں رہتے ہیں)
        - پیر محمد خاں
      - محمد خاں
      - غلام محمد خان
        - امیر اللہ خان (منصف پنجاب)
          - بشیر اللہ خاں، نذیر اللہ خان، منیر اللہ خاں

(سلسلہ ۹۰۲ کا) (۳) سلطان فیروز الدین خان

(۴) سلطان محمد خان

عطا محمد خان (جبڑی میں رہتا ہے)

محمد حسین خان زوجہ دختر سمندر خان راجہ گڈھی

محمد حسن خان (المعروف گورا خان والد) زوجہ دوم

فتح خان

محمد علی خان

محمد عظیم خان (گھوڑی میں رہتا ہے)

محمد حیات خان

اسد اللہ خان

فراری

دختر زوجہ اسیر اللہ خان منصف پنجاب

غلام خان

محمد افضل خان (گھوڑی میں رہتا ہے)

محمد اکبر خان

محمد افسر خان (گھوڑی میں رہتا ہے)

نواب خان

مٹھا خان

احمد خان

ہدایت اللہ خان

(دلبشاخ میں رہتے ہیں)

(۵) سلطان رحمت اللہ خان (موجودہ جاگیردار گھوڑی)

محمد ابراہیم خان

نصر اللہ خان

حبیب اللہ خان (جبڑی میں رہتا ہے)

عبد المجید خان

محمد حسن خان

عبد الرحمن خان

عبد اللہ خان

زبردست خان

سیف اللہ خان

ابراہیم خان

شجرۂ نسب سلاطین کرناہ

سلطان محمود خان

(۱) سلطان ناصر علی خان (کرناہ) ۸۹۹ھ

(۲) سلطان منصور خان — (۳) سلطان معز الدین خان

عنایت اللہ خان — (۴) سلطان شیر احمد خان ۱۸۷۶ء — ہدایت اللہ خان — ابراہیم خان — محمد حیدر خان — ہدایت اللہ خان — نعمت خان — محمد حسن خان

عبداللہ خان — عطا محمد خان — سلطان محمد خان — محمد عظیم خان — ولی محمد خان — محمد اکبر خان (کورگام) — یار محمد خان (کچھیان میں رہتا ہے)

حبیب اللہ خان — عبداللہ خان — صفدر علی خان — فتح محمد خان — رحمت اللہ خان — متولی خان — فتح محمد خان — نجف خان — محمد حسن خان (بموضع بیسہ میں رہتے ہیں) — متولی خان — ذوالفقار علی خان — ناصر علی خان (دلیانہ میں رہتا ہے)

محمد افضل خان (دلیانہ میں رہتا ہے)

محمد خان — محمد حیدر خان — محمد ابوالحسن — یعقوب خان — محمد افضل خان — ابراہیم خان (سال کملہ میں رہتے ہیں) — محمد عظیم خان — عطا محمد خان — محمد اکبر خان — محمد حیدر خان — محمد افضل خان — فیروز الدین خان

یار محمد خان — عبدالرحمن — غلام محمد خان — فقیر اللہ خان — محمد ابو طالب — کمال الدین خان

عبداللہ خان — رحمت اللہ خان — محمد حسن خان — بہرت خان — سکندر خان — دست محمد خان — عبداللہ خان

محمد افضل خان — حبیب اللہ خان — ولی محمد خان — محمد زمان خان (یہ سب یاری پورہ تحصیل کولگام میں رہتے ہیں)

ولی محمد خان — محمد اکرم خان

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا و ختمال و وزارت مظفر آباد

پہلا باب

تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

(۱) حسب و نسب اور ابتدائی حالات (۲) محمد مظفر خان کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا (۳) افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور طائفی تقسیم (۴) سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش (۵) مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور بمبہ حکومت مظفر آباد کا خاتمہ (۶) مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ (۷) حالات جاگیر گھوڑی (۸) حالات جاگیرات دوپٹہ و کٹھائی و کامراج۔

(۱)

بارہ مولا سے نیچے وادی جہلم کے ہر دو کنارے مختلف ناموں سے مشہور ہیں جن میں مختلف قوموں کی حکومت رہی ہے۔ داہنے کنارہ پر جو ملک دریائے نین سکھ حال کونطرا کے اتصال جہلم تک واقع ہے یہ وجہتہ کے نام سے مشہور ہے آئیں اور پونی میں جو موجودہ تقسیم کی رو سے ضلع ہزارہ میں شامل ہو گیا ہے زوال سرکار پکھلی کے زمانہ سے بمبہ خاندان حکمران رہا ہے جس نے وادی جہلم سے تجاوز کر کے چند روز میں اپنا اقتدار وادی کشن گنگا میں دراوہ تک قائم کر لیا اور وہاں سے سلسلہ کوہستان درمیان وادی کشن گنگا و جہلم کو عبور کر کے اوتر مچھی پورہ تک اپنی حکومت کو وسعت دی اور وادی جہلم میں بارہ مولہ کے نیچے تک ملک تسخیر کر لیا۔ یہ تمام ملک موجودہ تقسیم ملکی کے مطابق نصف حصہ تحصیل اوڑی۔ تقریباً

تین چوتھائی تحصیل مظفرآباد۔ سالم تحصیل کرناہ۔ نصف حصہ تحصیل ہندواڑہ کل واقع مملکت کشمیر اور کچھ حصہ تحصیل مانسہرہ واقع ملک سرکار انگلشیہ ہند پر مشتمل ہے۔

علاقہ دچھنہ کے بالمقابل بایاں کنارہ دریائے جہلم کا کھادرہ دچھار کے نام سے مشہور ہے اس میں خاندان ککھا دہتال کی حکومت رہی ہے یہ علاقہ اب تحصیل اوری تحصیل مظفرآباد کے درمیان تقسیم ہوگیا ہے اس باب میں صرف خاندان بمبہ کے متعلق بحث کی گئی۔

خاندان بمبہ کی ابتدا محمد مظفر سے ہوئی ہے تاریخ حسن میں مذکور ہے کہ روایت ہے کہ سلاطین بمبہ قوم بنی امیہ اولاد مروان سے ہیں جنھوں نے ایشیائی روم۔ فارس دمشق و شام میں ایک مدت تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ سلطنت کی ہے اُن میں سے ایک شخص بحالت آوارہ گردی بدخشان میں پہونچا اور وہاں آباد ہوگیا۔ چند پشتوں کے بعد اُس کی اولاد میں سے ایک شخص ہلاکو خاں کی ملازمت میں داخل ہوگیا اور ذوالقدر خاں کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ اُس کی واپسی کے موقع پر وہ دھنتور میں ٹھہر گیا۔ چونکہ آدمی صاحب وجاہت تھا اس علاقہ کے روساء میں سے ایک رئیس نے بطور خانہ داماد اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ کچھ دن اُس نے اپنی سسرال میں آرام سے بسر کئے۔ پھر اسکا سر پھر گیا۔ اُس کی سرکشی دیکھکر اُس کے خسر نے اُس کا۔ کام تمام کر دیا۔ اُس کی زوجہ حاملہ تھی۔ چند روز بعد اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا۔ اور اپنے والد کے قتل کا حال اُسے معلوم ہوا تو اُس کے دل میں انتقام کا جوش پیدا ہوا۔ اُس نے بہت کے وقت موقع پاکر اپنے نانا اور اپنی والدہ دونوں کو قتل کر دیا۔ اور اُن کی ریاست پر قابض ہوگیا۔ اُس کی اولاد میں سے ایک شخص صفدر خاں تھا۔ جو کہ شجاعت اور جوانمردی میں بہت ممتاز تھا۔ وہ سلطان محمد خان پکھلی کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اور بتدریج سر لشکری کے عہدے پر پہونچ گیا اور دھنتور میں سے اُسے جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اُس کی اولاد میں سے محمد مظفر نے سنہ ۱۰۶۲ ہجری میں قصبہ مظفرآباد اپنے نام پر آباد کیا۔ اور خود مختار حکومت ان اطراف میں قائم کی۔ شجرہ نسب جو مجھے دستیاب ہوا اُس میں صفدر خاں کا نام درج نہیں ہے۔ ممکن ہے مذکور کسی اور نام کے ساتھ مل گیا ہو۔

اس روایت میں غور طلب یہ امر ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت سنہ ۱۳۶ ہجری میں ختم

ہوگئی ہے اُس کے تقریباً ایک ہزار سال بعد اُس شخص نے اُس دور دساد ملک میں اپنے مورثین کے نام کو زندہ کر دیا۔

خواجہ محمد اعظم اپنی تاریخ واقعات کشمیر میں لکھتا ہے کہ ۱۱۲۴ھ ہجری میں بزمانہ صوبہ داری عنایت اللہ خاں (بعہد حکمرانی شاہ عالم بادشاہ دہلی) محمد مظفر جو کہ سلاطین پکھلی کے ملازمین میں سے تھا اُس نے زوال حکومت پکھلی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اُس کے پہاڑی حصہ شمالی پر اپنا تسلط جما لیا۔ اور اُس کے بعد علاقہ درادہ و کرناہ پر جو پرگنہ کامراج ملک کشمیر کے تعلقات میں سے تھے متصرف ہوگیا۔

ان واقعات کی مطابقت سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری کے آخر میں یا بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں قصبہ مظفر آباد کی بنیاد پڑی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ لقب بمبہ کی اصلیت کیا ہے میں اس کے انکشاف سے عاجز رہا ہوں بمبہ حضرات کی شکل وشباہت اور ذاتی وجاہت اور نیز قومی خصائل واضح طور پر دلالت تھا اس امر پر کرتے ہیں کہ وہ اس کوہستان کے اصلی باشندگان میں سے نہیں ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کے اسلاف سلاطین پکھلی کے متوسلین میں سے تھے۔ اور اُسی ملک سے آکر ان اطراف میں آباد اور حکمران ہوئے۔ اب سوال یہ رہتا ہے کہ اُن کی اصلیت کیا ہے اور بمبہ کیوں کہلائے۔

جہانگیر تزک جہانگیری میں بسلسلہ اپنے پہلے سفر کشمیر کے لکھتا ہے کہ در ۱۴۔ اسفندیار ۱۰۲۸ھ ہجری کو حسن ابدال میں پہونچا × × روز پنجشنبہ بست و سوم کو موضع مالکلی میں سلطان حسین زمیندار پکھلی زمین بوس ہوا۔ یہ جگہ ملک پکھلی میں داخل ہے × × × روز یکشنبہ نوزدہم کو پونے چار کوس چل کر پکھلی کے باہر لشکر نے آراستگی پائی۔ روز پنجشنبہ بست وششم سلطان حسین مرزا کی درخواست سے اُس کے گھر گیا اور اشتال دامیر دل میں اُس کا درجہ بڑھایا۔ والد ماجد بھی اُس کے گھر گئے تھے۔ سرکار پکھلی ۳۵ کوس طول میں اور ۲۵ کوس عرض میں ہے × × ×۔

جب صاحبقران امیر تیمور ہندوستان کو فتح کر کے ملک توران میں گئے تھے تو انھوں نے یہ ملک ایک طائفہ کو جان کے ہمراہ تھا مرحمت کیا تھا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ذات

قارلوغ ہے۔ ترکوں کا یہ طائفہ جسے انگریزی تواریخ میں کارلوکس لکھا ہے آٹھویں صدی عیسوی میں ماورا النہر کی سرحد پر دریائے جیحوں کے بالائی حصہ میں حکمران تھا لیکن وہ مشخص نہیں جانتے کہ اُس وقت میں ان کے بزرگ کون تھے اور اُن کا نام کیا تھا۔ بالفعل وہ لاہوری مشخص ہیں۔ اور انہیں کی زبان بولتے ہیں۔ دھنتور کے آدمیوں پر بھی یہی قیاس کرنا چاہیے۔ والد ماجد کے عہد میں دھنتور کا زمیندار شاہ رخ تھا۔ اب اُس کا بیٹا بہادر زمیندار ہے۔ اگرچہ سب آپس میں خویشی و پیوند کی نسبت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ سرحد پر حدود کی بابت نزاع کرنا اُن کو لازمی ہے۔ سو ہمیشہ میرے دولت خواہ رہے ہیں۔ سلطان محمود پدر سلطان حسین و شاہرخ دونوں میری شاہزادگی کے زمانہ میں میری ملازمت کے لیے آتے تھے سلطان حسین کی عمر ستر برس کی ہے اُس کی قوائے ظاہری میں اصلاً فتور نہیں آیا اور سواری کی تاب و طاقت رکھتا ہے ''۔

اُس سے ظاہر ہے کہ دھنتور و کھلی کے حکمران ایک ہی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنی ذات قارلوغ بتلاتے ہیں گو کہ اس کی اصلیت نہیں جانتے۔ اگر حسن شاہ کی روایت سے قطع نظر کی جائے اور بربنائے اس واقعہ کے کہ محمد مظفر متوسلین سلاطین کھلی میں سے تھا اور اُس کے بزرگ اور ممکن طور پر وہ خود بھی فوجی منصب رکھتا تھا تو قیاس یہی ہوتا ہے کہ محمد مظفر بھی اسی طائفہ میں سے تھا جس سے سلاطین کھلی تعلق رکھتے تھے اب سوال یہ رہتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو بجائے قارلوغ کے بمبہ کا لقب اُس نے اپنے نئے ملک میں کیوں اختیار کیا یا اگر دوسروں نے یہ لقب اُسے دیا تو کن وجوہات سے ایسا کیا گیا اُس کے جواب میں بدیہی ثبوت تو مجھے دستیاب ہوا نہیں لہذا قیاسی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔

دستور کے مطابق ایسے توصیفی نام انفرادی طور پر بغرض امتیاز ایک شخص کے مسکن اصلی۔ یا مورث اعلی۔ یا معمولی پیشہ وغیرہ کی بنا پر دیئے جاتے ہیں۔ اور یہی نام رفتہ رفتہ اسکی اولاد کا امتیازی نام ہو جاتا ہے اور بالآخر قومیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ترکوں کی تاریخ میں ایک نام بام میری نظر سے گذرا ہے ممکن ہے کہ اُس طائفہ بمبہ کے مورث اعلی کا یہی نام ہو اور اُس کی نسبت سے انہیں بامایا بامی کہا جانا شروع کر دیا گیا ہو جو کثرت استعمال سے بمبہ ہو گیا لیکن جو شجرہ نسب اس خاندان کا مجھے ملا ہے اس میں اس نام کا کوئی شخص درج

نہیں ہے۔ بہر حال اسی قبیل سے وجہ تسمیہ لقب بمبہ کی ہوگی جس نے بالآخر قومیت کی صورت اختیار کر لی۔ اگر پکھلی کی تاریخ و جغرافیہ کی کرید کی جائے تو ممکن ہے کہ اس کی اصلیت برآمد ہو جائے مگر مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔

نیز جہانگیر کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اُس کے سفر کشمیر کے وقت (۱۰۲۸ھ) مظفر آباد کا وجود نہ تھا ورنہ اس کا تذکرہ اُس کی نظر دور بین سے بچ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ بیان تذکرہ بالا کے آگے وہ لکھتا ہے کہ۔

"بہادر دھنتوری لشکر بنگش کا کمکی مقرر ہوا۔ اور پنجشنبہ بست و نہم سوا پانچ کوس چل کر نین سُکھ کے رود خانہ سے عبور کر کے منزل ہوئی۔ (پھر اس دریا کی کیفیت اور پل تعمیر کرنے کے حالات کا ذکر ہے) سلطان محمود نے اس رود خانہ کا نام نین سُکھ یعنی راحت چشم رکھا ہے۔ روز پنجشنبہ سی ام کو ساڑھے تین کوس چل کر کشن گنگا کے کنارے پر منزل ہوئی اس کی راہ میں ایک کوتل واقع ہے اس کا ارتفاع نہایت بلند ڈیڑھ کوس۔ اور سرنشیب ڈیڑھ کوس ہے اس کوتل کو پیم ورنگ کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کشمیری زبان میں پیم روئی کو کہتے ہیں۔ حکام کشمیر نے داروغہ مقرر کیا تھا کہ روئی پر رسوم وصول کرے۔ یہاں رسوم لینے میں ورنگ ہوتی تھی اس لیے اُس کا نام پیم ورنگ مشہور ہو گیا × × × × میرے والد ماجد کے حکم سے دریا کے مشرق میں پہاڑ پر ایک پختہ سرائے پتھر و چونے کی نہایت مستحکم بنائی گئی تھی" (اس سرائے کا احاطہ آج تک موجود ہے جو سرائے جہانگیر کے نام سے مشہور رہا ہے)

اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس طرف سرحد کشمیر رود خانہ نین سکھ تھا جیسا کہ آج بھی ہے۔ اور یہی صورت واقعات ۹۹۴ھ ہجری میں تھی جب کہ اکبر کی فوج نے بسر کردگی مرزا علی اکبر شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک جس کے افسران ماتحت مرزا شاہ رخ و بہادر۔ راجہ بھگونت داس و شاہ قلی محرم۔ و مادھو سنگھ و مبارک خان و جلال خان تھے براہ پکھلی کشمیر پر حملہ کیا ہے۔ ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھتا ہے کہ "یوسف شاہ چک نے بہت سے اپنے کارآگہوں کو روانہ کیا کہ نین سکھ دریا کے قریب حصار بنائیں۔ اور ہر تنگی راہ میں ایک استوار جا بنا کر آمادۂ پیکار ہوں"

اُس سے بھی ثابت ہے کہ یوسف شاہ کی سرحد دریائے نین سنگھ تھا۔ اور اُس وقت مظفر آباد میں کوئی علیحدہ خود مختار حکومت نہ تھی۔ اُس کے آگے چل کر ذکاراللہ لکھتا ہے کہ "جب بادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کو طے کرکے بولیاس دغانیا پھلپلیاسہ کے پاس اتری تو یوسف خان اپنی چارہ گری بیداری کے ساتھ کرنے لگا۔×××× کوتل گوارست سے لشکرگاہ کے دیکھنے کا بہانہ کرکے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر جدا ہوا۔ اور اپنے ایک کاردان کو امرائے شاہی کے پاس بھیج کر اپنا رازِ دل آشکار کیا"

اکبر ۹۹۷ھ ہجری میں پہلی دفعہ سیر کشمیر کے لیے براہ بھمبر آیا ہے اور بوقت واپسی براہ پکھلی کابل کو گیا ہے۔ ذکاراللہ نے لکھا ہے کہ "بادشاہ ۲۳۔ امرداد کو بولیاس میں آیا۔ یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ اور ملک مستنگ کا آغاز ہوا" اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ جغرافیائی تقسیم ہے ملکی تقسیم نہیں ہے۔ جیساکہ آج کل بارہ مولہ کے نیچے جو حصۂ ملک واقع ہے اُسے پہاڑ کہتے ہیں۔ مُستنگ کا نام اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔

الغرض ان واقعات سے اس حد تک ثابت ہے کہ اُس وقت مظفر آباد میں کوئی خودمختار حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ خود مظفر آباد بھی وجود میں نہیں آیا تھا۔

لارنس نے ویلی کشمیر میں قوم بمبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کشمیر کے جغرافیہ قدیم میں درج ہے کہ وادی وِتستہ کے شمال میں کشن گنگا تک کھکھوں کے ہمسایہ بومب یعنی بمبہ آباد ہیں جو کھکھوں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ لوگ علاقہ کرناہ پر قابض تھے" اس بیان کی وقعت بمقابلہ واقعات متذکرۂ بالا ظاہر ہے۔

۲۔ محمد مظفر خاں کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا

الغرض محمد مظفر سرلشکری حکومت پکھلی اُس حکومت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر پکھلی کے بالائی حصہ پہاڑی دریائے نین سکھ کے دونوں کناروں پر متصرف ہوگیا

اور رفتہ رفتہ اُس دریا کے بائیں کنارے پر وادی جہلم اور وادی کشن گنگا میں اپنے اقتدار کو بڑھایا۔ اور بتدریج اُس تمام علاقہ پر قابض ہوگیا جواب پہاڑ کے نام سے مشہور ہے اور دریائے کشن گنگا کے بائیں کنارے پر اُس کے اتصال جہلم سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر دامن کوہ میں ایک غیر آباد کنگا میرٹ یعنی دریائی گول پتھروں کی پہاڑی موسومہ چکڑی کی چوٹی پر سطح دریا سے تقریباً ایک سو گز کی بلندی پر قصبہ مظفر آباد آباد کرکے اُسے اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ یہ واقعہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ۱۰۶۶ھ ہجری مطابق ۱۶۵۲ء یا اس کے قریب قریب زمانہ کا ہونا چاہیے۔

اُس نے اپنا محل چکڑی کی عمودی کنگا میرٹ سنگلاخ کی چوٹی پر شرقی کنارے کی طرف تعمیر کیا۔ اُس کے ساتھ ایک باغ لگایا۔ اور ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ اور باغ سے نیچے مسجد اور محل کے درمیان ایک شاندار عمارت دیوان خانہ وغیرہ کی اغراض کے لیے تعمیر کی۔ یہ محل آج سے پندرہ بیس سال پیشتر تک وزیر وزارت کی رہائش کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے اور جب کہ کنگا میرٹ چٹان کے گول پتھروں کے عرصہ دراز تک جھڑتے رہنے سے اُس کی نشست مخدوش ہوگئی تو ترک کر دیا گیا۔ اُس کا اگلا حصہ اب تک موجود ہے دیوان خانہ میں ردو بدل کرکے وزیر وزارت۔ تحصیلدار اور سب جج کی کچہریاں اور دفاتر وغیرہ بنائے گئے ہیں۔ پرانی مسجد شکستہ ہوگئی تھی۔ اُسے مولوی عبدالکریم امام مسجد نے بامداد دیگر اشخاص کے قریب قریب از سر نو تعمیر کر دیا ہے۔

مسجد کے ساتھ جانب مغرب مسلمانوں کی آبادی ہے جو ابتدا میں زمیندار پیشہ اور سپاہی تھے اب زمیندار اور تجارت پیشہ ہیں۔ اُس کے جنوب میں اہل ہنود کی آبادی ہے جو عموماً تجارت پیشہ ہیں۔ یا روپیہ کے لین دین کا کام کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سوپور اور بارہ مولا کے لوگ اکثر یہاں آباد ہیں۔ مگر زمیندار پیشہ اکثر پکھلی کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جو اپنی قومیت ترک بتلاتے ہیں۔

محمد مظفر نے اب سلطان مظفر خان کا لقب اختیار کیا اور دار الحکومت مظفر آباد سے آہستہ آہستہ اُس نے اپنے اقتدار کو وادی کشن گنگا میں بڑھایا اور بالآخر ۱۱۲۴ھ تک کرناہ و دراوہ تک کل علاقہ اپنے قبضہ و تصرف میں لے آیا۔ اس زمانہ میں محمد معز الدین

جاندار شاہ بادشاہ دہلی اور عنایت اللہ خاں کشمیری صوبہ کشمیر تھا۔ عنایت اللہ خاں نے سلطان مظفر خاں کی گوشمالی کے لیے فوج کشی کی کیونکہ کرناہ دراوہ مقبوضات کشمیر اور جاگیر صوبیداران میں سے تھے ابھی لڑائی شروع نہ ہونے پائی تھی کہ دہلی میں بغاوت ہوگئی۔ جہان دار شاہ کو سلطنت چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اور معین الدین محمد فرخ سیر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس حکومت گردی سے عنایت اللہ خاں کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہوگیا اور مہم مظفر آباد ناتمام رہی۔ جاندار شاہ کی تباہی کے ساتھ کشمیر میں بھی کھلبلی مچ گئی جب عنایت اللہ خاں مہم مظفر آباد کو ادھورا چھوڑ کر واپس ہوگیا تو مظفر خاں کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے کرناہ دراوہ سے آگے بڑھکر علاقہ کامراج میں بھی دست اندازی شروع کردی۔ اسی اثنا میں مظفر خاں کا انتقال ہوگیا۔ لیکن اس کا بیٹا سلطان ہیبت خان بدستور اپنی حکومت کے بڑھانے میں کوشاں رہا۔

علی محمد خان نائب صوبہ نے کشمیر پہونچ کر بمبوں پر فوج کشی کی۔ اور اُن کی پوری گوشمالی کی بالآخر سلطان ہیبت خاں نے تنگ آکر صلح کرلی جس سے بمبوں کے تمام اسیر رہا کردیے گئے اور ہیبت خان نے اپنے بیٹے معز الدین کو بطور یرغمال کشمیر میں بھیجا۔

یہ حالات جاری رہے لیکن محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں جو بدانتی ہندوستان اور کشمیر میں رہی اس سے ہیبت خاں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے اقتدار کو آہستہ آہستہ بڑھایا یہاں تک کہ ۱۱۴۷ھ ہجری مطابق ۱۷۳۱ء میں ہیبت خاں نے علاقہ کامراج میں داخل ہوکر تاخت و تاراج شروع کردی۔ ابو البرکات خان نائب صوبہ فوج شاہی لے کر ہیبت خاں کی سرکوبی کے لیے موضع گنل میں پہونچا۔ رات کے وقت غنیم گھات سے نکل اور شاہی فوج پر حملہ آور ہوا۔ شاہ آباد کے نامدار ملک کا بیٹا مختار ملک اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے جس سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن ابو البرکات خان بڑی جوانمردی اور عالی ہمتی سے پاؤں جائے رہا۔ آخرکار کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہونچی۔ اور نائب صوبہ ناکام ہوکر واپس چلا گیا۔

۱۱۴۹ھ ہجری مطابق ۱۷۳۶ء میں جبکہ ابو البرکات خاں پانچویں دفعہ نائب صوبہ کشمیر تھا ہیبت خان والی مظفر آباد نے کشمیر پر پھر حملہ کردیا۔ نائب صوبہ نے میر جعفر گنٹ

کو بے شمار فوج دے کر اُس کی مدافعت کے لیے مامور کیا۔ جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا۔ لیکن جب واپس سری نگر پہونچا تو ابوالبرکات خاں نے اُس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی۔ جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہوگئی۔ اور اُس نے در پردہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خاں نے دوبارہ میر جعفر کنٹ ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اور بہت سے منصب دار ساتھ دے کر اُسے براہ بارہ مولا روانہ کر دیا۔ میر جعفر کنٹ جب بارہ مولا پہونچا تو اُس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھہرائی اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے ساتھ شامل کر کے نائب کی بیخ کنی کے درپے ہوگیا۔ ہیبت خاں کو قدرتی طور پر کشمیر کی ان اندرونی سازشوں سے فائدہ پہونچا۔ اور کامراج میں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اسی دوران میں ۱۱۵۱ھ ہجری میں نادر شاہ کا حملہ ہندوستان واقع ہوا اور اس سلسلہ میں کشمیر میں بدامنی رہی۔

۱۱۵۳ھ ہجری میں جب ابوالبرکات خاں اور عنایت اللہ خاں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تو غلعت اللہ خاں پسر عنایت اللہ خان نے ہیبت خاں کے پوتے محمود خاں سلطان مظفر آباد سے کمک حاصل کر کے کشمیر پر چڑھائی کی جس میں ابوالبرکات خاں کو شکست ہوئی۔ وہ پونچھ چلا گیا۔ اور عبدالرزاق چودھری کے بیٹوں محمد زمان اور محمد ولی سے امداد لے کر پھر کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ عنایت اللہ خاں فرار ہو کر محمود خاں کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اُس کی فوج لے کر پھر کشمیر آگیا اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار کرنے لگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ہیبت خان فوت ہو چکا تھا۔ اور اُسکی جگہ اُس کا پوتا محمود خان سلطان تھا۔ کیونکہ اُس کا بڑا بیٹا مرزا قبل ازیں شہید ہو چکا تھا۔ محمود خاں سلطان مرزا شہید کا بڑا بیٹا تھا۔

۱۰۔ جمادی الثانی ۱۱۶۰ھ ہجری کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم قزلباش اور افشار کی سازش سے اپنے ہی خدمت گاروں کے ہاتھ سے مقتول ہوگیا۔ اور احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی کر کے پہلے نادر شاہ کے قاتلوں کو سزا دی پھر عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اُس کی سلطنت پر قابض ہوگیا

اس زمانہ میں افراسیاب بیگ نائب صوبہ کشمیر تھا احمد شاہ کے ایک ناظم سردار جبار خاں بامنیری نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر متانہ ہوا افراسیاب بیگ سے سیر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اس کی درخواست کو کمال خوشی منظور کر لیا لیکن سردار جبار خاں نہ تو کشمیر آیا۔ اور نہ اس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا مگر کشمیر کے اوپر احمد شاہ ابدالی کی دست درازی شروع ہوگئی۔

اب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ریشہ دوانی شروع کر دی۔ افراسیاب بیگ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے رکاوٹ کرنی چاہی اس سے اور بدگمانی جانبین کے دلوں میں پیدا ہوگئی۔ اسی دوران میں ۱۱۶۱ھ ہجری میں عصمت اللہ خاں ہمراہی محدث خان پشاور سے تین ہزار سوار لے کر براہ توسہ میدان وارد کشمیر ہوا افراسیاب بیگ نے مقابلہ کیا۔ لڑائی نے کبھی ایک پہلو کبھی دوسرا پہلو اختیار کیا۔ بالآخر افراسیاب بیگ کو فتح ہوئی اور عصمت اللہ خان مقتول ہوا۔

اس اثنا میں محمد شاہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ احمد شاہ تخت نشین ہوا اب کشمیر میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور لوگ خود بخود مدار المہام بننا شروع ہوگئے ۱۱۶۵ھ میں جبکہ اللہ قلی خاں سلطنت دہلی کی طرف سے نظامت کشمیر پر مقرر ہوا اور اس نے میر مقیم کنٹ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا تو خواجہ ظہیر اپنی جلادت طبع سے خود بخود مدار المہام بن گیا۔ دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور دونوں فرار ہوئے۔ ابوالبرکات خاں کا بیٹا ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا۔ میر مقیم کنٹ نے قوم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابوالقاسم حکمت عملی سے مصالحت کر کے اسے شہر میں لے آیا۔ اور ابوالقاسم نے خود سر حکومت کی بنیاد قائم کی۔

۴۔ افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور خانگی تقسیم

اسی اثنا میں جب کہ احمد شاہ ابدالی بقصد تسخیر ہندوستان لاہور میں مقیم تھا۔ تو میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ میری نے بوجہ خصومت و عداوت کے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا چنانچہ اس نے ۱۱۶۶ھ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء میں عبداللہ خاں ایشک آقاسی کو

پندرہ ہزار جریدہ سپاہ دیگر کشمیر بھجوایا۔ اینشک آقاصی جب راجوری پہونچا تو ابوالقاسم خاں نے سید محمد عابد کو بطور وکیل اُس کے پاس بھجوایا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ نعلبندی پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ وہ وہیں ٹھہر گیا مگر جب کہ روپیہ نہ پہونچا تو بالآخر آگے بڑھا اور قصبہ شوپیاں میں وارد ہوا۔ بمقام گنڈ محاربہ و مقاتلہ ہوتا رہا۔ آخر الامر ابوالقاسم گرفتار ہوا۔ اور اینشک آقاصی کشمیر پر قابض و متسلط ہو گیا۔ جس سے حکومت ملک کشمیر شاہان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افاغنہ کے ہاتھ میں آ گئی۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کے دونوں حملوں میں سے ایک بھی براہ مظفر آباد نہیں ہوا۔ پہلا حملہ عصمت اللہ خاں کا پونچھ و توسہ میدان کے راستہ سے ہوا۔ اور دوسرا حملہ اینشک آقاصی کی سرکردگی میں براہ راجوری ہوا۔

نورالدین خاں بامیزی کے زمانہ صوبہ داری کشمیر میں ۱۱۶۷ھ ہجری میں میر مقیم کنٹھ مدار المہام اور کیلاس در صاحب کار تھے۔ ان دونوں کے درمیان مخالفت ہو گئی اور بالآخر کیلاس در نے حکیم میر قانون گو پرگنہ کھوئی ہامہ کے ذریعے میر مقیم کا کام تمام کر دیا اس کا لڑکا میر فقیر اللہ کنٹھ پونچھ سے واپس آیا۔ تو اُس نے ناظم کے پاس استغاثہ کیا لیکن وہاں بھی اُس کی مراد بر نہ آئی۔ پھر وہ سلطان محمود خاں بمبہ والی مظفر آباد کے پاس پہونچا۔ اور وہیں بیٹھکر موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اسی اثنا میں نورالدین خان اپنے بھانجے جان محمد خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود احمد شاہ کی خدمت میں لاہور چلا گیا۔ اس کے پیچھے لعل خاں خٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ بیروہ کا سربرآوردہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کر کے موضع چل برس واقعہ پرگنہ بیروہ میں ایک مضبوط قلعہ بھی تیار کر لیا تھا حق نمک فراموش کر کے باغی ہو گیا۔ اور جان محمد کو حکومت سے برطرف کر کے ۱۱۶۹ھ میں نظامت کشمیر کا خود مالک بن گیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے نورالدین خاں کو معزول کر کے خورم خان کو اُس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔ جب وہ بارہ مولا پہونچا تو لعل خاں گھبرا گیا۔ اور خوفزدہ ہو کر سری نگر خالی کر کے اپنے قلعہ میں جا چھپا۔ خورم خان نے سری نگر پہنچ کر کیلاس در کو صاحب کار مقرر کیا۔ اور خود عیش و آرام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ

عرصہ بعد میر فقیر اللہ کنٹ مظفر آباد سے محمود خاں بمبہ کی امداد لے کر سوپور آگیا لعل خان بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس سے آملا۔ دونوں بالاتفاق لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ ادھر سے خورم خاں دکیلاس ور سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ محمود خاں نے اُن کا راستہ کاٹ کر اُن کے عقب سے اُن پر حملہ کر دیا۔ انھیں مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور فرار ہو کر رامو چلے گئے فقیر اللہ خاں نے تعاقب کیا۔ وہ شوپیان پہونچے۔ فقیر اللہ نے میدان خالی دیکھکر بامداد محمود خان سری نگر پر قبضہ کر لیا۔ اور حکومت صوبہ پر مسلط ہو گیا۔

بعدازاں میر فقیر اللہ کا مقابلہ نور الدین خان بامنیری کے ساتھ ہوا۔ اور محمود خاں کی امداد سے اُس نے تلوار کا زور دکھلایا۔ مگر ناکام رہا۔ اور فرار ہو کر کوہستان کرناہ میں چلا گیا۔ جہاں اُس نے سلطان کرناہ کی پناہ میں اپنی بقیہ عمر بسر کی۔

پھر بعہد تیمور شاہ درانی ۱۱۹۳ھ ہجری میں امیر خان جوان شیر صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا یہ بڑا منتظم لیکن متعصب آدمی تھا۔ جس کی وجہ سے کشمیر میں شورش برپا ہوئی۔ اور علی خاں کو انتظام صوبہ کے لیے مامور کر کے بھیجا گیا لیکن محمود خان نے حسب ایمائے امیر خان اُسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا اور وہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ امیر خاں نے بمقام سوپور محمود خان بمبہ سے ملاقات کر کے شکریہ ادا کیا اور ولی خان بمبہ دبیرہ خان کھکھا کی بیٹیوں کو اپنے عقد نکاح میں لایا۔

تاہم یہ شورش رفع نہ ہوئی۔ اور اکابران کشمیر بادشاہ کے پاس سے حاجی کریم داد خاں کو امیر خاں کی تادیب کے لیے ہمراہ لائے۔ اس دفعہ پھر محمود خاں نے اُس کا راستہ روکا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ کریم داد خان بارہ مولا پہونچ گیا اور اُس نے امیر خاں کو گرفتار کر کے کابل بھیج دیا۔

کریم داد خان کا صوبہ داری پر جب پورا تسلط ہو گیا تو اُس نے محمود خاں سے انتقام لینے کی غرض سے تارتلی خان کو سات ہزار سپاہ کے ساتھ مظفر آباد بھیجا (۱۱۹۵ھ ہجری) جب وہ چھلیاسہ پہونچا تو فتح خان راجہ دوپٹہ نے صحیح راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے تنگ درہ میں جھونک دیا کہ یہ بالکل بے بس ہو گیا۔ اس اثنا میں فتح خان نے حملہ کر کے فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب اور اسلحہ و سامان حرب سب چھین لیا اور اسے بے دست و پا

کرکے ناظم کشمیر کے پاس واپس بھجوا دیا۔

کچھ عرصہ کریم داد خان کشمیر کے معاملات میں معروف رہا۔ بعد ازاں ۱۱۹۵ھ ہجری میں محمود خان والی مظفرآباد کی تنبیہ کی غرض سے عازم مظفرآباد ہوا بارہ مولا پہنچ کر اُس نے بمقام گورس بونے قیام کیا اور بیرہ خان ککھا کو گرفتار کر کے سری نگر بجھوا دیا اس کے بیٹے بہادر خان کو پا بزنجیر کرکے اپنے ساتھ مظفرآباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر اپنے دارالحکومت سے بھاگ گیا۔ لیکن اس کے متوسلین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہوکر سری نگر پہونچے۔

۱۱۹۷ھ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اُس نے کچھ دنوں کے بعد سلطان کٹھائی پر مہم اختیار کرنے کی غرض سے اور علاقہ پہاڑ کے دیگر راجگان پر یورش کرنے کے ارادہ سے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں کو بار برداری کے لیے بیگار میں پکڑ لیا۔ اس سے بڑی شورش برپا ہوگی۔ آزاد خان جب مظفرآباد کی حدود میں پہونچا تو تمام پہاڑی راجگان اِدھر اُدھر ہو گئے اور آزاد خان کو ان کے اوپر دسترس نہ ہوئی۔ لاچار وہ اپنی خفت مٹانے کے لیے بعض بعض معمولی آدمیوں کو گرفتار کر کے سری نگر کو واپس چلا گیا۔

۱۱۹۸ھ ہجری میں سلطان محمود خان عفو تقصیرات کے لیے سری نگر آیا اور ناظم نے اُسے معافی دے کر خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا۔ لیکن وہ بیچارہ دو تین دن بعد قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا۔ اُس کی لاش کو اُس کے ہمراہیان مظفرآباد لے گئے جہاں وہ شاہی قبرستان میں مدفون ہوا۔

محمود خان کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے حسن علی خاں۔ ناصر علی خان سلطان علی خاں باقی رہے۔ انھوں نے اپنے والد کے ملک محروسہ کو اپنے اور اپنے شرکا کے درمیان اس طرح تقسیم کیا۔

حسن علی خاں کے حصہ میں علاقہ مظفرآباد ہٹہ تک اور دیہات مقبوضہ کھیلی (حال بوئی) اور محصول گذرکشتی اور سرداری آئی۔

اکبر علی خان کو علاقہ گھوڑی تفویض کیا گیا۔

ناصر علی خاں کے حصہ میں علاقہ کرناو دراوہ آیا۔

فتح خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خاں کے پوتوں میں سے تھا ہٹنہ سے کٹھائی تک کا علاقہ دیا گیا۔ جو اب دوپٹہ کے نام سے مشہور ہے۔

ولی خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خان کے پوتوں میں سے تھا یا اُس کے بیٹے ابراہیم خاں کو کٹھائی سے بارہ مولا تک ملک باگا جو اب کٹھائی کے نام سے مشہور ہے

کرم بخش خان کو منجملہ ملک کامراج پچاس ہزار خروار کا علاقہ دیا گیا اور مابقی حصہ کامراج کو مابقی حصہ داروں نے اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔

اُن کی حکومت کے ختم ہونے پر اُن کے فرزندان بہ تفصیل ذیل انکے جانشین ہوئے۔

مظفر آباد میں حسن علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا زبردست خاں۔

گھوڑی میں اکبر علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا سخت خاں۔

کرناہ میں ناصر علی خاں کے بجائے اُسکے بیٹے منصور خان و معزالدین خان۔

دوپٹہ میں فتح خاں کا بیٹا مسطور علی خان۔

کٹھائی میں ولی خان کے بیٹے ابراہیم خان و مظفر خان

کامراج میں کرم بخش خان کا بیٹا صفدر علی خاں۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ پر طبل حکومت بجانا شروع کر دیا۔ کچھ دن آرام سے بسر ہوئے بعد ازاں گاہے چنیں و گاہے چناں پر عمل رہا۔ اور شان ریاست جاتی رہی

حسن علی خاں نے ۱۲۰۴ھ ہجری میں کامراج میں شورش برپا کی۔ اقوام کھکھا بھی اُسکے ساتھ شامل ہو گئے۔ کچھ عرصہ یہ فساد جاری رہا۔ بعد میں ۱۲۱۰ھ ہجری میں سلطان رحمت اللہ خاں نے اُسے فرو کیا۔

ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ ہجری میں ہزار خان صوبہ دار کشمیر کامراج میں وارد ہوا۔ اس جگہ اُس نے ناصر علی خاں۔ صفدر علی خان و ابراہیم خان بمبہ و سربلند خان کھکھا کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا۔

کامراج کو اقوام بمبہ نے اپنا جولانگاہ بنا لیا تھا۔ ۱۲۰۵ھ ہجری میں انہوں نے اس علاقہ میں پھر لوٹ مار شروع کر دی۔ کفایت خان صوبہ دار نے محمد صالح۔ مرزا عبدالرحیم

اور مرزا ابوالحسن کو ان کی تادیب کے لیے مقرر کیا۔ لیکن خان جہان۔ ناصر علی خاں۔ اور صفدر علی خاں نے سوپور آکر مرزا بدرالدین سے جنگ شروع کر دی۔ خان جہان چھاپہ مارتے ہوئے مارا گیا۔ اور باقی سرگرد گان نے مرزا رضا کی وساطت سے صلح کر لی خان جہان کی بابت تحقیق نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھا۔

سنہ ۱۲۱۳ھ ہجری میں عبداللہ خاں الکوزئی کی صوبہ داری میں صفدر علی خاں نے باتفاق سرلبند خان کھکھا کے اطراف کامراج میں پھر حملے شروع کر دیے۔ ان کے مقابلہ کے لیے گلستان خان آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کچھ اُس کے سردار مارے گئے اور قوم بمبہ کا مشہور سردار علی خان بھی قتل ہوا۔ اور گلستان خان واپس ہو گیا۔

بعد ازاں عبداللہ خان نے فتح خان بمبہ کی بیٹی سے عقد کر لیا۔ اور اس کے صلہ میں اس کی حکومت میں بطرف مظفر آباد بہت اضافہ کر دیا اور بذریعہ اُس پیوند کے قوم بمبہ کی شورش سے نجات حاصل کی۔

ملا احمد وہیراداس نے جو فتنہ و فساد ۱۲۱۵ھ ہجری میں برپا کیا تھا۔ اس میں فتح خاں نے عطا محمد خاں نائب ناظم کی بہت مدد کی۔ اور درہ بھلیاسہ میں اُس نے ملا احمد کو حکمت عملی سے گرفتار کیا اور عطا محمد خان کے پاس بھیج دیا۔

سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش

سنہ ۱۲۲۹ھ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈل سنگھ کو نامدار ٹھکر کی رہنمائی میں ایک بھاری لشکر کے ساتھ براہ سدو کشمیر بھیجا اور خود قصبہ پونچھ میں ٹھہر کر فتح کشمیر کی تعفیت کا انتظار کرنے لگا۔ محمد عظیم خان نے باباخان کو دو تین ہزار جرار سوار دے کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجا۔ قریب تین ہزار سکھ مارے گئے اس اثنا میں سکھوں کی تازہ دم فوج توسہ میدان کی طرف سے آگئی محمد عظیم خان خود کریوہ سدو پر حملہ آور ہوا اور اس نے سخت خونریزی برپا کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بےحوصلہ ہو کر جوری کی طرف چلا گیا۔ اس سے اُس کی فوج اور بھی بددل ہو گئی۔ پہلے توسہ میدان والی فوج راہ فرار اختیار کی پھر سدو والی سپاہ نے بھی محاربہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور محمد عظیم خان مظفر و منصور

سری نگر چلا آیا۔

۱۲۳۴ھ ہجری میں محمد عظیم خان واپس کابل چلا گیا۔ اور اُس کا بھائی جبار خان اُس کی جگہ صوبہ کشمیر مقرر ہوا۔ اب پنڈت بیربل در نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی۔ وہ پہلی شکست سے ڈرا ہوا تھا۔ یکایک ارادہ نہ کر سکا۔ مگر بیربل در کے سبز باغ دکھلانے سے بالآخر راضی ہو گیا۔ اور مصر دیوان چند کو ہمراہی راجہ گلاب سنگھ والی جموں۔ سردار ہری سنگھ نلوہ۔ سردار جوالا سنگھ پدانیہ۔ حکما سنگھ تمنی اور شاہزادہ کھڑک سنگھ وغیرہ تیس ہزار سے زیادہ سپاہ دیگر بیربل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب وہ تھنہ پہونچا تو اُس نے فوج کے دو حصے کیے ایک حصہ دریہال کے راستہ سے اور دوسرا حصہ پوشیانہ کی طرف سے بڑھا۔

سردار جبار خان بھی ولی محمد خان۔ عبداللہ خان۔ اور عبدالرحمن خان وغیرہ سرداروں کو ہمراہ لے کر ہیرہ پور میں آ گیا۔ افواج خالصہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہونچیں تو لشکر افغان سکھوں پر ٹوٹ پڑا۔ لڑائی نے کئی پہلو بدلے اسی اثناء میں اتفاقاً افواج خالصہ کی طرف سے کسی نے جبار خان کے بازو پر زخم کاری لگایا جس سے وہ بیتاب ہو کر سری نگر بھاگ گیا۔ اور وہاں سے بدحواسی میں اپنا اسباب لے کر براہ بارہ مولا کابل کو روانہ ہو گیا۔ سردار کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بھاگ گئے اور بتاریخ ۱۱ رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری دیوان چند فاتح شیر گڈھی میں داخل ہوا" بولو واہ گورو جی کا خالصہ۔ بولو واہ گورو جی کی فتح" کا نعرہ بلند ہوا

سکھوں کی حکومت کشمیر کے زمانے میں بھی اقوام ببہ دکھا نے اپنے ہمسایوں کو چین نہیں لینے دیا۔ اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہے۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نلوہ کو ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۳۵ھ ہجری میں اُن سے برسرپیکار ہونا پڑا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ہری سنگھ کی اس حرکت کو ناپسند کیا اور آخرالامر غلام علی کھکھا کے گرفتار ہو جانے پر یہ محاربہ و مقاتلہ ختم ہوا۔ ہری سنگھ نے اُس کا ملک ضبط کر لیا۔

اسی دوران میں ہری سنگھ نلوہ نے کھیلی و دھنتور کو فتح کیا۔ اور بعد ازاں ۱۸۲۱ء میں پونچھ اور راجوری بھی دربار لاہور کے قبضہ میں آ گئے۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ ہجری کو کشمیر میں قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے سیکڑوں مکانات منہدم اور ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ اُس کے چند ماہ بعد وبائے ہیضہ

نمودار ہوئی۔ اُس وقت زبردست خاں بجائے اپنے والد حسن علی خاں کے سلطان مظفر آباد تھا اُس نے حدود کشمیر میں فساد برپا کر دیا۔ دیوان کرپا رام کشمیر سے افواج خالصہ لے کر مظفر آباد روانہ ہوا۔ پہاڑی لوگ غاروں اور چٹانوں کے پیچھے تاک لگا کر ناظم صوبہ کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگے۔ وہ مظفر آباد کے قریب پہونچا تو سب کے سب گھات سے نکل کر یکبارگی فوج خالصہ پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے ناظم صوبہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی اثنا میں گنیش پنڈت (برادر بیربل پنڈت) نے حکمت علی سے کام لے کر پہاڑی فرقوں میں پھوٹ پیدا کرا دی۔ تمام پہاڑی راجہ اور رئیس جو سلطان زبردست خاں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اُس سے الگ ہو گئے۔ آخر زبردست خاں صلح کی امید لیے ہوئے تحفہ تحائف کے ساتھ دیوان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیوان نے یرغمال لیکر صلح کر لی اور کشمیر کو واپس چلا گیا۔

دیوان کرپا رام کی واپسی کے بعد سلطان زبردست خان نے خلیفہ احمد شاہ کے ساتھ مل کر پھر کشمیر کے چند دیہات کو غارت کیا۔ اس دفعہ ان کی تادیب کے لیے شاہزادہ کھڑک سنگھ کو مامور کیا گیا۔ وہ خود حسن ابدال میں مقیم رہا اور فوج نے پیش قدمی کی۔ مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر الامر تجویز ہوئی کہ دیوان کرپا رام کے ساتھ جو راجگان بمبہ وکھکھا لاہور گئے تھے اور وہاں نظر بند ہو گئے تھے انھیں خلعت دے کر واپس کیا جائے تاکہ ان کی مدد سے یہ شورش رفع ہو۔ الغرض اس طرح سے ان کی املاکیں واگذار ہوئیں بالآخر جب شاہزادہ شیر سنگھ نے احمد شاہ کو شکست دی اور اُس کا انتقال ہو گیا تو یہ شورش بند ہوئی۔

۱۲۵۳ھ ہجری میں بزمانہ نظامت کرنل مہان سنگھ سلطان زبردست خاں و نجت خان نے پھر اپنے ہمسایوں پر حملہ کر دیا۔ اور گو کہ وہ بارہ مولا تک نہ پہونچ سکے لیکن مظفر آباد وادری کے ارد گرد کے دیہات کو انھوں نے تباہ کر دیا۔ مہان سنگھ میدان میں نکلا عین جنگ میں زبردست خاں کا بیٹا مارا گیا۔ اور سکھوں کی فتح ہوئی۔

کرنل مہان سنگھ کی نظامت کشمیر کے دوران میں سلطان زبردست خان نے اپنے پوتے رحمت اللہ خان کو جو حسن صورت و وجاہت میں فرد تھا تحائف ہدایا کے ساتھ بطور

بدعمال بھیجا مہان سنگھ نے اُس کے حسن وصورت وسیرت سے خوش ہو کر معز الدین خان راجہ کرنا کی بیٹی سے اُس کا بیاہ کرا دیا۔ بعد میں سنہ ۱۲۶۰ھ ہجری میں شیخ غلام محی الدین نے آشوب سلطنت لاہور کا حال معلوم کر کے راجگان پہاڑ کو خلوت میں طلب کر کے بخوف شورش وفساد سب کو محبوس کر دیا۔ رحمت اللہ خاں چونکہ نازک مزاج تھا صعوبت حبس کو برداشت نہ کر سکا۔ اور قید میں جان سے گذر گیا۔ ناظم نے اُس کی لاش کو مظفر آباد بھیج دیا جہاں وہ مدفون ہوا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کے بعد سنہ ۱۲۵۹ھ ہجری میں مہاراجہ دلیپ سنگھ جانشین ہوا۔ اس زمانہ میں دربار لاہور کی ابتری۔ شاہی خاندان کی خانہ جنگیوں۔ اور اندرونی فسادات کے باعث تمام ملک میں بدامنی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا اثر بالآخر کشمیر پر بھی ہوا۔ کوہستان کشمیر میں سلطان زبردست خاں مظفر آبادی دراصل زبردست رئیس تھا۔ اُس نے دربار کی برہمی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور قسمت آزمائی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس وقت شیخ غلام محی الدین صوبہ کشمیر تھا۔ اُس نے جبکہ سلطان مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا دغابازی سے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس پر نجف خان سلطان گھوڑی اور شیر احمد خان سلطان کرناہ اور حسین خاں برادرزادہ سلطان زبردست خاں نے باہمی اتفاق کر کے سب پہاڑی اقوام کو جمع کیا اور کشمیر میں تاخت وتاراج کرنے کے لیے باہر نکلے۔ ان کا ہجوم اس قدر ہو گیا کہ کشمیر کی فوج ان کی روک تھام کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ جس کی اطلاع لاہور میں بھیجی گئی۔ وہاں سے شیخ غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین مع سردار حکم سنگھ ملوئی روانہ کشمیر کیے گئے راجہ راجوری نے بھی اپنے بیٹے مرزا فقیر اللہ خان کو ایک ہزار فوج دے کر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچ گئی۔ یہاں مرزا نے ناظم کے ساتھ مصلحت کی کہ صلح وملائمت سے اگر کام نکل جائے تو نہایت مناسب ہے۔ ورنہ بصورت شکست سخت بدنامی ہو گی۔ الغرض سلطان زبردست خاں کو پچاس ہزار کی ضمانت پر قید سے رہا کیا گیا۔ اور اُس کے کہنے سننے سے حسین خان وغیرہ فساد سے باز آ گئے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اسی دوران میں فوج ناظم نے گھوڑی میں قلعہ کی بنیاد رکھی اور فوج خالصہ اُس میں تعینات کی گئی۔

اس زمانہ میں دربار لاہور میں سازش کی گرم بازاری تھی۔ ہر ایک صاحب اقتدار شخص اپنے ذاتی فائدہ کے لیے سلطنت کو قربان کرنے کی فکر میں تھا اُس کا اثر کوہستان کشمیر میں بھی پہونچا چنانچہ اگست ۱۸۴۲ء (۱۲۵۸ھ ہجری) میں حبیب اللہ خاں کھیلی والے نے گھوڑی کے سکھوں کی جمعیت پر حملہ کیا مگر غلام محی الدین نے کمک بھیجی اور اس جمعیت نے سرکشوں کو شکست دی اور اُن کے سردار کو قتل کیا۔

تھوڑے عرصہ بعد راجہ سلطان خان گھوڑی والے نے باتفاق حبیب اللہ خاں کے ایک لڑکے اور دیگر رئیسان کوہستان کے گھوڑی پر حملہ کر کے اُس پر تصرف کر لیا اور جو فوج بسرکردگی مرزا ایوب خاں و پنڈت راج کاک ناظم نے بھیجی تھی اُس کو شکست دی مرزا ایوب خاں کو قید کر کے کاغان میں محبوس کر دیا۔ بعد ازاں اکتوبر میں مظفر آباد کی طرف روانہ ہو کر قلعوں پر حملہ کیا۔ غلام محی الدین نے تقریباً کل فوج سکھ جو اُس کے پاس تھی مظفرآباد کے بچانے کے واسطے بھیجی۔ مگر اس فوج کو متحدہ افواج اقوام پہاڑی نے حملہ کر کے شکست دی اور شہر کو جلا دیا۔ جن سکھ قیدیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا انکو قتل کیا۔

اب راجہ زبردست خاں کا برادرزادہ اور راجگان ددپٹہ دادری بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور انکو ایسی طاقت حاصل ہو گئی کہ انھوں نے نومبر میں بارہ مولا پر تصرف کر لیا۔ اور پرگنہ سوپور پر جو دار الریاست کشمیر کے متصل ہے۔ قابض ہو گئے۔ شیر احمد خاں نے کامراج میں علم تاراج بلند کیا۔ لوگوں کا مال د مویشی جو ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ بنڈپورہ سے ٹیکا رام بھان کو گرفتار کر کے کرناہ میں محبوس کر دیا۔ نتھے شاہ وسوجان سنگھ نے کامراج میں شیر احمد خاں کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی۔

شیخ غلام محی الدین نے دربار لاہور کو اس فتنہ و فساد کی خبر بھیجی۔ وہاں سے جنرل گلاب سنگھ بھوریٹہ کو جو پشاور کی طرف جا رہا تھا حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کشمیر کو روانہ ہو جائے۔ پونچھ اور جموں کی راہ سے بھی کمک بھیجی گئی۔ پونچھ سے جو فوج آئی تھی اسکا افسر غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین تھا۔

اس اثنا میں اقوام پہاڑ کے لشکر نے کشمیر پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاخت کی اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں بند ہو گیا۔ مسلمان فوج باغی ہو گئی تھی

راجگان کوہستان سب ہتھیار اٹھا کر سامنے ہو گئے تھے اور سکھوں کو معلوم ہوا کہ جو فتح نہایت مشکل سے ہوئی تھی دوبارہ کرنی پڑے گی۔

پکھلی اور دھنتور کے لوگوں میں اور اقوام ککھا و بمبہ میں شورش مذہبی شکل رکھتی تھی اس دوران میں ایک شخص پیدا ہو گیا جس نے اپنے آپ کو سید احمد شاہ کا خلیفہ مشہور کیا اور کل خلوق نے اُس کے ساتھ ہزارہ اور کشمیر کے حملہ پر اتفاق کیا۔ آخر کار جرنل گلاب سنگھ بھورنڈیہ اور دیوان مول راج ناظم ہزارہ کی فوج مظفرآباد پر بڑھ گئی۔ اور وہاں کی فوج کو بچایا۔ بعد اس کے یہ فوج وادی کشمیر کی طرف بڑھی اور سخت مقابلہ کے بعد اقوام پہاڑ کو شکست ہوئی۔ مگر ان کے ساتھ برتاؤ نرمی کا ہوا۔ راجہ زبردست خان مظفرآباد میں پھر اپنی ریاست پر بحال کیا گیا۔ اور گرد و نواح کے راجہ اُس کے زیر حکم کیے گئے۔ مرزا فقیر اللہ خان براہ بارہ مولا سلطان زبردست خاں کو ہمراہ لے کر مظفرآباد روانہ ہوا جہاں سلطان مذکور کی ریاست اُس کے حوالہ کی گئی۔

مرزا فقیر اللہ خاں بغرض وصولی زر جرمانہ تعدادی پچاس ہزار روپیہ قلعہ مظفرآباد میں ٹھہر گیا۔ اور اس اثنا میں اپنے بھائی ایوب خاں کی رہائی کی کوشش میں لگا رہا جو سابقہ معرکہ گھوڑی میں اسیر ہو کر کاغان میں محبوس کر دیا گیا تھا۔

تھوڑے دن بعد سلطان زبردست خان فوت ہوا اور اُس کی جگہ اُس کے بھتیجے حسین خان نے بلا تنازعہ مسند حکومت پر استقلال حاصل کیا (تقریباً سنہ ۱۲۶۱ ہجری)

شیخ امام الدین نے رحمت اللہ خاں مرحوم کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور اس طرح قبیلہ بمبہ کے ساتھ کلی رابطہ اتحاد پیدا کر لیا۔ اور داد و دہش و مراعات سے لوگوں کو سرافراز کیا قیدیوں اور یرغمالوں کو رہا کر دیا۔ غرضکہ ایسا مہربانہ برتاؤ ان کے ساتھ کیا کہ شورش اور فساد بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد امام الدین اپنے باپ کے پاس کشمیر میں ٹھہر گیا۔ اور باقی فوج لاہور کو واپس ہو گئی۔

بعد میں ملک کشمیر بروئے عہد نامہ امرتسر ۱۸۴۶ء مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض ہوا۔ اور ۲۔ کاتک سمت ۱۹۰۳ بکرمی (مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری) کو مہاراجہ نے کشمیر میں داخل ہو کر قبضہ حاصل کیا۔ شیخ امام الدین واپس روانہ لاہور ہوا اور ستائیس سال و چار ماہ کی حکومت

کے بعد سکھوں کے عہد کشمیر کا خاتمہ ہو گیا۔ اور حکومت ڈوگرہ کا عہد شروع ہوا۔

۵ مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور ببہ حکومت مظفر آباد کا خاتمہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں علاقہ پہاڑ میں پورا امن وامان رہا کیونکہ مہاراجہ موصوف نے روسائے پہاڑ کے ساتھ رابطہ اطاعت و مودت قائم کرکے ہمیشہ ان کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھیں اس سند کی نقل سلطان رحمت اللہ خان جاگیردار گھوڑی نے مجھے دکھلائی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"چوں درایں وقت راجگان کھکھا و ببہ بمقام کشمیر معرفت عالی جاہ ملک فتح خاں حاضر شدہ اقرار نامہ اطاعت و فرمانبرداری و ترک مفسدہ نوشتہ دادند لہذا بنا بر تسلی و طمانیت آنہا از جانب مابدولت ہم روبروے صاحب مشفق مہربان الطاف فرمائے مخلصانہ کرنل لارنس صاحب ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر ممالک مغربی و شمالی اقرار است کہ پرورش راجگان بنظر مہربانی برحال آنہا و بلحاظ رفاہ آن ہمہ بشرط مندرجہ اقرار نامہ آنہا بملاء قبول و منظور ہست۔ یک نقل ایں اقرار نامہ بدفتر انگریزی ہم داخل کردہ۔ ہر چہ برائے آنہا قبل از یک سال بعد وقت شیخ غلام محی الدین مقرر بود آنرا معاف خواہم داشت پنجم حصہ موافق نوشتہ خود براجگان کھکھا و ببہ معاف کردہ شدہ المرقوم سویم ماہ مگھر سمبت ۱۹۰۳ بمقام کشمیر"

صحیح مہاراجہ گلاب سنگھ

اس کے مطابق سلطان حسین خان سمبت ۱۹۱۱ بکرمی دسمبر ۱۸۵۴ء تک مظفر آباد پر قابض رہا۔ ماہ ہاڑہ سمبت ۱۹۱۱ بکرمی میں دیوان جوالا سہائے نے منجانب مہاراجہ گلاب سنگھ سلطان حسین خاں کو ایک تحریر دی جس میں درج ہے کہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ ڈبل سالانہ معاوضہ علاقہ مظفر آباد سلطان حسین خاں کو نسلاً بعد نسل ادا کیا جائیگا۔ اور اس رقم کی ماہوار قسط بندی کر دی۔ اس وقت سے مظفر آباد مع علاقہ تا حدود کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں آگیا اور سلطان حسین خاں اپنے دارالحکومت مظفر آباد کو چھوڑ کر بوئی علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ اور اپنے مقبوضہ دیہات پکھلی پر قابض رہا۔ حد بندی کشمیر کے بعد یہ علاقہ منجانب

سرکار انگریزی جاگیر سلطان حسین خان قرار پایا

جاگیر بوئی علاقہ مانسہرہ

سلطان حسین خاں کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد نرینہ نہ رہنے کی وجہ سے مہاراجہ کشمیر نے رقم معاوضہ مظفر آباد ضبط کرلی۔ مگر سرکار انگریزی نے جاگیر بوئی بحق سلطان محمد برکات خاں برادر زادہ سلطان حسین خان واگذار کردی۔ جس پر اس وقت سلطان حسن علی خاں فرزند سلطان محمد برکات خان قابض و متصرف ہے۔ ان حالات میں حکومت مظفر آباد کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ جاگیر گڑھی حبیب اللہ خان کے بالمقابل دریائے نین سکھ یعنی کونٹر کے داہنے کنارے پر واقع ہے اس میں ۲۵ مواضعات ہیں اور دس بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ جس میں سے کچھ نذرانہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے سلطان کی رہائش اب دریا موضع بوئی میں ہے۔

۶۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ سمت ۱۹۱۷ بکرمی (سنہ ۱۸۶۰ء)

کرناہ میں سنہ ۱۱۹۸ ہجری میں سلطان ناصر علی خان نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی تھی اس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے منصور خان و معزالدین خاں حکمران رہے۔ ان کے بعد منصور خان کا بیٹا شیر احمد خان سلطان ہوا۔ سمت ۱۹۱۷ بکرمی (سنہ ۱۸۶۰ء) میں شیر احمد خاں کا کچھ جھگڑا مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ساتھ ہوگیا۔ اور نوبت لڑائی تک پہونچی مہاراجہ نے اس کے مواخذہ کے لیے افواج ڈوگرہ مامور کیں معمولی سی لڑائی ہوئی۔ شیر احمد خاں کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اپنے قبائل ساتھ لے کر پھاگن سمت ۱۹۱۷ بکرمی (فروری سنہ ۱۸۶۱ء) میں مفرور ہوگیا۔ سمت ۱۹۲۲ بکرمی (سنہ ۶۶-۱۸۶۵ء) میں شامت اعمال سے پھر واپس آکر شیلاٹن علاقہ کشمیر میں مہاراجہ کے خلاف برسرپیکار ہوا۔ اس دفعہ اچھی خاصی معرکہ آرائی ہوئی مگر شیر احمد خان کی سپاہ ناکام رہی اور پھر اسے فرار ہونا پڑا۔ چنانچہ چند سال تک مختلف مقامات ہنسہ۔ جکنڈل۔ علاقہ انگریزی میں اور منور۔ دنبسیر علاقہ یاغستان میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بالآخر اس خانہ بدوشی کی زندگی سے تنگ آکر ایک روز اُس نے اپنے بیٹے محمد عظیم خاں کو ملامت کی کہ تمہاری بدولت مجھے یہ تکلیف اس آخری عمر میں اٹھانی پڑی

کیونکہ دراصل بانی فساد محمد عظیم خاں تھا اور شیر احمد خان نے صرف اُس کا ساتھ دیا تھا۔ محمد عظیم خان کو اس ملامت سے شرم دامنگیر ہوئی وہ اپنے باپ کی لاعلمی میں اس کے پاس سے روانہ ہوکر جموں پہونچا اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی سرگذشت بیان کی۔ اور اعتراف کیا کہ واقعی سرکار کی نافرمانی یا نمک حرامی جو کچھ کہ سرزد ہوئی وہ مجھ سے ہوئی۔ میرے باپ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے سرکار جس طرح چاہے مجھے سزا دے یا معافی بخشے۔ مگر میرے باپ کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر اور صاحب حوصلہ و زخم دل حکمران تھے۔ انھوں نے اپنے الطاف خسروانہ سے محمد عظیم خاں کو معافی دی اور راجہ شیر احمد خان کے نام پروانہ لکھا کہ ہم نے محمد عظیم خاں کو معافی دیدی ہے آپ بھی اُس کو معاف کردیں۔ سردست پانچ ہزار سالانہ کی جاگیر آپ کے گذارہ کے واسطے مواضعات یاری پورہ۔ برازلہ دونمئی تحصیل کولگام ملک کشمیر میں عطا کی جاتی ہے۔ بعد میں آپ کی اصلی جاگیر کے متعلق بھی غور کیا جائیگا۔ آپ اپنے اہل وعیال کو بلا خوف وخطر کشمیر میں لے آئیں۔

چنانچہ ماہ بھادون سمبت ۱۹۲۵ بکرمی (ستمبر ۱۸۶۸ء) راجہ شیر احمد خان مع اپنے قبائل کے بنسیر علاقہ باغستان سے واپس آکر کشمیر میں اپنی جاگیر یاری پورہ پر قابض ہوگیا۔ اور اسی موضع میں اُس نے سکونت اختیار کی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ہمیشہ اس کے اوپر مہربان رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ نے اپنی آخری علالت کے زمانہ میں دیوان کو حکم دیا تھا کہ راجہ شیر احمد خان کو جموں میں طلب کیا جاے کہ اُسے جو تکلیف پہونچی ہے اس کی تلافی کی جاے مگر بوجہ اس کے کہ راجہ شیر احمد خان کے تعلقات دیوان کے ساتھ اچھے نہ تھے اس نے راجہ شیر احمد خاں کو خبر نہ بھیجی یہاں تک کہ مہاراجہ سرگباش ہوگئے اور راجہ شیر احمد خان کی جاگیر کی واگذاری کا معاملہ گاؤ خورد ہوگیا۔

راجہ شیر احمد خان بھاگن سمبت ۱۹۳۱ بکرمی (مارچ ۱۸۷۵ء) میں بمقام یاری پورہ فوت ہوا۔ اسکے بعد محمد عظیم خان وعطا محمد خاں دونوں بھائی جاگیر پر قابض رہے۔ انکے بعد اب اُن کی اولاد قابض ہے۔

۷۔ جاگیر گھوڑی

اکبر علی خان ۱۱۹۸ ہجری میں علاقہ گھوڑی پر قابض ہوا۔ اور اُس نے علیحدہ

حکومت قائم کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی سال اُس نے تیمور شاہ درانی سے اپنی حکومت کی سند حاصل کی مگر یہ سند میں نے نہیں دیکھی۔ یہ بڑا منتظم سلطان تھا۔ اُس نے گھوڑی میں اپنے محلات تعمیر کیے۔ راستہ مظفرآباد اور گلی گلوٹی کی حفاظت کے لیے قلعہ اور برج تعمیر کرائے۔ ان کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ موضع ٹیکا میں سکھوں کو آباد کیا اور قلعہ ملحقہ کی حفاظت کا انہیں ذمہ دار بنایا۔ آبادی میں ترقی کی۔ آبادی موضع گھوڑی کو ترقی دے کر قصبہ کی حد تک پہونچایا۔ کھتری دوکانداروں کو تواسثمر علاقہ ہزارہ سے لاکر گھوڑی میں آباد کیا۔ مساجد منادر کو معافیات عطا کیں۔ یہ علم دوست بھی تھا علما اور فقرا کو باہر سے لاکر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور ان کو گذارہ کے لیے معافیات عطا کیں۔ خود بھی علوم عربی و فارسی کا عالم تھا۔ اور علما سے علمی مضامین پر بحث مباحثہ کرتا رہتا تھا اس کا عہد حکومت امن و امان سے گذرا۔ کبھی معرکہ کی نوبت نہیں آئی۔ الغرض ۹۶ سال کی عمر تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے سمبت ۱۸۶۸ بکرمی (دسمبر ۱۲-۱۱-۱۸۱۱ء) میں فوت ہوا۔

سلطان اکبر علی خان کے بعد اُس کا بیٹا نجف خان اُس کا جانشین ہوا اس کا ابتدائی عہد حکومت بہت کامیاب رہا۔ ملکی اور فوجی انتظام اچھا رہا۔ تمام رعایا فوجی خدمات انجام دینے کی پابند تھی۔ اس کے علاوہ پانچ سو روہیلا فوج تنخواہ دار ملازم تھی۔ اُس کے عہد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر تصرف حاصل کیا۔ نجف خاں شاہزادہ شیر سنگھ کی خدمت میں بمقام کوٹ بیلہ علاقہ مانسہرہ حاضر ہوا۔ اور اُس سے اپنی جاگیر گھوڑی کے متعلق سند مورخہ ۲۳ بیساکھ سمبت ۱۸۸۸ بکرمی (مئی ۱۸۳۱ء) حاصل کی۔ اس زمانہ میں نجف خان اپنے والد کی خرید کردہ زمینداری جبڑی کلیش علاقہ مانسہرہ میں مقیم تھا۔

بعد میں بعہد شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر یہ تجویز ہوئی کہ جاگیرداران اپنے اپنے بیٹوں کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھیں چنانچہ سلطان نجف خان نے اپنے بیٹے فیروز الدین خان کو بطور یرغمال بھیجا۔ مظفرآباد سے رحمت اللہ خان برادر زادہ سلطان زبردست خان اور کرناہ سے راجہ عنایت اللہ خان یرغمال بھیجے گئے۔

سمبت ۱۸۹۷ بکرمی (۱۸۴۰-۴۱ء) میں جب کہ سلطان نجف خان کے ساتھ شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر کی مخالفت ہوگئی صوبہ دار نے بسرکردگی مرزا ایوب و پنڈت راج کاک گھوڑی پر فوج کشی کی۔ سلطان نجف خان مقابلہ کے لیے تیار نہ تھا خفیہ طور پر اپنے قبائل لے کر یاغستان کی طرف نکل گیا۔ سکھوں کی فوج نے گھوڑی پہونچ کر سلطان کے محلات کو آگ لگا کر خراب کیا۔ اور یہاں اپنی چھاؤنی قائم کر لی۔ نجف خاں کا ننہال یاغستان میں تھا۔ ان تعلقات کی بنا پر اس نے یاغستان میں ایک لشکر تیار کیا جس کا سپاہ سالار حبیب اللہ خان بانی گدھی حبیب اللہ تھا اور افسران پیر خان بانی بانڈا پیر خان متصل ایبٹ آباد و سید ضامن شاہ کاغانی تھے۔ یہ فوج براہ گلی گلوئی گھوڑی پر نازل ہوئی پہلے حملہ میں حبیب اللہ خان شہید ہوا۔ اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور تمام لشکر حبیب اللہ خاں کی میت کو لے کر واپس ہو گیا۔ گدھی پہونچ کر میت کی تجہیز و تکفین کے بعد دوبارہ حملہ اسی راستہ سے کیا گیا۔ اس دفعہ گھوڑی میں فوج خالصہ کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں قوم بمبہ میں سے سلطان نجف خان کا امدادی شیر احمد خان راجہ کرناہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس واقعہ کو تاریخ حسن میں اس طرح لکھا ہے کہ "پہاڑ کے تمام راجاؤں نے اتفاق کر کے ناظم کشمیر کی فوج کا قتل عام کیا۔ ایک بڑی تعداد کو قید کر لیا اور بعضوں کو جبراً مسلمان کیا اور بعضوں کا سر، مونچھ اور بھویں مونڈ کر ختنہ کر دیا اور ناک و کان کاٹ کر ناظم کے پاس پیش کش کے طور پر بھیج دیا۔ اور ناظم کی فوج کے کمان افسر مرزا ایوب کو کاغان میں قید کر کے علاقہ کوہستان پر قابض ہو گئے"

اس معرکہ کی بابت ایک ملکی شاعر نے بڑا لمبا چوبیتہ تصنیف کیا ہے جس کا سرنامہ یہ ہے۔ "چھڑے خان تے سلطان قلعہ گھوڑی دا اٹھایا لڑے مومن مسلمان فرش سکھاں دا بچھایا" نیز اس واقعہ کا ذکر تاریخ قوم مرزا راجور موسومہ تذکرہ بے مثل مصنفہ مرزا ظفر اللہ خاں میں بھی آیا ہے۔ مگر مورخ نے سہواً بجائے مرزا ایوب کے مرزا نواب خاں کی گرفتاری لکھی ہے اور حبیب اللہ خان کی شہادت کے چالیس روز بعد دوسرے حملہ کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔ اور تعداد فوج صوبہ کشمیر چار ہزار اور تعداد لشکر سلطان تیس ہزار درج کی ہے۔ میرے خیال میں لشکر سلطانی کی تعداد مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔

الغرض فوج خالصہ کو درہم برہم کر کے سلطان نجف خان نے اپنے ملک موروثی پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا۔ بعد ازیں امدادی فوج کے افسران کو گران بہا تحائف دیکر واپس کیا جنگ و جدل کی وجہ سے بعض دیہات تباہ اور زمیندار خستہ حال ہو گئے تھے سلطان نے باہر سے زمینداروں کو بلا کر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور سقیم الحال زمینداروں کی ہر طرح سے امداد کی اور اُن کی بار برداری کا انتظام بہم پہنچایا۔ مگر ان غیر معمولی اخراجات کی وجہ سے سلطان کی مالی حالت اور فوجی جمعیت میں بہت کمی واقع ہو گئی۔

شروع سال سمبت ۱۹۰۲ بکرمی (۱۸۴۵ء) میں سلطان حسین خان والی مظفر آباد نے جو سلطان نجف خان کا بھتیجا تھا۔ سلطان کی کمزوری دیکھکر اُس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ علاقہ چھوڑ کر ملک باہر چلے جاؤ ورنہ تم کو جبراً بدر کر دیا جائیگا۔ نجف خاں مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا مجبوراً علاقہ گھوڑی سے نکل کر اپنی زمینداری واقعہ علاقہ مانسہرہ میں چلا گیا۔

اس کے چند روز بعد ملک کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ تصرف میں آیا۔ اس وقت نجف خان مہاراجہ کے پاس فریادی ہوا۔ سلطان حسین خان مہاراجہ سے روگردان رہا کیونکہ اُسے ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب کی حمایت کا گھمنڈ تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے براہ راست سلطان حسین خان پر ہاتھ ڈالنا مصلحت نہ سمجھا اور سلطان نجف خاں کو یہ مشورہ دیا کہ حکمت عملی سے کام نکالنا چاہیے۔ چنانچہ سمبت ۱۹۰۹ بکرمی (۱۸۵۲-۵۳ء) میں سلطان نجف خاں نے علاقہ گھوڑی کے اشخاص ذیل میر نور محمد بٹڑی والہ۔ میر دوست محمد سرارہ بلہ والہ۔ سید وصف علی شاہ گیگران والہ۔ میر ناصر ملک سرنیان والہ۔ راجہ عمر خاں میر ملک ٹبل والہ۔ کو کا بر زور اجیان منشی صالح شیخ کنڈلہ والہ اور چھٹر خاں بید شش اشروگ والہ کو مع ہمراہیان کل بائیس آدمی لاہور بھیجے۔ انھوں نے لاہور پہونچکر ایجنٹ گورنر جنرل ہند کے پاس سلطان حسین خاں کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ صاحب موصوف نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو توجہ دلائی کہ اُن کی حق رسی کی جاے۔ مہاراجہ نے موقع پا کر سلطان حسین خاں سے علاقہ گھوڑی سلطان نجف خان کو واپس دلا دیا جس کی بابت سند مہاراجہ گلاب سنگھ کی مورخہ ۹۔ بھادروں سمبت ۱۹۱۱ بکرمی (اگست ۱۸۵۴ء) سلطان گھوڑی کے پاس موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کے نذرانہ میں مہاراجہ نے پچیس ہزار

روپیہ سلطان نجف خان سے وصول کیا۔ غرض کہ اس تدبیر سے سلطان نجف خان نے دوبارہ اپنے ملک سوردتی پر قبضہ حاصل کیا اور حکومت شروع کردی۔

سلطان نجف خان کی اولاد میں سے اُس کا بڑا بیٹا قطب الدین خان اپنے باپ کی حیات میں ایک جنگ میں شہید ہوگیا تھا۔ اُس کے دو بیٹے فتح محمد خان اور ولی محمد خان تھے چونکہ ان دونوں کی شادی سلطان حسین خان والی مظفرآباد کے گھر میں ہوئی تھی اسلیے یہ دونوں اپنے دادا سے نافرمان ہوکر سلطان حسین خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور غالباً اسی وجہ سے جانشینی سے محروم رہے۔ جب سلطان نجف خان کو پچیس ہزار روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دینا پڑا تو اُس نے روپیہ بہم پہونچانے کی یہ تدبیر نکالی کہ مبلغ نوہزار چارسو روپیہ راجہ فتح محمد خان و ولی محمد خاں سے لیے اور چار ہزار پانچ سو روپیہ بخش علی خان سے وصول کیے۔ بخش علی خان سلطان محمود خان کے بھائی ذوالفقار خاں کا پوتا ہے۔ اس رقم کی ادائیگی کے واسطے راجگان مذکور کو مواضعات ذیل دیے گئے۔ سرل سچہ۔ جھکڑیاں ہجور۔ دلیاڑ۔ مچھیارہ۔ چھٹہ۔ کبایا۔ ڈوبہ۔ بیسری۔ چڑبل۔ گھاٹیاں۔ کہ ان کی آمدنی سے اپنی رقوم وصول کرلیویں۔ اور اُن کو گذارہ کے واسطے بھی رقبہ جات و مواضعات دیے گئے۔

الغرض ۴۹ سال حکومت کرنے کے بعد سلطان نجف خان سمبت ۱۹۱۷ بکرمی (مطابق ۱۸۶۰ء) میں فوت ہوا۔ اُس کے بجائے اُس کا بیٹا فیروزالدین خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے ۱۸۶۲ء میں جنگ اگرور یعنی کالا ڈھاکہ میں سرکار انگریزی کو فوجی امداد دی جس کے صلہ میں سرکار انگریزی نے مبلغ چارسو پچاسی روپیہ سالانہ کی جاگیر اُس کو عطا کی سند جاگیر حسب ذیل موجودہ سلطان گھوڑی کے پاس موجود ہے

سند جاگیر

سلطان صاحب فیروزالدین خان ولد نجف خان قوم بمبہ۔

مندرجہ ہذا نقشہ معافی۔

دراین وقت حسب الحکم اسیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند و تخلی صاحب سکریٹری گورنمنٹ ہند نمبر ۵ نمبر ۲ مورخہ ۲۰۔ ماہ مئی ۱۸۶۳ء اسمی صاحب سکریٹری

گورنمنٹ پنجاب جاگیر مفصلہ ذیل جمعی چار صد و پچاسی روپیہ سکہ گورنمنٹ نامبردہ اور بعد وفات اُس کے بنام اولاد پسری و صلبی اُس کے جو بطن زوجہ منکوحہ سے ہو نسلاً بعد نسل بسبیل علی الدوام باخذ نذرانہ مسطور بشرط نیک چلنی موہوب لہ اور اُس کے جانشینان کے عطاو مرحمت ہوئی۔ لہٰذا یہ وثیقہ سنداً دیا گیا۔ اور یہ جاگیر پرگنہ ضلع ہزارہ مانسہرہ میں ہے کل للعماملے بہ تفصیل ذیل

جبڑی کلیش ببہ درہ موچی پدرہ ولسود للعماملے

چہارم شوال بجمع معہ

دستخط بحروف انگریزی

مہر محکمہ عالیہ گورنمنٹ پنجاب

یہ جاگیر ابتدائی بندوبست ضلع ہزارہ میں بوجہ غیر حاضری جاگیردار افسران بندوبست کی سفارش پر کہ جاگیردار باشندہ ریاست کشمیر ہے اور اس ضلع میں وہ نہیں رہتا مشروط حین حیات جاگیردار کے تابع کر دی گئی۔ اور سلطان کی وفات پر ضبط ہو گئی۔

سمبت ۱۹۲۳ بکرمی سے پہلے سلاطین ببہ با اختیار اور خود مختار حکمران تھے۔ مگر سمبت ۱۹۲۳ بکرمی (سنہ ۱۸۶۶ء) میں پولیس مقرر ہوئی۔ اُس کے خلاف چارہ جوئی کی گئی۔ اس پر پولیس موقوف ہوئی اور حسب ذیل اقرارنامہ کرنیل گنڈو کی معرفت توثیق پایا۔

چوں سرکار عالی مدار از روے رعیت نوازی پولیس گھوڑی موقوف فرمودہ بعوض موقوفی پولیس مبلغ نو صد روپیہ مضروب ہری سنگھی از راجہ ہاے گھوڑی ابتداے اسوج سمبت ۱۹۲۳ نہایت اخیر بھادوں سمبت ۱۹۲۴ بعبارت سال تمام گرفتن مقرر نمود۔ رٹی ہاے طلب از حضور انور ملازمان سری سرکار خواہد گرفت۔ مقدمات بقرار تفصیل ذیل تعلق ملازمان متعلق ماندہ۔ رٹی ہاے از ملک گھوڑی مقرر نمودن است

مقدمہ خون۔ راہزنی۔ زناے بالجبر فصل تیار شدہ از کسے گرفتن و بہ کسے دادن نقب زنی از یک صد روپیہ بالا۔ بردہ فروشی۔ مقدمہ سنگین استخوان شکنی بضرب شمشیر باروت سازی۔ شمشیر و تفنگ سازی کسے نمک حرام در علاقہ بیاید گرفتار سازند اگر از یں طرف کسے نزد خود وارد سزا خواہد یافت۔ نقصان مادہ گاو ان و گاو میشان۔

راجہ ہائے مذکورہ بابت رپٹی ہائے غرض نہ دارد چراکہ رموز ہر رپورٹ از رپٹی ہائے گرفتن است۔ زیادہ ازیں مقدمات صدر تعلق راجہ ہائے اندر تھانہ دار گھوڑی دار بیترم سوختنی وکاہ روزمرہ برگرفتن بابت شیر خام درماہ از راجہ ہائے گرفتن است بنابریان اقرارنامہ نوشتہ دادہ شد۔ ۶ ماہ ماگھ سمبت ۱۹۲۳

اس کے بعد باستثنائے مقدمات مافوق تمام مقدمات کا جاگیرداران خود فیصلہ کرتے اور ملزمان کو ہر قسم کی سزا دیتے رہے مگر تدریج یہ اختیارات اب سلب ہو گئے ہیں ماسوائے بعض جاگیرداروں کے جنہیں اختیارات آنریری مجسٹریٹ اپنی جاگیر کے اندر حاصل ہیں۔

سمبت ۱۹۲۵ بکرمی میں جب کہ گلگت میں جنگ شروع ہوئی مہاراجہ رنبیر سنگھ نے سلطان فیروزالدین خاں سے فوجی امداد طلب کی۔ سلطان نے اپنا بھائی بہرام خان مع دو سو نفر سپاہ کے پیش کیا۔ جب گلگت پہونچ کر راجہ بہرام خان نے اپنی جوانمردی کا ثبوت دیا تو مہاراجہ نے بہرام خان کی بہت عزت افزائی کی اور ان خدمات کے صلہ میں مہاراجہ نے واپسی پر پانچ سو روپیہ کے سونے کے کڑے اور ایک کنٹھا انعام عطا کیا۔

سلطان فیروزالدین خان کی بہادری اور قابلیت جنگی کی وجہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ اس پر بہت مہربان تھے۔ اور اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اس لیے اکثر اس کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ جموں میں ایک روز سلطان نے مہاراجہ سے عرض کی کہ میں بے خانمانی سے بہت دل تنگ ہو گیا ہوں یا مجھے گھر جانے کی اجازت دی جائے یا میری شادی کرا دی جائے۔ مہاراجہ نے درباریوں سے دریافت کیا کہ کس خاندان میں ناطہ کی تلاش کی جائے۔ پتہ ملا کہ سردار صمد خان پٹھان کے گھر میں جوان ناطہ موجود ہے۔ مہاراجہ نے سردار صمد خان کو طلب کر کے سلطان کے لیے ناطہ مانگا۔ سردار نے بخوشی منظور کیا۔ مہاراجہ نے یہ شادی بڑی دھوم دھام سے کرا دی۔

گو کہ فیروزالدین بڑا دلیر اور بہادر آدمی تھا مگر ملک داری سے بالکل

بے پرواتھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ جاگیر میں بدانتظامی پیدا ہوگئی۔ لہذا اُس کے حین حیات اُس کے بیٹے محمد خان کو مہاراجہ نے سلطان مقرر کردیا۔ چنانچہ سمبت ۱۹۳۰ بکری سے سمبت ۱۹۵۵ سلطان محمد خان جاگیر گھوڑی پر قابض ہوگیا۔ بعدازاں اُس کی ناسازی طبع کے باعث اُس کے بڑے بیٹے رحمت اللہ خاں کو اُس کا سربراہ مقرر کیا گیا جو کہ سمبت ۱۹۶۵ بکری میں اپنے والد کی وفات کے بعد اُس کا جانشین ہوا۔ اور اب تک قابض اور نیک نام ہے۔ اُس نے اپنے بزرگوں کے دارالحکومت گھوڑی کو ترک کرکے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک کوہستانی مقام میں سکونت اختیار کی ہے۔ اور اپنی تنہائی کی زندگی کتب بینی میں بسر کرتا ہے وہ ایک صالح اور متقی آدمی ہے۔ ملک میں اس کی عزت ہے جس وجہ سے اس کے رشتہ دار اُس سے حسد رکھتے ہیں۔ اور اُس کے درپے رہتے ہیں۔

۸۔ جاگیرات ددپٹہ وکٹھائی وکامراج

سلطان محمود خان والی ریاست مظفرآباد کی وفات کے بعد ۱۱۹۸ھ ہجری میں جو تقسیم ہوئی تھی اُس کی رو سے ددپٹہ کا علاقہ فتح خان پسر عنایت اللہ خاں کے حصہ میں آیا تھا۔ بعد میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے اس میں بطرف مظفرآباد کچھ اور اضافہ ہوا۔ فتح خان کے بعد اُس کا بیٹا مسطور علی خاں۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا ناصر علی خاں اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عطا محمد خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا۔ فتح محمد خاں بعدازاں اُس کا بیٹا قطب الدین خان یکے بعد دیگرے سلطان ہوئے اور بالآخر سلطان قطب الدین خاں کے فوت ہونے کے بعد اب اُس کا فرزند جوان بخت محمد فیروز الدین خان سلطان ہے اُس نے اپنے حسن انتظام سے جاگیر میں بہت ترقی کی ہے اور بہت شہرت حاصل کی ہے۔ یہ نئی وضع کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال رئیس ہے۔

کٹھائی ولی خاں پسر ہدایت اللہ خاں کے حصہ میں آئی تھی۔ اُس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم خان۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بھائی مظفر خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا زبردست خان۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا محمد خان اُس کی وفات کے

بعد اُسکا بیٹا سکندر خاں یکے بعد دیگرے جاگیردار ہوئے۔ سکندر خاں کے بعد اُس کا بھتیجا محمد متولی خان جاگیردار ہوا۔ جو اس وقت قابض ہے۔ اُس کا بیٹا عبدالعزیز خان اُس کا ولی عہد ہے دونوں نہایت سلیم الطبع اور خوش خلق رئیس ہیں۔

کامراج میں سلطان کام بخش خان کے بعد اُس کا بیٹا صفدر علی خان اُس کا جانشین اور سلطان ہوا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے ہیبت خان و مظفر خان برسر اقتدار رہے۔ مظفر خان کے بیٹے اکبر علی خان و محمد خان تھے۔ اب اکبر علی خان کا بیٹا شیر علی خان راج پورہ میں اور سلطان محمد خان کا پوتا غلام محمد خان زیل ڈارہ میں سلطان ہیں دونوں تعلیم یافتہ اور فہمیدہ رئیس ہیں۔

شجرۂ نسب راجگان کھکھا کچیلی و چیکار
راجہ مل خان
پیرکالا خان
اس کی اولاد کھوٹہ میں موجود ہے
جوہر خان
بیرو خان
کھکھا خان
تنولی خان
اُس کی اولاد تنول میں موجود ہے
راجہ سنگے خان
اس کی اولاد بنیار علاقہ اوڑی میں موجود ہے
راجہ منگے خان
راجہ علی شیر خان
راجہ پنو خان
راجہ فیروز خان
راجہ داد خان
راجہ جوگی خان
راجہ شیر خان
اس کی اولاد علاقہ پونچھ میں موجود ہے
راجہ اسپال خان
راجہ چیکار خان
(اس کی اولاد علاقہ چیکار میں آباد ہے)
راجہ درویش خان
راجہ جلال خان
راجہ سیفر خان
راجہ نصر اللہ خان *
* راجہ نصر اللہ خان
راجہ بیگ خان
راجہ رزاق علی خان
راجہ خیراتی خان
راجہ جلاندھیر خان
راجہ سنگے خان
راجہ خواص خان
راجہ منگی خان
راجہ فتح خان
راجہ نجیب خان
(لاولد)
(ان کی اولاد کچیلی میں آباد ہے)

شجرہ نسب راجگان ہتمال تحصیل اوری

- راجہ بیرہ خاں
  - زوجہ اول
    - بہادر خاں
    - سربلند خاں
      - ذوالفقار خاں (لاولد)
      - مظفر خاں
        - زوجہ اول
          - صفدر علی خاں
            - امیر خاں (لاولد)
          - عطا محمد خاں
            - زوجہ اول
              - فیروز الدین خاں
                - زوجہ اول
                  - بلند اقبال خاں
                - زوجہ دویم
                  - فیاض الدین خاں
                - (علاقہ نالمہ میں قابض ہیں)
            - زوجہ دویم
              - فتح محمد خاں
              - محمد ملخان
          - جبار خاں
            - (اس کی اولاد علاقہ اوری میں قابض ہے)
          - نواب خان
            - محمد زمان خان
            - پیر محمد خاں
            - فتح محمد خاں
            - محمد عظیم خان
            - (ان کی اولاد علاقہ کھلیایہ میں قابض ہے)
        - زوجہ دویم
          - احمد غنی خان
          - عبداللہ خاں
          - غلام علی خان
          - زبردست خاں
          - (ان کی اولاد علاقہ کشمیر میں قابض ہے)
  - زوجہ دوم
    - سرافراز خان (اسکی اولاد علاقہ کوبیار میں ہے اور حیثیت پر قابض ہے)
    - سرانداز خاں (لاولد)
    - غلام علی خاں (لاولد)

دوسرا باب

راجگان کھکھا کھیلی وچیکار وزراجگان ہتمال علاقہ اوری

(۱) اصلیت اور حسب نسب (۲) اُن کی سیاسی سرگرمیاں (۳) سکھوں کے عہد حکومت میں اُن کی آزادی کا سلب ہونا

علاقہ دچھنہ کے بالمقابل دریائے جہلم کا بایاں کنارہ کھاورہ کے نام سے مشہور ہے اس علاقہ میں عرصہ دراز سے راجگان گکھا دہتال ممتاز حکمران اور سرگروہ چلے آتے ہیں اور اب تک ان میں سے متعدد چھوٹے اور بڑے جاگیردار موجود ہیں اپنی شکل وشباہت ذاتی وجاہت۔ اور قومی خصائل سے وہ اب تک دیگر باشندگان ملک سے صراحتہً ممتاز معلوم ہوتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اصلاً بیرونی ہیں ان کی اصلیت کے متعلق تواریخ کشمیر و نیز تاریخ ہند میں جہاں تک کہ میں دیکھ سکا کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ خود اُن اقوام کے درمیان مختلف روایات مشہور ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور نہ اُن کی تصدیق کسی اور ذریعے سے ہوتی ہے۔

لارنس نے اقوام کھکھا وہتمال کی بابت لکھا ہے کہ "قدیم سنسکرت میں اس قوم کا نام کھش تھا۔ جو کوہستان ہمالیہ میں ملک کے بہت بڑے حصہ میں آباد تھی۔ مگر بہت سی حالتوں میں یہ شک پڑجاتا ہے کہ یہ نام کس قوم پر استعمال کیا جائے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہستان ہمالیہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی اور یہ وہ علاقہ ہے جس کے مغرب میں دریائے وتشٹہ کی گذرگاہ کا درمیانی حصہ اور مشرق میں کشتوار ہے راج ترنگنی میں کئی جگہ ذکر آیا ہے کہ راج پوری (موراجوری) کے حکمران کھش قوم کے راجہ تھے اور اُن کی فوج میں بھی اسی قوم کے لوگ تھے۔ بانہال کی طرف دریائے چندر بھاگا کی وادی تک کھش قوم کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وتشٹہ کی وہ وادی جو بارہ مولا سے نیچے کی طرف واقع ہے کھش قوم کا مسکن تھی۔ اس وادی کا قدیم نام

دوار دتی تھا۔ اور موجودہ نام دوار بدی ہے۔ یہ وادی کھٹائی اور مظفرآباد کے درمیان وادی دشتہ کا ایک حصہ ہے۔

مذکورۂ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کا نام زمانہ قدیم میں کھش تھا آج کل کھکھا کہلاتی ہے۔ جنوبی حصہ کشمیر میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پہاڑی سردار اور عام رعایا کا کچھ حصہ اس قوم میں سے ہے۔ ان کھکھا سرداروں نے سکھوں کے زمانے تک اپنی آزادی یا نیم آزادی کو قائم رکھا تھا۔ یہ خاندان مع اپنے ہمسایہ راجگان بمبہ کے کسی زمانے میں بڑے اقتدار پر رہا ہے۔

احمد شاہ اپنی کتاب لب التواریخ میں لکھتا ہے کہ "بارہ مولا سے نیچے دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر کھکھا اور بمبال کا ملک ہے اس کا نام چکارہ و کھاورہ ہے قوم بمبال کا راجہ بیرہ خان تھا اسے بوجہ قرب حاکم کشمیر کے احمد علی خان وغیرہ راجگان چکار پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور اکثر اوقات راجگان چکار بیرہ خاں کے تابع صلاح رہے ہیں۔

حسن شاہ اپنی ضخیم تاریخ کشمیر موسومہ تاریخ حسن میں لکھتا ہے کہ "راجگان کھکھا و بمبال کی حقیقت تواریخ کشمیر میں کہیں نظر نہیں آئی۔ روایت یہ ہے کہ بلاد کہسار میں دو بھائی کھکھو و ہاتھو رہتے تھے وہ قوم راجپوت سے تھے کسی سبب سے مسلمان ہو گئے۔ اور کھکھو کا نام کھکھے خان اور ہاتھو کا نام حاتم خان ہو گیا۔ یہ دونوں کشمیر میں آکر سلطان زین العابدین کے پاس ملازم ہو گئے۔ سفر خراسان میں جب کہ وہ علی شاہ کے لشکر میں یرغمال تھا انھوں نے اپنی خدمات شائستہ سے اس کو خوش کیا۔ اور اس خورسندی کی حالت میں اس سے سند جاگیر لکھوالی۔ جب کہ زین العابدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اس وعدے کے ایفاء میں علاقہ کھاورہ سے چند گاؤں انھیں بطور جاگیر عطا کیے۔ وہاں انھوں نے بود و باش اختیار کی۔ اور آہستہ آہستہ قوت و ثروت حاصل کی۔ اس زمانے میں وارثان کھکھے خان کو کھکھا اور وارثان حاتم خان کو بمبال کہتے ہیں۔ عہد افاغنہ میں انھیں جاگیر کھاورہ کے علاوہ پرگنہ کردہن میں بیس ہزار روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

ان روایتوں میں سے حسن شاہ کی روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے

گو زین العابدین کے یرغمال رہنے کی تصدیق تاریخ کشمیر سے نہیں ہوتی ہے اور نہ زین العابدین کے سوانح کے دوران میں کھکھے خان و حاتم خان کے واقعہ کا مذکور کہیں ملتا ہے۔ لہٰذا اس اندراج کو محض ایک روایت ہی سمجھنا چاہیے اور شجرۂ نسب جو مجھے ملا ہے۔ اس میں بھی کھکھا خان اور حاتم خان کو بطور بھائیوں کے نہیں دکھلایا گیا ہے۔

دیگر روایات جو میں نے راجگان کھکھا و بمبا سے سنی ہیں۔ دور از کار معلوم ہوتی ہیں لہٰذا میں انھیں نظر انداز کرتا ہوں۔ بہر حال مندرجہ بالا اندراجات کتب تاریخ سے اس قدر بلا شبہ ثابت ہے کہ کھکھا اور بمبا اصلاً نو مسلم راجپوت ہیں۔ جن کے بزرگ پنجاب سے نقل مکان کر کے اس ملک میں آباد ہوئے اور ان کے وارثان بالآخر اس علاقہ کے حکمران ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ہم قوم کہوٹہ میں اور گڑھ لوٹ میں اور تنول میں اب تک آباد ہیں۔ جن میں سے کچھ لوگ راجہ اور نواب کے لقب سے ممتاز ہیں۔ مگر مجھے اس کی تصدیق کا موقع نہیں ملا۔

تاریخ کشمیر میں سب سے پہلی دفعہ اس قوم کا ذکر احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت میں آتا ہے جب کہ عبداللہ خان ایشک اقاصی فاتح کشمیر منصب صوبہ داری عبداللہ خان کابلی کو اور منصب صاحب کاری سکھ جیون مل کو سپرد کر کے سنہ ۱۷۵۳ء مطابق سنہ ۱۱۶۶ھ میں واپس چلا گیا۔ اور اس کے چار ماہ بعد سکھ جیون مل نے عبداللہ خان کو قتل کر کے خود منصب صوبہ داری اختیار کیا۔ اور بعد میں بادشاہ نے اس کی تصدیق کر دی۔ لیکن اس کے چند ہی روز بعد نشۂ حکومت سے بدمست ہو کر سکھ جیون مل نے خراج و تحائف مطلوبہ بادشاہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور آمادہ پیکار ہوا۔ ہوا خواہان بادشاہی نے لشکر جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا مگر سکھ جیون مل نے انھیں شکست دی۔ اس پر احمد شاہ ابدالی نے عبداللہ خان ایشک اقاصی کو تیس ہزار فوج کے ساتھ سیاہ سکھ جیون مل کی گوشمالی کے لیے بھیجا۔ سکھ جیون مل نے بمقام حیدر آباد اس کا مقابلہ کیا اور بیرہ خان کھکھا کی معاونت سے فوج بادشاہی کو درہم برہم کر دیا۔ اور دربار کشمیر سے مستوجب انعام و اکرام ہوا۔ اور راجہ کا خطاب پایا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۷۵۴ء مطابق سنہ ۱۱۶۷ھ ہجری کا

ہونا چاہیے بعد میں سنہ ۱۱۷۰ھ ہجری میں بیرہ خاں نے بارہ مولا کی طرف دوبارہ خروج کیا سکھ جیون مل نے اُس کا مقابلہ کیا اور معاملہ جلد ختم ہوگیا۔

بعد ازاں بعہد تیمور شاہ درانی امیر خان جوان شیر دلیر جنگ ۱۱۷۰ء مطابق سنہ ۱۱۸۶ھ ہجری میں صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اُس نے سنہ ۱۱۸۸ھ ہجری میں خودسری اختیار کی۔ بادشاہ نے علی اکبر خاں کو تھوڑی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا مگر محمود خان بمبہ نے اُسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ لہٰذا وہ وہیں سے واپس ہو کر کابل چلا گیا۔ امیر خان نے بمقام سوپور سلطان محمود خان سے ملاقات کر کے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی ولی خان بمبہ اور بیرہ خان کھکھا کی لڑکیاں اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے قوم بمبہ و کھکھا کے ساتھ اُس کا رابطۂ اتحاد قائم ہوگیا۔

حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر نے ۱۷۸۰ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری میں سلطان محمود خان والی مظفر آباد پر فوج کشی کی۔ وہ بارہ مولا پہونچا تو اُس نے بمقام گورس بونے قیام کیا۔ جہاں سے اُس نے بیرہ خاں کھکھا کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے سری نگر کو بھجوا دیا اور اُس کے لڑکے بہادر خان کو پابزنجیر کر کے اپنے ساتھ مظفر آباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر فرار ہوگیا۔ لیکن اُس کے متعلقین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہوگئے۔ واپسی پر جب کٹھائی پہونچا تو بہادر خان کھکھا غسل کے بہانے سے دریائے بہت پر گیا وہاں سے جان چھڑا کر شناجہ کی مدد سے دریائے جہلم کو تیر کر پار ہوگیا دوسرے دن پچاس ساٹھ آدمی لیکر کریم داد خان کے لشکر پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اس جد و جہد میں کریم داد خان کی فوج کا ایک افسر دیوان سنگھ مارا گیا۔ شجاع الملک حاجی کریم داد خان صرف سات سوار ساتھ لے کر گورس بونی آ گیا۔ اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا۔ جہاں اُس نے اُسی دن بیرہ خان کھکھا کو صحن شیر گڑھی میں قتل کر دیا۔ اور لاش اُس کی سید منصور کے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔

۱۱۹۹ھ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار جب بمقام زالہ گر سری نگر نواب مدد خان سے ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اور اُس کی سپاہ کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ اور یہ کہکر کہ میں شاہ ولی خان

کا حجام رجب بن مہدی ہوں۔ اُن کے ہاتھ سے نجات حاصل کی تو بہادر خان کھکھا
نے اُس کی امداد کی۔ اور رہنمائی کر کے اُسے پونچھ پہو نچادیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شاہ ولی خان
کون تھا۔ ممکن ہے کہ ابراہیم خان کا والد سلطان ولی خاں بمبہ سلطان کٹھائی
سے مراد ہو۔

میر ہزار خان نائب صوبہ کشمیر ماہ ذی الحجہ ۱۲۰۷ھ ہجری (۱۷۹۳ء) انتظام
ملک کو درست کر کے علاقہ کامراج کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خاں سلطان
کرناہ۔ ابراہیم خان سلطان کٹھائی۔ صفدر علی خان سلطان کامراج۔ اور سربلند خان کھکھا
راجہ کھاورہ کو خلعت فاخرہ اور عنایات متکاثرہ سے سرافراز کیا۔

۱۲۱۳ھ ہجری میں بزمانہ صوبہ داری عبداللہ خان الکوزئی سربلند خاں نے
باتفاق صفدر علی خان کامراج میں لوٹ مار مچادی۔ گلستان خان نائب ناظم
ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل باران خان و مومن خان وغیرہ
مارے گئے۔ حملہ آوروں کا ایک سردار علی خان بھی قتل ہو گیا۔ اور کچھ آدمی گرفتار
ہو گئے۔ نائب صوبہ شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

بعد ازاں ۱۱۔ رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری کو مصر دیوان چند فاتح کشمیر من جانب
مہاراجہ رنجیت سنگھ داخل سری نگر ہوا۔ وہ تین ماہ کشمیر میں ٹھہر کر لاہور واپس چلا گیا اور
سلاطین بمبہ اور راجگان کھکھا کو اور نامدار خان ٹھکر وغیرہ کارداران کشمیر کے معتبروں کو اور بعض
اور لوگوں کو بھی بطور نشان فتح اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے جانے کے بعد دیوان موتی رام
ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۲۸ء میں سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم مقرر ہوا۔ یہ بڑا منتظم
لیکن جابر حاکم تھا۔ راجگان کھکھا و بمبہ سے وہ بر سر پیکار ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ ہری سنگھ نے اس کا یہ جواب دیا کہ غلام علی خاں سردار
کھکھا جو کہ سنگھان عالی شان سے ہر وقت محاربہ و مقاتلہ میں مصروف رہتا تھا اور
کسی صورت سے حلقہ اطاعت اختیار نہیں کرتا تھا۔ اب گرفتار ہو گیا ہے۔ بعد میں شیر گڈھی
کے قید خانہ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور سرافراز خاں کھکھا کو جو کہ راجگان کھاورہ کا
سرکردہ تھا۔ لاہور بھیج دیا۔ اور کل علاقہ کھاورہ کو بونیار سے لے کر چکار تک اپنے

تصرف میں لے آیا۔ ہر جگہ قلعہ جات تعمیر کیے اور سپاہیان خالصہ کو تعینات کر دیا۔ غرضکہ راجگان کھادرہ کی آزادی یا نیم آزادی جو کچھ کہ تھی سردار ہری سنگھ نلوہ کے زمانہ سے ختم ہو گئی۔

اب چھوٹی چھوٹی جاگیریں راجگان گکھڑ کی پھیلی و چیکار تحصیل مظفر آباد میں اور راجگان ہتال کی اوری کھلیانہ۔ نالمہ۔ اور بونیار تحصیل اوری میں باقی رہ گئی ہیں۔ جن کے علیحدہ علیحدہ کوئی بڑے کارنامے نہیں ہیں۔ اس لیے میں ان کے جداگانہ تذکرہ کو بغرض طوالت سر دست ترک کرتا ہوں۔

ختم شد

پہلی چھاپ ایک ہزار بماہ ستمبر ۱۹۳۹ء